شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لاء لاہور

Annual Subscription Rs. 3-8-0

The Manager,

Isha'at-i-Islam, Azeez Manzil, Brandreth Road, Lahore (Pb. India)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | اللّٰہ اکبر | نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِيْٓ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو برا (ہی کیوں نہ) لگے

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین ۔ مسلمین و مسلم طلباء ۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے ۔

فہرست مضامین

اشاعت اسلام

جلد ۲۸ | بابت ماہ جنوری ۱۹۴۲ء مطابق ماہ ذوالحجہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۱

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا۔

The Holy Prophet's Birthday celebration in London (18 Eccleston Square S.W.1) on the 9th of April 1941.
Major Muhammad Akbar Khan M.B.E. is seen making his presidential speech.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

اشاعت اسلام

جلد ۲۸ | بابت ماہ جنوری ۱۹۴۲ء مطابق ماہ ذالحجہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۱

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا۔

قارئین اشاعت اسلام کی دلچسپی کے لئے اس دفعہ ہم بجائے ایک تصویر کے دو تصویریں[1] پیش کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) میجر محمد اکبر خاں ایم۔ بی۔ ای۔ عید میلاد النبیؐ کی تقریب سعید پر جو ۱۸ ایکلسٹن سکوائر وکٹوریہ (ایس ڈبلیو ۱) لندن میں منعقد ہوئی تھی خطبہ صدارت فرما رہے ہیں۔

(۲) اعلیحضرت سلطان عبدالحمید حلیم شاہ کے۔ سی۔ ایم۔ جی۔ ابن المرحوم سلطان احمد تاج الدین مکرم شاہ فرمانروائے کیدا۔ جن کا مولود سعود ۴ جون ۱۸۶۴ء کو ہوا۔

آپ نوخیزی کے عالم میں ہی انیس برس کی عمر میں تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوئے آپکے طویل عرصۂ حکومت میں ریاست نے مذہبی تعلیم میں خاص طور پر کمال ترقی حاصل کی کیونکہ اعلیحضرت خود اسکے فدائی اور دلدادہ ہیں۔ ریاست کی اپنی مادری زبان میں ۸۵ درسگاہیں ہیں۔ جہاں بعد از دوپہر دینی تعلیم دی جاتی ہے حکومت نے ایک سیکنڈری سکول بھی قائم کر رکھا ہے۔ اس سکول کے طلباء کے لئے عنقریب ایک ہوسٹل تیار کیا جائیگا۔ جس کا تمام خرچ اعلیٰ حضرت کے اپنے ذاتی جیب سے ہوگا۔ سلطان عبدالحمید کالج (قلمرو میں واحد اور ممتاز ترین انگریزی تعلیم کا مرکز) میں ہفتہ میں چار مرتبہ مذہب اسلام کے زرین اصولوں پر لیکچر دیئے جاتے ہیں۔ اعلیحضرت مغرب میں اشاعت اسلام کے بہت حامی ہیں۔ اور اکثر مالی امداد بھی فرمایا کرتے ہیں۔

[1] دوسری تصویر اعلیحضرت سلطان کیدا کی آئندہ کی اشاعت میں ہدیہ ناظرین ہوگی۔ مترجم۔

گلستانِ امن

گذشتہ سے پیوستہ

دنیا کے ہنگاموں اور مصروفیتوں کو بھول کر اگلی شام غروب آفتاب سے قبل ہی فراغت غسل کے بعد میں نے کھانا کھایا۔ اور تازہ دم ہو کر قرآن مجید کا ایک چھپا ہوا نسخہ اٹھایا۔ اس کے خستہ اور بوسیدہ اوراق کو الٹتے ہوئے میری نظر ان آیات قرآنی پر جم گئی۔

قد خلت من قبلکم سنن فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین۔ ھذا بیان للناس وھدی وموعظۃ للمتقین۔ ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔

یقیناً ایسی مثالیں تمہارے پیش نظر رہی ہیں۔ کرۂ ارضی کی وسعتوں میں سفر کرو اور مشاہدہ کرو باغیانِ حق کا انجام۔ بنی آدم کے لئے یہ ایک واضح بیان ہے اور اس میں رشد و ہدایت ہے ان لوگوں کے لئے۔ جن کے قلوب خوف خداوندی سے معمور ہیں۔ ڈرو نہیں۔ رنجیدہ نہ ہو جاؤ۔ اگر تم مومن ہو۔ تو ظفر مندی تمہارا ہی ساتھ دے گی۔ (قرآن مجید پارہ ۴ رکوع ۱۴)

میں نے وسیع سیاحت کی تھی۔ مدتوں تاریخ کی پرانی شاہراہوں پر جادہ پیما رہا تھا۔ یورپ کی رنگین وادیوں اور افریقہ کے ریگستانوں کو کئی بار دیکھ چکا تھا۔ قرآن مجید کی آیات کو جب میں نے اپنی وسیع سیاحت کی روشنی میں دیکھا۔ تو انہیں بہت ہی موثر اور اثر ریز پایا۔

میری آنکھوں کے سامنے منکران خدائے لایزال اور مغرور اقوام کا عبرتناک انجام ایک متحرک تصویر کی طرح آ گیا۔ میں نے سوچا کہ وقتی طاقت و حشمت پر غرور و تکبر اس خدائے قدوس کے سامنے پر کاہ کے برابر حیثیت نہیں رکھتا۔ مجھے وہ لرزہ خیز اور عبرت آموز سزائیں یاد آ گئیں جو خدا کی وحدانیت اور ذات سے انکار کرنے پر مصریوں کو دی گئیں۔ اور جن کی بنا پر یہود راندۂ درگاہ ایزدی ٹھہرائے گئے اور ان پر خدا کی پھٹکار برسی۔ میں نے سوچا کہ اگر خدائے قدوس

اتنی آسانی سے طاغوت اور جبروتی طاقتوں کا تمرد و تکبر توڑ سکتا ہے۔ اور گم کردہ راہ اقوام کو سزا دے سکتا ہے۔ تو وہ طاقت! ایک گم کردہ راہ کافر کے بل کتنی آسانی سے نکال سکتی ہے۔

میں اس تصور سے لرز گیا۔ میں چلا اٹھا۔

"اے خدائے لم یزل مجھے کفر کی ذلالت سے بچائیو مجھے گم کردہ راہی سے محفوظ رکھیو"

تب میں نے پھر بنظر غائر ان آیات قرآنی کا مطالعہ کیا۔ اور دل میں کہا۔ یہ حقیقت ہے اور ایک ناقابل تردید صداقت۔ کہ قرآن بنی آدم کے لئے سرچشمہ رشد و ہدایت ہے۔ ایک واضح بیان اور ایک حیات پرور پیغام ہے متقیوں کے لئے اور متلاشیان صراط مستقیم کے لئے مشعل ہدایت ہے۔ کیا خوب ہے یہ صداقت و حقیقت پر مبنی بیان کہ قرآن مجید گم کردہ راہی سے بچاتا ہے۔ اور کفر و ضلالت سے محفوظ رکھتا ہے۔

قرآن ایک بہترین رہبر ہے اور واضح ہدایت ہی ایک بہترین رہبری ہے۔ قرآن ایک واضح ہدایت ہے جس میں حقیقت و صداقت سے بھرپور بیانات و پیغامات ہیں، جو قلب کی عمیق گہرائیوں تک اترتے جاتے ہیں۔ ایک معمولی فہم و فراست کا انسان بھی اس کو سمجھ سکتا ہے۔ اس کی حقیقت و صداقت کو محسوس کر سکتا ہے۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید صداقت ہے۔ کہ جو شخص گم کردہ راہی۔ اور کفر و گناہ کی مکروہ زندگی سے بچنا چاہتا ہے۔ اس کی رہبری کے لئے قرآن مجید مشعل راہ ہدایت ہے۔ اس کے لئے لازمی اور لابدی ہے۔ کہ وہ قرآن مجید کا مطالعہ چشم حقیقت بیں سے کرے۔ اور مذہب کا شکار نہ ہو۔ جب تک طالب حقیقت کا قلب کفر و ضلالت سے بچنے کے جذبات صادقہ سے سرشار و معمور نہ ہوگا۔ اور اس کا یقین پختہ اور عزم راسخ نہ ہوگا۔ رشد و ہدایت کی شاہراہیں اس پر واشگاف نہ ہو سکیں گی۔

میں غور و فکر میں مستغرق تھا۔ کہ ایک ہیبت ناک دھماکے نے مجھے چونکا دیا۔ ایک خوفناک دھماکہ جس سے گھر کے دروازے اور کھڑکیاں کھڑکھڑانے لگیں۔ ایک وحشت ناک کھڑکھڑاہٹ سے در و دیوار ہلنے لگے۔ عین اس ہراس کن لمحہ میں میں نے فضا میں ایک درد و کرب سے لبریز چیخ سنی۔ ایک ایسی لرزہ آفرین چیخ جیسے کوئی عذاب الیم میں مبتلا انسان آہ و فغاں کر رہا ہو۔ اسی ہنگامہ درد و کرب کے پردوں کو چیرتی ہوئی ایک آواز میری حسیات سماعت سے متصادم ہوئی۔ میری بیوی کی آواز۔

وہ مجھے پکار رہی تھی۔

"تم وہیں ہو پیارے؟"

میں نے مطالعہ بند کر دیا۔ لیکن آیات قرآنی کی مسرور کن کیفیات میرے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھیں۔ اور دل کہہ رہا تھا۔

"ملول نہ ہو۔ خوف نہ کرو اگر تم مومن ہو۔ تو ظفر مندی تمہارا ہی ساتھ دے گی"

میرے قلب کی گہرائیوں سے آواز اٹھی۔ عقیدت و خلوص سے معمور آواز۔

"یقیناً میں مومن ہوں"

پوری تسکین اور اطمینان قلب کے ساتھ میں اٹھا۔ تاکہ اپنی محبوب بیوی کو اطمینان دلاسکوں۔

(۲)

دن بھر سکون رہا۔ اور موسم اعتدال پر۔ جنوب مغرب سے نسیم خوشگوار کے جھونکے اس طرح اٹھکیلیاں کرتے ہوئے آرہے تھے جس طرح وسط موسم سرما میں نسیم شمال چلتی ہے۔ میرے دماغ میں موسم سرما کے وہ مناظر جان پرور گھومنے لگے۔ جبکہ دنیا میں اپنی تمام لطافتوں اور نزہتوں کے ساتھ موسم بہار کی طرف جادہ پیما ہو جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح آج میں سوچ رہا تھا۔ بہار کی امن پرور اور حیات آفرین ساعتوں کے متعلق۔ جبکہ جنگ کے ہلاکت آفرین شعلے بہار کی لطافتوں میں بدل جائیں گے۔

میں متحیر تھا۔ مجسمہ حیرت و استعجاب —— کیا کبھی ایسے بھی ہو سکتا ہے۔ کہ جنگ کی ناقابل بیان صعوبتوں جگر خراش اذیتوں۔ دشمن آزادی پابندیوں اور قربانیوں اور دحشت و بربریت کی خونی گھٹاؤں کے سایہ میں انسان کو غیر فانی اور ابدی سکون قلب میسر آسکتا ہے۔ میں نے آج ایک ممکن العمل حقیقت کو سمجھا۔ کہ ہاں جنگ کے ان خونیں سایوں میں بھی انسان امن و آشتی حاصل کر سکتا ہے۔ اسے ایسے ماحول میں بھی حقیقی راحت و آرام میسر آسکتا ہے۔

جب میں اپنے چھوٹے سے گھر میں واپس آیا۔ تو میں نے اسے اپنے لئے آسائش و آرام کا بہترین گہوارہ بنایا۔ صلح و آشتی کے تخیلات حسین و جمیل میرے دماغ میں گشت لگا رہے تھے۔ تھوڑے وقفہ بعد میں نے تر و تازہ ہو کر قرآن مجید کو بغرض مطالعہ پھر اٹھایا۔ اور متذکرہ بالا آیات سے آگے پڑھنا شروع کیا۔ میں اسکو پڑھنے کا عزم راسخ کر چکا تھا۔ مجھے یقین ہو چکا تھا کہ صرف خدا سے وجدان۔ اس سے میلان۔ اور اس کی رضا کے اتباع سے ہی سکون قلب میسر آسکتا ہے۔

قرآن مجید نے اس مسئلہ کو واضح کر دیا ہے۔ کہ خدائے لایزال قادر مطلق ہے۔ وہ رحیم و کریم ہے وہ دنیا

کے سیاہ و سپید کو جاننے والا ہے۔ وہ ماضی۔حال۔اور مستقبل کے تمام حالات و واقعات سے واقف اور حاضر و ناظر ہے۔ اور اس پر سب روشن ہے۔ انسان کا باطن اور ظاہر۔ وہ عقل کل ہے۔ پھر مصیبت و ابتلا کی روح فرسا ساعتوں میں انسان پریشان اور ہراساں کیوں ہو۔ جبکہ وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ وہی درد دینے والا ہے اور وہی اس کا مداوا کرنیوالا ہے۔ یقیناً مجھ پر فرض ہے کہ اس کی رضا حاصل کروں۔ اسکی بتائی ہوئی راہ پر چل کر خوئے تسلیم و رضا کا خوگر بن جاؤں۔ اس کی بتائی ہوئی شاہراہ امن و آشتی پر گامزن رہوں۔ میں اب یقیناً یہی کروں گا۔

میں نے ہدایت کے لئے دعا مانگتے ہوئے جلدی سے قرآن حکیم کو کھولا۔ اور پڑھا۔ اب میری نگاہیں اس آیت پر جمی ہوئی تھیں۔

" وآیة لهم الارض المیتة احییناها واخرجنا منها حبًّا فمنه یاکلون وجعلنا فیها جنات من نخیل واعناب وفجرنا فیها من العیون لیاکلوا من ثمره وما عملته ایدیهم افلا یشکرون"

"بے حس و حرکت مردہ زمین اُن کے لئے کھلا ہوا نشان ہے۔ ہم نے اُسے زندگی بخشی اور اس سے اناج پیدا کیا جسے وہ کھاتے ہیں۔ ہم نے اس کو کھجوروں اور انگوروں کے باغات سے مالامال کردیا۔ اور اس سے چشمے بہائے تاکہ اس کے پھلوں سے لذت اُٹھائیں۔ یہ کام ان کے ہاتھوں نے نہیں کیا تھا۔ کیا وہ پھر بھی شکر گذار نہ ہوں گے" (قرآن مجید ۳۵-۳۳)

تب میں نے کتاب یعنی قرآن مجید کو نہایت تقدس و ادب کے ساتھ ایک طرف رکھدیا۔ علم کی نورانی جھلک نے میرے دل و دماغ کو منور و معمور کر دیا تھا۔ ان آیہ شریفہ کی بین السطور نے مجھ پر ایک سر نہانی کو منکشف کر دیا۔ میرے سامنے یہ حقیقت آ گئی۔

"کیا وہ شکر گذار نہ ہوں گے"

یہی وقیع جملہ تھا۔ شکر گذاری! امن کی اساس۔ اور تخلیق عالم کی وجہ اولیں۔ اور یہی وہ راز تھا جو مجھ پر منکشف ہو گیا۔

ہاں۔ میں نے فوراً سمجھ لیا۔ کہ ناشکری۔ بے یقینی۔ متزلزل خیالی۔ اپنے حدود سے تجاوز اور دوسروں پر زیادتی سب کے سب یکساں طور پر برائی۔ کور چشمی۔ اور بے اطمینانی کی آئینہ دار ہیں۔ اور

ضلالت کے راستے موت تک لے جانے والی بدعات ہیں۔ لیکن دوسری طرف اُس کے اکرام بے پایاں اور عنایات ان گنت کا اعتراف اور اس ذات رحمانی کی شکرگزاری ہے۔ اس کے رحم وکرم کا احساس ہے اور مسرت وشادمانی کا وہ جادہ معمور ہے۔ جو زندگی تک لے جاتا ہے۔ سب حمد وثنا اسی ذات رحمانی کے لئے ہے جس نے ہر دو راستوں اور ہر دو حالتوں کو مجھ پر عیاں کر دیا۔ اور ان کے بین فرق کو مجھ پر ظاہر فرمایا۔ اور ناشکری کی جہالت پر شکرگزاری کا تفوق مجھ پر واضح کر دیا۔

"کیا اب بھی وہ سجدۂ شکر بجا نہ لائیں گے"

ان دنوں کے بعد مجھے قرآن مجید سے والہانہ محبت ہو گئی۔ اور میں نے خلوص ومحبت کے پاکیزہ جذبات کے ساتھ اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔ میں صحیفہ آسمانی کو اُٹھاتا۔ چند آیات شریفہ کا مطالعہ کرتا۔ ایک غیر محسوس خوشبو سے میرا دل ودماغ معطر ہو جاتے۔ مجھ پر وجدانی کیفیات چھا جاتیں۔ میں کتاب ہاتھ میں لئے اس کی تعلیمات پر مسحور کن جذبات کے ساتھ غور کرتا۔ تو رموز واسرار کی تمام گتھیاں تعلیمات قرآن کی روشنی میں مجھ پر وا شگاف ہو جاتیں۔ تاریکی کے پردے جو ہوش وخرد پر پڑے ہوئے تھے۔ آہستہ آہستہ ہٹنے شروع ہو جاتے۔ تخلیق عالم کے نقطہ ہائے لاینحل مجھ پر کھلنے شروع ہو جاتے اور اس کی صناعی کے مناظر بے پایاں سمٹ سمٹا کر میرے دماغ میں آجاتے۔ کیا اس کی قدرت کے مناظر سے دامنِ عالم بھرپور نہیں؟ ایک ایسی مسرت کے ساتھ جو اپنے پر غور وفکر کئے بغیر کچھ ہر اس اور کپکپی کی آمیزش سے آگے بڑھ جاتی ہے میں جادہ پیما رہا۔ شاہراہ حقیقت پر ۔ حتیٰ کہ میں اپنے آپ کو قرب خداوندی کا جویا پانے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ میں حریم قدس میں پہنچ گیا ہوں۔ میری یاد میں یہ آیات آگئیں۔

یا یھا الذین اٰمنو لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسیٰ ان یکن خیراً منھن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک ھم الظالمون۔

"اے ایمان والو۔ ایک قوم دوسری قوم کی ہنسی نہ اُڑایا کرے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ دوسری پہلی سے بہتر اور ارفع ہو۔ اور نہ خواتین دوسری خواتین پر ہنسا کریں ہو سکتا ہے

کہ دوسری پہلی عورتوں سے بہتر ہوں۔ اور نہ اپنے لوگوں کی عیب جوئی اور نقص بینی کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کے نام ڈالا کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق سب سے بڑا گناہ ہے۔ اور جس نے توبہ نہ کی پس وہی ظالموں میں سے ہیں۔ (قرآن مجید ۴۹-۱۱)

جب میں نے اس آیت پر غور کیا۔ تو میرا دل خوشی اور مسرت سے باغ باغ ہو گیا۔ کہ کتنا سادہ لیکن دوررس نتائج کا حامل پیغام ہے۔ کہ اپنے بھائی اور بہن کی ہنسی نہ اڑاؤ۔ ان پر پھبتی نہ کہو۔ بغض و عناد سے اپنے دلوں کو پاک رکھو۔ اس آیت میں مرد اور عورت کی تخصیص نہیں کی گئی۔ بلکہ دونوں کو ایک ساتھ فہمائش کی گئی ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے کا مضحکہ نہ اڑائیں۔

احکام شرع مرد اور عورت دونوں کے لئے یکساں ہیں۔ مذہب میں مرد اور عورتیں مساوی طور پر شریک ہیں ان کو ساتھ ساتھ فہمائش اور انتباہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح مذہب کی نعمتوں میں ان کا حصہ مساوی اور برابر کا ہے۔ وہ مردوں کے ساتھ ساتھ برابر کی شریک ہیں۔ اور مساوی حیثیت کی مالک ہیں۔

اسی غور و فکر میں میں نے قرآن مجید کو اٹھایا۔ اور یوں پڑھنا شروع کیا۔

یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیم۔

اے ایمان والو زیادہ شک کرنے سے احتراز کرو کیونکہ بعض ظن گناہ ہیں اور دوسروں کے حالات کی جستجو نہ کرو۔ اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو۔ کیا تم میں سے کوئی اسے پسند کرے گا۔ کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ پس تم اس سے نفرت کرو۔ خدا سے ڈرو۔ تحقیق خدا تعالےٰ توبہ قبول کرنیوالا اور رحیم و کریم ہے۔" (قرآن ۴۹، ۱۲)

اس آیت کے مطالعہ سے پھر میرا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ کیا خوب انتباہ ہے۔ کیا شک و شبہ سے کوئی زہر زیادہ مہلک اور سم قاتل ہو سکتا ہے۔ اور کتنی دفعہ یہ بات بے بنیاد اور غلط ثابت ہو چکی ہے دوسروں کے عیوب کی جستجو کرنا۔ اور غیبت کھانا۔ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی تباہ کن خفیہ ہتھیار شیطان کے پاس نہیں ہے، کہ جس کا عمل تو ظاہر نہ ہو۔ مگر نتائج بربادی اور تباہی کی شکل میں عیاں ہوں۔ خدا نے

قدوس مسلمانوں کی سماجی زندگی کو ایسے زہر ہلاہل اور پوشیدہ گناہ سے محفوظ رکھے۔
میں نے بغیر کسی توقف کے اگلی آیت کا مطالعہ شروع کر دیا۔

یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر۔

اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہارے خاندان اور قبیلے بنا دیئے۔ تاکہ تمہاری پہچان ہو سکے۔ تحقیق خدا کے نزدیک تم میں سے سب سے بزرگ وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً خدا تعالیٰ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے (قرآن ۴۹ - ۱۳)

اس آیت میں ایک ارفع و اعلیٰ سماج کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ جس میں کہ سب سے زیادہ عزت و احترام کی نظروں سے وہ شخص دیکھا گیا۔ جو سب سے زیادہ راہ راست پر چلنے والا ہو۔ صالح اور پاکباز ہو۔ رات زیادہ گزر چکی تھی۔ مجھے نیند آ رہی ہے ——— اچھا خدا حافظ۔

آکسفورڈ گروپ تحریک
ایک مسلم کی نظر میں!

{ جناب مولانا مولوی آفتاب الدین احمد صاحب }

گذشتہ سے پیوستہ

سماعتِ قلبی

جتنا ہم اس بحث میں بڑھتے جائیں گے اتنا ہی زیادہ نمایاں ہوتا جائیگا۔ کہ اس تحریک میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو ایک آکسفورڈ گروہ سے تعلق رکھنے والے شخص اور ایک مسلم اصلاح پسند کے مابین مشترک ہیں۔ میرے ایک مسلمان دوست جن کا تدبّر و فکر بہت گہرا ہے اور جو قدرتی طور پر مغربی تحریک کو مشکوک نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک دفعہ میرے ہمراہ لاہور میں اس تحریک کے منعقدہ جلسے میں شامل ہوئے اور جب جلسہ گاہ سے باہر نکلے تو وہ اس کے مذہبی پیشواؤں کے اظہارِ خیالات سے بہت متاثر تھے۔ اسلئے میری دلی خواہش ہے۔ کہ تحریک کے رہنما اس ذہنی تنگنائے سے باہر نکلیں جو روایتی عیسائیت نے اہلِ مغرب کے لئے تیار کر رکھی ہے اور تلاشِ حقیقت کے اس حوصلہ مندانہ اقدام میں وہ امداد حاصل کریں جو مذہب اسلام نے مہیا کی ہے۔ بہرحال سچائی کی صحیح طلب کے لئے جُرأت اوّلین شرط ہے۔

اگر آکسفورڈ گروہ آزادانہ تحقیق کی جُرأت کر سکے۔ تو اُسے یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ اس کی جدوجہد سے کس قدر اسلام متاثر ہے۔ ایک لمحہ بھر میں اسے اسلام میں وہ کچھ نظر آجائیگا جو آکسفورڈ گروپ کی زبان میں "سماعتِ قلبی" کہا جاتا ہے۔ شروع کرتے وقت ہمیں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ مادی دنیا کی آوازوں سے بلند ہونا اور انسانی دل کو ماورائے دنیا کی خاموش اور ہلکی آواز سننے کے قابل بنانا ایک ایسا مسئلہ ہے جو تمام مذاہب میں عام طور پر موجود ہے۔

ہر مذہب میں "استغراق" کی کوئی نہ کوئی شکل ضرور پائی جاتی ہے جس سے عیسائیت بھی مبرا نہیں تاہم یہ کہنا مشکل ہوگا کہ اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب میں بھی یہ طریقہ اتنا منظم ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اسلامی عبادات زیادہ تر خاموشی میں ادا کی جاتی ہیں۔ غیر لازمی نمازیں جنہیں "سنت" کہا جاتا ہے بالکل خاموشی میں ادا ہوتی ہیں۔ لازمی نمازوں میں سے دو صبح کے فرض ہیں۔ شام کے فرضوں کی دو پہلی رکعتیں اور عشا کی دو رکعتیں ہی بہ جماعت اور بآواز پڑھی جاتی ہیں باقی کا تمام حصہ خاموشی میں ادا ہوتا ہے۔

ظہر اور عصر کی تمام تر نمازیں خاموشی میں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ بات معلوم کرنا "آکسفورڈ گروپ" کیلئے باعث دلچسپی ہوگا۔ کہ اسلام میں "خاموشی کا گھنٹہ" دن اور رات میں پانچ دفعہ آتا ہے۔ علاوہ اس خاص نیم شبی عبادت کے جو زیادہ تر ترقی یافتہ قلوب کیلئے سفارش کی گئی ہے۔ خاموش عبادات کے اس باقاعدہ نظم نبیل کو قرآن پاک کی زبان میں "کتٰبًا موقوتًا" کہا گیا ہے۔ ایک مسلمان بر خواہ وہ طوفانی سمندر میں ہو یا جلتے ہوئے صحراؤں یا پھر کسی گھنے جنگل میں جونہی ان "خاموش اوقات" میں سے کوئی وقت آتا ہے تو وہیں اسے اپنے روح وجسم نیز کل دنیا کے مالک کے روبرو خاموشی سے جبین عجز زمین پر رکھتے دیکھو گے۔ مجھے تعجب ہے۔ کہ آیا آکسفورڈ گروہ کے "اوقات سکوت" بھی اسی پابندی اور اسی عجز کے ساتھ انجام پاتے ہیں جس طرح کہ اسلامی لازمی نماز ادا کی جاتی ہے؟ اس بات پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں۔ کہ کائنات کی سب سے بڑی آواز کے سننے کی خاطر ہم عاجز بندوں کو اتنے ہی عجز کا اظہار کرنا چاہیئے جتنا کہ ہمارے حیطۂ اختیار میں ہو۔ اس نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہوئے اسلامی عبادات "سماعت قلبی" کے قاعدہ کو زیادہ سے زیادہ پر اثر بنانے کے لئے بہترین ذریعہ ثابت ہوں گی۔

رواج و قاعدہ سے "سماعت قلبی" کے مقصود تک پہنچنے کے لئے ہمیں ضروری نظر آتا ہے، کہ انسانی علم کی کمی اور انسانی منزل مقصود کی انتہائی دوری کو بھی نگاہ میں رکھیں۔ یہ وقت کی ایک دل خوش کن علامت ہے کہ ایسے زمانے میں جبکہ موجودہ مغرب انسانی علم وفہم کے درجۂ کمال تک پہنچنے کی معترف ہو۔ اہل مغرب کا ایک ہدایت یافتہ گروہ جو آکسفورڈ گروپ کے نام سے موسوم ہے اس خسارۂ عظیم کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے جس سے انسانی عقل تکلیف اٹھا رہی ہے؟ اس حقیقت

کا اعتراف بے حساب انعام کا مستحق ہے کہ انسانی ادراک زندگی اور اس کے پیچیدہ مسائل کو سمجھنے میں ابھی وہ درجہ حاصل نہیں کر سکا جسے حکومت خود اختیاری سے تعبیر کیا جا سکے جو اس نہایت مفید تحریک کے ذریعہ مغربی اقوام کو حاصل ہو رہا ہے۔ لیکن ایک مسلمان کا دل یہ جان کر خوشی سے لبریز ہو جائے گا کہ یورپ میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو اس خیال میں اس کی متفق ہے کہ ہم اپنی زندگی کے ہر قدم پر آسمانی روشنی کے محتاج ہیں۔

اسی طور پر عیسائی گرجہ ہمیشہ سے یہ وعظ و تلقین کرتا چلا آیا ہے کہ بالائی روشنی کی ضرورت ہے لیکن عملی طور پر عیسائیت نے جب سے انسان کی مادی بہبود میں دلچسپی لینی شروع کر دی ہے وہ بیرونی روشنی کی معتقد نہیں رہی۔ صرف ہم مسلمان ہی تھے جو علم و عمل کے لحاظ سے اس مسئلے سے چمٹے رہے کہ نہ صرف انسانی سوسائٹی کے بڑے بڑے معاملات میں بلکہ اپنی خانگی زندگی کے معمولی سے معمولی واقعات میں بھی ہمیں آسمانی ہدایت کی ضرورت ہے۔ یہاں تک کہ ہم خدا کا نام شامل کئے بغیر ایک نوالہ بھی نہیں توڑ سکتے۔ ہم کوئی کام خدا کی امداد طلبی کے بغیر نہیں کرتے۔ لیکن ہمیں نا قابل امداد توکل پسند اور راضی برضا کہکر ہمارے قوی و ہوشیار مغربی بھائیوں نے ہمارا مضحکہ اڑایا۔ ہمیں رسوا کیا گیا کہ ہم سوسائٹی کے لئے سم قاتل ہیں۔ کیونکہ ہم اپنی منزل مقصود بنانے میں اپنی قوت پر بھروسہ نہیں کرتے۔ ہم نے ان تمام ملامتوں، حملوں اور تمسخر کو نہایت حوصلے اور صبر لیکن کسی قدر دکھ کے ساتھ برداشت کیا اسلئے یہ بات کچھ کم حوصلہ افزا نہیں ہے کہ مغرب کا ایک عاقل و فہیم گروہ ہماری طرح "سماعت قلبی" کی ضرورت کا معترف نظر آنے لگا ہے۔ در اصل تہ میں یہ وہی "خدائی اعتماد" کا عقیدہ کام کر رہا ہے۔ جو اسلامی قاعدہ کی تمام تعمیر میں داخل ہے۔

تاہم خدائی اعتماد کے مسئلہ پر اتفاق کرتے ہوئے یا جیسا کہ آکسفورڈ گروہ اُسے "خدائی ہدایت" کہتا ہے یہ بات ابھی فیصلے کے قابل ہے۔ کہ آسمانی ہدایت کی تمام کاروائی انسانی زندگی میں کس طرح کام کر رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ "آکسفورڈ گروہ" اس حقیقت سے واقف ہے کہ انسانی سوسائٹی کا ایک اوسط درجہ کا رکن بھی طور پر "سماعت قلبی" کے ذریعہ جو ہدایت حاصل کرے گا وہ فطرتاً کم یا زیادہ مشتبہ ہوگی۔ یہاں ہم ان کے ہمنوا ہیں۔ بالائی روشنی کتنی ہی عالمگیر اور کتنی ہی مستعد کیوں نہ ہو لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اُس کے حاصل کرنے والا دل کس قدر ترقی یافتہ اور کتنا صاف ہے۔ یہ دیکھنا

ضروری ہے کہ وصول کرنیوالے "سیٹ" کا ظرف و قابلیت کسی دور کے پیغام کو سننے کے لئے کتنی اہلیت رکھتا ہے۔ خواہ وہ سیٹ روحانی ہو یا جسمانی۔ چنانچہ اسلام کے روحانی پیشوا ہمیں "پیغام" کی پیچیدگی سے خبردار کرتے کبھی نہیں تھکتے جس کو "قدیث النفس" کا نام دیتے ہیں یعنی اپنی حیوانی آواز جو باہر سے ٹکرا کر واپس آئے۔ ایسے لوگ بیشمار گزرے ہیں جنہوں نے اس فرق کو نگاہ میں نہ رکھا اور اپنا روحانی مستقبل تباہ کر دیا۔ انہوں نے اپنے بے جا نپے جوش میں اپنے نیم آگاہ دل کی تیاری کو خدا کی آواز سمجھا۔ ہم خوش ہیں کہ آکسفورڈ گروہ اس خطرے سے واقف ہے اور اس نے اس کی حفاظت کا انتظام اپنے "استمرار" کے مسئلہ میں کر لیا ہے۔ جس کا مطلب ہمیں "خدائی ہدایت" میں ایک منظم جماعتی زندگی بتایا گیا ہے یعنی "سماعت قلبی" کے ذریعہ کسی پیغام کے پہنچنے پر آپس میں مشورہ کرنا۔ یہاں غیر محسوس طور پر آکسفورڈ گروہ اس اصول پر عمل کر رہا ہے جسے قرآن نے قائم کیا ہے۔ چنانچہ وارد ہے "امرہم شوریٰ بینہم"

اس قرآنی مواد کا مقصود وہی ہے جو آکسفورڈ گروہ کے اصول میں ہے تاہم انسان کتنا ہی صاف دل کیوں نہ ہو۔ اور بالائی روشنی کی تلاش میں اپنے آپ کو بالکل محو کیوں نہ کر دے اس کی انفرادی نیت و خواہش کی روشنی ہدایت کے لئے بالکل کمزور ثابت ہوگی۔ جب تک کہ وہ خود خدا کا مقرر کیا ہوا انسان اور اس کی خاص امداد و حفاظت سے بہرہ ور نہ ہو۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں ایک پیچیدہ مسئلہ کا مقابلہ کرنا پڑتا اور جسے آکسفورڈ گروہ کی سی پرجوش تحریک نظر انداز کر کے کچھ اچھا فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ اگر پاک صاف زندگی گذارنے کے لئے متفقہ کوشش، انفرادی کوششوں سے زیادہ قابل اعتماد ہے لیکن کیا ہم اسے بھی تمام خطرات سے پاک خیال کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کئی دفعہ پوری مذہبی جماعت اپنے قبضے میں الہامی ہدایت رکھتے ہوئے اور ایک باہمت شخصیت کی رہنمائی کی مثال سامنے رکھکر سچائی کے راستے سے بھٹک بھٹک گئی ہے۔ پھر ہم ہمت سے عاری لوگ کس طرح ثابت قدمی سے صحیح راستے پر چلنے کی امید کر سکتے ہیں جہاں ایسی روشنی ہی سرے سے ناپید ہے؟

آج کوئی سمجھدار مذہبی محقق اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ دنیا میں اتنے مذاہب کا پیدا ہو جانا نتیجہ ہے انسانیت کی اخلاقی جدوجہد میں بار بار خدائی مداخلت کا وہ نہ تو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ انسان کے روحانی تجربات میں کچھ ابتری ہے اور نہ ہی وہ کسی اصول کا غیر ضروری اعادہ ہیں۔ بلکہ وہ بار بار پیش آنیوالی ضرورت کی مناسب تکمیل ہیں۔

اور وہ ضرورت یہ ہے کہ انسان کے لئے یہی کافی نہیں کہ خدا کی معمولی عالمگیر آواز کو اپنے قلب کے اندر سے سنتا رہے بلکہ بعض اوقات خدا کے لئے بھی ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ خود خاص اور یقینی انداز میں بولے۔ اور انسان کو اپنی قلبی آواز سننے کے لئے مجبور کرنے تاکہ احیائے انسانی کے ابدی قواعد غیر مبہم الفاظ میں اس سے وصول کرے معلمین مذاہب کی بعثت اور ان کے الہامی احکام انسان کی زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے انسان کے نام خدا کے اس خاص اور فعال پیغام کو انسان کے مجلسی ارتقاء کے پیش نظر بتدریج اور بالاقساط آنا پڑا۔ یہ سلسلہ وار پیغامات محض تکرار نہ تھے بلکہ عناصر ارتقاء کے حامل تھے۔ اس طرح سب سے آخری پیغام کو بھی سابقہ پیغامات کی طرح سمجھنا چاہیئے۔ بہرحال کسی ایسی الہامی ہدایت کے ہمراہ چلنا ہماری روحانی زندگی کے قابل اعتماد کنارے تک پہنچنے کے لئے اشد ضروری ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہماری اخلاقی جدوجہد کے بے نظم سمندر میں بجید غیر پاکیزہ اور قدیم سے قدیم الہامی احکام اس سے زیادہ محفوظ رہبر ثابت ہونگے جو "سماعت قلبی" کے لئے تمام نوع انسان کی متفقہ فراست عام طور پر استعمال کر سکتی ہے۔ اگر مغربی قوم کے ولولہ خیز دل کے لئے اپنی کتاب مقدس کافی ترقی یافتہ نہیں خیال کرتے تو اسے ہم دعوت دیتے کہ وہ اس تازہ تر اور مکمل تر پیغام سے مستفیض ہونے کی کوشش کرے جو قرآن پاک کی شکل میں موجود ہے۔ اگر اس نے محض اپنی دلی خواہش پر کلی طور پر بھروسہ کر لیا تو وہ ایک شدید صدمے کو دعوت دے رہا ہے۔ خواہ صحیح ترقی نما رہنمائی کے حصول کے لئے ان کی یکسوئی کتنی ہی مخلصانہ ہو۔۔۔ اس ضمن میں اس بات پر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ امتیں الہامی صحیفوں کی موجودگی میں بگڑتی رہی ہیں۔ ان کی ناکامی کا سبب یہ صحائف نہیں ہوئے۔ بلکہ ان کی اپنی بے اعتقادی تھی۔ اور نیز یہ کہ جب کبھی مکمل پیغام آیا تو انہوں نے اسے قبول نہ کیا۔ عام "سماعت قلبی" کو ہر صورت جاری رہنا چاہیئے۔ لیکن اگر ہم منزل مقصود تک پہنچنا چاہتے ہیں تو ہمیں ہر تاریخی انقلاب پر خاص "سماعت قلبی" کے لئے خدائی فعال آواز کا اضافہ کرنا چاہیئے

خدائی مذہب اور انسانی مذہب

ہم پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ کس طرح آکسفورڈ گروہ کے مقاصد دیگر ذرائع کی بہ نسبت اسلامی تعلیمات کے ذریعے بوجوہ احسن حاصل ہو سکتے ہیں تحریک کو ترقی دینے والے تعریف کے مستحق ہیں کہ انہوں نے "قلوب جدید" کی روحانی ضروریات کو معلوم کر لیا ہے لیکن محض معلوم کر لینا خواب کو حقیقت میں تبدیل

نہیں کر سکتا۔ جو لوگ ایک بے عیب سوسائٹی کے قیام کے خواب دیکھتے ہوں۔ ان کے پاس ضروری اخلاقی اور روحانی سامان لازمی طور پر موجود ہونا چاہیئے جس سے وہ انسانیت کے ایک کافی حصے کو اپنی طرف سوچنے اور محسوس کرنے پر آمادہ کر سکیں۔ انہیں اپنے مقصد کی آخری کامیابی پر غیر متزلزل یقین ہونا چاہیئے لیکن ہم جانتے ہیں کہ یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے۔ جب متعلقہ اشخاص روحانی روشنی کے حامل ہوں معمولی روشنی نہیں بلکہ بانیان مذاہب کی سی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہب کا بنانا خدا کا مخصوص مسئلہ ہے۔ اس کی طرف جانے کا راستہ اسی کی عیاں منظوری سے مقرر ہونا چاہیئے۔ یہ کہنا حقیقت ہے کہ کوئی انسان مذہب نہیں بنا سکتا خواہ اس کی کوششوں میں کتنی ہی مستعدی کیوں نہ پائی جائے۔

اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ ایسے آدمیوں کے بنائے ہوئے مذاہب یا زیادہ صاف لفظوں میں مذہبی تحریکیں موجود رہی ہیں جن کی صداقت پر کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں لیکن وہ کچھ زیادہ ترقی نہ کر سکے پراٹسٹنٹ عقیدہ پر ہی غور کرو۔ کہ اسے عیسائیت کے محض ایک تھوڑے سے حصے میں پھیلانے کے لئے کس قدر کشت و خون ہوا؟ لیکن اس کے باوجود اس کی رہبری کس طرف ہوئی۔؟ مجموعی طور پر مادیت اور اجتماعی و اخلاقی قیود کو توڑ ڈالنے کی طرف۔ رومن کیتھولک نے باوجود اپنی توہمات پرستی کے اپنے عقیدتمندوں کے مذہبی خیالات پر زیادہ اچھا قابو رکھا۔ راشنل ازم اور سائنس پراٹسٹنٹ کی توام پیداوار نے بھلائی کے بدلے زیادہ نقصان پہنچایا۔ صحیح مذہب تک پہنچنا جو مذہبی پیشواؤں کا بنیادی مسئلہ تھا تمام تر ان کے حصول سے باہر رہا۔ خدا کو انسانی قلوب کے قریب لانے کی بجائے اس نے اور بھی دُور تر کر دیا۔ یہاں تک کہ گرجا کی سرداری ایسے ہاتھوں میں جا پڑی جو اپنے مذہبی خیالات کے لحاظ سے تقریباً خدا کی ہستی ہی کے قائل نہ تھے۔ جہاں تک دنیاوی بدبختی اور اجتماعی ابتری کا اس کے وجود سے تعلق ہے۔ وہ زیادہ لفظوں میں بتانے کی ضرورت نہیں۔ اور یہ کچھ اس حقیقت کے باوجود ظہور میں آیا۔ کہ پراٹسٹنٹوں کی پہلی پیداوار اپنے اندر ایسی اندھا دھند تقلید اور سرگرمی رکھتی تھی جو آجکل کی متمدن دنیا میں کسی جگہ اور کسی مذہبی کام کرنے والے میں نظر نہیں آتی۔

میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ خُدا کے پھیلائے ہوئے مذاہب میں کسی وقت بگاڑ نہیں پیدا ہوتا۔ بلکہ اس سے میرا مطلب یہ ہے۔ کہ انسانوں کے ساختہ مذاہب اپنے اندر جو پیچیدگیاں لاتے ہیں وہ اُس کی تلافی نہیں کر سکتے۔ جبکہ صحیح مذہبی تحریک زیادہ سے زیادہ بگڑی ہوئی شکل میں بھی اپنے

خدوخال کچھ نہ کچھ قائم رکھتی ہے۔ اس کی مثالیں ہندوازم اور یہودازم ؛ دو بہت بڑے مذاہب کے اجتماعی قوانین کی سختی اور شدت میں موجود ملیں گی۔ اپنے بانیوں سے وفاداری ان آدمیوں کی زندگی میں جمی ہوئی نظر آتی ہے اور یہ لوگ اپنے بوسیدہ مذہبی رسوم سے ابھی تک لٹک رہے ہیں۔

اِن سب کا آکسفورڈ گروہ کی تحریک کی مختصر تاریخ سے مقابلہ کرو دوسری ترمیم اور ایزادی کے متعلق کچھ کہنے کے علاوہ اسے اپنا نام ہی تین دفعہ بدلنا پڑا۔ شروع میں یہ اپنے آپ کو "ابتدائی صدی کی عیسائی برادری" کے نام سے موسوم کرتی رہی۔ پھر دوسرا نام تجویز ہوا۔ "یعنی آکسفورڈ گروہ کی تحریک"۔ اور شائد مقامیت کی لذت عالمگیر اپیل سے مانع رہی اور موجودہ نام اختیار کیا گیا۔

اخلاقی ہتھیار بندی

اس بات سے قطعی فیصلے میں نقص صاف نظر آ رہا ہے۔ اور اگر تحریک کا نام مقرر کرنے میں بھی اس قدر قصر رائے دکھایا جا سکتا ہے۔ پھر تحریک کے گہرے اور وسیع مقاصد کے متعلق ہم کسی مضبوط فیصلے کی کیا امید کر سکتے ہیں؟

تاہم ہیں اس کے رہنماؤں کو اس طرح کے نقص کا ملزم نہیں گردانتا۔ ایسے معاملات میں تبدیلیات لامحالہ ہے۔ مقصد کی قوت اور وفاداری جو بانیان مذاہب نے دکھائی کبھی ان کی اپنی نہیں ہوئی بلکہ مخصوص علوی حفاظت کی وجہ سے ہوتی رہی۔ مقدس روح جو عیسائی علم الٰہیات میں ہمیشہ معمہ بن کے نظر آئی اس کی تشریح اس میں موجود ہے۔ خدا کی مقدس روح جسے عربی میں "روح القدس" کہا جاتا ہے اور جس کا ذکر بار بار مقدس کتاب میں اس سلسلہ میں آتا ہے کہ وہ پاک بانیان مذاہب کے دلوں میں اترتی رہی۔ یہ کسی مذہبی تحریک کے طریق کار کی ضمانت کے لئے بہت اہم حقیقت ہے۔ خدائی قوت کی یہی وہ طاقت بخش اور منظور شدہ فعال رَو ہے جو اس کے منتخب بندوں کو شیطانی قوتوں کے مقابلے میں ان کی کوششوں کو ثابت قدمی عطا فرماتی ہے۔

اگر اجائے مذہب خدا کی مرضی ہے۔ تو وہی کسی خاص بندے کو ضروری سند دیکر بھیج سکتا ہے۔ اور اسکے دل کو ضروری قوت بخش سکتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ مادی اور دل کی رکاوٹوں کو دور کر سکتا ہے غیر مستند آدمی کا معاملہ مختلف ہے۔ اسکی ہر تحریک پشت پر آسمانی منظوری نہ ہونیکی وجہ سے حالات اور اصول میں بدلتی چلی جائے گی۔ اور حالات کی رفتار اسکی شکل کو کسی نہ کسی سانچے میں ڈھال لے گی ۔۔۔

جلسہ عید میلاد النبی صلعم

میجر محمد اکبر خانصاحب ایم۔ بی۔ ای، آر آئی اے ایس سی، کی وہ افتتاحیہ تقریر، جو انہوں نے مسلم سوسائٹی برطانیہ، کے جلسہ منعقدہ ۱۸ ایکلسٹن سکوائر وکٹوریہ ایس ڈبلیو ۱ میں بحیثیت صدر جلسہ ارشاد فرمائی، جو بتقریب عید میلاد النبی صلعم منعقد کیا گیا تھا۔

خواتین اور حضرات

ہم آج غیر معمولی حالات میں، عید میلاد النبی صلعم کی تقریب سعید پر جلسہ منعقد کر رہے ہیں آج ساری دنیا، جنگ میں مصروف ہے کیا اس نازک موقع پر، آنحضرت صلعم اس دنیا کی رہنمائی فرما سکتے ہیں ہمارا یقین ہے کہ بیشک آپ حضرات، آنحضرت صلعم کے جس شعبہ زندگی کا چاہیں مطالعہ کریں، خواہ وہ اہلی ہو یا عائلی، خانگی ہو یا عرفی ہو، واعظانہ ہو یا سپاہیانہ، آپ یقیناً اپنے لئے ہدایت کا سامان حاصل کر سکیں گے۔

قرآن مجید میں جو کچھ تلقین کیا گیا ہے، اس کی زندہ مثال دیکھنی ہو تو آنحضرت صلعم کی زندگی کا مطالعہ کیجئے۔ اور اس ضرب المثل "قول سے عمل بہتر ہے" کی صحیح تفسیر اگر آپ کو درکار ہے تو وہ صرف آنحضرت صلعم کی زندگی میں ملے گی۔ اسی لئے قرآن مجید فرماتا ہے کہ "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"۔ اب میں سردار اقبال علی شاہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے مقررہ موضوع پر اظہار خیالات کریں۔

مبتلائے جنگ دنیا کو آنحضرت صلعم کا پیغام

بقلم سید اقبال علی شاہ صاحب

موجودہ زمانہ میں جبکہ دنیا والے بدی کی طاقتوں کا مقابلہ کر رہے ہیں، جبکہ انسان کی دلی آرزو ہے کہ دنیا میں جمہوریت اور مساوات کے اصول رائج ہوں دنیا اندھی طاقت کے ہاتھوں، خطرہ میں پڑی ہوئی ہے، جبکہ نسلیت، اقتصادی قومیت و وطنیت اور مادی سیاست، خدا پرستوں کے مقابلہ میں صف آرا ہو گئی ہیں، یہ بات بالکل برمحل اور مناسب ہے کہ ہم عید میلاد النبی صلعم کی تقریب سعید پر آنحضرتؐ کی زندگی سے وہ سبق حاصل کریں جو آپ نے، امن و امان عالم کی بقا کے لئے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ بالفاظ دگر آنحضرت صلعم نے موجودہ متحارب دنیا کو کیا پیغام دیا ہے؟ یہ پیغام در اصل اس پیغام سے مختلف نہیں ہے جو، قرآن مجید سے پہلے توراۃ اور بائبل میں دیا گیا اور آخری مرتبہ، خدا کی آخری کتاب قرآن میں پیش کیا گیا اور وہ پیغام یہ ہے "اسلام اختیار کرو" یعنی اس قانون کی اتباع کرو جس کا مقصد دنیا میں قیام امن و امان ہے۔ علاوہ بریں، آپ نے اپنے آخری خطبہ میں وہ اصول تلقین فرمائے ہیں جن کی پابندی سے دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے اور جنگ و جدل کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اور اس میں آپ نے ایسے ناقابل تردید بنیادی اصول تلقین فرمائے ہیں جن پر عالمگیریت کا قصر تعمیر ہو سکتا ہے۔ اور مساوات نسل انسانی کی بدولت جو نسلی تفوق کا قلع قمع کر سکتی ہے، جارحانہ طرز عمل کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور غیر روادارانہ قومیت کو بنی آدم کی تقدیر بننے سے، باز رکھا جا سکتا ہے۔

آخری خطبہ سے، اسجگہ چند ارشادات پیش کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں "آج سے تمہاری جانیں اور اموال باہمدگر، مقدس اور محترم ہو گئے ہیں اور سب کے لئے مقدس قرار دیئے جاتے ہیں"۔

"اے لوگو! تم ایک دن خدا کے سامنے حاضر ہو گے جو تم میں سے ہر ایک کے اعمال کے متعلق باز پرس کرے گا"۔

"ایام جاہلیت کی مفاخرت آج میرے پائوں کے نیچے ہے عرب کو عجمی پر اور عجمی کو عرب

پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ سب اولاد آدم ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے"

"تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تم سب ایک برادری کے افراد ہو۔ تم میں سے کوئی شخص دوسرے کے اموال پر قبضہ مخالفانہ نہیں کرسکتا، جب تک کہ اس کا مالک، اپنی خوشی سے دستبردار نہ ہو جائے۔"

" خبردار! تم میں سے کوئی شخص عدل وانصاف کی راہ سے انحراف نہ کرے ان ارشادات سے واضح ہے کہ ہم پر فرض ہے کہ

(۱) دوسروں کے اموال کی حرمت ملحوظ رکھیں خواہ وہ مال کسی فرد کا ہو یا مملکت کا۔

(۲) ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔

(۳) نسلی تفوق کے جذبات کو بالکل فنا کر دینا چاہیئے۔

الغرض مساوات، حقوق ملکیت، اور عدل یہ تین باتیں، انسانی اعمال کی بنیاد ہیں، جنکی بدولت امن قائم رہ سکتا ہے اور اگر ان میں سے کسی ایک اصول کو ترک کر دیا جائے، تو جنگ کا برپا ہو جانا یقینی امر ہے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا تاریخ عالم، ان اصولوں کی صحت پر شہادت دے سکتی ہے؟ اگر یہ اصول، تجربہ کی کسوٹی پر پورے اُتریں، اور ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ تاریخ عالم کے مختلف ادوار میں، ان اصولوں کو، جنگ و جدل کا مانع قرار دیا جا سکتا ہے، اور موجودہ جنگ کا دور، اسی قسم کے ادوار سابقہ سے مماثلت رکھتا ہے تو بلا شبہ، ہم یقین کر سکتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا پیغام موجودہ بے چینی کو دور کر سکتا ہے۔

واقعات کے اس مطالعہ میں، ایک شخص، انسانی تاریخ کے تسلسل کو جہاں تک کہ اس کی عالمگیریت کا تعلق ہے تین ادوار میں منقسم کر سکتا ہے۔ پہلا تیرہ سو سال کا دور جو ۱۲۰۰ ق م ختم ہوتا ہے اس دور میں سارگن آف اکیڈے کی حکومت بابل اور عراق سے لیکر، بحرہ روم کے ساحل تک وسیع ہو جاتی ہے اور دیگر بڑی سلطنتیں قائم ہو کہ فنا ہو جاتی ہیں۔ اس ضمن میں حمورابی اور ہٹی کی عالمگیر سلطنتوں کا نام لیا جا سکتا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک عالمگیریت سے مراد وہ جارحانہ قومیت ہی جو فتوحات پر مبنی تھی۔ ان لوگوں نے بھی ایک خدا کا تخیل پیدا کیا، لیکن چونکہ ان کی حکومتوں کی

بنیاد، نسلیت اور فوجی طاقت پر تھی، بہت جلد تنزل رونما ہو گیا، اور ان کی مادی طاقت اس طرح فنا ہو گئی کہ چند آثار قدیمہ کے علاوہ، یہ لوگ دنیا کی ترقی میں کوئی حصہ نہ لے سکے۔

وہ دور مظلمہ جو پھر ان پر طاری ہوا، اس کا سراغ، ماہرین آثار قدیمہ کی تحقیقات کے مطابق، حکمرانوں کے جذبۂ استیلاء و کشور گیری میں مل سکتا ہے اور چونکہ نسلی مساوات کا تخیل، اس جذبۂ ملک گیری کی بناء پر فنا ہو گیا تھا، جو ہمچو من دیگرے نیست، کی بدولت انسانوں میں پیدا ہوتا ہے اسلئے بھی اس دور کے لوگ ہر قسم کی تاریکی میں مبتلا ہو گئے تھے۔

۸۰۰ ق م سے دوسرے دور کا آغاز سمجھنا چاہیئے، جبکہ اشوری، ایرانی، یونانی اور رومی حکومتیں برسر اقتدار آئیں اور یکے بادیگرے فناہ ہو گئیں۔ اگرچہ اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دوسرے دور میں، جو ۶۲۲ء میں ختم ہوا، آفاقی تخیل پیدا ہو چکا تھا، اور فلسفہ کے بڑے بڑے نظام ہر دلعزیز ہو چکے تھے اور حقیقت آخری کی عالمگیریت، ثابت ہو کر دلوں میں قائم ہو چکی تھی چنانچہ یونان اور روما دونوں نے دنیا کو کسی حد تک روشن کر دیا۔ ان لوگوں کا انتظام سلطنت اور طریق حکومت بہت اعلیٰ معیار پر پہنچ چکا تھا، لیکن یہ امر بحث طلب ہے کہ نسل کا فوجی تصور، اور قوم پرستانہ رجحان بھی کافی دب چکا تھا اور مذہبی احساس غالب آ گیا تھا، جو کہ ادبی دور میں بار بار چمک اٹھا نسلی تفوق کے معاملہ میں جو تنگیٔ نظر، ظاہر ہوئی، اس کا منشاء یہ تھا کہ سلطنت کو دوام نصیب ہو، لیکن ایک قوم کے دنیاوی مفاد کی وجہ سے بدنظمی پیدا ہوتی رہی اور عالمگیریت کا رجحان فنا ہوتا رہا حالانکہ یونان اور روما کے ناقابل تردید تمدن سے ہمیں بجا طور پر اس چیز کی توقع ہو سکتی تھی۔

توریت اور بائبل کے مذاہب میں وہ اصول موجود ہیں، جن کی بناء پر وحدت کائنات کا تخیل پیدا ہو سکتا ہے اور جب ان اصولوں کی صحیح طریق پر پیروی کی گئی، جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے تو دنیا میں امن و امان کا زمانہ بھی قائم ہوا۔ لیکن یہ اُسی وقت ممکن ہو سکا جب ان روحانی قوانین کو نسلی اور مادی اقتدار سے منزہ کر کے عمل میں لایا گیا۔ تو ان الہامی کتابوں کا منشا پورا ہو سکا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کا امن و امان صرف روحانی اقتدار کے بل پر قائم ہو سکتا ہے نہ کہ اشتعال انگیز مخالفت پر، جو دوسروں کے حق میں روا رکھی جائے محض اس لئے کہ وہ دوسری نسل یا تہذیب سے تعلق رکھتے ہیں اور اگر ہم دنیا سے جنگ کی لعنت کو دور کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اُس تخیل کو دوبارہ اپنے

اندر پیدا کرنا پڑے گا۔

مستقبل کی طرف رہنمائی کرنے والی روشنی

اب سوال یہ ہے کہ کیا تاریخ عالم کے تیسرے دور میں، آنحضرت صلعم نے زندگی کے نقشہ کو، بمقابلہ سابق بہتر پایا؟ سلطنت روما، نے بتدریج ترقی کی تھی، کسی زمانہ میں اُسے آمریت کے خلاف برسر جنگ ہونا پڑا، تو کسی زمانہ میں جمہوریت کے صحیح تخیل کے حصول کے لئے تگاپو کرنی پڑی اور آخر کار عالمگیر حکومت کے تخیل کے دامن میں پناہ لی جس میں طاقتور کے حقوق ہی کو صحیح تخیل تسلیم کیا گیا۔ مشرق میں ایرانی سلطنت بھی اپنی ملوکانہ طاقت کے نشہ میں سرشار تھی اور اسی لئے وہ، اخوت انسانی کے تخیل کی طاقت کے سامنے سرنگوں ہوگئی۔ اس تخیل میں دولت یا اعلیٰ طبقہ کی کوئی قیمت نہ تھی اور قانون کا منشاء عدل کرنا تھا، اور ہر شخص کا حق ملکیت ارض و جائداد پورے طور سے مسلم تھا۔ یہی آنحضرت صلعم کا پیغام تھا جو آپ نے دنیا کو دیا۔ اب ہم یہ بیان کریں گے کہ اس پیغام کو پیش کرنے کے وقت عرب کی حالت کیا تھی۔

عراق بحرین اور یمن کے علاقے تو ایرانیوں کے زیر نگیں تھے اور ملک شام سلطنت روما کے ماتحت تھا۔ اور عرب کے بدوی، جو کم و بیش آزاد تھے، ہر وقت باہمد گر برسر پیکار رہتے تھے۔ یا مشترکہ دشمن یعنی رومیوں اور ایرانیوں سے لڑتے رہتے تھے۔ ان لوگوں میں اُس اتحاد کا مطلق وجود نہ تھا جو نصب العین کی روحانی وحدت سے پیدا ہوتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم میں عالمگیریت اور اخوت کے جذبات رونما ہوسکیں۔ نسلی مساوات کا تو ذکر ہی کیا ہے بلکہ ایک قبیلہ کے افراد میں بھی یہ رنگ موجود نہ تھا۔ ہر جگہ افتراق کا دور دورہ تھا۔ زیادہ تر جنگیں جائداد کی بنا پر واقع ہوتی تھیں، یا اس لئے کہ ایک قبیلہ دوسرے کی توہین کا مرتکب ہوتا تھا، الغرض اسباب وہی تھے جن سے اجتناب کا حکم آنحضرت صلعم نے دیا تھا، اور ابتدائے عالم سے جنگ کے اسباب یہی امور [illegible]

اس اخلاقی پستی، شراب نوشی اور قمار بازی کے ساتھ انتہائی ظلم وستم، ان جنگوں میں روا رکھا جاتا تھا۔ قبائلی جنگوں میں عورتیں اور بچے بھی محفوظ نہیں رہتے تھے، اور معاہدات کی پابندی ایک لفظ بے معنی تھا مثلاً جب ایک قبائلی وفد آنحضرت صلعم کی خدمت میں آیا کہ چند مسلمان ان لوگوں

کے ہمراہ تبلیغ اسلام کے لئے روانہ کر دیئے جائیں، تو ان صحابہ میں سے ستر افراد، جو اصحاب صفہ کے نام سے مشہور تھے، شہید کر دیئے گئے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عاصم کی قیادت میں مسلمانوں کی ایک جماعت، جو دشمن کا حال معلوم کرنے پر مامور تھی، کفار کے نرغہ میں آ گئی۔ جب اس میں سے تین افراد صلح کی گفتگو کے لئے پہاڑی سے نیچے اُتر کر آئے، تو کفار نے اُن میں سے ایک کو شہید کر دیا۔ اور دو کو غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا۔ انتقام لینے کے وقت ان لوگوں کی سنگدلی، اپنی پوری شدت کے ساتھ ظاہر ہوتی تھی، وہ نہ صرف دشمن کے رشتہ داروں سے انتقام لیتے تھے بلکہ ہمسایوں کو بھی قتل کر دیتے تھے، گویا آج جو کچھ، دورانِ جنگ میں ہو رہا ہے وہ ان لوگوں کے طرزِ عمل کا نمونہ ہے مثلاً آج، جرمن لوگ، شفاخانوں اور مکانوں پر بے تحاشا بم برساتے ہیں اور اس طرح بچوں اور عورتوں کی جانیں بھی ضائع ہوتی ہیں علاوہ بریں فوجی مقامات کے نزدیک جو بم گرائے جاتے ہیں اُن سے غیر متحارب افراد بھی تباہ ہو جاتے ہیں ؎۲ اگر گناہ کا اصلی تصور مدنظر رکھا جائے تو موجودہ جنگ کی فضائی طرز، قبل اسلام عربوں کے ظالمانہ طریق سے کسی طرح بھی مختلف نہیں ہے۔

آنحضرت صلعم کے خطبہ میں، ایام جاہلیت کی تمام برائیوں کی تردید کی گئی ہے مثلاً آپؐ نے مساوات، نسلی امتیاز کی نفی، زندگی اور مال کی حفاظت اور معدلت گستری کا حکم دیا گیا ہے اور اس تعلیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب خلافت راشدہ کے زمانہ میں مسلمانوں نے ان اصولوں کی پابندی کی، تو تہذیب اور تمدن کے لحاظ سے دنیا میں، زریں دور شروع ہو گیا۔

ان اسلامی تعلیمات کی بدولت، بنی آدم کی تقدیر، یکسر بدل گئی۔ بدی کا خاتمہ ہو گیا، بدکاری کا نام مٹ گیا۔ اور جب ۶۳۲ء میں آنحضرت صلعم نے وفات پائی تو ملک عرب میں وحدت اور اخوت قائم ہو چکی تھی۔ آئندہ ۲۵ سال تک آپؐ کا پیغام لوگوں کا معمول زندگی بنا رہا، اور خلفائے اربعہ نے مساواتِ انسانی کے اصول پر چل کر بنی آدم کی بہترین خدمات انجام دیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عراق عرب اور شام اسلامی برادری میں شامل ہو گئے۔ اور ساسانی خاندان کے مغلوب ہو جانے پر، ملک ایران بھی۔ اسلامی حکومت میں شامل ہو گیا۔

۶۶۱ء میں مسلمانوں نے جمہوریت اصلی کی شمع، افغانستان اور دریائے سندھ تک روشن

؎۲ یعنی دشمنوں کے ساتھ ان کے ہمسائے بھی لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔

کردی۔ اس کے گیارہ سال بعد یہ ستارہ ترکستان اور بخارا اور اس کے دو سال بعد سمرقند میں چمکا مغرب میں خلافت راشدہ کے بعد آنحضرت صلعم کی تعلیمات نے بنی آدم کو، انسان کے حقوق سے آگاہ کرنا شروع کیا ۶۱۲ء میں مصر اور چھ سال بعد تمام شمالی افریقہ دولت اسلام سے مالامال ہوگیا۔ شمالاً ۶۷۳ء میں ارض روم تک اسلامی روشنی پھیل گئی اور امیرالمومنین جو در اصل اللہ کا نائب اور بندہ تھا اور جمہوریہ اسلامیہ کا منتخب صدر، بحر خزر سے نیل تک اور سندھ سے بحر ظلمات تک بنی آدم کی خدمت میں سرگرم تھا۔ خلفائے راشدین اور چودہ خلفائے بنو امیہ اور ۳۷ خلفائے عباسیہ نے جمہوری طرز پر مسلمانوں کی خدمت کی جو آنحضرت صلعم نے قائم کی تھی، یہ سب اس اصول پر کاربند تھے کہ امن عالم صرف اس صورت میں قائم ہوسکتا ہے جبکہ محدود قومیت کے نظریہ کو، انسانی عالمگیر برادری کے اصول کے ماتحت رکھا جائے نیز یہ کہ نسلیت اور نسل پرستی اور انسانوں کے بنیادی حقوق سے تغافل ورزی ہمیشہ جنگ وجدل کا باعث ہوتی ہے۔

اور یہ امر قابل غور ہے کہ مسلمانوں کے اندر بھی، جب کبھی انفرادی ہوس کو محدود نہ کیا گیا اور فتوحات کے جذبات اور نسلی امتیازات کو روکا نہ گیا، تو ان کی حکومتوں کو زوال آگیا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کے پیغام کی صداقت اور حقیقت نے ہمیشہ لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ ظلم وستم کی بیخکنی کرکے از سرنو اس اصول پر کاربند ہوں کہ تمام بنی آدم آپس میں بھائی بھائی ہیں ان کا مال اور ان کی جان دونوں لائق احترام ہیں اور تمام لوگوں کا فرض یہ ہے کہ دنیا میں عدل و انصاف قائم کریں

دنیا میں نہ آج تک کسی معرکہ میں فتح حاصل ہوئی ہے اور نہ ہوسکتی ہے جب تک کہ مذکورہ بالا مسلمہ اصول اربعہ کی پیروی نہ کی جائے۔ ایشیا اور یورپ دونوں میں، بنی آدم کی ترقی اس امر کا ثبوت ہے کہ عالمگیریت، مساوات انسانی انصاف اور باشندوں کے جان و مال کی حفاظت — یعنی آنحضرت صلعم کے پیغام کا خلاصہ ہی وہ بنیاد ہے جس پر امن عالم کا قصر تعمیر ہوسکتا ہے۔

نسل پرستی کا حشر

عالمگیریت کے تخیل کے اعتبار سے یوروپین تاریخ کی نشوونما، جذبات انسانی کی طرفہ ترکیب کی مظہر نظر آتی ہے۔ یعنی کسی جگہ بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وسطی یورپ میں، خصوصاً ازمنہ وسطیٰ میں آنحضرت صلعم کی پیش کردہ جمہوریت موجود تھی۔

اولاً ہمیں نئے اور پرانے نظام میں تصادم نظر آتا ہے کیونکہ اقتصادی خوشحالی کے ساتھ ساتھ جاگیرداروں اور کلیسا میں تصادم پیدا ہوا جس میں بادشاہ نے غیر جانبدارانہ حیثیت اختیار کی۔ اسکے بعد طبقۂ تجار ظہور پذیر ہوا جس نے ملکی امن و امان کو صنعت و حرفت کی ترقی کا ضامن سمجھکر ملوکیت کی حمایت شروع کی۔ اور ملوکیت نے اس رجحان سے پورا فائدہ اُٹھایا، کیونکہ جاگیردار اور کلیسا دونوں ملوکیت کے مدمقابل تھے، اگرچہ ملوکیت کو اقتدار حاصل ہوگیا لیکن عوام کی آزادی فنا ہوگئی۔ کیونکہ عموماً بادشاہ مطلق العنان بن جاتا تھا، تاریخ فرانس میں ہم کو یہ نقشہ نمایاں طور پر نظر آتا ہے، کیونکہ یہ بات بالکل سچ ہے جیسا کہ لارڈ ایکٹن نے اپنی تالیف "تاریخ حریت اور دیگر مضامین" میں لکھا ہے کہ جمہوریت کی مدد سے مطلق العنانی کی ترقی، تاریخ فرانس کا طغرائے امتیاز رہا ہے۔

۱۶۸۸ء میں اسبات کا ثبوت مل گیا کہ انگلستان میں عوام کی طاقت میں اضافہ ہوگیا اور فرانس میں یہ بات سو سال بعد پیدا ہو سکی۔ تب نپولین کا دور شروع ہوا جس نے قومی وحدت کی آزمائش کو مکمل کر دیا، لیکن وہ خود ہی مطلق العنان بن گیا اور انجام کار آمریت کو ملوکیت شخصی میں تبدیل کر دیا۔ یورپ کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ فرانس یعنی جمہوریت کے وطن میں، دسویں اور گیارہویں صدی میں، ہر صوبہ کے لئے لفظ پیٹریا مستعمل تھا نہ کہ کل ملک کے لئے۔ اور جب کبھی مختلف الاصل لوگ ایک جگہ جمع ہوئے تو تنازع لازمی طور پر پیدا ہو گیا لیکن قومیت کے مبالغہ آمیز اثر کا روشن ثبوت ۱۲۷۹ء میں ملا، جب ایک فرانسیسی خانقاہ کا نمایندہ، انگلستان کی ماتحت خانقاہوں کا معاینہ کرنے گیا، تو اس نے رپورٹ میں لکھا کہ "شیخ خانقاہ، بہت نیک عقلمند اور دور اندیش آدمی ہے البتہ ایک عیب ہے کہ انگریز ہے"

ان حقائق کی روشنی میں، یہ امر واضح ہے کہ قومیت کا تخیل جو عالمگیریت کی ضد ہے، اور اس لئے اسلام کی روح اور آنحضرت صلعم کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے، بدیں معنی کہ وہ تو دنیائے متحارب کے لئے پیام امن ہیں، اس دور کے ابتدائی زمانہ میں، یورپین جمہوریت کے گہوارے میں موجود رہا ہے۔ جب مغربی یورپ نے اس پہلو کا اظہار کیا، تو یہ کہنا، مصادرہ علی المطلوب کا مصداق ہے کہ جرمنی کی جارحانہ ذہنیت، وحدت نوع انسانی کا تخیل بھی پیدا نہیں کرسکتی تھی، اگر اس کے باشندے پایۂ روم سے جنگ کرنے کی حالت میں، اس امر پر غور بھی کر سکتے۔

کتاب نیشنلزم کا مؤلف لکھتا ہے کہ "دھڑا بندی" اپنوں سے اُلفت اور بیگانوں سے نفرت، یہ چیزیں ازمنہ وسطیٰ میں بہت رائج تھیں اور ان کی بدولت ایسے جذبات پیدا ہو گئے جو آجکل قوم کے متعلق پائے جاتے ہیں۔" اس قومیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ آمریت کو فروغ پانے کا موقعہ مل گیا۔ اگر ازمنہ سابقہ کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اس قسم کی مثالیں مل سکتی ہیں کہ جمہوریت روما کے زمانہ میں بھی آمریت پیدا ہو چکی تھی چنانچہ اس ضمن میں ہم سلا اور سیزر کا نام لے سکتے ہیں۔ قومی تغلب کے جواز میں عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ مضبوط مرکزی حکومت کے قیام سے چونکہ اقتصادی حالات بہتر ہوتے گئے، اسلئے ہر جماعت نے صرف اپنی ہی بہبود کو مدنظر رکھا اور مصلحت عامہ سے اعراض کر لیا مادی فارغ البالی سے قومی جذبات میں شدت پیدا ہو گئی اور آمریت، اس قسم کی قومیت کا لازمی ضمیمہ ہے خصوصاً اس حالت میں جبکہ مرکزی حکومت کی کمزوری سے کسی قوم کی فارغ البالی خطرہ میں پڑ جائے۔

اگر یہ سچ ہے تو پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ ایک ہی نوعیت کے مظہر نے، ان لوگوں کی زندگی میں مختلف نتائج پیدا کئے جنھوں نے آنحضرت صلعم کے احکام پر عمل کیا؟ ہارون الرشید بلکہ بنو امیہ کے زمانہ کو مدنظر رکھکر ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی مادی فارغ البالی، محسود روزگار تھی اور ان کے اندر جارحانہ قومیت کی تحریک پیدا نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن ممالک میں، مساوات انسانی کا مفہوم، اسلامی تعلیمات کے خلاف کچھ سمجھا گیا۔ وہاں زندگی کی اقدار کو مختلف انداز میں پیش کیا گیا۔

مساوات انسانی کا صحیح تخیل جو آنحضرت صلعم کے پیغام کا خلاصہ ہے اور دنیائے متحارب کے نام ایک ابدی پیغام ہے، وہ قرآن مجید کی اس آیت میں موجود ہے کہ خدا کی نظر میں وہ انسان سب سے زیادہ معزز ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو اور حدیث میں آتا ہے کہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ ان تعلیمات نے نسلی تفوق اور جارحانہ قومیت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ اور اس طرح ہمیشہ کے لئے، جنگ کے ایک بڑے سبب کو دنیا سے خارج کر دیا اور ہم جانتے ہیں کہ یہی دو چیزیں اس وقت کی جنگ کا باعث ہوئی ہیں اور آئندہ بھی ہونگی۔

آنحضرت صلعم کی ایک اور حدیث بھی اسی اصول کی مؤید ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا، جبکہ لوگوں نے آپؐ سے یہ سوال کیا کہ بزرگی کا معیار کیا ہے "اکرمکم

عند اللہ اتقکم یعنی وہی شخص سب سے زیادہ معزز ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ نیز مسلم شریف میں وارد ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے مجھ پر وحی فرمائی ہے کہ لوگوں کو باہمدگر اس قدر متواضع ہونا چاہیئے کہ کوئی دوسرے پر اظہار تفوق نہ کر سکے اور نہ کوئی شخص کسی دوسرے پر ظلم کر سکے۔

ان حقائق سے ثابت ہے کہ وہ قومیت جس کو وسطی یورپ کے لوگ ایک لازمۂ حیات سمجھتے ہیں اور جس کا تصور نسل انسانی کے لئے ناگزیر ہے دراصل ایک باطل عقیدہ ہے، اور یہ **قومیت** جس نے بار بار یورپ کو تباہ کیا ہے اور جس کے ساتھ نسلی تفوق کے عقیدہ نے مل کر اور بھی ستم ڈھایا ہے اور دنیا کے امن کو بری طرح سے تباہ کیا ہے مسلمانوں کے دماغ میں جگہ نہیں پا سکتی اور اسلئے ہم فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہم دنیا میں مساوات نسل انسانی کے اولین علمبردار ہیں کیونکہ اسلام میں نسل اور قوم دونوں مہمل الفاظ ہیں، اور جمہوریت ہی زندگی کا اعلیٰ مقصد اور سب سے بڑی نیکی یا خوبی ہے۔ اور آج دنیا کو حقیقی امن صرف آنحضرت صلعم کے پیغام پر عمل کرنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

آج دنیا اسی بات کے لئے تو لڑ رہی ہے کہ آیندہ کوئی ایک قوم دوسری قوم پر حکمرانی نہ کر سکے، کوئی قوم دوسری قوم پر ظلم نہ کر سکے، تو کیا آنحضرت صلعم نے آج سے تیرہ سو سال پہلے اپنے پیغام میں انہی مفاسد کی اصلاح نہیں فرما دی؟ اور سچ تو یہ ہے کہ اگر دنیا والے نسلیت اور قومیت اور خود ساختہ امتیازات کے طلسم میں گرفتار رہیں گے تو ایک ہزار سال تک بھی انہیں امن کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔

دنیا کی امیدوں کا مرجع

مہذب دنیا کو خود ہمارے زمانہ میں اس معاملہ میں سخت ناکامی ہوئی ہے کہ اس نے مجلس اقوام سے جو امیدیں وابستہ کی تھیں ان میں سے کوئی بھی پوری نہ ہوئی۔ یہ مجلس ۳۲ بین الاقوامی مجالس صلح کی متفقہ کوششوں سے جو ۱۸۱۵ء سے جاری تھیں عمل میں آئی تھی، اور اس مقصد کے حصول کے لئے جنگ عظیم میں لاکھوں انسانوں کا خون پانی کی طرح بہا دیا گیا تھا۔ یہ وہ امیدیں تھیں جن کے حصول، صدر روزویلٹ کے مطالبات کو بیکار کر دیتا۔ جو انہوں نے چار بنیادی آزادیوں کے لئے پیش کئے تھے، آزادی گفتار، آزادی مذہب، آزادی از احتیاج، اور آزادی

از خوف۔ لیکن تمام یورپ کو اس معاملہ میں سخت ناکامی ہوئی ہے حتیٰ کہ حقیقت ثابتہ نے ان کی تمام تمناؤں کا بالکل خون کر دیا ہے اور وہ حقیقت یا صداقت کبریٰ کیا ہے؟ میں اُسے ڈاکٹر گارنٹ کے الفاظ میں بیان کروں گا جو انگلستان میں مجلس اقوام کے سرگرم ترین کارکنوں میں سے ہیں "مجلس کی ناکامی کا باعث یہ اونٹ کی مشکلات نہ تھیں" وہ اپنی کتاب "وحدت عالم" میں لکھتے ہیں بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ مجلس اقوام کے ارکان کے پاس کافی اجتماعی جذبات نہ تھے اور امن عالم کے لئے ان کے دلوں میں حقیقی جذبہ کارفرما نہ تھا، اور وہ قومیت اور قومی مفاد کے تنگ اور محدود تخیلات میں گرفتار رہتے اور اُن کے سامنے آفاقی زاویہ نگاہ نہ تھا بلکہ وطنی ...... جبکہ مختلف حکومتوں کے نمائندے جنیوا میں بیٹھے ہوئے، بین الاقوامیت کی شان میں قصیدے پڑھ رہے تھے ان کی حکومتیں خالص قومیت کے پروگرام پر عمل کر رہی تھیں، چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جارحانہ نسل پرستی منظر عام پر آ گئی جیسا کہ ہٹلر اپنی کتاب میں لکھتا ہے "ایک نسلی مملکت میں تعلیم اس وقت اپنے مرتبہ کمال کو پہنچتی ہے جبکہ وہ نوجوانوں کے دلوں میں نسلی جذبات کا طوفان برپا کر دے چنانچہ ہم کو نصاب تعلیم اس طرح مرتب کرنا چاہیے کہ جب ہمارے نوجوان اسکول ختم کر کے نکلیں، تو نہ تو وہ نیم صلح جو ہوں اور نہ جمہوریت نواز بلکہ خالص جرمن" اس پر روزن برگ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ نسلی تصورات کو ہر قسم کے بین الاقوامی تصورات پر غالب رہنا چاہیئے اور اس نے بین الاقوامی اخوت کے تخیل کو ان الفاظ میں چیلنج دیا ہے کہ حریت کے اصلی معنی ہیں نسلی قیود میں گرفتاری۔ جو لوگ اخوت انسانی کے عقیدہ کی تلقین کرتے ہیں وہ دراصل خیالی دنیا میں رہتے ہیں اور یہ دنیا خوشگوار بھی نہیں ہے۔

ہٹلر اور اس کے رفیق کار دونوں نے تاریخ کے حقائق کو نظر انداز کر دیا اور خصوصاً اسلامی تاریخ کے اس روشن دور کو، جبکہ عرب اور مصری حجازی اور یمنی، شامی اور عراقی، ایرانی اور ترک جملہ اقوام، مساوات انسانی کے عقیدہ کے ماتحت، دنیا کو امن و امان اور تہذیب و تمدن کی نعمتوں سے بہرہ ور کر رہی تھیں۔ اور آنحضرت صلعم کے ارشاد پر عمل کر کے انہوں نے دنیا کو آسائش اور امید ول سے معمور کر دیا تھا جس طرح آفتاب دنیا کو نور سے معمور کر دیتا ہے۔

آنحضرت صلعم کے احکام پر عمل کر کے مسلمانوں کی روحانی طاقت نے، خدا کے فضل پر

بھروسہ کر کے نسلی تفوق کی لعنت کو بہت کم کر دیا۔ اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ بنی اُمیہ نے دنیا کو ثقافت اور تہذیب سے مالا مال کر دیا، کیونکہ انہوں ہی نے سب سے پہلے حکومت کو شعبہ وار منظم کیا اور چار دیوان، ان کی انتظامی قابلیت پر شاہد عادل ہیں، دیوان خراج۔ دیوان رسائل، دیوان خاتم اور دیوان متنغلات۔ انہوں نے دمشق کو باغات، محلات، قصر احمر، قصر خضرا، سے مزین کر دیا۔ اور یہ قصر سر تا پا سبز رنگوں اور حسن کاری سے معمور تھا اور فن تعمیرات کا ایک اعلےٰ نمونہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ حُر نے جو خلیفہ ہشام کی طرف سے موصل کا گورنر تھا، اس شہر میں ایک عالی شان دارالعلوم قائم کیا تھا جو تمام ممالک شرقیہ کے لئے موجب فخر تھا، اس کے ساتھ ہی اُس نے ایک خوبصورت محل منقوشہ نامی بھی تعمیر کرایا اس دور میں بہت سی خواتین بھی علم و فن میں مشہور آفاق گذری ہیں، مثلاً سیدہ سکینہ اور حضرت رابعہ بصری۔ خلیفہ خالد نہایت عالم شخص گذرا ہے خصوصاً طب اور کیمیا میں۔

بنو عباس کا دور بھی اس لحاظ سے نہایت شاندار ہے۔ خلیفہ مامون کے عہد میں ہم کو جمہوریت کا نقشہ نظر آتا ہے جو آنحضرت صلعم کے پیغام میں مذکور ہے۔ ان خلفا کے زمانہ میں حضرت عمرؓ کی حکمت عملی پیش نظر تھی یعنی ایسی جنگوں سے احتراز جن کا مقصد ملک گیری ہو کیونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی ملک پر قابض نہیں ہو سکتا جب تک وہ خود اپنی مرضی سے نہ دے۔

نیز آپؐ کے اس ارشاد کی تعمیل میں کہ ہر شخص کے ساتھ انصاف کیا جائے، خلفا نے اس بات کو مد نظر رکھا کہ اگر کسی شاہی خاندان کے فرد کو کسی صوبہ کا گورنر بنایا، تو عوام میں سے کسی قابل شخص کو اسکا مشیر کار ضرور مقرر کیا۔ اور عدل کو مرتبہ کمال تک پہنچانے کے لئے، ہر صوبہ کو حکومت خود اختیاری عطا کی گئی اور غیر مسلموں کے تمام وہ معاملات جو شہری حقوق سے متعلق تھے، خود انہی کی عدالتوں میں فیصلے ہوتے تھے۔ اس سے بہتر طریق آنحضرت صلعم کے ارشاد پر عمل کرنے کے لئے اور کیا ہو سکتا ہے؟

نسلی امتیازات کو مٹانے کے لئے ایک طریقہ یہ بھی استعمال کیا گیا کہ جو شخص اسلام قبول کرتا تھا۔ اس کو مسلمان خاندانوں میں شرکت اعزازی کی عزت عطا کی جاتی تھی اور اس طرح وہ

ہر معاملہ میں مسلمانوں کا ہم پلہ بنجاتا تھا - اسلام نے نسلی تفوق کو اس درجہ مٹایا کہ جہاد ایسا اہم فریضہ مذہبی بھی محض قومیت کے نام پر ادا نہیں کیا جاسکتا جب تک اسے مذہبی سند حاصل نہ ہو یعنی جہاد وہی ہے جو فی سبیل اللہ ہو اور اس میں عبادت الٰہی کی آزادی شرط اولین ہے -

ان تمام باتوں کا مقصد یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کا پیغام دنیائے متحارب کے لیئے یہ ہے کہ قومیت کے رجحانات کو شدت نہ دی جائے اور معاہدات کی پابندی کی جائے - اور کسی شخص کے مال کو غصب نہ کیا جائے، اور ہر شخص کے ساتھ انصاف کیا جائے - اور جب کبھی ان احکام کی خلاف ورزی کی گئی ہے، جنگ واقع ہوگئی ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ وہی قوم سربلند رہ سکتی ہے جو روحانی اصولوں کو اپنا رہنما بناتی ہے اور تمام بنی آدم کو ایک خاندان تصور کرتی ہے اور کالے گورے اور سانولے میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھتی اور اس الحاد کو اپنی زندگی سے خارج کر دیتی، جو اندھی طاقت کی شکل میں نمودار ہوتا ہے - یہی صورتیں ہیں جب دنیا میں امن وامان قائم ہوسکتا ہے ورنہ ہمیں چاہیئے کہ نوح کی طرح خدا سے دعا مانگیں کہ گناہ اور ظلم کو فنا کرنے کے لئے، طوفان نازل کرے اور اگر ہم اپنا زاویہ نگاہ روحانی بنالیں اور مادیت سے قطع نظر کرلیں، تو یقیناً خدا کی مدد شامل حال ہوگی - ہمارا زاویہ نگاہ، آنحضرتؐ کے پیغام پر مرکوز ہونا چاہیئے - کیونکہ ہم تو بہترین قسم کی جمہوریت پر ایمان رکھتے ہیں، دوسروں کا حق ملکیت تسلیم کرتے ہیں اور ہر معاملہ میں عدل کو مدنظر رکھتے ہیں - ان اصولوں کی کامیابی کا وعدہ قرآن مجید ان الفاظ میں کرتا ہے -

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله (۹: ۳۳)

صدر مجلس کے اختتامی کلمات

خواتین اور حضرات - ۱۹۲۶ء میں لارڈ ہیڈلے مرحوم نے، اپنی صدارتی تقریر میں جو اسی موقعہ پر کی تھی، اس بات پر افسوس ظاہر کیا تھا کہ لندن ایسے اہم مرکز میں کوئی مسجد ایسی نہیں جسے ملت اسلامیہ کے شایاں شان قرار دیا جاسکے - لیکن آج میں آپ لوگوں کو یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ حضور ملک معظم و ملکہ معظمہ کی مہربانی سے عنقریب اس شہر میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر ہو جائیگی -

اب میں آپ کی توجہ اس ہولناک جنگ کی طرف مبذول کرتا ہوں جو نازیوں اور اُن کے

ساتھیوں نے دنیا میں برپا کر رکھی ہے۔ میں جنگ کا ذکر اسلئے نہیں کرتا کہ میں پیدائشی سپاہی ہوں یا خود فوج میں ہوں یا چونکہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سپاہی جنگ کو عزیز رکھتا ہے اور اسی کا ذکر کرتا رہتا ہے بلکہ اسلئے کہ اس وقت تم سب جنگ کی اگلی صفوں میں ہیں۔ بوڑھے، معذور، عورتیں اور بچے بید ردی کے ساتھ فنا کے گھاٹ اتارے جا رہے ہیں، گرجے، مکانات اور معابد پر بم برس رہے ہیں اور ہر طرف تباہی رونما ہے۔ تمام لوگ جن کو تاریخ سے واقفیت ہے جانتے ہیں کہ ہم مسلمان، جناب مسیح کو خدا کا برگزیدہ رسول تسلیم کرتے ہیں اور دیگر انبیائے بنی اسرائیل کو بھی، اور یہودی اور عیسائی اہل کتاب ہیں۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے نبی اکرمؐ نے اپنے سپہ سالاروں کو کیا نصیحت فرمائی تھی۔ آپؐ نے حضرت خالدؓ سے فرمایا "اللہ کا نام لیکر آگے بڑھو۔ کسی بوڑھے یا ضعیف شخص کو جو لڑنے کے قابل نہ ہو، قتل نہ کرنا، اور نہ کسی عورت یا بچہ پر تلوار اٹھانا۔ اور نہ کسی مزدور کو قتل کرنا۔ علاوہ بریں قرآن مجید فرماتا ہے "ظلم مت کرو۔ خدا کی راہ میں صرف اُن سے لڑو جو تم سے لڑیں۔ یقیناً اللہ زیادتی کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور اس وقت تک لڑو جب تک فتنہ فرو نہ ہو جائے لیکن اگر وہ لڑائی سے ہاتھ روکیں اور صلح کے طالب ہوں، تو تم بھی ہاتھ روک لو!"

مسلمان ان تمام انبیاء کی عزت کرتے ہیں جو آنحضرت صلعم سے پہلے ہو چکے ہیں اور چونکہ نازیت ان تمام اصولوں کی بیخکنی کرنے کے درپے ہے، جو ہمیں بجد عزیز ہیں اسلئے ہر مسلمان پر یہ بات عیاں ہے کہ اس جنگ میں اس کا فرض کیا ہے؟۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ بہترین انسان وہ ہے جو بنی آدم کی خدمت کرتا ہے۔ آنحضرت صلعم کے ابتدائی دورِ نبوت کا یہ واقعہ بہت سبق آموز ہے کہ جب آپؐ کے چچا نے آپؐ سے یہ کہا کہ اے بیٹے اپنے مذہب کی اشاعت سے باز آ جاؤ تو بہتر ہوگا، تو آپؐ نے فرمایا کہ "اے چچا" اگر مخالفین سورج میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند میرے بائیں ہاتھ پر لاکر رکھ دیں تو بھی میں تبلیغ اسلام سے باز نہیں آسکتا حتیٰ کہ یا تو خدا مجھے کامیاب کر دے گا یا میں اس مقصد وحید کے حصول میں اپنی جان دے دونگا"

آنحضرت کو اپنے خدا پر کامل اعتماد تھا چنانچہ آپؐ نے جس شوکت ایمانی کا مظاہرہ غارِ ثور میں کیا وہ تمام دلبیت آپکی زندگی میں نظر آتی ہے جب حضرت ابوبکرؓ نے دشمنوں کے قدموں کی آہٹ سنی تو آپؐ سے عرض کی کہ "یا رسول اللہ! دشمن بہت ہیں اور ہم صرف دو ہیں" آپؐ نے فرمایا نہیں ہم تین ہیں اللہ بھی تو

ہمارے ساتھ ہے" اے مسلمانو! یاد رکھو قرآن مجید فرماتا ہے:۔
"جو شخص اپنے بھائیوں کی ضرورت کے وقت مدد کرتا ہے اور مظلوم کی دستگیری کرتا ہے یقیناً اللہ اس کی مشکل میں، اس کی مدد کرے گا"

ایک دلخراش موازنہ
ہٹلر اور محمد (صلعم)

لوگ کہتے ہیں کہ موازنہ عموماً ناپسندیدہ ہوتا ہے لیکن بعض موازنے تو اس سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔ وہ دلخراش اور شرارت انگیز ہوتے ہیں۔ ہم کو یہ علم تو نہیں کہ یہ غلیظ فعل کس نے شروع کیا ہاں اس کی نوعیت سے ہمیں یہ شبہ ہوتا ہے کہ کلیسا نے کیا ہوگا۔

اتحادی ممالک کے باشندوں کی نظروں میں، ہٹلر، مغربی تہذیب میں جس قدر بدی اور برائی ہے، اس سب کا مجموعہ اور شیطان کی مجسم تصویر ہے۔ ہم اس ہیجان طبع کو سمجھ سکتے ہیں کیونکہ اس فرد واحد کی بدولت، دُنیا کے لکھو کھا انسانوں کو جس قدر جانی اور مالی تکلیف پہنچی ہے اس کی بناء پر تم اُسے بجا طور سے شیطان کہہ سکتے ہیں لیکن ہم یہ بات نہ سمجھ سکے کہ وہ کون سی بات تھی جس نے مغربی مفکرین اور ناشرین کو اس بات پر راغب کیا کہ وہ ہٹلر کو آنحضرت صلعم کا مثیل قرار دیں؟ دونوں میں مماثلت کس جگہ ہے؟ کیا آنحضرت نے کبھی یہ آواز بلند کی کہ عرب دنیا کی بہترین قوم ہیں؟ کیا آپ نے کبھی یہ مطالبہ کیا کہ میری قوم، آسمان کے نیچے، رہنے کی جگہ چاہتے ہیں؟ کیا آپ نے، جیسا کہ عیسائی غلط بیانی کرتے ہیں کبھی اپنی قوم کو دنیاوی مفاد کا لالچ دیا؟ آپ کے اعلانات، کوئی پوشیدہ چیز نہیں بلکہ وہ سب قرآن مجید کے واضح الفاظ میں موجود ہیں چنانچہ ایک اعلان حسب ذیل ہے:۔

"اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے امیّوں کے اندر، انہی میں سے ایک نبی مبعوث کیا جو انہیں اللہ کی آیات پڑھکر سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے، ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔" (۲:۶۲)

اب ہمارے معترضین اس آیت پر غور کریں، اور انصاف سے کہیں کہ اس آیت میں کہیں عالمگیر غلبہ یا مادی فارغ البالی کا وعدہ کیا گیا ہے؟ اور جہاں تک قومی غلبہ کا سوال ہے تو عربوں کے دماغ میں نسلی تفوق پیدا کرنے کے بجائے، اس جذبہ کے بچے سچے اثر کو بھی مٹا دینے والی تعلیم دی گئی ہے چنانچہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں:- "عربوں کو عجمیوں پر یا عجمیوں کو عربوں پر کسی قسم کی فضیلت نہیں ہے مگر محض تقویٰ کی بنا پر۔" نہ تو اسلام سے پہلے کسی نے نسلی مساوات کی اس سے بہتر تعلیم دی اور نہ اس کے بعد۔ کیا جرمنی کے ڈکٹیٹر نے بھی اپنی قوم کے افراد میں اسی قسم کا جذبہ پیدا کیا ہے؟ بلکہ اس نے تو صاف لفظوں میں اعلان کیا ہے کہ مشرقی اقوام محض اسلئے پیدا ہوئی ہیں کہ محکومی کی زندگی بسر کریں اور حکومت کا حق صرف جرمن قوم کو حاصل ہے۔ اب ذرا آپ قرآن مجید کی تعلیمات کا ان خیالات سے موازنہ کریں "مصیبت اور فراغت کے ایام، قوموں پر باری باری سے آتے رہتے ہیں" نیز فرمایا "اے لوگو جو ایمان لائے ہو، دیکھو کوئی قوم دوسری قوم کی تحقیر نہ کرے، ممکن ہے، وہ ان سے بہتر ہوں" کیا جرمنوں کے خیالات میں ان پاکیزہ اصولوں کا شائبہ بھی کسی کو نظر آسکتا ہے؟ کیا جرمنوں کی سیاست میں اس قسم کی تعلیم مل سکتی ہے جو آیت ذیل میں ملتی ہے؟

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہیں قبیلے اور خاندان بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کی نظر میں، تم میں وہ شخص زیادہ مکرم ہے جو زیادہ متقی ہو، بیشک اللہ علیم اور خبیر ہے۔"

لیکن ان واضح اخلاقی اصولوں سے قطع نظر کرکے، ہم یہ پوچھتے ہیں کہ افضل البشرؐ اور نازیت کے بانی میں کونسی شئے قدر مشترک ہے؟ آنحضرت صلعم کا ظہور اس وقت ہوا جبکہ دنیا کی تہذیبیں قریب فنا تھیں اور آپ نے دنیا کو نئی روحانی طاقت عطا کرکے، تہذیب و تمدن کی گرتی ہوئی بنیادوں کو از سر نو استوار کر دیا۔ لیکن ہٹلر تہذیب و تمدن کے مرکز میں پیدا ہوا اور وہ اس تہذیب

کو فنا کرنے کے درپے ہے جس پر سارے یورپ کو ناز ہے۔ کیا ان دونوں میں کوئی بات مشترک ہے؟ علاوہ بریں آنحضرت صلعم نے سنگدل اور منتشر عربوں کو نیک اور پاکباز بنا دیا، لیکن آج جرمنوں کے اندر نیکی اور پاکی کی کونسی رمق پائی جاتی ہے؟ کیا مغرب کے عیسائی ہمارے ان سوالوں کا کوئی جواب دے سکتے ہیں؟ ہم بڑے خوش ہوں گے اگر ہمارے عیسائی مفکرین، جو ہٹلر کو جناب رسالتماب سے تشبیہ دے رہے ہیں ہمیں اس حقیقت سے آگاہ کر سکیں گے کہ ہٹلر بھی، یورپ میں اسی قسم کی روحانیت پیدا کر رہا ہے جو آنحضرت صلعم نے عربوں میں پیدا کر دی تھی۔ کیا ہٹلر کے پیروؤں کے اندر وہی جذبہ کارفرما ہے جو اس آیت میں تلقین کیا گیا ہے؟

" اے مسلمانو! تم بہترین اُمت ہو، کیونکہ تم، بنی آدم کی بہبود کے لئے پیدا کئے گئے ہو تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے باز رکھتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔"

ہم حیران ہیں کہ ہٹلر اور اس کی قوم، دنیا کو کن اخلاقی اصولوں کی تلقین کر رہی ہے؟ ممکن ہے ایک روحانی طور پر اندھی اور عقلی طور پر کُند قوم "اللہ اکبر" کی اہمیت کا اندازہ نہ کر سکے جو اسلام کا قومی اور جنگی نعرہ ہے تو اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ لیکن ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہٹلر جو موت برسانے والے اور ہلاکت آفریں بم برسا رہا ہے، اس نے دنیا کی آنکھیں، اس حد تک ضرور کھول دی ہوں گی کہ وہ اسلام کی خوبیوں کا اندازہ کر سکے۔ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہمارا یہ قیاس بہت غلط تھا اور اب ہمارا خیال یہ ہے کہ دنیا کو بیدار ہونے کے لئے، اس سے بھی زیادہ اور شدید جھٹکوں کی ضرورت ہے۔

جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے، عامۃ الناس اس مہمل خیال کی اشاعت کے لئے ذمہ دار نہیں ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ کلیسا صدیوں سے اس قسم کے اوچھے ہتیاروں کا استعمال کر رہی ہے تاکہ وہ عوام کے دلوں میں اسلام کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا کر سکے۔ اسلامی تمدن کے عروج کے زمانہ میں بھی کلیسا نے اسی قسم کا پروپاگنڈا کیا تھا، تاکہ یورپ کی اقوام اسلام قبول نہ کریں جس مذہب میں کلیسائیت، پاپائیت یا احباریت کی مطلق جگہ نہیں ہے اور یہ وہ آلات ہیں جن سے مذہب کے نام پر لوگوں کو بیوقوف بنایا جا سکتا ہے، لیکن دورِ عقلیت کے زمانہ میں جب عقول انسانی کو آزادی نصیب ہوئی، تو اسلام کی خوبیوں کے اعتراف کا موقع پیدا ہو گیا اور

اہلِ اسلام کی تبلیغی کوششوں سے یورپ کے بعض افراد کو اسلام قبول کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوگئی۔ جنگ سابقہ اور جنگ موجودہ نے لوگوں کے دلوں سے کلیسا کی عقیدت بالکل دور کردی اور لوگ مسیحیت کو تسلیم کرنے سے گریز کرنے لگے اور کلیسا کی یہ کوشش کہ اقوام مسیحیت میں اخوت کا رنگ پیدا کیا جائے، بھی کامیاب نہ ہوسکی اور ان ممالک میں جہاں کلیسا بہت منظم طریق ... پر قائم تھی، مثلاً انگلستان، یہ خطرہ پیدا ہوگیا کہ وہ فنا ہو جائے گی۔ اور کلیسا کے اندر کوئی ایسی طاقت موجود نہ تھی جو اس زوال کا سدباب کر سکتی۔ اور نہ کوئی ایجابی اصول، اس کی جان بچا سکتا تھا۔ لہذا کلیسا نے سوچا کہ کسی طرح عوام کے دل میں، اسلام کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا کرنا چاہیئے اور سابقہ آزمودہ ہتیار سے بہتر ہتیار کونسا ہو سکتا تھا؟ وہی بانی اسلام کی مقدس شخصیت کے خلاف ناپاک پروپاگنڈا پھر شروع کر دیا گیا۔ اس نفسیاتی لمحہ میں، جبکہ لوگوں کے اندر، ہٹلر کے نام سے نفرت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، کلیسا نے، پوری چالاکی کے ساتھ، آنحضرت صلعم کے پاک نام کو ہٹلر کے ناپاک نام سے منسلک کر دیا۔ چونکہ سیاسی رقابت کی وجہ سے اسلام کے خلاف نفرت کا جذبہ، یورپ میں بدستور موجود ہے اسلئے بانیٔ اسلامؐ اور ہٹلر میں اگر مشابہت کا اعلان کردیا جائے، تو لوگ بلاتحقیق اس مشابہت کی صداقت پر ایمان لے آئیں گے۔ عوام کی نفسیاتی حالت عموماً یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص کے خلاف اگر ان میں نفرت کا جذبہ موجزن ہو جائے تو ذرا سی کوشش سے یہ جذبہ دوسرے کی ذات سے منسوب کیا جا سکتا ہے کیونکہ مصیبت کے وقت انسان کی قوت فیصلہ بہت کمزور ہو جاتی ہے۔ کم از کم کچھ عرصہ کے لئے تو کلیسا کو پھر سانس لینے کا موقع مل گیا۔

ممکن ہے بعض لوگ یہ کہیں کہ یہ محض ہمارا قیاس ہے، لیکن جس شخص کی نگاہ میں کلیسا کا گذشتہ معاندانہ طرز عمل موجود ہے، وہ کبھی یہ خیال ظاہر نہیں کر سکتا۔ بیسویں صدی کے پادری بیسویں صدی کے مدبرین سیاست کی طرح، سابقہ پادریوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوشمند اور زیرک ہیں، اسلئے ان کی حرکات کا پتہ آسانی سے نہیں لگایا جا سکتا۔ اگر مسلمان، تبلیغ و اشاعت اسلام میں دلچسپی کا ثبوت دیں تو جو لوگ پس پردہ تار ہلا رہے ہیں وہ لامحالہ ایک دن سامنے آجائیں گے اور اسوقت انشاءاللہ انکو شکست دینا چنداں مشکل نہ ہوگا، جو بالآخران کے لئے مقدر ہے۔ مسلمانوں کو اسوقت سہل انگاری زیبا نہیں ہے بلکہ پوری قوت کیساتھ باطل کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

ایک مسرت افزا تقرر

قارئین کرام نے ملاحظہ کیا ہے کہ ووکنگ مسجد کی جدّوجہد کی رپورٹ اوراق ووکنگ گزٹ میں مسٹر داؤد کودن ایم۔ اے (لندن) کے نام نامی سے شائع ہو رہی ہے۔

وہ یہ سن کر مسرور ہوں گے کہ ہمارا یہ نومسلم بھائی مسجد ووکنگ میں نائب امام کے فرائض سرانجام دے رہا ہے نیز ہم متوقع ہیں کہ ان کی زندگی کے مختصر حالات ان کے لئے مزید مسرت و شادمانی کا باعث ہونگے۔

صاحب موصوف سکاٹ قوم سے متعلق ہیں اور انہوں نے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا اعلان اس وقت کیا جبکہ ابھی وہ سکول میں تعلیم حاصل کر رہے تھے ان کے مکاتب اور فوٹو اسلامک ریویو ماہ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں ہدیۂ ناظرین کئے جا چکے ہیں۔

تثلیث کو خیرباد کہکر توحید کی طرف رجوع کرنے میں میٹرک میں انہوں نے عربی کی تعلیم کو اپنا منتہائے مقصود قرار دیا۔

چونکہ لندن میں عربی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے نمایاں سہولتیں بہم نہیں تھیں لہذا مصر کا رُخ کیا۔ اور "جامع ازہر" میں داخل ہو گئے۔ جامع ازہر سے انکی مراجعت ایک عربی لیکچرار اور عربی مصنف کی صورت میں ہوئی۔

بعد ازیں انہوں نے بی۔ اے اور ایم۔ اے کی ڈگری لندن یونیورسٹی سے حاصل کی جرمن مستشرکین نے (Dusseldorf) میں عربی لیکچرار کے فرائض تفویض کرتے ہوئے ان کی قابلیت کا نمایاں طور پر اعتراف کیا لیکن ان کا اپنا ملک بھی ان کی قابلیت کا لوہا مانے بغیر نہ رہ سکا۔

موجودہ جنگ کے آغاز سے کچھ عرصہ پیشتر یونیورسٹی نے بصد مسرت ان کا تقرر بطور عربی لیکچرار کے کیا۔ لیکن اس سے یہ اخذ کرنا صحیح نہیں کہ وہ صرف ایک ہی غیر ملکی زبان تک ہی کے ماہر ہیں بلکہ انہیں بہت سی زبانیں بولنے کا ملکہ حاصل ہے۔

جرمن اور فرانسیسی وہ خوب جانتے ہیں۔ فارسی زبان سے بھی آشنا ہیں اور مسجد ووکنگ میں اُن کے اتفاقیہ قیام نے انہیں اُردو سیکھنے کا موقع دیدیا ہے۔

سب سے زیادہ قابل تعریف امر یہ ہے کہ وہ عربی بولنے والی اقوام کے لب ولہجہ میں ہی عربی زبان کو ادا کرتے ہیں۔

مسجد ووکنگ کے ارباب حل وعقد کے لئے یہ امر باعث صد تہنیت ہے کہ انہوں نے اسے قابل نائب امام کا انتخاب کیا۔ اور خدا کرے کہ یہ تقرر برطانوی پرستاران توحید کی جماعت کے لئے مبارک ثابت ہو۔

مَکتُوبات

گلاسکو امام صاحب ووکنگ مسجد

جناب - چھ سال سے میں نے تہیہ کر رکھا ہے کہ میں اسلام کو قبول کرلوں لیکن مجھے اسلام کا باقاعدہ اعلان کرنے کا کوئی موقعہ میسر نہیں آیا اور پچھلے چند ہفتوں سے تو مجھے کوئی مسلمان ملا ہی نہیں۔ اپنے چچا سے ملنے کے لئے رخصت پر جاتے ہوئے میں ووکنگ مسجد کو گاڑی پر سے دیکھا آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ میں اسلام سے قریب ہونے پر کتنا خوش ہوا ہونگا۔ کیونکہ یہی میری تمنا تھی جس کے حصول کے لئے میں برسوں سے کوشاں تھا۔ اگلے ہی روز میں ووکنگ میں حاضر ہوا اور اسسٹنٹ امام مسٹر واڈکوٹ سے ملاقی ہُوا۔ انہوں نے جو کتابیں اور رسالے مجھے دیئے اُن سے میرا اسلام لانے کا ارادہ اور بھی پکا ہوگیا۔

میں مسلمان کیوں ہو رہا ہوں اسکا جواب نہایت سادہ ہے۔ اسلئے کہ میرا یقین ہے کہ قرآن خدائے قدوس کا کلام پاک ہے۔ قرآن کے بارے میں میرے اس محکم اعتقاد کے جو وجوہ ہیں میں انہیں انگریزی میں لکھنے سے قاصر ہوں لیکن اگر آپ اجازت دیں تو اگلے خط میں فرانسی زبان میں لکھ بھیجوں۔

میں اللہ کے فضل وکرم سے دنیا میں ایک مسلمان کی حیثیت میں زندہ رہوں گا۔ لیکن ایک مومن کی زندگی کا اہم حصہ نماز و دعا ہے اور میں اس سے بیخبر ہوں۔ میں آپکا شکر گذار ہونگا اگر آپ مجھے اس بارے میں ہدایات بھیجیں یہ امر میرے لئے افسوسناک ہے کہ میں ووکنگ سے اتنا دور رہتا ہوں میں اسلامک ریویو کے لئے دس شلنگ چندہ بھیج رہا ہوں۔ آپ کا صادق - اینڈریو واسی پورسک۔

تفصیل آمدنی ورکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۱ء

کوپن نمبر	تاریخ	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
۱۴۶۰	۱ ۴۱	جناب ڈاکٹر راجا خاں صاحب	۰	۰	۱۰
۱۴۶۱	؍؍	جنابہ ہارون بیگم شیروانی صاحبہ	۰	۰	۵۰
۱۴۶۲	؍؍	جناب سید فیض الحق صاحب	۰	۰	۴۰
۱۴۶۳	؍؍	؍؍ خانصاحب محمد وحید صاحب	۰	۰	۱۰
۱۴۷۰	۳ ۴۱	؍؍ خانصاحب مشرف علی صاحب	۰	۰	۲۰
۱۴۷۱		؍؍ فخرالدین صاحب	۰	۰	۲۵
۱۴۷۲	۴ ۴۱	جناب عباس علی صادق علی سید صاحب	۰	۰	۱۰
۱۴۷۳	؍؍	جنابہ بیگم محمد احمد صاحبہ	۰	۰	۱۰
۱۴۷۷	۶ ۴۱	جناب سلیمان ابوبکر صاحب	۰	۰	۱۰
۱۴۸۵	۷ ۴۱	جناب داؤد بھائی فضل بھائی صاحب	۰	۰	۵
۱۵۰۳	؍؍	حسب وصیت جناب قاسم علی جیراج بھائی	۰	۰	۱۰۰
۱۵۰۹	۸ ۴۱	جناب علی احمد صاحب	۰	۰	۵
۱۵۱۰	۹ ۴۱	جناب مخلص الرحمٰن صاحب	۰	۰	۵
۱۵۱۱	؍؍	خانصاحب میاں محمد صادق صاحب	۰	۸	۱۷
۱۵۱۹	۱۰ ۴۱	جناب عزیز الاسلام صاحب	۰	۰	۲۵
۱۵۲۰	؍؍	خانبہادر ایم صاحب	۰	۰	۵
۱۵۲۱	؍؍	جناب محفوظ الکریم صاحب	۰	۰	۱
۱۵۲۹	۱۱ ۴۱	جناب یوسف حاجی احمد صاحب	۰	۰	۱۰
۱۵۵۴	۱۳ ۴۱	جناب محمد اصغر صاحب	۰	۰	۱۰
۱۵۵۵	؍؍	جناب محبوب عالم صاحب	۰	۰	۶

کوپن نمبر	تاریخ	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
۱۵۷۳	۱۴ ۴۱	جناب لفٹننٹ کرنل عبدالغفار صاحب	۰	۰	۲
۱۵۹۶	۱۵ ۴۱	جناب عبدالحق صاحب	۰	۰	۵
۱۶۰۷	۱۶ ۴۱	جناب حاجی عبداللہ ہارون صاحب	۰	۰	۲۰
۱۶۰۸	؍؍	جناب ڈاکٹر راجا خاں صاحب	۰	۰	۵
۱۶۲۱	۱۷ ۴۱	جناب اکبر خاں صاحب	۰	۰	۱۰
۱۶۲۲	؍؍	جناب عبدالحق صاحب	۰	۰	۵
۱۶۲۳	؍؍	جناب اے ایم فضل کریم صاحب	۰	۰	۲
۱۶۲۴	؍؍	جناب آر اے۔ قریشی صاحب	۰	۰	۱
۱۶۳۲	۱۶ ۴۱	جناب اے۔ جے۔ لے قادر صاحب	۰	۰	۱۰
۱۶۳۳	۱۶ ۴۱	جناب احمد جان محمود میاں صاحب	۰	۰	۴
۱۶۳۴	۱۶ ۴۱	جناب ایس۔ اے۔ علی صاحب	۰	۸	۱۲
۱۶۵۳	۱۸ ۴۱	جناب محمد احمد اینڈ برادر صاحبان	۰	۰	۲۰
۱۶۵	؍؍	جناب حبیب بھائی	۰	۰	۷
؍؍	؍؍	جناب سید امیرالدین صاحب	۰	۰	۶۰
۱۶۵۴	۲۱ ۴۱	جناب خانبہادر شیخ یعقوب وزیر محمد صاحب	۰	۰	۵۰
۱۶۵۵	؍؍	جناب احمد بادشاہ ملنگ صاحب	۰	۰	۱۰
۱۶۵۶	؍؍	جناب محمد وائی خانصاحب	۰	۰	۱۵
۱۶۵۷	؍؍	جناب احمد حبیب صاحب	۰	۰	۵
۱۶۵۸	؍؍	خانصاحب امام الدین صاحب	۰	۰	۵
۱۶۵۹	؍؍	جناب کے سید داؤد صاحب	۰	۰	۲

تفصیل آمد بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۶ء

کوپن نمبر	تاریخ	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے
۱۶۰۰	۲ اکتوبر ۳۶ء	جناب احسان تکا بھائی صاحب	۰	۰	۱۰
۱۶۰۱	〃	جناب عطاء الرحمٰن صاحب	۰	۰	۲۰
۱۶۰۲	〃	جناب منشی یعقوب علی اینڈ سنز	۰	۰	۲۰
۱۶۰۳	〃	جناب رکن الدین صاحب بسواس	۰	۰	۵
۱۶۰۴	〃	جناب ایم سید علی صاحب	۰	۰	۲۵
۱۶۰۵	〃	〃 این اے جعفری صاحب	۰	۱۲	۷
۱۶۰۶	〃	جنابہ سیدہ خیر النساء صاحبہ	۰	۰	۲۰
۱۶۰۷	〃	جناب این اے بخواتی صاحب	۰	۰	۵
۱۶۰۸	〃	جناب کے بی ایس اعجاز علی صاحب	۰	۰	۱۰
۱۶۰۹	〃	جناب کے بی احمد صاحب	۰	۰	۱۰
۱۶۱۰	〃	جناب سر عبد الحلیم صاحب غزنوی	۰	۰	۱۵
۱۶۱۰	۵ اکتوبر ۳۶ء	جناب چودھری فتح دین صاحب	۰	۰	۱۰
۱۶۱۱	〃	جناب حشمت علی صاحب	۰	۰	۵
۱۶۱۲	〃	جناب ڈاکٹر ایم وی احمد صاحب	۰	۰	۵
۱۶۱۳		جناب میر علی رضا صاحب	۰	۰	۵
۱۶۱۴	〃	جناب سیٹھ پلیکے صاحب شمس الدین تقا ندی	۰	۰	۳۰
۱۶۲۴	〃	جناب پروفیسر ایف اے صاحب	۰	۰	۵
۱۶۲۵	〃	جناب خواجہ نذیر احمد صاحب	۰	۰	۵
۱۶۲۶	〃	جناب کے ایس احمد صاحب	۰	۴	۱
۱۶۲۷	〃	جناب حاجی ابراہیم صاحب	۰	۰	۱
۱۶۲۸		جناب خواجہ عبد الغنی صاحب	۰	۰	۲
۱۶۲۹	〃	جناب خواجہ جلال الدین صاحب	۰	۰	۵

کوپن نمبر	تاریخ	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے
۱۶۳۰	۶ اکتوبر ۳۶ء	جناب ایم سمیع صاحب	۰	۰	۵
۱۶۳۱	〃	جناب کرم الٰہی قریشی صاحب	۰	۰	۵
۱۶۳۲	۸ اکتوبر ۳۶ء	جناب یوسف احمد صاحب	۰	۰	۵۰
۱۶۳۳	〃	جناب بشیر الدین صاحب	۰	۰	۱۰
۱۶۳۴	〃	جناب ایس وی عبد اللہ صاحب	۰	۰	۵
۱۶۳۴	〃	جناب عباس علی صادق علی صاحب	۰	۰	۲
۱۶۳۵	〃	جناب صاحبزادہ نور الحق صاحب	۰	۰	۲
۱۶۳۶	〃	جناب اے ایس سعید صاحب	۰	۰	۲۰
۱۶۳۷	〃	جناب یو ایل ایم ایم محی الدین صاحب	۰	۰	۲۵
۱۶۵۷	۹ اکتوبر ۳۶ء	جناب ابو الخیر صاحب	۰	۰	۵
۱۶۶۲	۹ اکتوبر ۳۶ء	جناب محمد نور غنی صاحب	۰	۰	۱۰
۱۶۶۸	۱۳ اکتوبر ۳۶ء	جناب ایم داؤد ماریکر	۰	۰	۲۴
۱۶۶۹	〃	جناب عبد العظیم صاحب	۰	۰	۲۰
۱۶۷۰	〃	جناب ایم اے عزیز مرزا صاحب	۰	۰	۱
	〃	فروخت اسلامک ریویو	۰	۷	۷۱۱
		فروخت اشاعت اسلام	۰	۸	۶۱
		〃 گزٹ	۰	۰	۱۶
		〃 کتب	۰	۱۲	۶۵۶
		میزان	۰	۳	۲۲۷۵

۲۲۷۵ — ۳ — ۰

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور
بابت ماہ۔ اکتوبر و نومبر ۱۹۴۱ء

اکتوبر

تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپے
چھپائی رسالہ اسلامک ریویو	۰	۰	۲۰۰
تنخواہ عملہ بابت ماہ ستمبر ۱۹۴۱ء	۰	۵	۵۹۲
کرایہ گودام۔ دفتر و کتب خانہ	۰	۰	۴۵
آفس امپرسٹ بل۔			
محصول ڈاک وغیرہ	۰	۷	۲۸۶
کاغذ برائے اسلامک ریویو	۰	۶	۳۰۱
چھپائی اسلامک ریویو		۰	۲۰۰
طباعت لفافہ اسلامک ریویو۔ طرق اشاعت اسلام	۰	۱۳	۳۲
ووکنگ گزٹ وغیرہ وغیرہ	۰	۴	۵۴
جلد بندی کتاب سنائیڈیل پرافٹ	۰	۰	۷۰
الاونس	۰	۰	۳۰
امپرسٹ برائے ووکنگ بذریعہ تار	۰	۸	۶۸۲
	۰	۱۱	۲۴۹۴

۲۴۹۴—۱۱—۰

نومبر

تفصیل اخراجات	پائی	آنہ	روپے
تنخواہ عملہ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۱ء	۹	۱۳	۵۹۱
کرایہ گودام دفتر۔ کتب خانہ	۰	۰	۴۵
سفر خرچ سفیران دورہ بمبئی	۶	۲	۱۸۵
آفس امپرسٹ بل بعہ	-	۱۳	۶۱۹
محصول ڈاک وغیرہ	-	۱۴	۱۴۲
کمیشن	۳	۱۲	۳۰
امپرسٹ برائے ووکنگ بذریعہ تار	-	۵	۶۸۱
کاغذ برائے اسلامک ریویو	۰	۷	۱۹۰
خرید کتب	-	-	۱۰۰
الاونس	۰	۰	۳۰
	۶	۴	۲۵۳۷

۲۵۳۷—۴—۶

تفصیل آمدنی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور

بابت ماہ نومبر ۱۹۴۱ء

کرن نمبر	تاریخ	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے
۱۷۷۷	۱/۱۱/۴۱	جناب جمال محمد صاحب	۰	۰	۵
۱۷۸۰	″	جناب سید نصرت علی صاحب	۰	۰	۵
۱۷۸۶	۲/۱۱/۴۱	جنابہ اسد النساء بیگم صاحبہ	۰	۰	۱۵
۱۷۸۷	″	جناب ای۔ ایم عبدالغنی صاحب	۰	-	۱
۱۷۹۵	۶/۱۱/۴۱	جناب فخرالدین صاحب	۰	۰	۲۵
۱۷۹۶	″	جناب کرم الہٰی صاحب قریشی	۰	۰	۵
۱۷۹۷	″	جناب بابو علی احمد خانصاحب	۰	۰	۵
۱۷۹۹	۷/۱۱/۴۱	سید کشفی شاہ نظامی	۰	۰	۱۰
۱۸۰۱	″	حسب وصیت الحاج قاسم علی جیراز بھائی	۰	۰	۱۰۰
۱۸۰۲	۸/۱۱/۴۱	جناب اسمٰعیل ملا صاحب	۰	۰	۵۰
۱۸۰۳	″	جناب محمد اسلم خانصاحب	۰	۰	۱۰
۱۸۰۴	″	جناب محمد محفوظ الکریم صاحب	۰	۰	۲
۱۸۰۵	۱۰/۱۱/۴۱	جناب ٹی۔ محمد صاحب	۰	۰	۱۰
۱۸۱۰	۱۲/۱۱/۴۱	جناب عبدالرحیم صاحب	۰	۸	۲
۱۸۱۵	۱۳/۱۱/۴۱	مسز جمیلہ سعید جعفری	۰	۰	۱۵
۱۸۱۹	۱۵/۱۱/۴۱	جناب عبدالحق صاحب	۰	۰	۵
۱۸۲۳	۱۷/۱۱/۴۱	جناب کیو۔ ابن رحمن صاحب	۰	۰	۵
۱۸۳۲	۲۱/۱۱/۴۱	جناب کے وی۔ محمد صاحب	۰	۰	۵

کرن نمبر	تاریخ	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے
۱۸۵۶	۲۱/۱۱/۴۱	جناب عبدالغفار صاحب	۰	۰	۲
۱۸۶۵	۲۲/۱۱/۴۱	جنابہ رضیہ طاہر صاحبہ	۰	۰	۱۰
۱۸۶۷	″	جناب این۔ اے خانصاحب	۰	۰	۲
۱۸۶۸	۲۴/۱۱/۴۱	جناب ایم اے جعفری صاحب	۰	۰	۴۵
		فروخت اسلامک ریویو	-	۱۰	۲۱۲
		فروخت اشاعت اسلام	-	۸	۱۴
		فروخت ووکنگ گزٹ	-	۱۲	۳۲
		فروخت کتب	۶	۶	۳۹۴
			۶	۱۲	۹۸۹

۹۸۹—۱۲—۶

رسالہ کی توسیع اشاعت بھی [illegible] خدمت ہے

[illegible] ۔ [illegible] کے مقام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نو مسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نو مسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نو مسلمین ہیں۔ یہ نو مسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کرکے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے**

قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعت اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قایم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعتِ اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آراء کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعتِ اسلام** ہمارا اوّلیں نصب العین ہونا چاہئیے۔

(۸) **ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے**

دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر۔ اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کرکے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائن۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ برنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلاد اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہوسکتی ہے، (۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کردیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارخیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۸ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۴ ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کراکر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ ان تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جاسکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہوجاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زرکثیر صرف ہوتا ہے جسمیں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کاملہ سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانۂ عید میں اس کارخیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس نیک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہوسکتا ہے۔ اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے منیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے سربراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارخیر کیلئے فراہم نہ کرسکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز او ممبران منیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنیوالی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہوکر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہرسہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کردی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بلیس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کردیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England

(۵) بنکرس۔ لائڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

FEBRUARY 1942 R. L. No. 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹرایٹ لا لاہور

Annual Subscription Rs. 3-8-0

The Manager,

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اکبر

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو برا (ہی کیوں نہ) لگے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان — مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کا نام **"ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ"** ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

His Highness Sultan Abdul Hamid Halimshah, K.C.M.G., Ibni Almarhom Sultan Ahmad Taj-ud-Din Mukarramshah (born 4th June, 1864) of Kedah.

He ascended the throne at the young age of 19.

During his long reign the State has made a steady and continuous progress particularly in the Islamic religious education in which His Highness is specially interested. There are at present eighty seven State Vernacular Schools which confine their afternoon classes to the teaching of religion.

The State also maintains a religious Secondary School which uses Arabic as the medium of instruction. The boys of this School will soon be accommodated in a hostel which is a gift from His Highness's privy purse.

Lectures on the principles of Islam are given four times a week at the Sultan Abdul Hamid College, the principal English educational institution in the State.

His Highness takes a keen and active interest in the progress of Islam in the West.

Ed I R.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد
بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا
کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے!

فہرست مضامین

اشاعت اسلام

جلد ۲۸ | بابت ماہ فروری ۱۹۴۲ء مطابق ماہ محرم ۱۳۶۱ھ | نمبر ۲

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعتِ اسلام

بابت ماہ فروری ۱۹۴۲ء

شذرات

ہم حسب وعدہ اس ماہ قارئین اشاعتِ اسلام کی خدمت میں اعلیٰ حضرت سلطان عبدالحمید حلیم شاہ کے۔سی۔ایم۔جی۔ فرمانروائے کیدا کی تصویر پیش کرتے ہیں۔

آپ کے طویل عرصۂ حکومت میں ریاست نے مذہبی تعلیم میں کمال ترقی حاصل کی۔ آپ کے دل میں پرچم توحید بلند کرنے کی آرزو ہمیشہ چٹکیاں لیتی رہتی ہے۔

مزید حالات معلوم کرنے کے لئے جنوری ۱۹۴۲ء نمبر ملاحظہ فرمائیں۔

چمنستانِ امن!

گذشتہ سے پیوستہ

(از مولانا ڈبلیو۔ بی۔ پکہرڈ بی اے۔ کنٹب)

بادل تشنہ کام زمین کی سطح پر موتی بکھیر رہا تھا۔ اور نہ تھمنے والی ہلکی ہلکی پھوہار پڑ رہی تھی۔ بہجت آفرین اور نشاط انگیز دن تھا ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ کہ خطۂ ہرمن موسم بہار کی چمکتی ہوئی دھوپ اور طراوت وصباحت کا حسین ترین سرمایہ جمع کرنے میں ہمہ تن مصروف ہے۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ خزاں کے مقابلہ میں زمین قدرت کی تمام لطافتوں اور زینتوں کو مجتمع کر رہی تھی تاریکیوں کے پردے آہستہ آہستہ گر رہے تھے اور لیلائے شب کی زلفیں نیلگوں آسمان کی وسعتوں میں پھیلتی جا رہی تھیں۔ اس دورِ جبر واستبداد اور زمانہ پیکار وجدال میں میں نے پورے سکون قلب کیساتھ شام کا طعام تناول کیا۔ اور کھانے سے فارغ ہو کر وضو کیا۔ اور صحیفۂ آسمانی کو اُٹھایا۔ میں احساسات صادقہ کے ساتھ حیرت کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کہ صداقت اطہر کے لال وگوہر سے بھرپور صندوقچے سے کونسا دُرِ نایاب میری نگاہوں کو بصیرت عطا کرتا ہے اس وقت میری نظریں ان آیات پر جم گئیں۔

يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا ۖ وَلِبَاسُ
التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ يَا بَنِي آدَمَ
لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا
لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا ۗ إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ
لَا تَرَوْنَهُمْ ۗ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ○

"اے اولاد آدم۔ تحقیق ہم نے تم پر لباس اُتارا۔ جو تمہاری برہنگی کو ڈھانپتا ہے اور تمہارے لئے زینت ہے۔ تقوے کا جو لباس ہے وہ بہتر ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔ تاکہ وہ لوگ نصیحت پکڑیں اے اولاد آدم۔ (دیکھو) تم کو شیطان وسوسہ میں ڈالنے نہ پائے۔ جیسا کہ اس

نے تمہارے ماں باپ (آدم و حوا) کو جنت سے نکلوایا۔ ان سے ان کا لباس اتروا دیا تاکہ ان پر اپنی برہنگی ظاہر ہو جائے تحقیق وہ (شیطان) اور اس جیسے دوسرے شیطان تم کو دیکھتے ہیں ایسی جگہ سے جہاں تم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ البتہ ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے"۔

میں نے اس لباس پر غور و فکر کیا۔ جو خداوند عزوجل نے ہمارے آباد سے چھین لیا تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ لباس اطہر تھا۔ شرم و حیا اور پاکیزگی کا لباس۔ جو اس نے ہمارے آباد و اجداد کو عطا کیا تھا۔ خدا کی تخلیق میں کوئی برائی نہیں ہے۔ تب میں نے قرآن مجید کا مطالعہ پھر شروع کیا۔

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ ۖ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۔

"اور جب وہ کوئی برا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا۔ اور اللہ نے بھی ہمیں اسی کام کا حکم دیا ہے۔ ان سے کہہ دے کہ اللہ برے کاموں کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ کے متعلق وہ بات کہتے ہو جس سے تم آگاہ نہیں"

مجھ پر یہ حقیقت واضح ہو گئی۔ کہ اس کی اصلیت کیا ہے۔ مجھے ان آیات کے شوشہ شوشہ میں صداقت و حقیقت پھوٹتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ کہ خداوند عزوجل نے برائی کے ارتکاب سے منع فرمایا ہے۔ زمانہ سلف کی بری رسوم احکام ربی میں سے نہیں ہیں۔ طالبانِ ربی کو اس کی تجسس و تلاش سے پہلے اپنے آپ کو پاکیزگی اور طہارت کے لباس میں ملبوس کرنا چاہیئے۔ اس حقیقت کو اگلی آیات میں نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے۔

"قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ۖ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ۞"

کہ دے کہ اللہ نے مجھے عدل و اندازہ کا حکم دیا گیا ہے اور تم اپنے مونہوں کو ہر مسجد کے نزدیک قائم کرو۔ اور اسے دین میں اس کی طرف خالص ہو کر پکارو جس طرح تمہاری ابتدا ہوئی ہے اسی طرح تم لوٹائے جاؤ گے"۔

کتنی بلندیوں کی حامل ہے یہ آیہ شریفہ۔ اور اس کی شان اطہر ان بلندیوں سے بھی بلند تر ہے۔

کہ اوقات نماز میں انسان اس نور لایزال میں اپنے آپ کو گم کر دے اور خلوص نیت اور ادب و احترام کے ساتھ اپنی توجہات کو اس مرکز حقیقی پر مرکوز کر دے۔ اور زبان حقیقت سے اس مالک و مختار کو پکارے ـــــ زندگی کا نصب العین اور مسلک عظیم کتنا بہترین اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ اور اس کی جزا اس سے بھی زیادہ بلند ہے۔ سبحان اللہ کیا خوب ارشاد ہے۔ کہ اپنے معبود حقیقی اور محبوب ازلی سے افتراق ہرگز ممکن نہیں۔ کیونکہ ہم اُس کی طرف سے آئے ہیں اور ہمیں اُسی کی طرف واپس لوٹنا ہے۔

ـــــــــ(۸)ـــــــــ

آج شب میرا دل تسکین و اطمینان کا طالب ہے۔ میں طمانیت قلب چاہتا ہوں۔ دنیا کے بحرِ ذخار کی طوفان خیز موجوں میں میری کشتی حیات ڈگمگا رہی ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے۔ کہ انسانیت مجھے ناکام کرنے اور میرے وجود کو نیست و نابود کرنے پر تلی ہوئی ہے یہ شاید اسلئے محسوس ہو رہا ہے۔ کہ میں درماندہ ہوں۔ اگر ایسا ہی ہوا۔ تو میں یقیناً فردوس امن میں داخل ہونے کی جستجو کروں گا۔

میں نے قرآن مجید کو اُٹھایا۔ اور اس کی ورق گردانی شروع کر دی۔ میں نے اس آیہ شریفہ کا مطالعہ شروع کیا۔

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ۝

"نیکی کی بات اور مغفرت اس صدقے سے بہتر ہے جس کا نتیجہ دکھ ہو۔ اور اللہ غنی اور بردبار ہے"

اس آیہ شریفہ نے کافی حد تک مجھے سکون قلب اور اطمینان جان بخش دیا۔ میرے دل و دماغ کو یہ زرین خیال گدگدانے لگا۔ کہ اگر میں نے کبھی کسی سے اچھا سلوک کیا ہے۔ اور کسی سے مہربانی سے پیش آیا ہوں تو مجھے ان افعال حسنہ کے تکرار سے ان افراد کو ایذا پہنچانے اور پریشان کرنے کی قبیح سعی کبھی نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ مجھے کسی صورت میں بھی ان افعال حسنہ اور مہربانیوں کا احساس بھی ان افراد کو نہیں کرانا چاہیئے۔ اپنے احسانات کا تذکرہ مہربانیوں اور اچھائیوں کی تشہیر جس سے ناتمام فرائض کا احساس بیدار ہو۔ یقیناً ناروا اور نازیبا حرکت ہے۔ مجھے چینیوں کا ایک مقولہ یاد آگیا کہ "نیکی کر اور کنوئیں میں ڈال" یا دوسرے الفاظ میں یہ کہنا چاہیئے کہ دوسروں پر احسان کر اور اس کے متعلق سب کچھ فراموش کر دے"۔ یہی افضل ترین کام ہے۔ مروّت کا احساس

تو احسان مند کے لئے ہے۔ تاکہ اس کے لئے کہ جس نے مہربانی کی ہو۔ میں نے پھر احساسات مسرت کے ساتھ کتاب مقدس کے اوراق کو پلٹنا شروع کیا اور ان آیات ربانی پر میری آنکھیں جم گئیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ○ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ○

"اے ایمان والو ان پاک چیزوں کو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کر دی ہیں اپنے اوپر حرام نہ کرو۔ اور زیادتی نہ کرو۔ تحقیق اللہ زیادتی کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو اللہ نے تمہیں حلال اور پاکیزہ رزق دیا ہے۔ اس میں سے کھاؤ۔ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو"

اس گلستان عنایات میں عقل و دانش کی نسیم جاں پرور رقص کناں ہے، ارتقا روح جو انسان کو خدا تک پہنچانے کا ایک وسیلہ ہے تارک الدنیا یا محروم نفس ہونے سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ خدا کی عنایات سے چشم پوشی اور ان کی احسان فراموشی کی بڑی دلیل ہے ایسا خیال تک بھی دماغ میں لانا انتہائی کم فہمی اور محرومی عقل و دانش کا ثبوت ہے۔ کہ انسان اس خدائے قدیر و کبیر کی عنایات اور احسانات کے بغیر بھی بہتر زندگی بسر کر سکتا ہے۔ یہ خیال ہی انتہائی بے ہودگی کا مظہر ہے۔

ایسے لوگ صراط مستقیم سے کس قدر دور ہیں اور بھٹکے ہوئے ہیں یہ لوگ حقیقتوں سے خالی میدان میں گامزن ہیں جس میں تاریکی و ظلمت کے سوا کچھ نہیں۔

کامرانی و ظفر مندی کے کلید بردار اور اس خدائے عزوجل کی داد و دہش کے حقیقی حقدار وہ لوگ ہیں جو یہ جانتے ہیں۔" کہ حد سے کبھی تجاوز نہ کرو"

یہی وہ پیمانہ ہے۔ جس سے ہمارے افعال و اعمال کا جائزہ کیا جاتا ہے۔ اور ہمارے قلب و روح کو صیقل کیا جاتا ہے۔

اس کی بخشوں کو خوشی اور خلوص سے قبول کرو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو ؎

اسلام کا مطالعہ تصوف کی روشنی میں!

گذشتہ سے پیوستہ

(از جناب خان بہادر الحاج بی ایم کے۔ لودھی صاحب)

یہی حال ان لوگوں کا ہے جو اس کے لئے اُٹھے اور اس اعلیٰ مطلع کی طرف گامزن ہوئے جو انسانی نگاہوں سے ماوراے واقع ہے۔ افلاطوں کی رائے اس کے متعلق یہ ہے "مقدس باپ اور خالق کل کا پالینا مشکل ہے۔ لیکن جب کوئی اسے پالیتا ہے تو اس کا دوسروں پر واضح کرنا ناممکن ہوتا ہے"۔ سری کرشن جی کے الفاظ اور بھی حوصلہ شکن ہیں "قربانی۔ دیانت۔ خیرات۔ اعمال، کڑی تپسیا اور گہرا مطالعہ کوئی چیز بھی اس تصور کو اپنی گرفت میں نہیں لے سکتی"۔ چینی طاؤ ازم کے مطابق۔ "جو جانتا ہے وہ کہتا کچھ نہیں اور جو کہتا ہے وہ جانتا کچھ نہیں اور غالباً عالمگیر سمجھ بوجھ کی انہی دقتوں سے آگاہ ہوتے ہوئے "واٹ مین" نے اسی ناقابلیت کو ذیل کے الفاظ میں ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔

"جب میں بہترین بات کہنا چاہتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں نہیں کہہ سکتا میری زبان اس مرکزی نقطے پر پہنچکر ناکارہ ہو جاتی ہے۔ میرا سانس اعضاء کی اطاعت نہیں کرتا، اس وقت میں گونگا بن جاتا ہوں"۔

ایک گونگا آدمی جب مٹھائی کھاتا ہے تو وہ اُس کی مٹھاس سے دوسروں کو آگاہ نہیں کر سکتا لیکن ذائقہ کے متعلق اظہار کی اس ناقابلیت کے باوجود مٹھاس مفقود نہیں ہو جاتی بلکہ اس کی ہستی قائم ہوتی ہے۔

بلاشک یہ ایک غیر مختتم قصہ ہوگا۔ داناؤں کے دل وزبان مایوسانہ طور پر اظہار کے ناقابل ثابت ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ عوام دکھے ہوئے دل کے ساتھ اس طرح آہ و زاری کرتے رہ جاتے ہیں جس طرح ایک بھوکا گدا بادشاہی کے لئے۔ دریاؤں اور ندیوں میں اس کی مثال ملتی ہے۔ جو میدانوں میں بہتے وقت تو بہت تیز رو اور پُر شور ہوتے ہیں لیکن سمندر میں گرتے ہی اُن پر سکون و سکوت

چھا جاتا ہے۔ کیونکہ پھر نہ قطرہ رہ جاتا ہے، نہ دریا اور نہ سمندر۔ سب وحدت میں یوں مل جاتے ہیں جس کی امتیازی تشریح کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اسی لئے تو کہا گیا تھا کہ "اس کے متعلق ہماری خاموشی محفوظ ترین خوش گفتاری ہے"، "جس نے حقیقت کو پا لیا وہ خاموش رہا۔ اسی لئے اسے "مسٹک" (صوفی) کہا گیا ہے۔ "مسٹک" یونانی مادہ "mu" سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں زبان اور آنکھ کی بندش۔ اب اگر ایک صوفی جو کچھ دیکھتا ہے اس کا اظہار نہیں کر سکتا۔ تو کیا ہم یہ یقین کر لیں کہ وہ سرے سے کچھ دیکھتا ہی نہیں؟ کیونکہ ایک انسان شکر کھانے کے بعد اس کی مٹھاس کا اظہار نہ کھانے والوں پر نہیں کر سکتا۔ گلاب کی خوشبو نہ سونگھنے والے شخص کو اچھی طرح نہیں بتائی جا سکتی پانی میں گھلے ہوئے نمک کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ جو شخص اپنے جسم کے کسی حصے میں درد محسوس کرتا ہو وہ اس درد کی کیفیت خود درد نہ جھیلنے والوں کو کیسے بتا سکتا ہے؟ اسی طرح جنسی اتصال کی لذت نہ تو قابل بیان ہے اور نہ وہ لوگ اس لذت کی حقیقت سے آشنا ہو سکتے ہیں۔ جنہوں نے خود اس کا تجربہ نہ کیا ہو۔ بہرحال یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ یہ تمام حقائق دائرہ علم سے باہر ہیں۔ اسلئے یہ وکالت کرنا محض لغویت ہوگی کہ شکر میٹھی نہیں ہوتی۔ گلاب کا پھول خوشبو نہیں رکھتا۔ پانی میں نمک نہیں ہے یا یہ کہ جسمانی درد اور جنسی اتصال کی لذت کا وجود ہی نہیں وغیرہ۔ ایسے حال میں کہ اس عالم ظہور کے معاملات میں بھی انسان کا حاصل کیا ہوا معمولی سا تجربہ بھی ناقابل اظہار ثابت ہو چکا ہو تو پھر اس غیر ظاہر دنیا کے تجربات کی ہستی سے انکار کرنا محض حماقت ہوگی۔ اور جہاں محدود سے چند روشن ضمیر لوگوں کو بصیرت یا تصوف کا ملکہ عطا کیا گیا ہو اور دوسرے اس سے بے بہرہ ہوں وہاں ان سنی ان دیکھی اور ان جانی جانی ہو جاتی ہے۔ ہربرٹ سپنسر نے اسے نہایت معنی خیز طور پر اس طرح بیان کیا ہے۔ "ذات لامحدود کے سمجھنے کے متعلق ہماری قوت انکار میں ہی اس کے وجود کا اثبات مضمر ہے"۔

یہ سوال پھر بھی کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ مختصر علم جو اصحاب بصیرت کو حاصل ہے۔ اس قابل نہیں کہ اسے کسی منطقی تجزیہ یا عقلی انکشاف کی آماجگاہ بنایا جا سکے۔ بالکل۔ کیونکہ اس کی نوعیت ہی کچھ ایسی ما فوق العلم واقع ہوئی ہے کہ اس پر بلا واسطہ کوئی بحث نہیں کی جا سکتی۔ یہ اس اندھے آدمی کی مانند ہوگا جو روشنی کی تفصیل کا طلبگار ہو۔ جسمانی آنکھیں روحانی روشنی تک نہیں پہنچ سکتیں روحانی اشیاء کا اندازہ روحانی روشنی کے تحت ہی کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ وہ روحانی کہلانے کی مستحق نہیں ہونگی۔ راز کو

اگر لفظوں میں بیان کر دیا گیا تو وہ راز نہیں رہ جاتا۔ اسلئے یہ کہنا کہ روحانی طور پر کسی چیز کا دیکھنا یا حاصل کرنا ممکن نہیں منطقی استدلال کے خلاف ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ زیر بحث اشیاء کی حالت یعنی ایک آدمی کی محسوس کی ہوئی یا دیکھی ہوئی چیز کے اظہار کی سراسر ناقابلیت کی وجہ یہ ہو سکتی ہے۔ کہ اس وقت تک حاصل کیا ہوا علم اس قدر نامکمل اور سطحی ہے کہ دوسروں کو سمجھایا نہیں جا سکتا۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ذات باری کی پہچان کبھی پوری طرح نہیں ہو سکتی"۔ عقلمند اشخاص اس علم کا جو تیری قدرت کا ہلا اور تجھ سے انہیں میں ملا ہے۔ جب تیری ذات کے ساتھ موازنہ کیا جاتا ہے۔ تو وہ سمندر کے مقابلے میں قطرہ معلوم ہوتا ہے"۔

(تصوف مشرق۔ از پامر)

علاوہ بریں یہ کہا گیا ہے کہ وہ نامکمل علم جو قدرت کی باعظمت صداقتوں سے حاصل کیا گیا ہے اسے اگر سب پر منتشر کر دیا جائے تو صدمہ کا حامل ہوگا۔ بندوق اس کے سپرد نہیں کی جاتی جو اسے چلانا نہ جانتا ہو۔ اسی لئے صوفی اور ماہرین علم باطنی نے اپنا علم علامتی اور عددی زبان میں دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ ان کے دلوں کو بتدریج اس کے حصول کے لئے تیار کر سکیں۔ "اُپنشد" کے لفظ کا ایک مفہوم "سریتہ اصول" بھی ہے۔ اُپنشد کے مصنفوں نے یہ تنبیہہ کر دی ہے"۔ ویدکا یہ بلند راز اُن لوگوں پر نہ ظاہر کیا جائے جن کا جوش دھیما نہ کر دیا گیا ہو بلکہ اسے انہیں پرخلوص طالبوں تک پہنچایا جائے۔ جو ضبط نفس اور بلند اخلاقی نظم کے مالک ہوں"۔ تصویر کشی کے لئے بنیادی اور اہم ضرورت بے داغ اور سفید سطح ہے۔ ایک ہلکا سا دھبا بھی روغن کے حسن کو بگاڑ دیتا ہے۔ اس لئے علم الہیات یا روشن ضمیری کا حصول انفرادی ہو جاتا اور اُن چند بے غرض اور بے داغ لوگوں تک محدود رہتا ہے جو اس کے متلاشی ہونے اور اس کا حق رکھتے ہیں۔

ابھی ایک اور سوال بھی حل طلب ہے۔ کہ آیا روشن ضمیری ذاتی مشقت و ریاضت سے حاصل کی ہوئی چیز ہے یا خدائی عطیہ ہے؟ بظاہر وجدانی نقطۂ نظر سے اس کا جواب دینا مشکل معلوم ہوتا ہے تاہم کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ سرجن کے ہاتھ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ عمل جراحی ہے، نہ کہ اس کا نتیجہ؟ پھر نتیجہ کا رہبر فطری قانون ہے یعنی مرض کی صحیح تشخیص اور عمل جراحی کے خوش آیند انتخاب کا احتیاط سے انجام دینا۔ یہی ہے جسے رضائے ربانی، قانون قدرت کہتے ہیں۔ یہی وہ قانون ہے جس نے بلی کو اپنے

بچوں کے اٹھانے، ماں کا اپنے بچوں کو عالم طفولیت میں پشت پر اٹھانے اور لیجانے، بندر کے بچے کی کوشش اور اپنی ماں کی چھاتی سے چمٹ جانے کا ملکہ عطا کیا ہے۔ یہی وہ قانون ہے جس نے اُلو کو رات کی تاریکی میں شکار کے دیکھ لینے کی بصیرت بخشی۔ یہی وہ عطیہ ہے جس نے اسی خدائی قانون کے زیر اثر "جان بائین" جیسے ناخواندہ، بے اصول اور لاابالی نوجوان کو ایک ولی "پلگرم پراگریس" کی تمثیل کے حیرت انگیز شاہکار کا پاکیزہ مصنف بنا دیا ہے۔ یہ ایک استحقاق ہے جو خدا بخشتا ہے (لیکن اسی قدر ذمہ داری کی شمولیت کے ساتھ) وہ خود کوئی ایسا حق نہیں رکھتا جس کا دعویٰ کر سکے۔ آؤ اب[۳] کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا قول ہے "مبارک ہے وہ انسان جسے تو نے منتخب کیا اور اپنا قرب بخشا" (۲) وہی اس کو جان سکتا ہے جس پر اس کا فضل ہو اس کے لئے "ذات" خود کو آشکارا کرتی ہے" (۳) "وہی اس کو بناتا ہے جسے وہ نیک کام کرنے کیلئے ان دنیاؤں سے بلندی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور وہی اسکو بھی بناتا ہے جسے وہ چاہتا ہے کہ بُرے کام کی طرف رہنمائی کرے۔" (کینو اُپنشد ۳ : ۸) (۴) تمام اعمال کو انجام دیتے ہوئے بھی وہ میری ذات میں پناہ چاہتا ہے۔ میرے جلال کے سائے تلے وہ ایک ابدی اور غیر فانی مقام حاصل کرتا ہے۔" (۵) "اسی کی نعمت کے طفیل تم بڑی راحت حاصل کر سکو گے اور ابدی رہائش کی جگہ" (۶) "روحانی اُلفت ہر اُس شخص کی طرف جاری ہو جسے تو چاہے"۔

کثیر میں سے قلیل ایسی آیتیں درج ذیل کی جاتی ہیں جو اسی مضمون کے متعلق قرآن کریم میں وارد ہوئی ہیں۔ (۱) "وہ اسی کو ہدایت دیتا ہے جسے صراط مستقیم پر لیجانا چاہتا ہے" (۲) اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی نیابت بخشتا ہے" (۳) وہ جسے چاہتا ہے عقل بخشتا ہے۔" (۴) اللہ تعالےٰ خاص طور پر اسکو چن لیتا ہے جسے اپنے رحم کے لئے پسند کرتا ہے" (۵) وہ جسے چاہتا ہے اپنے دامنِ رحمت میں پناہ دیتا ہے" (۶) اللہ تعالےٰ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اُس کے سینے کو کشادہ کر دیتا ہے۔ اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کے سینے کو تنگ اور بند کر دیتا ہے"۔

پس تمام مذہبی نظام اسی نتیجہ تک پہنچنے میں ہم آہنگ ہیں، جیسا کہ ایک ایرانی شاعر کا قول ہے "ایں سعادت بزور بازو نیست۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔ چوں آید بکوشیدنت چیزے پیش۔ بتوفیق حق داں نہ از سعی خویش" (سعدیؒ) انجیل کا قول ہے "بہت سے لوگوں کو بلایا جاسکتا ہے لیکن

[۳] ایک نظر ان مذہبی صحیفوں پر بھی ڈال لیں جو توحید کے قائل ہیں اور دیکھیں

صرف چند کو منتخب"۔

اللہ تعالےٰ کے تصور اور اس کے اظہار کی بحث کی طرف لوٹتے ہوئے صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں۔ کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے "سفر شب" کی واپسی پر حضرت فاطمۃ الزہرا نے حضور انور سے استفسار کیا کہ حضور نے اللہ تعالیٰ کو کیسے دیکھا؟ ۔ اس کا جواب تھا "میں نے اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالےٰ کی بصیرت سے دیکھا یعنی یہ محض خدا تعالےٰ کی ذات ہے جو دیکھتی ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضور انور کے مملکت الٰہیہ کے سفر کے بارے میں قرآن کریم پارہ ہفدہم کی آیۂ اوّل کے اختتامی الفاظ سے ظاہر ہے"۔ وہ سننے اور دیکھنے والا ہے"۔

خدمتِ اسلام کا ایک نادر موقعہ

برادران اسلام۔ السلام علیکم

شاید آپ کو اس بات کا علم ہوگا کہ خواجہ کمال الدین مرحوم بانئ مشن نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک ایسی مسلسل تفسیر شائع کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ جو ایک مبتدی اور نو آموز کے لئے مفید ہو سکے۔

وہ مہینے جو انہوں نے موت وحیات کی کشمکش میں بستر پر گذارے ان کا بیشتر حصہ تفسیر کے لکھنے پر صرف ہوا۔ تفسیر کا تعارف نامہ قبل ازیں کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ اب ہم اس تفسیر کا پہلا حصہ بہت جلد شائع کرنیوالے ہیں۔

اس بات کا اظہار غالباً بے ضرورت ہوگا کہ اس کتاب کی اشاعت کس قدر تبلیغی ضروریات کی کفیل ہوگی۔ یقیناً قرآن پاک کی ایک ایسی مسلسل تفسیر کی ضرورت ہے جو اس کے رسولؐ کے متعلق غلط فہمیوں کا جواب دے سکے۔ زیادہ تر اسلئے کہ سابقہ تفسیروں کے لکھے جانے کے وقت سے آجکل کی دنیا کے خیالات مختلف ہیں۔ مزید برآں بہت سے مقامات پر قرآن پاک کے سمجھانے کا طریقہ اس سے بہت مختلف ہے جس سے موجودہ دنیا آشنا ہے۔

اس بحث کی بمشکل گنجائش ہے۔ کہ خواجہ مرحوم مذہبی نقطۂ نگاہ سے موجودہ ذہن اور بالخصوص مغربی ذہن کو سمجھنے میں بہترین آدمی تھے پچھلی کئی صدیوں سے اسلام نے کوئی ایسا بلند پایہ مبلغ نہیں

دیکھا۔ اسلئے زیر غور تفسیر اسلامی تبلیغ کے سلسلہ میں ایک گرانبہا اضافہ ہوگی۔

کاغذ کی عام گرانی اور نایابی کے باوجود اللہ تعالے کی غیر معمولی امداد کے بھروسے پر ہم کتاب شائع کرنے اور اس کی وسیع اشاعت کا بوجھ برداشت کرتے ہیں۔ پھر بھی ہم اپنے اسلامی بھائیوں کی ایسے وقت میں امداد کی برکت کے طالب ہو رہے ہیں۔ جبکہ انسان کی مذہبی تاریخ انقلابی دور سے گذر رہی ہے ہمیں امید ہے کہ کتابوں کی خرید میں وہ فقط مشن کے اشاعت کے اخراجات پورا کرنے کی امداد نہیں کریں گے بلکہ اسے غیر مسلموں اور لائبریریوں تک پہنچانے کی ہمدردی بھی اپنے ذمہ لیں گے۔

یہ کہنا بیفائدہ ہے کہ مذہبی اشاعت کے لئے فقط خواجہ مرحوم کا نام ہی کامیابی کی کافی ضمانت ہے۔ مسلمانوں کو اسلام کے ذہنی جہاد کے اس نئے محاذ پر بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے۔ یہ موقعہ اُن کے لئے غنیمت ہے جو اسلام پر انسان کی منزل مقصود ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قیمت پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک۔ خریدنے کا ارادہ رکھنے والے حضرات اپنا نام درج رجسٹر کرالیں : خواجہ عبدالغنی سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

تثلیث سے توحید کی طرف

(از جناب عبدالرزاق صاحب صالحہ)

کچھ سال پہلے کی بات ہے کہ مجھے اسلامی تعلیمات کے متعلق اپنے تجربات مقالات کی شکل میں دنیا کے سامنے لانے کا خیال پیدا ہوا تھا لیکن اس حسین خیال کے اظہار کو قبل از وقت تصور کر کے مجھے اپنا ارادہ ترک کرنا پڑا۔ میں نے اس عزم کو کسی اور مناسب موقع پر اٹھائے رکھا۔ یہ انقلاب۔ کتنا حسین تھا۔ میری کائناتِ حیات دین مبین کی تعلیماتِ صادقہ سے بیحد متاثر تھی۔ جذباتِ صالح کا ایک بحرِ ذخار دل کی دنیا میں اُچھل کود کر رہا تھا۔ خیالات کے چھوٹے چھوٹے دھارے ایک طوفان خیز دریا کی صورت اختیار کرتے جا رہے تھے۔ دل چاہتا تھا کہ ان جذبات و احساسات کو لفظوں کا جامہ پہنا کر دنیا والوں کے سامنے پیش کر دوں۔ یہی وہ احساس لطیف تھا۔ جو رہ رہ کر دل میں چٹکیاں لے رہا تھا۔ لیکن ماحول اس امر کا متقاضی تھا۔ کہ میں ضبط و تحمل سے کام لوں۔ مبادا ایسا نہ ہو۔ کہ میرے مقالات کو کسی خاص تحریک کی پیداوار قرار دے کر مجھے مجرم قرار دیا جائے۔ میں نے خیالات و افکار پر پوری طرح قابو پائے رکھا۔ حتیٰ کہ وہ خوش آیند دور آ گیا۔ جبکہ میں اپنے تجربات کی بناء پر اپنے احساسات و جذبات کو حسین الفاظ کا جامہ پہنا کر دنیا والوں کے لئے ایک پاکیزہ دنیائے خیال کا تخلیق بن سکوں۔

آج میرا رواں رواں خوشی کے جذبات سے کھیل رہا ہے میں اپنے خیالات کو دنیا کے سامنے پیش کرنے میں آزاد و مختار ہوں۔ میں دنیا والوں کو ان حالات و واقعات سے آشنا کرنا چاہتا ہوں جن حالات سے متاثر ہو کر میں نے صلیب کے دامن کو چھوڑ کر اسلام کے دامان رحمت میں پناہ لی تثلیث کے جھنڈے سے منہ موڑ کر پرچم توحید کو تھاما۔ میں نہیں جانتا۔ میرے تاثراتِ صادقہ اور جذباتِ صالح غیر مسلموں کے قلوب پر کیا کیا نقوش مرتسم کریں گے۔ لیکن میں اس حقیقت کے کہنے سے بھی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ میرے جذبات و خیالات کی تحقیق کا حق بھی صرف اُن ہی لوگوں کو ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے۔ میں دین مبین کے متعلق اپنے ذاتی احساسات کی حدود سے تجاوز نہیں چاہتا۔

اس مقالہ کو ضبط تحریر میں لانے کے لئے مجھے بہت سی کتب سے استفادہ کرنا پڑا ہے۔ ان کتب کا بہت بڑا حصہ مجھے ملک نذیر کی وساطت سے دستیاب ہوا جس کے لئے میں ملک صاحب موصوف کا صمیم قلب سے سپاس گزار ہوں۔

احساسِ اوّلیں

وجد نواز اور کیف ریز ترانوں سے بھرپور دنیا مجھے تھپکیاں دے دے کر مدہوش و بے خود بنا رہی تھی۔ میں ان کیف اثرا ور جادو بھرے ترانوں کی مدبھری سروں میں ہمہ تن گوش بنا بہا جا رہا تھا۔ قدرت کے نقش و نگار حسین و جمیل متاع سے ابھر رہے تھے۔ کوئی ایسا منظر نہ تھا۔ کہ جو میری توجہات کی کائنات میں انتشار پیدا کر سکتا۔ میری قیام گاہ میں انبساط و نشاط کی پریاں رقصاں تھیں میرا گھر مسرت و شادمانی کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ وہ کونسی مسرت تھی وہ کونسی رونق تھی۔ جو میرے گھر میں موجود نہ تھی۔ فکر و آلام میرے گھر کی حدود سے کوسوں دور بھٹک رہے تھے۔ میری زندگی شادمانی کا پیکر متحرک تھی۔ پر رونق گھر۔ باوفا دوست۔ اور حیات پرور وطن کی فضائیں۔ کائنات کی ہر چیز قدرت کی ہر تخلیق جمیل دلنواز اور روح پرور تھی۔ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس کے متعلق میرے قلب میں جذبات رقابت موجزن ہوں۔ میں ایک خوش قسمت انسان تھا۔ بچپن ـــــ دورِ شہنشاہیت ـــــ ناز و نعمت میں گذرا۔ ہوش سنبھالا۔ تو "جونیئر سیمینری" کی درسگاہ سے تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا ابتدائی تعلیم سے فراغت حاصل ہوئی۔ تو پدر بزرگوار کی خواہشات کے مطابق مجھے ایک رومن کیتھولک گرجا میں جانا پڑا۔ وہ مجھے دینیات کا ماہر بنانا چاہتے تھے۔ ان کی تمنا تھی۔ آرزو تھی۔ خواہش تھی۔ کہ ان کا بیٹا اسقف اعظم بنے۔ ان کی خواہشات کی تکمیل میرا فرض حیات تھی۔ چنانچہ میں اس مذہبی درسگاہ میں چلا گیا ـــــ کالج ـــــ اور مکتب کی زندگی کتنی آزاد اور پرمسرت زندگی تھی۔ دنیا کے علائق سے آزاد ـــــ بچپن ـــــ سیر و تفریح میں ایک آزاد طائر کی طرح گزر گیا ـــــ بچپن کی حسین یاد زندگی کے آخری لمحات تک قلب میں چٹکیاں لیتی رہے گی ـــــ بچپن گذر گیا ـــــ لیکن اس کا حسین تخیل ہمیشہ نہاں خانہ دل میں مقیم رہے گا ـــــ بچپن ـــــ کا احساس جاوداں ـــــ بچپن کا خوش آیند دور ـــــ بچپن کے لمحات جمیل۔ ہر روز میسر نہیں آ سکتے ـــــ میں اسے اپنے لئے انتہائی مسرت و شادمانی سمجھتا ہوں کہ مجھے ایک پادری کے دامان التفات میں جگہ ملی جسکے تمثیلی

اخلاق سے میں نے اپنی ذات کے لئے بہت سے اسباق حاصل کئے ـــــ ان کا اثر اب تک میری کائنات حیات پر غالب ہے۔ میرے پاس الفاظ نہیں۔ کہ میں ان کا شکریہ ادا کرسکوں۔ میں ہدیۂ سپاس پیش کرسکوں۔ اور خراج تحسین دے سکوں۔

کالج کی چار دیواری سے نکل کر جب میں اس وسیع و عریض پر آشوب اور ہنگامہ پرور دنیا میں معروف جدوجہد ہوا۔ اس وقت میں ایک معصوم بچے کی طرح تھا۔ جو نئی دنیا کو دیکھ کر ششدر و حیران رہ جاتا ہے۔ میں دنیا اور دنیا والوں کے جوڑ توڑ سے قطعًا ناواقف تھا۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں میری زندگی ہر عیب سے مبرّا اور تمام دنیاوی آلائشوں سے پاک تھی ـــــ مجھے زیادہ عرصہ آوارہ نہیں پھرنا پڑا۔ تلاش ملازمت میں دفاتر کی خاک چھاننی نہیں پڑی۔ میں بہت جلد ایک اعلیٰ ملازمت میں منسلک ہوگیا۔ مذہبی رجحانات اور درسگاہ کے اساتذہ کے ساتھ محبت و اختلاط نے ہولے ہولے مجھ پر ترقی کی مسدود راہیں کھول دیں۔ کلید ظفر مندی میرے ہاتھوں میں تھی۔ اور میں پورے صبر و استقلال کے ساتھ منازل ارتقاء کی طرف بڑھ رہا تھا۔

دن۔ مہینے۔ سال آبجو کے تیز رفتار پانی کی طرح گزرتے گئے۔ اور میں اس مقولہ پر عمل پیرا رہا۔

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

دن عیش میں اور راتیں آرام میں گزرتی گئیں۔ رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ میں بھی اپنی منزل کی طرف گامزن رہا۔ ہر روز گرجے جانا اور عبادت میں شریک ہونا میرا معمول حیات بن چکا تھا یہی عادات صالح میری ممد و معاون رہیں۔ میں خوش ہوں کہ مجھے ہمیشہ بنی نوع انسان سے ہمدردی اور الفت رہی ہے یہی وجہ تھی۔ کہ اغیار نے بھی میرے ساتھ ہمیشہ رواداری کا سلوک روا رکھا کشتی حیات دھیرے دھیرے ساحل حیات کی طرف بہے جارہی تھی۔ کہ مجھے ایک احساس صادقہ نے جھنجھوڑ کر بیدار کردیا۔ ایک روشنی نے ظلمات حیات میں مجھ پر زندگی کی نئی شاہراہیں وانکشاف کردیں۔ اور میں نے اس احساس تازہ سے متاثر ہو کر ایک نئے آستانے پر دستک دی۔ اور اپنا سر نیاز اس کی چوکھٹ پر رکھ دیا۔ وہ آستانہ تھا۔ اسلام کا آستانہ ـــــ وہ چوکھٹ تھی رحمۃ اللعالمین کی چوکھٹ ـــــ میری روح ایک لطیف احساس سے مسرور ہوگئی۔ اور دل تسکین و اطمینان کے گوہر ہائے بے پایاں سے مالا مال ہوگیا۔ میں اپنی زندگی کے ہر شعبے میں تبدیلی پانے لگا۔ میں "سکنٹن بلیک" اور سراغرسانی کے دوسرے

ناولوں کا مطالعہ کرتے کرتے ٹھوس اور سنجیدہ علوم طرف اپنے آپ کو راغب پانے لگا حتیٰ کہ دوسرے مذاہب کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا جذبہ میرے قلب میں موجزن ہو گیا۔

کیتھولک مذہب کے ساتھ میرا گہرا تعلق تھا۔ میں اسے عمیق نظروں سے مطالعہ کرنا چاہتا تھا۔ میں اس کی باریکیوں کی انتہا تک پہنچنا چاہتا تھا۔ میں نے انتہائی ذوق و شوق سے اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔ میری رغبت اور لگاؤ اس کی طرف بڑھتا گیا۔ انجیل کی سادہ و رفیع و برتر عبارت زندہ جاوید دوست کی طرح مشکلات میں میری ڈھارس بندھاتی رہی اور اپنے طریق کے مطابق میں کیتھولک مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہا۔ لیکن دفعتاً مسٹر خالد شیلڈریک کی روح پرور تقریروں نے میری زندگی میں ہیجان برپا کر دیا۔ مسٹر خالد شیلڈرک نے عیسائیت اور خصوصیت سے کیتھولک مذہب کے خلاف یہ تقریریں لنکا کے تبلیغی دورے کے دوران میں کی تھیں۔ ان تقریروں کو سن کر مجھے بہت زیادہ اشتعال آیا۔ میں غم و غصہ میں بید مجنوں کی طرح کانپنے لگا۔ لیکن اس غصہ کے اٹھتے ہوئے طوفان میں حیرت و استعجاب کی کشتیاں چل پھر رہی تھیں۔ میں ان الزامات کی تہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ میں اس قیدی کی طرح تھا۔ جسے مدتوں کسی قلعہ کے تہ خانہ میں مقید رکھا گیا ہو۔ اور اچانک طور پر تیز دھوپ میں لا کھڑا کیا جائے۔ ڈاکٹر شیلڈرک نے جو کچھ اپنی تقاریر میں کہا تھا۔ میں نے چپکے چپکے چند دوستوں کو جمع کیا۔ اور ارادہ کیا۔ کہ ڈاکٹر خالد کا جواب لکھوں اس کام کے لئے میں نے عیسائیت اور اسلام پر چند کتابیں جمع کیں۔ اور ان کا مطالعہ شروع کر دیا۔ میں نے جس قدر ان کتب کا مطالعہ کیا مجھے عیسائیت سے نفرت ہوتی گئی۔ ان کتب کے مصنفین مسلمان تھے۔ میں نے اسلام کے متعلق عیسائی مصنفین کی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا۔ میں نے محسوس کیا۔ کہ عیسائی مصنفین مسلمان نقادوں کا جواب دینے میں بری طرح ناکام رہے ہیں اس کے بعد میں نے اسلام کا مطالعہ گہری نظروں سے شروع کر دیا میری توجہات کا مرکز صحرائے عرب کے پیغمبر اعظم کی ذات پاک بن گئی۔ میں اپنے دل۔ دماغ اور روح کو اسلام کے قریب تر محسوس کرنے لگا۔ لیکن اس کے باوجود یہ وسوسہ میرے دماغ میں رہ رہ کر پیدا ہو رہا تھا۔ کہ اسلام کے حقائق کو قبول کرنے میں میں عیسائیت سے انصاف نہیں کر رہا ہوں۔ اس معمہ اور سر حقیقت نے مجھے صحیح مسلک اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ اب صرف ایک راستہ تھا۔ کہ کسی پادری سے ان حقائق کے متعلق تحقیقات کروں۔

ایک روز جرأت و استقلال کے جذبات کثیر کو اپنے دل میں چھپائے ہوئے۔ ایک عزم صمیم کے ساتھ میں ایک مشہور پوپ اور ماہر دینیات کے پاس گیا۔ پوپ اور میرے درمیان ابتدائی گفتگو بہت دلچسپ تھی۔ کیونکہ وہ مجھے اور میرے تمام خاندان کو بخوبی جانتا تھا۔ میں نے اس کو وضاحت سے بتا دیا۔ کہ کس طرح میں نے اسلامی کتب کا مطالعہ شروع کیا۔ اور کس طرح اس کی صداقت مجھ پر چھا گئی۔ اس نے بڑے غور سے تمام حالات سنے اور مجھ سے پوچھا

"کیا ان مسلمانوں کی تحریروں پر اعتبار کر سکتے ہو۔ جو عیسائیت کے جانی دشمن ہیں۔ اور کیا وہ کوئی بات سچ کہہ سکتے ہیں" یہ الفاظ میری قوت برداشت سے باہر تھے۔ میں اس سے فراخدلانہ جواب کا خواہشمند تھا۔ میں چاہتا تھا۔ کہ وہ اشتعال و تعصب کے جذبات سے الگ رہ کر اسلام کے حقایق پر روشنی ڈالے۔ میں نے پوچھا۔ کہ کیا خدا نے مسلمانوں کو صداقت کی نعمت عطا نہیں کی۔ کیا مسلمان سچ نہیں بول سکتے؟ میں نے پادری سے کہا۔ کہ مسلمانوں کی تصنیفات اس قدر پر حقایق دلائل و براہین پر مبنی ہیں۔ کہ ان پر جھوٹ اور غلو کا گمان تک نہیں ہو سکتا۔ ان سے صرف اس لئے نفرت کرنا کہ وہ کیتھولک نہیں ہیں بالکل ناجائز ہے اور ناانصافی ہے" پوپ پر میرے الفاظ بہت گراں گزرے۔ کہ وہ رنجیدہ ہو گیا اور مجھے ان خطرناک کتابوں کے مطالعہ سے باز رہنے کی تلقین کی۔

پادری صاحب کے اس رویہ نے مجھے بددل کر دیا۔ مجھے ایسے ماہر دینیات اور فاضل عاجل سے یہ توقع تھی۔ کہ وہ مجھے دلائل و براہین کے ایسے ہتھیار دے گا۔ کہ میں اپنے مذہب کی حفاظت سے بالکل مسلح ہو جاؤنگا لیکن اسکے برعکس اس نے میری تمناؤں اور خواہشوں کی لہلہاتی ہوئی کھیتی کو برباد کر دیا۔ اسلام اور عیسائیت کے جذبۂ مطالعہ کو مجروح کر دیا۔ مجھے یہ کیسے گوارہ ہو سکتا تھا۔ مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی تھی۔ کہ میں اسلام کے متعلق مزید مطالعہ کو ترک کر دوں۔

میں نے اسلامی تعلیمات کا جس قدر مطالعہ کیا۔ مجھے اسلام سے انس اور محبت ہوتی گئی۔ میں پیغمبر اسلام کی دل سے عزت کرنے لگا۔ پیغمبر اسلام کے متعلق میرے تخیلات اور تصورات بالکل صیقل ہوتے چلے گئے۔ اور میرا دل دماغ اسلامی نور سے منور ہوتا گیا۔ اور عیسائیت کے توہمات کے پردے آہستہ آہستہ دور ہوتے گئے۔ میں محسوس کرتا تھا کہ ایک لازوال جذبہ اور غیر فانی احساس میرے دل میں کارفرما ہے۔ اس دوران میں میرا اطمینان اور سکون چھن گیا۔ میرے قدم اسی چکنی زمین نے پھسلے جا رہے تھے۔ اور میرا آرام رخصت ہوتا جا رہا تھا۔

مذہب کے مجھ پر کیا احسانات ہیں؟

بقلم اے۔ ایم۔ اے۔ عزیزی بی اے۔ (آنرز) سی سی ایس

(چار لیکچروں کے سلسلہ کا تیسرا لیکچر، جس کو کولمبو براڈ کاسٹنگ اسٹیشن کے ناظم نے مرتب کیا اور ۲ ستمبر سنہ ۴۱ کو نشر کیا گیا)

محکمہ نشر کے کارکنوں نے میری تقریر کا عنوان یہ تجویز کیا ہے کہ مذہب نے مجھ پر کیا کیا احسانات کئے ہیں؟ اس ضمن میں، اس حقیقت کی وضاحت ضروری ہے کہ مذہب کے احسانات، عام انسانوں کے احسانات کی طرح نہیں ہوتے، کیونکہ ان کا بدلہ اتارنا بھی لازم ہے لیکن مذہب جو کچھ احسان کرتا ہے وہ بے منت اور بلا معاوضہ ہوتا ہے وہ ہم سے اس کے بدلہ میں کچھ طلب نہیں کرتا۔ اور یہاں لین دین کا سوال مطلق پیدا نہیں ہوتا، پس احسانات کے معنیٰ یہ ہیں کہ میں اُن حقائق و معارف کی تشریح کروں جو مجھے میرے مذہب نے عطا کئے ہیں۔ سب سے پہلے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مذہب کا مفہوم کیا ہے؟ مذہب انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے اور اس کی بدولت، تجارب زندگی میں مقصد اور معنیٰ پیدا ہو سکتا ہے۔ مذہب انسان کو وہ معیار عطا کرتا ہے جس کی مدد سے ہم حقائق کائنات کی قیمت کا اندازہ کر سکتے ہیں اور اپنے عقائد اور اعمال کی قدر معلوم کر سکتے ہیں۔ مذہب کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ ہم اس کی کوئی جامع اور مانع تعریف نہیں کر سکتے۔ لوگوں نے مذہب کی متعدد تعریفیں کی ہیں لیکن ہر تعریف صرف کسی خاص پہلو کی وضاحت کرتی ہے۔ میں اس وقت اپنے مطلب کو واضح کرنے کے لئے، وہ تعریف پیش کروں گا جو پروفیسر وہائٹ ہیڈ نے اپنی کتاب "تشکیل مذہب" میں بیان کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ "اصولی اعتبار سے مذہب نام ہے، عالمگیر صداقتوں کے اس نظام کا جن کی تاثیر سے انسانی سیرت ارفع ہو سکے بشرطیکہ ان پر خلوص کے ساتھ ایمان لایا جائے اور ان کی ماہیت کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے"۔ یہ تعریف مجھے اسلئے پسند ہے کہ وہ مذہب کے اس مخصوص تخیل سے مطابقت رکھتی ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے کیونکہ اسلام میں محض عقیدہ کوئی چیز نہیں جب تک

اسے عمل میں نہ لایا جائے۔ اسلام کی رُو سے، عقیدہ کسی اصولِ منوعہ کی صداقت کا محض تسلیم کرنا نہیں ہے بلکہ اُس اصول کو مدارِ عمل بنانے کا نام ہے اور قرآن مجید نے بار بار اس حقیقت کو واضح کیا ہے چنانچہ قرآن نے ہر جگہ ایمان کو عمل صالح کے ساتھ مشروط کیا ہے یعنی آمنوا کے ساتھ ہر جگہ عملوا الصالحات کی قید لگی ہوئی ہے۔

پروفیسر وہائٹ ہیڈ کی رائے میں مذہب، چند عالمگیر صداقتوں کے مجموعہ کا نام ہے اور یہ صداقتیں اصولاً ان مسائل سے بحث کرتی ہیں مثلاً انسان کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا مبداء کیا ہے؟ انسانی زندگی کا انجام کیا ہے؟ دنیا میں زندگی بسر کرنے سے مقصد کیا ہے؟ کن باتوں پر اس کی راحت یا مصیبت کا انحصار ہے؟

یہ وہ سوالات ہیں جو ہم وقتاً فوقتاً اپنے دل سے کرتے رہتے ہیں ممکن ہے ہم ان سے کسی وقت چشم پوشی کرلیں لیکن ہمیشہ کے لئے نہیں۔ مایوسی یا رنج کے وقت، یقیناً ہم اس سوال پر غور کرینگے کہ زندگی کا مقصد کیا ہے اور اگر ہم اس سوال کا صحیح جواب حاصل نہ کریں تو پھر ہماری زندگی مہمل ہو کر رہ جائے گی۔ اس موقعہ پر مذہب ہماری امداد کرتا ہے۔ ہمیں سہارا دیتا ہے اور ہماری پیاس بجھاتا ہے۔ مذہب کی بدولت، زندگی کے اندر معنی اور مقصد پیدا ہو جاتا ہے، موت کی شدت غائب ہو جاتی ہے اور قبر کا تصور ہمیں پریشان نہیں کرسکتا۔ اعمال کو ایک معیار اور زندگی کو ایک رہنما مل جاتا ہے۔

مذہب کے بنیادی اصول ــــ ان میں سے بعض یقیناً ــــ خدا، جماعت، فرد اور کائنات سے بحث کرتے ہیں، اسلام ان حقایق کے متعلق جو تعلیم ہمیں دیتا ہے وہ قرآن کے صفحات میں جا بجا نظر آسکتی ہے مثلاً خدا سے متعلق ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے

اللہ وہ ذات ہے جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں، وہ پوشیدہ اور علانیہ، دونوں باتوں کا جاننے والا ہے، وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ وہ بادشاہ ہے پاک ہے، سلامتی کا سرچشمہ ہے، محافظ ہے اور امن بخشنے والا، طاقتور ہے، اور سب پر غالب ہے اور بڑی عظمت والا ہے اور وہ ان باتوں سے بالاتر ہے جو لوگ اسکے بارہ میں بیان کرتے ہیں یعنی ہماری حمد و ثنا سے وراء الورا ہے۔ اللہ ہی ہمارا خالق ہے ہمارا صانع ہے اور تمام اشیاء کا بنانے والا ہے، تمام اسمائے حُسنیٰ اُسی کے لئے ہیں۔ زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے سب اُسی کی حمد و ثنا کرتا ہے اور وہ بہت طاقتور اور حکمت والا ہے" یا مثلاً "انکھ اس کو

کو نہیں پا سکتی۔ اور وہ تمام بصارتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے" یا مثلاً، کوئی شئے اس کی مثل نہیں ہے"
ان تصریحات سے ثابت ہے کہ خدا کی ذات تمام مادی تصورات سے بالاتر ہے۔ اور اس کے متعلق
جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ سب جزوی اور ناقص ہے۔ اسلام کسی رنگ میں بھی، شرک اور کثرت الہ کا
روادار نہیں وہ خالص توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ اور مذکورہ بالا آیات سے ہمیں اس کی توحید قدرت اور
رحم و کرم کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔

خدا کے تخیل سے ہمیں جماعت کا تخیل حاصل ہوتا ہے اور وحدت الٰہی سے وحدت جماعت
کی تعلیم مل سکتی ہے چنانچہ جب ساری کائنات، ایک خدا کی مخلوق ہے تو ساری کائنات بمنزلہ ایک
خاندان ہے اسی لئے قرآن فرماتا ہے کہ تمام لوگ ایک قوم ہیں۔ ساری مخلوقات، امت واحد
ہے۔ اسلام ایسا مذہب ہے جس میں کسی نسلی یا وطنی یا ذات پات کے تخیل کی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ
آنحضرت صلعم نے اس حقیقت کو اپنے ایک خطبہ میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے "اے
لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ عہد جاہلیت کی مفاخرت کو میں نے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے۔ نہ عربوں کو عجمیوں
پر کوئی فضیلت ہے اور نہ عجمیوں کو عربوں پر، تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے
تھے۔ فضیلت کا انحصار خاندان یا دولت پر نہیں بلکہ تم میں بہتر وہ ہے جو خدا کے احکام کی تعمیل میں
زیادہ سرگرم ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس باب میں فیصلہ کن بات فرما دی ہے "اے لوگو! ہم نے
تمہیں ایک جوڑے سے پیدا کیا اور پھر تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ تم باہمدگر متمیز ہو سکو
اور یاد رکھو کہ اللہ کی نظر میں تم میں وہ شخص زیادہ مکرم ہے جو زیادہ متقی ہو۔"

انسان کے متعلق، اسلام عزت بخش اور حوصلہ افزا پیغام دیتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ انسان
خدا کا برگزیدہ ہے، اور وہ باوجود اپنی کمزوریوں کے، اس زمین پر خدا کا خلیفہ ہے۔ انسان ایک آزاد
شخصیت کا امین ہے اور اپنے افعال میں مختار ہے۔ اور اس نے جو بار اٹھایا ہے اسے زمین و
آسمان نے بھی اٹھانے سے انکار کر دیا۔ انسان کی ساری اہمیت اس کی خودی یا آزاد شخصیت کی بناء پر
ہے اور اس لحاظ سے اس کی شخصیت یکتا ہے کہ وہ خدا کی تخلیقی زندگی میں حصہ لے سکتا ہے، انسان فطرت
کی طرح جامد اور مجہول نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے گردوپیش کی طاقتوں کو مسخر کر سکتا ہے۔ انسان اس کائنات
کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل میں حصہ لے سکتا ہے اور اس کائنات کی تقدیر کے علاوہ وہ خود اپنی تقدیر کا بھی

معمار ہے کیونکہ وہ ماحول کو اپنے مطابق اور اپنے آپ کو ماحول کے موافق بنا سکتا ہے اور اس ترقی پذیر تبدیلی میں، خدا بھی انسان کا رفیق کار بن جاتا ہے بشرطیکہ انسان عمل کے میدان میں پیشقدمی دکھا سکے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ "خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت بدلنے کی کوشش نہ کرے" اسلام کی رو سے انسان خلیفۃ اللہ علی الارض ہے اور یہ ساری کائنات اس کی خادم ہے۔ چونکہ وہ فاعل مختار ہے اسلئے اُسے نیکی اور بدی میں انتخاب کا حق حاصل ہے۔ راہ نیک اختیار کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان تقوےٰ اختیار کرے اور ان لوگوں کی اتباع کرے جن پر خدا نے اپنا فضل نازل کیا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ "نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ پر، یوم آخرت پر، ملائکہ پر، کتابوں پر، اور انبیاء پر ایمان لائے اور محض اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کے لیے اپنی دولت، رشتہ داروں، یتیموں، حاجتمندوں، اور مسافروں اور محتاجوں اور قیدیوں کی رہائی پر صرف کرے نماز پڑھے زکوٰۃ دے، مواعید کی پابندی کرے، اور مصائب اور تکالیف میں ثابت قدم رہے یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ در اصل متقی ہیں"

کائنات کے بارے میں بھی اسلام کی تعلیم حوصلہ افزا اور نمایاں ہے اسلام ترک دنیا کی تعلیم نہیں دیتا وہ مشکلات سے جان چرانے کا سبق نہیں پڑھاتا بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ انسان کا فرض یہ ہے کہ اپنی کوشش سے کائنات میں انقلاب پیدا کرے اور آنحضرت صلعم کی زندگی اس حقیقت پر ایک شاندار گواہ ہے۔ کائنات کی تشکیل میں جد وجہد اور تصادم لازمی عناصر ہیں، چنانچہ حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کو ان خوبصورت الفاظ میں بیان کیا ہے

"اے انسان تو دشمنوں کی شکایت کیوں کرتا ہے؟ میں تجھکو اس حقیقت سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ تیرے دشمن تو تیرے حق میں دوست ہیں کیونکہ وہ تجھے ترقی کے مواقع بہم پہنچاتے ہیں جو شخص خودی کی حقیقت سے آشنا ہے وہ طاقتور دشمن کو رحمت الٰہی تصور کرتا ہے۔ انسان کے حق میں دشمن بمنزلہ باراں رحمت ہے کیونکہ وہ اس کی پوشیدہ طاقتوں کو بروئے کار لاتا ہے"

اسی لیے اسلام میں دنیا کو ناپاک قرار نہیں دیا گیا۔ مادی کائنات وہ شئے ہے جس کے ذریعہ سے ہم اپنی خودی کی تکمیل کر سکتے ہیں اسی لیے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "خدا نے ساری زمین کو میرے لئے مسجد بنا دیا ہے"۔

یہ ہے مختصر طور پر وہ تعلیم جو اسلام نے خدا، کائنات، فرد اور جماعت کے متعلق ہم کو دی ہے اور اسی سوال کا کہ مذہب نے مجھ [illegible] ہے کہ زندگی کی ساری اچھی باتیں مذہب نے ہی مجھے عطا کی ہیں۔

غیر مسلموں سے خطاب

{بقلم مولوی ظرافت اللہ صاحب}

گذشتہ سے پیوستہ

اس موقعہ پر ہم یہ سوالات بجا طور پر کر سکتے ہیں

(۱) (الف) اگر یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ تمام انبیاء نے آیندہ انبیاء کی بعثت اور آیندہ واقعات کے ظہور کی پیشگوئیاں کر دی تھیں تاکہ لوگ ان کی سچائی کو تسلیم کریں اور ان کی اتباع کریں، تو پھر نجات انسانی ایسی اہم تجویز کے متعلق کہ وہ یسوع کے کفارہ پر ایمان لانے میں منحصر ہے، خدا نے اپنے انبیاء کے ذریعہ سے قبل از وقت لوگوں کو خبر کیوں نہ دی؟

(ب) اُن لوگوں کا کیا حشر ہوگا جو یسوع کے کفارہ سے پہلے ہی فوت ہو چکے ہیں اور اس لئے ان کو اس عقیدہ پر ایمان لانے کی سعادت حاصل نہ ہو سکی؟ در اصل موجودہ مسیحیت نے اپنے آپ کو مذہبی روایات کے سرچشمہ سے منقطع کر لیا اور ایک محدود تالاب کی شکل اختیار کر لی جس کی بنا پر غیر مستند اور غیر معقول عقائد، مذہب میں راہ پا گئے۔

(۲) اگر مذہب کا کوئی سادہ اور آسان تر طریق مثلاً دیوی دیوا اور بت پرستی ممکن ہے، تو پھر انبیاء یا اوتاروں نے جو اس معاملہ میں مستند ہیں، اس حقیقت کے متعلق، وضاحت کیوں نہ کی؟ یا کم از کم اس کی طرف کوئی اشارہ کیوں نہ کیا؟

در اصل انبیاء، نے اسی آسان طریق مذہب کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جبکہ بت پرستی لوگوں کا شعار زندگی بن چکی تھی۔ اس بات کو مد نظر رکھنا چاہیئے کہ بعثت انبیاء سے قبل، لوگ عموماً تعدد اِلٰہ کی پرستش اور اسلئے تفرقہ بازی میں گرفتار ہو جاتے تھے۔ چنانچہ انبیاء نے ہمیشہ تفرقہ کو مٹا کر اس کی جگہ وحدت قائم کی اور ملک کو امن و امان سے معمور کر دیا۔ اور اس کا ذریعہ صرف توحید ہے مذہب میں خرابی کے معنیٰ ہیں، انسان کا بت پرستی کی طرف مائل ہو جانا اور تفرقہ بازی اور بد اخلاقی اور مصائب

میں گرفتار ہو جانا اور انبیاء نے انہی چیزوں کو مٹایا اور ان کی جگہ پہ خدا کی پرستش، وحدت، نکوکاری شانتی اور امن کی تعلیم پیش کی۔

خالص بودھ دھرم اور خالص مسیحیت بھی، محض ایک خاص زمانہ اور خاص قوم کے لئے تھی، یہ بات مندرجہ ذیل حقائق کے مطالعہ سے عیاں ہیں۔

(ا) جب مسیحیت نے یورپ کی نئی ترقی پذیر اور صاحب حوصلہ اقوام میں بار پایا، تو وہ اس کی بلند بانگ، اور یک طرفہ اخلاقی تعلیم سے (مثلاً پہاڑی وعظ کی تعلیم) مرعوب ہو گئے لیکن جب انہوں نے ان کو ناقابل عمل پایا، اور یہ دیکھا کہ وہ دنیاوی مشکلات کا کوئی حل پیش نہیں کر سکتیں، تو انہوں نے، دنیاوی معاملات کو مذہب سے منقطع کر دیا اور مذہب کو گرجوں کی چار دیواری میں محدود کر دیا۔ اور دنیاوی معاملات کو اپنی سمجھ کے مطابق طے کرنے لگے اور دنیاوی قوانین یا خود بنائے یا دوسروں سے مستعار لئے۔ انہوں نے یسوع کو ان کی اعلیٰ اور اعجوبہ اخلاقی تعلیم کی بنا پر، الوہیت کا مرتبہ دیدیا، اور اس قدر ارفع بنا دیا کہ کوئی انسان انکی اتباع یا تقلید کر ہی نہیں سکتا۔

(ب) جب بودھ دھرم ہندوستان کی چار دیواری سے باہر نکل کر، ان ممالک میں پہنچا، جہاں زندگی اس قدر آسان نہ تھی جس قدر ہندوستان میں، تو اہنسا کی بلند بانگ تعلیم، لازماً غائب ہو گئی اور بودھ دھرم، گوتم بدھ کی شخصیت میں منحصر ہو گیا، جس کو بہت جلد، انسان کے مرتبہ سے بلند کر کے الوہیت کے مقام پر پہنچا دیا گیا۔ یہ ضرور مسلم ہے کہ، یہ مذاہب ان اقوام میں، جو کسی مذہب کی پیرو نہ تھیں اور بت پرستی میں گرفتار تھیں، تھوڑا بہت اچھا کام کرتے رہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر خدا، بنی آدم کی اصلاح کا طلبگار تھا، تو کیا اس نے اصلاح حال کے لئے کوئی نیا نبی نہیں بھیجا، بیشک۔

ان وجوہ کی اور مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر نئے نبی کی بعثت عقلاً ضروری ہو گئی تھی۔

(۱) جس طرح کائنات میں ہر شئے اپنے مرتبۂ کمال کو پہنچتی ہے، اسی طرح مذہب کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ مرتبۂ کمال کو پہنچے۔

(۲) نبی آدم کی حیثیت ابتداءً ایک خاندان کی تھی اور اسلیئے اُن کے لئے ایک مذہب کافی تھا لیکن جب ان کی نسل پھیلی، اور وہ منتشر ہو گئے تو ان کو متعدد مذاہب کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اب جبکہ وہ اپنا کام کر چکے، تو ضروری تھا کہ وہ سب متحد ہو جائیں اور جبکہ زمان و مکان کی قیود کم ہو گئیں تو وہ سب

ایک عالمگیر مذہب کی شکل میں مبدل ہو جائیں تاکہ عالمگیر اخوت قائم ہو سکے۔ اب ایک ایسے نبی کی ضرورت تھی کہ دونوں مذہبی روایات کو پاک صاف کر دے اور ان کو ایک کامل مذہب کی صورت میں تبدیل کر کے، سابقہ پیشگوئیوں کو پورا کر سکے

اگر یہ مسلم ہے کہ ایسے مذاہب کے ظہور کی ضرورت تھی تو اس سلسلہ میں حسب ذیل سوالات بجا طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں

(ا) یہ مذہب، خدا کی صفات کے متعلق کیا تعلیم دے؟

(ب) نئی الہامی کتاب کی نوعیت اور طریق تعلیم کیا ہو؟

(ج) اُس عالمگیر مذہب کی ماہیت اور صورت کیا ہو؟

(د) نئے نبی کی شخصیت کس قسم کی ہو؟

ان سوالات کا جواب حسب ذیل الفاظ میں دیا جا سکتا ہے۔

(ا) خدا سراپا محبت ہے لیکن وہ اس کائنات کا نگران اور قیوم بھی ہے اور خالق عناصر بھی ہے وہ ابتدائی شکلوں کی تربیت کرتا ہے، نیکوں کی مدد کرتا ہے، خراب اشیاء کی جگہ نئی اشیاء پیدا کرتا ہے بُری چیزوں کو بہتر بناتا ہے، نیکی پر جزاء اور بدی پر سزا بھی دیتا ہے اور توبہ کرنیوالوں کو معاف بھی کرتا ہے۔ پس ایسے خدا کے لئے ضروری ہے کہ وہ قادر مطلق ہو، قیوم ہو، بخشندۂ مطلق ہو، غفار ہو، قہار ہو، مقسط ہو، رحمٰن ہو، علیم مطلق ہو، حکیم مطلق ہو، خدا کا سراپا محبت ہونا صرف اُس شخص کے لئے کافی ہو سکتا ہے جو تارک الدنیا اور بدی سے پاک ہو، لیکن عوام الناس کے لئے، دیگر صفات کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ ہم اُس سے محبت کے ساتھ، اُس سے ڈر بھی سکیں۔

(ب) الہامی کتاب ایسی ہو جو واضح غیر مبہم لیکن دلپذیر انداز اور حاکمانہ طریق پر، مذہب کے جملہ اصول کو بیان کر سکے، اور ان کو اس وضاحت کے ساتھ پیش کرے کہ وہ تمام زمانوں اور تمام حالات میں کارآمد ہو سکیں۔ اس کا انداز بیان نہایت زوردار ہو لیکن دلپذیر بھی ہو، جو دل میں محبت اور خوف دونوں قسم کے جذبات پیدا کر سکے تاکہ اس کے مطالعہ سے انسانوں میں زندگی کی لہر دوڑ جائے اور غافل اور کاہل آدمی بھی آمادۂ عمل ہو جائے۔

لازمی ہے کہ وہ کتاب اوامر اور نواہی کا مجموعہ ہو لیکن عقل کو اپیل کر سکے اور انسانوں کی فلاح

وبہبود کی تلقین اس طرح کرے جیسے باپ اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتا ہے وہ بدکاروں کو عذاب سے ڈرائے (اور عذاب بھی اصلاح کے لئے ہو) ان کو گمراہی سے بچائے اور بتائے کہ خدا بدکاروں کو سخت عذاب دیتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ توبہ کرنیوالوں کو خوش خبری بھی سنا سکے، بشرطیکہ وہ سچے دل سے خدا کی طرف رجوع کریں۔ قوانین فطرت کے مطالعہ اور تحقیق و اجتہاد کا ذوق پیدا کرے، حواس اور ادراک کی تربیت کا سامان مہیا کرے اور ایک شفیق استاد کی طرح دماغی قوتوں کی آبیاری کر سکے اور انسان کی باطنی اور خارجی قوتوں کو بیدار کر کے، علم و حکمت کے حصول کی طرف راغب کر سکے اور ہر حال میں خدا کے فضل و کرم پر اعتماد کرنا سکھائے۔ محض جذبات کی تسکین نہ کرے بلکہ ان کے ساتھ ساتھ، شعور اور ارادہ کی تربیت بھی کرے اور انسانی شخصیت کے تمام پہلوؤں کی مناسب طریق پر نشو و نما کا انتظام کرے کیونکہ محض جذباتی تعلیم، مذہب کی حقیقت کو فنا کر دیتی ہے۔

غیر مناسب جذباتی تعلیم کے بعض نقائص

کوروں اور پانڈوں میں لڑائی شروع ہونے سے قبل، ارجن، جو پانڈوں کا سب سے بہادر سردار تھا، اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو صف آرا دیکھکر بہت غمگین ہو گیا اور تیر اندازی سے دستکش ہو کر ایک طرف خاموش بیٹھ گیا۔ اس موقعہ پر کرشن نے "کرم" یعنی عمل کا درس دیا۔ کورو بہت ظالم تھے جنہوں نے پانڈوں کو طرح طرح ستایا تھا اور اسلئے آخرالذکر کو، انہیں سزا دینے کا حق حاصل تھا۔ تاکہ وہ اپنی کھوئی ہوئی بادشاہت دوبارہ حاصل کر لیں۔ اپنے حق کے لئے لڑنا یا جدوجہد کرنا عین قانون فطرت ہے۔ اور یہی وہ قانون ہے جس کو ہر شخص برت سکتا ہے۔ حقائق زندگی کے ضمن میں، ہم پر بعض سنجیدہ فرائض عائد ہوتے ہیں اور اُن کو ادا کرنے کے لئے، کافی حوصلہ کی ضرورت ہے اور جو شخص ان سے جان چراتا ہے، اُسی کو ہم بزدل کہتے ہیں۔ ایک شجاعت وہ بھی ہے جسے ہم ایثار کہتے ہیں، اور بعض اوقات ایک شخص کی قربانی سے بہتوں کا بھلا، یا دنیا کا بہت بھلا ہو جاتا ہے۔ اسلئے اس صفت کا پیدا کرنا، ایک انسان کے لئے بہت ضروری ہے۔ گرچہ اس کے اظہار کا موقع کبھی کبھی آتا ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کرنا، دنیا کے امن وامان کے قیام کے لئے بہت ضروری ہے، اور مذہبی زندگی کی تکمیل اس کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

(۲) کسی بُری چیز کو دیکھکر اظہار نفرت کرنا قدرتی بات ہے، بلکہ ضروری ہے لیکن بعض لوگ اس

عادت کو اس درجہ ترقی دیتے ہیں کہ وہ ہر وقت ہر چیز سے خوفزدہ رہتے ہیں مبادا کسی ہوا کے جھونکے سے یا کسی کا ہاتھ لگ جانے سے بیمار نہ ہو جائیں۔ اسی لئے وہ کسی کے ساتھ کھاتے پیتے نہیں وہ ہر وقت ناپاک یا بیمار ہو جانے کا اندیشہ کرتے ہیں اور اس حقیقت سے غافل رہتے ہیں کہ ذہنی بلکہ جسمانی عوارض ان پر شدت کے ساتھ حملہ کر رہے ہیں۔

مناسب مواقع اور محل پر، اہنسا ایک بہت اچھی صفت ہے، لیکن اس صفت کو نقطۂ افراط تک پہنچا دینا یعنی گوشت نہ کھانا، اگرچہ وہ جسمانی طاقت اور صحت کے لئے ضروری ہے، یا چلتے وقت ناک پر ہاتھ رکھ لینا کہ ہوا کے ساتھ کوئی جرثومہ ناک میں نہ چلا جائے، یا برف کا ابلا ہوا پانی نہ پینا، کسی حیوان پر سوار نہ ہونا، جھاڑو دیئے بغیر سڑک پر نہ چلنا، تاکہ کوئی کیڑا مکوڑا پاؤں تلے نہ دب جائے بلکہ دوسروں کو موذی حیوانات کے قتل سے باز رکھنا مبادا آئندہ پیدائش میں اعلیٰ مقام حاصل نہ ہو سکے اس قسم کے جملہ افعال، جو جین مت والوں کا دھرم ہیں، در اصل نہایت مضحکہ خیز ہیں اور ان کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں زندگی بسر کرنی ہی چھوڑ دے۔ یا کسی نہ کسی طرح اپنی زندگی کا خاتمہ کر دے اور ظاہر ہے کہ خودکشی گناہ ہے۔

(۴) عصمت و عفت، یعنی زوج کے لئے دل میں عزت و احترام، ایک بہت اچھی صفت ہے لیکن اس میں افراط کا پہلو اختیار کرنا، اور ساری عمر بیوہ یا رنڈوا رہنا، یا عورت کا، خاوند کی چتا پرستی ہو جانا، حد اعتدال سے تجاوز کرنا ہے۔

(۵) مذہبی پیشواؤں کی عزت کرنی فرض ہے لیکن انکو خدا یا اوتار سمجھنا گناہ ہے۔ اسی طرح ان کے تقدس کے افسانے وضع کرنا، اور بعض مخرب اخلاق باتوں کو ان کی مفروضہ الوہیت کے پردہ میں جائز قرار دینا، اور ان کی حمد و ثنا میں مبالغہ کرنا یہ تمام باتیں مضحکہ خیز ہیں۔

(۶) رحم بھی ایک اچھی صفت ہے، لیکن اسکا اظہار اس درجہ کہ عدل کا خاتمہ ہو جائے، یقیناً مذموم ہے۔ بلکہ خود اپنا بھی نقصان ہے۔

(۷) اگرچہ دنیا میں سراپا منہمک ہو جانا بہت برا ہے لیکن ترک دنیا بھی اتنا ہی برا ہے۔ دونوں افراط ہی کی صورتیں ہیں۔

(۸) عام حالات میں وحدت ازدواج ایک اچھا اصول ہے لیکن ناگزیر حالات میں بھی اس پر اصرار

کرنا، جبکہ اسکی خلاف ورزی سے بہت سے معائب کا ازالہ ہوسکے، دراصل عفت کا خون کرنا ہے حالانکہ نکاح کا مقصد ہی عفت کا برقرار رکھنا ہے تو ہر حالت میں وحدت ازدواج پر عمل کرنا دراصل حقیقت کو فنا کرکے نام کو باقی رکھنا ہے۔

مختصر یہ کہ مذہب کے متعدد پہلو ہیں۔ اور کسی ایک پہلو پر مبالغہ کرنا دراصل مذہب کو بدنما کرنا ہے

معراج النبیؐ جنگ زدہ دنیا کیلئے پیام امن ہے

{از جناب اے ایم جلال الدین صاحب}

جنگ و جدل کے طوفان اُٹھتے رہے۔ خاک و خون کی آندھیاں چلتی رہیں۔ دبابے (ٹینک) انسانیت کو کچلتے رہیں۔ بم پھٹتے رہیں۔ اور جہاز سمندر کی طوفان افزا موجوں کی آغوش میں ابدیت کی نیند سوتے رہیں۔ دستِ ظلم سچائی سے گلوگیر رہے۔ اور فرعونیت اور استبدادیت کے دیو حقیقت کی ہست و بود پر حملہ آور رہیں۔ لیکن مذہب کی حقانیت اور صداقت جور و استبداد کی تاریکیوں کا سینہ چیر کر دنیا کو اپنے نور سے منور کئے بغیر نہیں رہے گی۔ قادر و مطلق کے رحم و کرم سے آخری فتح صداقت کی ہوگی۔ اور نیکی ہی دنیا میں پھلے پھولے گی۔

اس جہان کرب و محن کے لئے آج بھی معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی دلنواز اور روح افزا پیغام ہے۔ جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے تھا۔ چند روز کی بات ہے۔ کہ ۲۷ رجب المرجب کو اسلامیان اقصائے عالم یوم معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم منا رہے تھے۔ معراج۔ انسانی ارتقاء کی انتہا ہے۔ روح کی انتہائی پرواز و مقام کا افضل ترین نمونہ ہے۔ قرآنِ حکیم کے پندرہویں باب کی اوّلیں آیت میں خدائے بزرگ و برتر ارشاد فرماتا ہے سبحٰن الذی اسری بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بٰرکنا حولہ لنریہ من اٰیاتنا انہ ھو السمیع البصیر۔

پاک ہے۔ وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو ایک رات میں مسجد الحرام سے مسجد اقصےٰ وہ مسجد اقصےٰ جس کو برکت دی ہے ہم نے تاکہ دکھائیں ہم اپنے بندے کو اپنی نشانیاں تحقیق اللہ تعالیٰ

سننے والا ہے اور دیکھنے والا ہے۔

خدائے پاک کے اپنی ذات کے متعلق ارشادات عام طور پر صیغہ جمع متکلم میں ہوتے ہیں۔ جیسے کوئی حاکم اعلیٰ مخاطب ہوتا ہے۔ لیکن اس آیت میں اول و آخر صیغہ غائب کا استعمال اپنے کج فہم اور کوتاہ نظر بندوں کو سمجھانے کے لئے کیا گیا ہے۔ کہ وہ اس ذات کبریا کی تسبیح میں مشغول رہیں۔ جو اپنے بندوں میں سے ایک کو قدرت کے لاینحل عقدے سمجھاتے اور دکھانے کے لئے اوپر لے گیا۔

معرفت حقیقی وقت اور مقام کے تعین سے آزاد ہے۔ اس علم کے بحر بیکراں کی ایک معمولی سی جھلک پیغمبر اعظمؐ کے معراج سے آشکار ہوتی ہے۔ چند لمحات کی مدت قلیل میں نامعلوم ذرائع سے محبوب خدا شافع روز جزا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے بیت المقدس (وحی کی اولین منزل) میں لے جانے کے راز۔ کائنات کے رموز و اسرار اوقات اور مقام کی کشمکش میں روح انسانی کے بھید۔ حیات و اموات۔ خوب و زشت اور جزا و سزا کے تمیز نمائی بہر فرد و بشر اور قوموں کو سمجھانے مقصود تھے۔ اور اس طرح خدائے قدیر نے اپنے بندے کو نظر بسیط اور عرش اعظم کی صداقت سے مالا مال کیا۔ جس کے فیوض بے پایاں کائنات ہست و بود کو برکات کے حصار میں لئے ہوئے ہیں مختصراً یہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حقیقت کے تمام اسرار و رموز نہانی وا انکشاف کر دیئے گئے۔ ان پر قدرت کے ظاہری اور معنوی تمام مظاہر عیاں تھے۔ خدا کی وحدانیت کا یقین سچائی کی ابتدا پر اعتماد۔ اور اس سے خدا کی غرض و غایت حقیقی آپ پر اس طرح واضح اور مستحکم تھی۔ کہ دنیا کی کوئی بھی چیز اس میں شائبہ بھر تنزل نہیں پیدا کر سکتی تھی۔

معراج کا واقعہ مکہ مدینہ کو ہجرت کرنے سے کچھ مدت پہلے پیش آیا تھا۔ اس مقدس و متبرک رات رات کو اسلام کا جو بیج نہایت مضبوطی کے ساتھ بویا گیا تھا۔ وہ جلد ہی ایک تناور درخت بن گیا۔ اور اس میں استقامت۔ بہادری صبر و استقلال۔ عدل و انصاف۔ رحم و کرم۔ قربانی و ایثار اور پاکیزگی کے شاندار پھل لگے۔ اسلام جس کی تبلیغ و اشاعت کا کام اپنے اپنے زمانہ اور دور میں ہر نبیؐ نے کیا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشن کی تعلیم و نصاب اور نظم و نسق مکمل و اکمل بنا دیا۔ یا یوں کہنا چاہیئے انسانیت کے قصر رفیع تکمیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھوں سر انجام پائی۔

اسلام۔ دین مبین۔ جس نے بطحا کی وادیوں میں جنم لیا تھا۔ یثرب کے سبزہ زاروں میں پل کر جوان

ہوا۔ اس کی صداقت و حقانیت کو وحدانیت سے مالا مال غلامان خیر الوریٰ نے چند سالوں میں ہی مکہ معظمہ پر قبضہ کر لیا۔ پرچم اسلام مکہ معظمہ پر لہرانے لگا۔ جود و سخا۔ رحم و کرم۔ حق و صداقت۔ عدل و انصاف۔ علوم ظاہری و باطنی۔ توحید و معرفت کی نہریں لیلہا کے خارزاروں کو سبز و شاداب کرنے لگیں۔ آفتاب اسلام کی ضو باریوں نے ظلمت گیتی کے حجابوں کو تار تار کر کے توحید کی روشنی کو اقصائے عالم کے گوشے گوشے تک پہنچا دیا۔

مذہب۔ مذہب حقیقی مذہب۔ قوت و عقل اور عقل اور عشق آلہٰی کا مذہب۔ سچائی اور انسانی مفاد کا مذہب۔ احکام خدائی کی پابندیوں کا مذہب سچائی کا مسلک جو کہ انسانیت کا حسین ترین زیور ہے رکھنے والا مذہب وہ زندہ مذہب جو ناکامی اور خوف نہیں جانتا۔ آج بھی اس دار القتال و جدال کے رہنے والوں کو معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امن پرور اور ارتقا نواز پیغام دے رہا ہے۔ دے رہا ہے۔ دیتا رہے گا۔

(۲)

علم بلاشک و شبہ انسانوں اور قوموں کے لئے قوت اور بھلائی کا سرمایہ اپنے اندر رکھتا ہے علم قوموں۔ جماعتوں اور روحوں کے ارتقا کا اولین زینہ ہے۔ اسی لئے ہر مذہب اور بانئ مذہب نے حصول علم کی تلقین اپنی اپنی قوم کو کی ہے۔

تمام مذاہب میں سے مذہب اسلام سب سے زیادہ مکمل اور عملی مذہب ہے۔ یہ کوئی مجذوب کی بڑ نہیں بے دلیل دعوے نہیں۔ بلکہ صحیفہ آسمانی قرآن مجید میں مکمل شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

"آج تمہارے لئے تمہارے مذہب کو مکمل کر دیا اور تم پر تمام نعمتیں پوری کر دی گئیں"۔

یہ برتری اور بزرگی صرف اسلام کو ہی حاصل ہوئی ہے۔ کہ وہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوا۔ اور آپ کے ہی عہد میں مکمل و اکمل ہو گیا۔ اسلام اولین اور آخرین خدائی پیغام ہے۔ جو توحید پرستانہ نظریہ اور انسانی اخوت پر مبنی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ حصول علم کے بارے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارشاد ہے۔ اور فرقان مجید میں رب العزت نے اپنے بندوں کو کیا ارشاد کیا ہے۔ اس انسانی عمل پر اسلامی نقطہ نظر کو بیان کرنے کے لئے چند صفحات تو کیا ضخیم کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ یا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ دفتر کے دفتر بھی اگر اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے لکھے جائیں۔ تو بھی کم ہیں۔ یہاں ہم

۴ کے نظارہ کی آواز دنیا بھر میں گونج اٹھی۔ مکہ معظمہ سے نکالے ہوئے بے سروسامان جن کی دولت حقانیت

پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اقوال کا تذکرہ کرتے ہیں۔

مردوں اور عورتوں کی تعلیم کا مسئلہ تمام دنیا میں موضوع بحث بنا ہوا ہے دیکھنا یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیمات کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے۔ آپ نے ایک چھوٹے سے مگر بلیغ جملہ میں تمام تفصیلات جمع کر دی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمات

"حصولِ علم ہر مسلمان مرد و زن کے لئے فرض ہے"

یہ حدیث شریف اگرچہ مختصر ہے۔ مگر بہت زیادہ پر زور اور معانی و مطالب سے لبریز ہے۔ اس کے بعد شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس کو سادہ لیکن دلپذیر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اگرچہ بعض اصحاب لفظ "علم" کی بلاغت و معانی پر اعتراض کرتے ہیں۔ لیکن یہ اعتراضات اس لفظ کی فصاحت اور معانی کو کم کرنے کی لغو ترین جرأت ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ

اُطْلِبُ الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ بِالصِّیْن

"علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے"

اس حدیث شریف پر غور کرنے سے پہلی حدیث کے تمام شکوک و شبہات دور ہو جاتے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چین کوئی مذہبی مرکز نہیں تھا۔ اور نہ اب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر یہ فرما دیا ہے۔ کہ ہر قسم کا علم خواہ وہ دنیوی ہو یا مذہبی ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے اس کا حاصل کرنا فرض ہے۔ خواہ اس کے لئے بھاری ایثار اور قربانی سے کام لیکر چین کا سفر ہی کیوں نہ اختیار کرنا پڑے۔ اس ارشاد نبویؐ کا یہ مطلب ہے۔ کہ علم حاصل کر کے مسلمانوں کو اقوام عالم میں افضلیت حاصل کرنی چاہیئے۔

اسلامی فقیہوں نے ضروری اعمال کی ادائیگی کو فرض قرار دیا ہے۔ یہ وہ اعمال و افعال ہیں جن کو کسی صورت میں ترک کرنا جائز نہیں۔ یہی لفظ حصول علم کے سلسلہ میں مسلمان تذکیر و تانیث کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اور یہ امر قابل غور ہے۔ کہ یہ فرض مسلمان و مسلمات دونوں پر عائد کیا گیا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد پاک میں حصول علم ہر لحاظ سے ہر مسلمان مرد عورت کے لئے فرض قرار دیا ہے۔ اور اس میں امیر و غریب کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی۔ مسلمانوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان

کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور دوسری اقوام نے اس فرمان نبویؐ پر عمل کر کے بیش بہا دولت دینی و نبوی حاصل کر لی ہے۔ نام کے مسلمانوں کو بہلانے کے لئے کوئی اور دلیل ڈھونڈنا فضول ہے۔ حضور نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہر زمانہ اور ہر دور کے مسلمانوں کے لئے کافی و شافی دائم و قائم اور کبھی بھی تبدیل نہ ہونے والا فرض ہے۔ مسلمانوں کو اس طرف خاص طور پر توجہ دینی چاہیئے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابہ کرامؓ نے اس اصُول کو سمجھا۔ اور اس پر عمل کیا۔ جس کی بدولت انہوں نے مغربی ممالک میں جا کر مشعل علم کو روشن کیا۔ ہسپانیہ میں غرناطہ۔ اور قرطبہ کی یونیورسٹیاں مغرب میں موجودہ سائنس اور تہذیب کی سب سے اولیں درسگاہیں ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے اس علم کی مشعل کو روشن کرنیوالے آج خود جہالت کے قعرِ مذلت میں گھرے ہوئے ہیں۔

وقت۔ حالات۔ رفتار زمانہ اور مستقبل کی ضروریات مسلمانوں کو شانوں سے جھنجوڑ جھنجوڑ کر احساس دلا رہے ہیں۔ وہ اس حدیث پر پورا پورا عمل کریں۔ اور دنیائے تہذیب و تمدن میں علم کی روشنی پھیلائیں یہ صرف وہم ہی نہیں ہے بلکہ زمانہ سلف کے خوابوں کی تعبیر کی صورت ہے۔ جبکہ وہ بغیر کسی ساز و سامان بود و باش۔ اور سرمایہ کے اس قدر خدمت سرانجام دیتے رہے ہیں۔ اب وقت ہے کہ مسلمان گہری نیند سے بیدار ہوں۔ اور مشعل علم کو ہاتھوں میں لیکر پھر اس دنیا کے طول و عرض میں پھیل جائیں اور علم کی روشنی سے ظلمت کدہ دنیا کو منور بنا دیں؛

ضروری اعلان

ناظرین کرام کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ قلت کاغذ کی وجہ سے مارچ نمبر ۱۹۴۲ء شایع نہ ہو سکیگا۔ مارچ و اپریل ۱۹۴۲ء ڈبل نمبر ہوگا۔ جو یکم اپریل ۱۹۴۲ء کو ناظرین کرام کی خدمت میں پہنچ جاوے گا؛

مینیجر اشاعت اسلام لاہور

سارا سینز[1]

ماخذ اور تسمیہ

{از جناب قاضی احمد میاں اختر صاحب}

وہ اشیاء جو وسیع پیمانے پر معروف واقع ہوئی ہیں۔ اُن میں بالآخر اپنے ماخذ کو مبہم بنا دینے کا رجحان ہوتا ہے۔ یہی حالت لفظ "سارا سینز" کی ہے۔ اس کے متعلق آراء میں اس قدر اختلاف پایا جاتا ہے کہ کسی صحیح اور فیصلہ کن نتیجہ تک پہنچنا سخت مشکل بلکہ کسی قدر ناممکن ہو گیا ہے وہ قولی تشریح جو اس اصطلاح کے متعلق مغربی مصنفین اور مستشرقین نے پیش کی ہے۔ وہ نہ صرف غلط اور غیر واضح ہے بلکہ غیر تحقیق اور بعض اوقات مضحکہ خیز بھی ہے۔ اسکے ساتھ یہ دیکھکر اور حیرت ہوتی ہے۔ کہ اس لفظ کے صدیوں تک روزمرہ استعمال میں لائے جاتے کے باوجود کوئی تسلی بخش حل آج تک معلوم نہیں کیا جا سکا۔

اصطلاح کا ابتدائی استعمال

اس اسم کا اولین استعمال یونانی اور رومن مؤرخوں کی تصنیفات میں پایا جاتا ہے۔ پہلی صدی عیسوی کے وسط میں یونانی ماہر نباتات "ڈی اسکاڈس" نے گوند کو سارسینک درخت کی پیداوار بتایا ہے۔ اسی دور میں پلائینی بزرگ (المتوفی ۷۹ء) ان عربی قبائل کو اس نام سے منسوب کرتا ہے جنھوں نے اس خاص خطۂ عرب کو آباد کیا جو نباثیہ کی حدود تک پھیلا ہوا ہے۔ وہ طے اور ثمود کے مشہور عرب قبائل کا بھی ذکر کرتا ہے۔ جنہیں طوینی اور ثمودائی کا نام دیتا ہے۔ دوسری صدی کے وسط میں بطلیموس جغرافیہ دان سارا کن کو عرب کا ضلع اور اس کا محل وقوع جبل اسود کے مغرب میں بتاتا ہے۔ اور جو اس کے قول کے مطابق خلیج پاران سے کوہ جودی تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے بعد سارا سنز کا ذکر کرتے ہوئے انہیں فیلکس عرب کے مرکز میں آباد بتاتا ہے۔ بازنطینی مؤرخ استافینس کہتا ہے کہ "سارا کا" ایک ضلع ہے جس کے باشندے "سارا سنائی" کہلاتے ہیں۔ قبیلۂ طے کے متعلق یہی مؤرخ بتاتا ہے کہ وہ سارا سن کے جنوب میں بستا ہے۔ یسوعی مؤرخین یوسیبی اس اور ہیرونیم کے قدیم حوالجات کے مطابق سارا سینز

---

[1] لفظ "سارا سینز" عیسائی حضرات عربوں کے لئے خصوصاً اور مسلمانوں کے لئے عموماً "سینز" استعمال کرتے ہیں۔

کو قدیم انجیل میں اسماعیلی بتایا گیا ہے۔ جو صحرائے عرب میں ایسے مقام پر بستے تھے جسے قدیش کہتے ہیں۔ یہ جگہ بحر احمر کے مشرق میں جبل الحرب کے قریب پاران یا مدیان کے علاقہ میں واقع ہے۔ شروع شروع میں ان قبائل کو اسماعیلی کہا گیا۔ پھر ہاجری اور آخر میں سارسینز۔

نام کا استعمال

قدیم رومن سارا سن کا لفظ فیلکس عرب کے باشندوں کے لئے استعمال کرتے تھے۔ قرون وسطیٰ میں صرف عرب ہی سارا سن کہلاتے تھے۔ ابتدائی ایام میں سارا سن کا نام یونانیوں اور رومنوں کی طرف سے اُن ایذا رساں اور خانہ بدوش شامی عربوں پر استعمال کیا جاتا تھا جو مصر سے لیکر فرات تک کی حدودِ مملکت کے لئے متواتر پریشانی کا باعث بنے رہے۔ اسلام کے بعد یہ لفظ تمام عربوں کے لئے مخصوص ہو گیا۔ بعد میں اس کا اطلاق مسلمان ترکوں پر ہونے لگا۔ بلکہ اُن تمام غیر عیسائی قوموں پر بھی جن کے خلاف جنگ صلیبی کی تلقین کی جاتی رہی۔ پھر اس کا اطلاق حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عام متبعین پر ہونے لگا۔ ترک اور دوسری مسلم اقوام بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہیں۔ غرض قرون وسطیٰ میں سارا سن ایک علم اصطلاح تھی جو صلیب کے مخالفین کے لئے مستعمل تھی۔ مسٹر گبن سارا سنز کی تعریف اس طرح کرتا ہے۔ "کہ اس لفظ کا استعمال ہر عیسائی زبان کو خوف و حقارت سے ادا کرنا سکھایا گیا تھا۔"

سارا سنز کا اصلی وطن

یونانی اور رومن مؤرخین کی سند سے "سارا سینز" کا اصلی وطن جزیرہ نما سینائی مقرر کرنا چاہیئے۔ جو اُن کا قدیم ترین گھر اور نباشین کے قریب مصری سرحد پر واقع ہے پادری فورسٹر کی رائے میں سارا سینز کا وطن کوہ سرت ہے۔ وہ سرت کو ایک ملک خیال کرتا ہے۔ جس کا پایۂ تخت عیال سارہ یا بنی سارہ نام ایک یمنی قصبے کو بتاتا ہے۔ جو بنی یام کے جنوب میں واقع ہے۔ پادری صاحب نے مورث اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی "سارہ" سے سرت کا لفظ اخذ کرنے میں جس مضحکہ خیز ذہانت کا ثبوت دیا ہے اس کے متعلق کچھ کہنا غیر ضروری ہے۔ کیونکہ سرت عربی میں کسی چوپائے کے کوہان کو کہتے ہیں۔ اور یہی وجہ تسمیہ صحیح بھی ہے۔ اگرچہ فی الحقیقت کوہستان کا نام حجاز ہے جو ہمدانی کے قول کے مطابق اس وسیع سلسلہ کوہ کا نام ہے جو یمن کے بعید ترین حصے سے لیکر شام تک پھیلا ہوا ہے۔

بطلیموس بتاتا ہے کہ سارا سینز کا وطن مالوف سلسلہ عظمیٰ سینائی کے مغرب میں واقع ہے۔ جو کوہ جوی

کی جنوبی حدود سے مصر کی سرحد تک پھیلا ہوا ہے۔ یوسیبس نے بھی بیان کیا ہے کہ "سلاسینز" تیسری صدی عیسوی میں اسی خطے کے باشندے تھے۔

اس نام کا تلفظ

مختلف فرنگی زبانوں میں اس لفظ نے طرزِ ادا میں مختلف صورتیں اختیار کی ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:۔

۱۔ قدیم انگریزی۔ سیراسن۔ سیرازین۔ سیرے سن

۲۔ قدیم فرانسیسی۔ سیراسین۔ سَرِاسن۔ سَرازن۔ سَراسین۔

۳۔ ہسپانوی۔ سیراسن

۴۔ پرتگالی سَراسن

۵۔ اطالی۔ سراسینو

۶۔ المانی۔ سراسینی

۷۔ قدیم لاطینی۔ سراسینس۔ جمع سراسنّی۔

۸۔ یونانی۔ ایپاکیوس۔ دسراسینوس)

اختلافِ آراء

مندرجہ بالا بیانات سے یہ واضح ہو چکا ہوگا کہ اصطلاح سراسن کا استعمال یونانیوں اور رومنوں نے عربوں کے لئے کیا۔ اسلئے یقیناً اس کا ماخذ بھی انہیں زبانوں سے ہوگا۔ لیکن یہ قیاسات اور مفروضات کی تاریکی میں کھو دیا گیا ہے۔ اور یہ سوال کہ یہ لفظ کس زبان سے ماخوذ ہے۔ اور آیا یہ نام عربوں نے خود اپنے لئے وضع کیا یا دوسروں نے ان کے لئے تجویز کیا بدیہی طور پر بغیر حل کئے چھوڑ دیا گیا ہے۔

ایک انگریز مصنف (رابرٹ ایڈمن) کا خیال ہے کہ لفظ "سراسن" خود عربوں نے "اپنے" ابنائے بادیہ کے معنوں میں استعمال کیا ہے بہرحال یہ خیال غلط ہے کیونکہ اگر عربوں نے خود کو اس نام سے مخاطب کیا ہوتا تو یقیناً اُن کی کتابوں میں اس کا ذکر ہوتا۔ لیکن بدقسمتی سے قدیم عرب واقعہ نگاروں کی تصانیف میں کہیں نظر نہیں آتا۔ لہذا یہ گمان بجا ہوگا کہ ابتدائی ایام میں یونانیوں اور رومنوں نے یہ نام عربوں کے لئے استعمال کیا۔ نیلسن کہتا ہے "سراسن وہ اسم معروف ہے۔ جو یونانی اور لاطینی اُن عرب قبائل کے لئے استعمال کرتے تھے جو صحرائے شام کی حدود پر رہتے تھے۔ لیکن بعد میں یورپی مصنفوں

نے بالعموم اپنے مسلمان دشمنوں اور بالخصوص ان لوگوں پر استعمال کیا جن سے انہیں یورپ میں سابقہ پڑتا رہا۔ اس کے مشتق اور مادہ کے متعلق نظریوں میں اس قدر اختلاف و انتشار پایا جاتا ہے کہ بقول گبن اس کے معانی کی مجوزہ توضیحات تمام تر غیر تسلی بخش ہیں۔ ایک اور مصنف نے بھی اسی خیال سے اتفاق کیا ہے اور کہتا ہے: "اس بات کی کوئی معقول توجیہ نہیں کی گئی کہ سرحدی قبائل کو رومنوں نے کیوں سارا سینز کے نام سے مخاطب کیا۔"

مشہور مستشرق پوکاک نے بھی یہی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے "میں ان تمام کتابوں میں سے جو اس موضوع پر ہمارے مصنفوں نے شائع کی ہیں کوئی اس بات کی خاطر خواہ وجہ نہیں معلوم کر سکا کہ وہ لوگ جو پہلے عرب مشہور تھے انہیں کیوں بعد میں سارا سینز کہا گیا۔"

مغربی علماء کی مندرجہ بالا آراء کو دیکھ کر ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان کی تمام توضیحات قیاسی اور مشروط ہیں۔ ثبوت کے لئے ہم مشہور یورپین علماء کے اقوال بیان نقل کرنے بہتر سمجھتے ہیں۔

ایڈورڈ گبن تاریخ مملکتِ روما کے نامور مصنف نے لکھا ہے:۔

"بطلیموس اور پلائینی کی طرف سے استعمال کیا ہوا نام زیادہ محدود ، ایمانس اور پروکوپیئس کا بتایا ہوا زیادہ با فہم ، لفظ سارہ (مورث اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ) سے اخذ کرنا مضحکہ خیز ، موضع سراکا سے نکالا ہوا مبہم ، اور عربی الفاظ سے لیا ہوا زیادہ قابلِ قبول ہے جس کا مطلب دشمنانہ اخلاق یا مشرقی جگہ ہو سکتی ہے۔ پھر بھی آخری اور ان تمام ماخذوں سے زیادہ معروف بطلیموس کا بتایا ہوا ہے۔ جو اسے بجائے اس کے کہ مصری سرحد کا ایک مبہم قبیلہ بتاتا واضح طور پر سراسن کی اصلی جگہ مغربی اور جنوبی سرحد بتاتا ہے اسلئے یہ نام کسی وطنی اخلاق سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ اور بالخصوص ایسی حالت میں کہ یہ نام اجنبیوں کا دیا ہوا ہے۔ اور اجنبی زبانوں کے سوا کہیں نہیں پایا جاتا۔"

لیکن پادری فورسٹر جغرافیۂ عرب کے مصنف نے مسٹر گبن کی تصدیق کا بڑی تندی سے انکار کیا ہے۔ جس جوش و خروش اور مذہبی گرمی کے ساتھ پادری صاحب مسٹر گبن پر ان نکات کو مشکوک بتانے کے جرم میں برسے ہیں وہ مندرجہ ذیل بیان سے معلوم ہو سکتا ہے۔

"مسٹر گبن نے اپنے نوٹ میں جو اطلاع اور نتیجہ ہم پہنچایا ہے وہ ڈاکٹر پوکاک سے مستعار لیا ہے"

اور مجھے یہ اضافہ کرتے افسوس معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بارے میں اپنے شکوک کے لئے ایک بڑے نام کی ڈھال بنا کر پناہ لینے کے قابل ہوا۔ (لاطینی اقتباس)

یہ میری قسمت ہے کہ ایسی قابل انکار رائے سے متفق ہوں۔ لیکن میں ایسا کرنے میں اپنے اسباب بتاؤں گا (جو نہ تو ڈاکٹر پوکاک اور نہ گبن نے دیئے ہیں)

اس باطنی نوٹ کا لہجہ مصنف کی ذہنیت کو آشکارا کر رہا ہے۔ لفظ "سارہ" سے اس نام کے اخذ کرنے میں اسی بے چین جذبے اور تلخ عداوت کی بُو آ رہی ہے جس سے "گمراہی اور الحاد" کا مصنف ہر اُس چیز کا تعاقب کرنے میں خوش ہوتا آیا ہے۔ جس کا سارا تعلق بھی الہامی مذہب کے کسی استحقاق سے ہو۔

ہمارا محترم پادری محض مسٹر گبن کے خلاف ہی اپنے جوش اظہار پر قانع نہیں رہتا بلکہ اس سے بڑھ کر "الیمین" ڈِمکین کے لائبریرین کو بھی ساتھ میں لپیٹ لیتا ہے جس نے اس زیر بحث سوال پر مندرجہ بیان میں مسٹر گبن کی تائید کی ہے"

"سراسن کے لفظ کے استخراج پر مصنفین آپس میں متفق نہیں ہیں۔ کچھ اسے حضرت ابراہیم کی بیوی سارہ سے منسوب کرتے ہیں۔ لیکن کوئی عرب سارہ کی نسل بننے کا دعویدار نہیں۔ بلکہ وہ ہاجرہ اور اسمٰعیل سے منسوب ہوتے ہیں سارہ سے سراسن نہیں آئے گا بلکہ سارین یا سرایت۔ لیکن سارتیاٹی وہ عرب ہیں جن کی جگہ بطلیموس فیلکس عرب بتاتا ہے اور وہ سارہ کے نام سے منسوب نہیں ہوتے بلکہ سارک کے نام سے (سراکا از بطلیموس) دونوں لفظوں کے عناصر بالکل جُدا ہیں"

لندن

پیارے جناب اور برادر دیں

آپ کے ۲۴ ستمبر کے خط کا شکریہ۔ خط بصحت و سلامتی مجھ تک پہنچ گیا ہے۔ اعلان (یعنی ڈیکلریشن فارم) واپس بھیجنے میں میری جانب سے جو دیر ہوگئی ہے مجھے توقع ہے کہ آپ میری معذوری کے پیش نظر معاف فرما دیں گے۔ میرے پتے سے ظاہر ہے کہ ہمارا دستہ ـــــ کے مقام پر تبدیل کر دیا گیا ہے۔ آیندہ سے میرا پتہ یہی ہوگا۔ حسب ارشاد فارم بھیج رہا ہوں کوشش کروں گا کہ اس کے بعد اپنی تصویر بھی بھیجدوں۔ سردست جب تک مجھے رخصت نہ ملے میں تصویر کا انتظام نہیں کرسکتا۔

پیارے بھائی اب جبکہ میں نے محبت اور فرض کا صحیح راستہ پھر سے پا لیا ہے مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں کہ میں اپنے آپ کو موجودہ جنگ کی تباہ کاریوں اور مصائب و آلام کے درمیان بھی روحانی طور پر بلند محسوس کرتا ہوں۔

میں عیدالفطر کی تقریب میں شامل ہونے کا بے حد مشتاق ہوں آپ براہ نوازش مجھے تقریب کی صحیح تاریخ اور وقت سے مطلع کر دیں تاکہ رخصت کے لئے حکام اعلیٰ سے درخواست کرسکوں۔ علاوہ ازیں میں اسلامی مہینوں کے نام بھی جاننا چاہتا ہوں۔

اللہ کی رحمتیں آپ کے شامل حال ہوں۔

آپ کا صادق۔ بی۔ ایون۔ جامسٹ

کیا آپ اسلام پر چند ایسے مختصر سے رسائل بھیج سکتے ہیں جن کا مطالعہ میں فرصت کے وقت کرسکوں؟

لندن ایس ڈبلیو ۳

پیارے جناب۔ میں عیسائی ہوں لیکن مجھے اسلام سے بیحد دلچسپی ہے۔ مجھے دین اسلام کے بارے میں بالکل سطحی سی واقفیت ہے لیکن تمنا ہے کہ اس کی تمام تفصیلات کا گہرا مطالعہ کروں۔

کیا آپ اس سلسلے میں مجھے ضروری لٹریچر پہنچا کر شکریہ کا موقعہ دیں گے۔ آپ کا ڈی بی۔

ولنگٹن۔

بخدمت جناب امام صاحب جامع ووکنگ

پیارے امام۔

کیا آپ مجھے وہ مفت رسائل اور پمفلٹ بھیج سکتے ہیں جو آپ نے تعلیمات اسلام پر شائع کئے ہیں۔ میں انہیں اپنی ڈبلیو ای اے کلاس کے ارکان میں تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔ انہیں دنوں میں کلاس مذکور میں اسلام پر لیکچر دے رہا ہوں۔ شکریہ

آپ کا۔ ریورنڈ جی ڈبلیو۔ پارکنسن۔ سٹاکٹن یونیٹیرین چرچ ولنگٹن۔

سٹاکٹن آن ٹیز۔

پیارے امام۔

پچھلے دنوں آپ نے جو آگاہی بخش اور دلچسپ لٹریچر بھیجا ہے میں اس کے لئے بے حد شکرگذار ہوں۔ اسلامی نقطۂ نظر کے سمجھنے میں اس لٹریچر نے مجھے بہت زیادہ مدد دی ہے۔ میری جماعت کے ارکان آپ کی اس نوازش کے سپاس گذار ہیں۔

مختلف مذاہب کا مقابلہ کرنیوالے اور غیر جانب دار متلاشیان حق ہونے کی حیثیت میں ہمیں توقع ہے کہ لیکچروں کے اخیر پر ہم اسلام کی صحیح قدر و منزلت سے بہرہ اندوز ہو جائیں گے۔

میں پمفلٹوں کے محصول ڈاک کے طور پر ایک شلنگ کے ٹکٹ آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ برادرانہ سلام

آپ کا۔ (ریورنڈ) جی ڈبلیو پارکنسن

تفصیل آمدنی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور
بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۱ء

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
۱۲/۱۲/۴۱	۲۰۷	جناب سید عبدالحلیم شاہ صاحب		۱۳	۳۰
۶/۱۲/۴۱	۲۰۵	جناب علی احمد صاحب	۰	۰	۵
"	۲۰۸	جناب کرم الٰہی صاحب	۰	۰	۵
۷/۱۲/۴۱	۲۰۹۵	حسب الوصیت جناب قاسم علی جیراج بھائی	۰	۰	۱۰۰
۸/۱۲/۴۱	۲۰۱۸	جناب علی احمد صاحب	۰	۰	۵
"	۲۰۱۹	جناب مولوی محمد ظہور الحق صاحب	۰	۰	۴
۹/۱۲/۴۱	۲۰۲۶	جناب فخر الدین صاحب	۰	۰	۲۵
"	۲۰۲۷	جناب ایم۔ ایم کرمان	۰	۰	۲
"	۲۰۲۸	جناب عبدالعظیم صاحب	۰	۰	۱
۱۰/۱۲/۴۱	۲۱۰۷	جناب قاضی منہاج الدین صاحب	۰	۰	۲۴
"	۲۱۰۸	" محمد یعقوب علی خاں صاحب	۰	۰	۴
۱۵/۱۲/۴۱	۲۱۲۵	جناب کے اے ایم۔ محمد ابراہیم صاحب	۰	۰	۱۰
۱۶/۱۲/۴۱	۲۱۵۵	جناب عبدالحق صاحب	۰	۰	۵
"	۲۱۵۶	جناب خان بہادر شیخ غلام محی الدین صاحب	۰	۰	۵
۱۹/۱۲/۴۱	۲۱۸۶	جناب ڈاکٹر این اے خاں صاحب	۰	۰	۲
۲۰/۱۲/۴۱	۲۱۸۰	جناب لفٹنٹ کرنل عبدالغفار صاحب	۰	۰	۲
۲۲/۱۲/۴۱	۲۱۹۹	جناب رسالدار میجر نظیر علی صاحب	۰	۸	۱
۲۶/۱۲/۴۱	۲۲۱۲	جناب حاجی عبداللہ ہارون صاحب	۰	۰	۲۰

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
۲۶/۱۲/۴۱	۲۲۲۳	جناب محمد اسلم خانصاحب	۰	۰	۱۰
"	۲۲۲۴	جناب رانا آفتاب الدین احمد صاحب	۰	۰	۲
۱۲/۴۱	۲۲۱۷	جناب اے۔ آئی بیگ صاحب	۰	۰	۵۰
"	۲۲۱۸	جناب احمد مبین صاحب	۰	۰	۲
۳۱/۱۲/۴۱	۲۲۲۹	جناب ایس۔ ایم فیض الحق صاحب	۰	۰	۵
"	۲۲۲۷	جناب ڈاکٹر راجا خانصاحب	۰	۰	۵
"	۲۲۲۸	جناب آفتاب احمد صاحب	۰	۰	۵
		میزان	-	۵	۳۰۵
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۴	۷۹۲
		مفت تقسیم	۰	۰	۵
		فروخت اشاعت اسلام	-	۸	۱۱۳
		" ووکنگ گزٹ	۰	۸	۴
		فروخت کتب	۹	۹	۵۰۶
		کل میزان	۹	۲	۱۷۲۷

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور
بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۱ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۲/۱۲/۴۱	۱۲۸	تنخواہ عملہ			
"	۱۲۹	بابت ماہ نومبر ۱۹۴۱ء	۰	۱	۵۵۲
"	۱۳۰				
"	۱۳۲	کرایہ دفتر بک ڈپو بابت ماہ نومبر ۱۹۴۱ء	۰	۰	۳۸
"	۱۳۳	کرایہ گودام	۰	۰	۷
۸/۱۲/۴۱	۱۳۹	آفس امپرسٹ بل			
		محصول ڈاک بخرچ تار			
		کتابت اشاعت اسلام۔ کاغذ برائے فوٹو			۲۹۸-۱۲-۰
		اجرت بلاک سازی۔ کاغذ برائے ووکنگ گزٹ سٹیشنری متفرقات			
"	۱۳۱	الاؤنس	۰	۰	۳۰
"	۱۳۸	آفس امپرسٹ بل			
		محصول ڈاک۔ خرید کتب برائے فروخت۔ کاغذ برائے			
		ووکنگ گزٹ۔ بل بجلی۔ پروف ریڈنگ اسلامک ریویو	۳	۱۲	۲۹۶
		ترجمہ برائے اشاعت اسلام۔ سٹیشنری۔ متفرقات			
		میزان کل	۳	۹	۱۲۲۲
		فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور			

[illegible] کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نو مسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نو مسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمٰے کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس۲۱ سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکین اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی مستشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا با معنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک رواداری نہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے** قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعت اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعتِ اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اِس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعتِ اسلام** ہمارا اوّلین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) **ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے** دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائن۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ [illegible] شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے

(۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِ خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ مبلغ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ہے اور ممالک غیر کیلئے ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ پمفلٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخلِ حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیتِ کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعتِ اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانۂ عید میں اس کارِ خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعتِ اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ)

ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارِ خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق

یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام

(۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹراتِ آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔

(۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتری ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing , Surrey, England

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لیمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام"۔ لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

March & April 1942

R. L. No. 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

Annual Subscription 3-8-0

The Manager,

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　**اللہ اکبر**　　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو برا (ہی) کیوں نہ لگے

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان　　　　مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع۔ (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ... ان میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ... ہے۔ جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہو ... نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار کی اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۸ | بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۴۲ء صفر و ربیع الاول ۱۳۶۱ھ | نمبر ۳-۴

نمبر شمار	مضامین		نمبر صفحہ
۱	شذرات	از سکرٹری	۸۱
۲	رویت باریتعالیٰ کے متعلق اہل اعتزال کا نظریہ		۸۳
۳	حضرت رسول کریم بحیثیت فرمانروا	از اے۔ ایف۔ چودھری بی۔ اے۔ بی۔ ٹی	۸۸
۴	تدبر کرو اور صاحب ثروت ہو جاؤ	ریویو از تھامس صفرو	۹۳
۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا تعلق تجارت سے	از جناب محمد حمید اللہ صاحب حیدرآبادی	۹۶
۶	غیر مسلموں سے خطاب	بقلم مولوی ظرافت اللہ صاحب	۱۰۴
۷	اسلام کی صوفیانہ تشریح	بقلم خان بہادر۔ بی۔ ایم۔ کے۔ لودی صاحب	۱۱۰
۸	قرآن مجید کے بعض جغرافیائی نکات	بقلم پروفیسر سید مظفر الدین صاحب ندوی	۱۱۶
۹	مذاہب عالم میں اشتراک اختلاف	بقلم حسان سہروردی ایل ایل ڈی ایس سی (لندن)	۱۲۰
۱۰	گوشوارہ آمد	فنانشل سکرٹری	۱۲۹
۱۱	گوشوارہ خرچ	فنانشل سکرٹری	۱۲۱

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر پبلشر چھپ کر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا۔

شذرات ——— اشاعت اسلام

شمع رسالت کے پروانوں میں اضافہ

ڈونلڈ ہیرلڈ فروسٹ آف فالے ہاؤس ہائی گیرٹ ہنٹیری ایسکس برضا و رغبت خود اعلان فرماتے ہیں "میں صرف خداوند وحید کی پرستش کرتا ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا برگزیدہ بندہ اور پیغمبر مانتا ہوں۔ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ و دیگر انبیاء کا مساوی احترام کرتا ہوں، میں خداوند بزرگ و برتر کی مدد سے ایک ادنےٰ مسلمان کی حیثیت سے لمحات حیات بسر کروں گا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (بندگی کی مستحق محض ذات خدا اور محمدؐ خدا کا رسول ہے) رب اکبر انہیں صحیح معنوں میں مسلمان بننے کی استقامت بخشے اور انکی ذات دیگر یورپین حضرات کے لئے مشعل راہ ثابت ہو۔ آمین۔

اس وقت جبکہ دنیا کے گوشے گوشے میں اس عظیم ترین جنگ کے روح فرسا اور دہشتناک شعلے بھڑک رہے ہیں تثلیث کے پجاری ملکی اغراض کے پیش نظر خلق خدا کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں۔ انقلابات عالم کے شیشۂ ساعت کی منٹ بتانے والی سوئی مہینوں اور گھنٹے بتانے والی سالوں کی مسافت طے کر رہی ہے، ساکنان خطۂ ارضی تباہی و بربادی کے خوف سے بید مجنوں کی طرح کانپ رہے ہیں۔ ووکنگ مسلم مشن اللہ کے فضل و کرم سے "ولا تخشوھم واخشونی" (غیر کی بجائے مجھ سے ڈرو) پر عمل پیرا ہوتے ہوتے اپنے فرض منصبی پر بدستور قائم ہے۔ اور اس نازک مرحلہ میں بنی آدم کو رب العالمین کا پیغام للکار للکار کر سنا رہا ہے۔ کہ اے چرخ نیلی فام کے نیچے بسنے والو تمہاری نجات کا موجب اسلام ہی ہو سکتا ہے۔ دنیاوی وسائل کو چھوڑ کر خداوند قدوس کے سامنے سر تسلیم خم کرو۔ اللہ تمہیں اپنے دامان رحمت میں جگہ دے گا۔ بحر توحید میں غواص طبیعت در مقصود حاصل کر ہی لیتی ہے۔ جس کی زندہ مثال ہمارے نو مسلم بھائی ڈونلڈ ہیرلڈ ہیں۔ کاغذ اور طباعت کی حوصلہ شکن گرانی کے باعث ہم اب اپنے نو مسلم بھائیوں کی تصاویر قارئین کرام کی خدمت میں پیش نہیں کر سکیں گے جس کا ہمیں بہت افسوس ہے۔

اگر آپ مغرب میں تبلیغ اسلام زندہ اور پائندہ دیکھنا چاہتے ہیں تو ووکنگ مسلم مشن کی سرپرستی فرماتے ہوئے مالی قربانی سے دریغ نہ فرمائیں۔

رُویت باری تعالیٰ کے متعلق اہلِ اعتزال کا نظریہ

میں اس مضمون میں معتزلہ کی تاریخ، ترقی اور زوال کی داستان قلمبند نہیں کروں گا، کیونکہ ان امور پر، قبل ازیں مختلف مضامین میں روشنی ڈال چکا ہوں۔ اس جگہ اس قدر بتا دینا کافی ہے کہ معتزلہ سے مراد وہ جماعت ہے جو مسلک اہل سنت سے منحرف ہوگئی۔ یہ لوگ عقل کو علم کی ارفع صورت سمجھتے تھے اور ان کا خیال یہ تھا کہ وحی بھی اس نظریہ کی تائید کرتی ہے۔ یہ تحریک بنو امیہ کے آخر عہد میں نمودار ہوئی اور بنو عباس کے عہد میں پھلی پھولی آخر کار امام ابوالحسن اشعری المتوفی ۳۲۴ھ/۹۳۵ء کے زمانہ میں اس کا زور ختم ہو گیا۔

اگرچہ معتزلہ، اہل سنت سے متعدد مسائل میں اختلاف کرتے تھے لیکن رویت باریتعالیٰ کا مسئلہ بہت مشہور ہے، ہم اس مضمون میں اس پر بہت اختصار کیساتھ اظہار خیالات کریں گے۔

عالم نباتات اور عالم حیوانات کے خلاف، جہاں زندگی کا مقصد صرف، نمو، تغذیہ تناسل اور موت ہے، انسان کی زندگی کا مقصد اس سے بلند تر ہے۔ اگر انسان بھی محض حیوانوں کی سی زندگی بسر کرے تو پھر اس میں اور حیوانوں میں فرق کیا ہوا؟ اس پر کچھ فرائض ذاتی عائد ہوتے ہیں، اور کچھ بنی آدم کی طرف سے، اور کچھ خالقِ کائنات کی طرف سے پس جو کچھ وہ کرتا ہے وہ صرف اس کی زندگی سے متعلق نہیں بلکہ اس کا اثر تمام کائنات پر مرتب ہوتا ہے۔

انسانی غور و فکر کے آغاز ہی سے یہ مسئلہ انسانوں کے سامنے رہا ہے کہ آخر "خیر اعلیٰ" کیا ہے؟ قرآن مجید اس آیت میں اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ "جو لوگ نیکی کرتے ہیں انہیں بہترین بدلہ ملے گا بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ" (۲۶:۱۰) اور مفسرین نے اس بہترین بدلہ سے یہ مراد لی ہے کہ نکوکاروں کو جنت میں دیدار الٰہی نصیب ہوگا۔ چنانچہ تمام مسلمان متکلمین جن میں معتزلہ بھی شامل ہیں باستثنائے معدودے چند، اور اہل سنت، سب علماء اس نظریہ پر متفق ہیں کہ دیدار الٰہی، زندگی کا اعلیٰ ترین مقصد ہے اگرچہ، رویت کی نوعیت میں باہمدگر اختلاف ہے۔

میں اس مضمون میں، معتزلہ کا زاویۂ نگاہ پیش کروں گا لیکن اسکو سمجھنے کے لئے اہل سنت کا عقیدہ معلوم کرلینا بہت ضروری ہے۔

معتزلہ کا اس عقیدہ پر اتفاق ہے، کہ خدا کو مادی آنکھ سے نہ اس دنیا میں دیکھ سکتے ہیں نہ اس دنیا میں، کیونکہ خدا زمان و مکان دونوں سے ماوراء ہے۔ رویت روحانی کے متعلق ابوالہذیل اور دوسرے معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہم خدا کو دل کی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ ہشام الفوطی اور اس کے شاگرد عباد ابن سلیمان نے اس نظریہ کا بھی انکار کیا ہے کیونکہ ان کی رائے میں، انسان محدود ہے اور اسلئے خدا کی رویت، چونکہ وہ لامحدود ہے، اسکے لئے محال مطلق ہے، انسان صرف خدا کی صفات کا علم حاصل کرسکتا ہے دگر ہیچ، کیونکہ خدا کی ذات، فہم انسانی سے ماوراء ہے۔ یہ لوگ فلاسفہ اسمیہ کے پیرو تھے۔ فی الجملہ معتزلہ کا دعوٰی یہ تھا کہ خدا کو مادی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔

ثبوت از قرآن مجید:-

(ا) لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار ''یعنی آنکھ اس کو نہیں دیکھ سکتی، اور وہ تمام رویت کو محیط ہے (۶ : ۱۰۳) معتزلہ کا قول یہ ہے کہ اس آیت میں ھو یدرک الابصار عمومیت پر دلالت کرتا ہے یعنی خدا دنیا اور آخرت دونوں میں بصارت کو محیط ہے، اور چونکہ لا تدرکہ الابصار اس جملہ کے ساتھ معطوف ہے اسلئے وہ بھی عمومیت پر دلالت کرتا ہے یعنی آنکھ اس کو نہ دنیا میں دیکھ سکتی ہے نہ آخرت میں۔

(ب) ''لن ترانی'' یعنی تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا (۷ : ۱۴۳) یہ جواب خدا نے موسیٰؑ کو دیا تھا، جب انہوں نے یہ کہا تھا رب ارنی، یعنی اے خدا، میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں

(ج) جب بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہا کہ ہمیں خدا کو آنکھوں سے دکھا دیجئے، تو ان کی شرارت کی وجہ سے، ان کو بجلی کے طوفان نے آلیا، اس پر علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ اگر وہ لوگ کسی ممکن امر کی درخواست کرتے تو خدا انہیں غلط کار نہ کہتا اور ان پر بجلی کا عذاب نازل نہ ہوتا چنانچہ جب ابراہیمؑ نے خدا سے یہ کہا تھا کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ مردے کس طرح زندہ ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے نہ ان کو طاغی قرار دیا اور نہ ان پر کوئی عذاب نازل ہوا۔

ثبوت از علم المرایا:- کسی چیز کو دیکھنے کے لئے جو شرائط ہیں جن کا پورا کرنا دیکھنے والے اور مرئی

شئے دونوں کے لئے ضروری ہے۔ وہ شرائط حسب ذیل ہیں:۔

(ا) آلہ بصارت درست ہو اسی لئے رویت کا مرتبہ، آلۂ بصارت کی صحت پر موقوف ہے

(ب) شئے مرئی، دکھائی دے سکے اور نگاہ سامنے ہو، اور نگاہ اس کی طرف سے غافل یا بے پروانہ ہو اور نہ نیند کے زیر اثر ہو۔

(ج) شئے مرئی، آنکھ کے بالمقابل ہو جس طرح آئینہ میں عکس پڑنے کے لئے، یہ ضروری ہے کہ وہ شئے جس کا عکس پڑے، آئینہ کے سامنے ہو۔

(د) وہ شئے اس قدر چھوٹی نہ ہو کہ آنکھ سے نظر ہی نہ آسکے۔

(ہ) وہ شئے اس قدر باریک نہ ہو کہ نظر نہ آسکے اور اسکو رنگین ہونا چاہیئے اور کثافی وبیز۔

(و) وہ آنکھ سے بہت دور نہ ہو اور فاصلہ کی مقدار، دیکھنے والے کی قوت بصارت پر منحصر ہے

(ز) اور نہ وہ آنکھ سے اس درجہ قریب ہو کہ نظر نہ آئے کیونکہ جب وہ شئے آنکھ کی سطح سے مس کرے گی تو عکس نہیں پڑ سکتا۔

(ح) آنکھ اور شئے کے درمیان کوئی دیوار یا پردہ حائل نہ ہو

اب خدا کو اگر شئے مرئی فرض کیا جائے تو وہ ان لازمی شرائط کو پورا نہیں کرتا اسلئے آنکھ سے نظر بھی نہیں آسکتا۔

چونکہ معتزلہ نے رویت باری کا انکار کیا اسلئے انہیں اُن تمام آیات کی بھی تاویل کرنی پڑی جو اُن کے اُصول کے خلاف نظر آتی تھیں مثلاً

"اُس دن بعض چہرے ایسے ہوں گے، جو اپنے رب کی طرف دیکھتے ہونگے" اس کا مطلب وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ دیکھنے سے مراد، اُمید یا توقع ہے، اور اس کے لئے انہوں نے لغت سے بھی ثبوت اخذ کئے ہیں۔

ان کے برخلاف اہل سُنت کا مذہب یہ ہے کہ قیامت کے دن ہم خدا کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح چودھویں کے چاند کو۔ اور امام اشعری نے حسب ذیل ثبوت پیش کیا ہے:۔

ثبوت از قرآن:۔

(ا) رب ارنی انظر الیک، یعنی اے خدا تو اپنے آپ کو مجھے دکھا، تاکہ میں تجھے دیکھ سکوں

اگر دیدارِ الٰہی ناممکن ہوتا تو موسیٰؑ خدا سے ایسی درخواست نہ کرتے۔

(ب) فان استقر مکانہ فسوف ترانی یعنی اگر اپنی جگہ ساکن ہو جائے، تو بہت جلد مجھے دیکھ لے گا۔ اسجگہ خدا نے اپنی رویت کو ایک شرط سے مشروط کیا ہے یعنی پہاڑ کا ساکن ہو جانا اسلئے ثابت ہوا کہ رویت فی نفسہٖ ممکن ہے۔

ثبوت از احادیث :-

"آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے لوگو! قیامت کے دن تم خدا کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو اور تم اس کے دیدار کے متعلق آپس میں کوئی اختلاف نہیں کرو گے" (ترمذی)

منطقی ثبوت :-

(ا) خدا ہر شئے کو جو موجود ہے ہمیں دکھا سکتا ہے۔ خدا خود موجود ہے، اسلئے وہ اپنے آپ کو ہمیں دکھا سکتا ہے۔

(ب) جو اشیاء کو دیکھ سکتا ہے وہ اپنے آپ کو بھی دیکھ سکتا ہے، خدا اشیاء کو دیکھ سکتا ہے اسلئے وہ اپنے آپ کو بھی دیکھ سکتا ہے۔

(ج) جو اپنے آپ کو دیکھ سکتا ہے، وہ اپنے آپ کو دکھا بھی سکتا ہے۔ خدا اپنے آپ کو دیکھ سکتا ہے، اسلئے وہ اپنے آپ کو دکھا بھی سکتا ہے۔

(د) بہترین نعمت آخرت میں حاصل ہو سکے گی، دیدار الٰہی بہترین نعمت ہے، اسلئے دیدار الٰہی آخرت میں حاصل ہو سکے گا۔

فلسفیانہ دلیل :- جو لوگ رویت باری تعالےٰ کا انکار کرتے ہیں وہ خدا کو کالعدم قرار دیتے ہیں اور اسکو حقیقت وجود سے معرّا کر کے محض ایک تصورِ مجردہ کے درجہ میں رکھتے ہیں اور ایسا خدا ہمیں تسلّی نہیں دے سکتا۔

اشاعرہ کی ادلّہ کا ابطال

(ا) قرآنی ثبوت کی تردید :-

رب ارنی انظر الیک کے متعلق زمخشری نے لکھا ہے کہ، حضرت موسیٰؑ نے یہ قول اپنی معرفت کے خلاف اسلئے کہا کہ، وہ اپنی قوم کو تسلی دینا چاہتے تھے اور اسکی صورت یہ تھی کہ وہ خدا سے ناممکن بات

کیلئے کہیں اور خدا، بذریعہ وحی یہ اعلان فرمادے کہ یہ بات ناممکن ہے۔ وگرنہ موسٰے خدا کی رویت کو دراصل ممکن نہیں سمجھتے تھے۔

(ب) "اگر پہاڑ ساکن ہو جائے تو آپ مجھے دیکھ سکیں گے"، اس آیت پر زمخشری نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس سے بھی رویت باری تعالےٰ، محال ثابت ہوتی ہے کیونکہ رویت کو ناممکن شئے سے مشروط کیا گیا ہے اور چونکہ بعد ازیں اس پہاڑ کو بموجب حکم خداوندی ریزہ ریزہ کر دیا گیا تھا اسلئے اہل جنت کا دعوےٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔

تردید ثبوت از احادیث :-

" اس حدیث کے متعلق کہ تم قیامت کے دن خدا کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چودہویں کے چاند کو دیکھتے ہو، معتزلہ کا قول یہ ہے کہ یہ حدیث، خبر احاد میں سے ہے۔ اور اسلئے قابل تسلیم نہیں ہے، نیز یہ حدیث قرآن کی نص صریح کے بھی خلاف ہے۔ اگر اشعری نے اپنی کتاب الابانہ میں اس قول کی تردید کی ہے، لیکن اُن کے ہم مسلک امام الحرمین نے لکھا ہے، کہ خدا کا دیدار نہ مقیّد بالزمان ہوگا نہ بالمکان اور نہ اس کی کیفیت اور وضع ہوگی کیونکہ خدا نہ مقید بالزمان ہے نہ بالمکان اور نہ وہ خود کوئی وضع رکھتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اشعری کے اس قول کو امام الحرمین کے اس قول سے کس طرح مطابق ثابت کیا جائے۔ میرا خیال یہ ہے کہ کتاب الابانہ اشعری کی ابتدائی تصنیف ہے جبکہ وہ مسلک اعتزال سے توبہ کر کے مسلک اہل سنت میں شامل ہوئے تھے، اسلئے اس میں انہوں نے عام علمائے سنت کا مسلک اختیار کیا جو مشبہین کے مسلک سے مشابہ ہے حالانکہ وہ خود بڑے زبردست متکلم اسلام گذرے ہیں اسلئے اُن کا ذاتی مسلک یہ نہیں ہوگا کہ خدا کو مادی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں۔

اور یہ بات قرین قیاس بھی ہے کیونکہ امام الحرمین کے مسلک کو امام غزالی اور امام رازی دونوں نے تسلیم کیا ہے اور امام اشعری کی صحیح رائے بھی یہی ہوگی جس کا اظہار انہوں نے اپنے قابل شاگردوں کے سامنے کیا ہوگا۔

علاوہ بریں امام نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد بن احمد النفی جو مذہب ترمذی کے نامور شارح ہیں، لکھتے ہیں کہ مومنوں کو، جنت میں دیدار الٰہی حاصل ہوگا لیکن یہ دیدار نہ کسی مکان میں ہوگا نہ

یعنی نہ سمت میں نہ جہت میں نہ اتصال بصارت سے نہ بندہ اور خدا کے درمیان فاصلہ سے۔ غرضیکہ یہ دیدار بےکیف و بے چگوں ہوگا۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ دراصل اشاعرہ اور ماتریدیہ دونوں نے دبی زبان سے معتزلہ کے مسلک کی صحت کا اعتراف کر لیا ہے۔ ۱۲ ؛

حضرت رسولِ کریمؐ بحیثیت فرمانروا

{از اے۔ ایف۔ چودھری۔ بی اے۔ بی ٹی۔}

حضرت رسول کریمؐ نے ملک عرب کی فرمانروائی کے انتہائی بام عروج پر پہنچکر بھی مُفلسی و عزبت کو اپنا طغرائے امتیاز بنائے رکھا۔ آپ ایک عالی مرتبت انسان ہونے کے علاوہ مجسمۂ ملکوکیت بھی تھے، آپ بادشاہ ہوتے ہوئے بھی بنی نوع انسان کے حقیقی معنوں میں سچے خادم ثابت ہوئے۔ اگر آپ کو بحیثیت فرمانروا امن و سکون قائم رکھنے اور ملک کی اخلاقی و تمدنی اور مادی حالت کو بہتر بنانے کی ضرورت پیش آئی تو اس مقصد میں آپکو نمایاں طور پر کامیابی حاصل ہوئی۔

آنحضرت صلعم کی بعثت سے قبل تمام ساکنان سطح مرتفعٔ عرب قتل و غارت، باہمی خانہ جنگی اور جداگانہ حیثیت کو قائم رکھنا ہی فخر و مباہات سمجھتے تھے۔ وہ سوائے اپنے پرانے رسم و رواج کے کسی نئے دستور العمل پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار نہ ہوتے ذرا سے اشتعال پر برانگیختہ ہو کر تلواریں کھینچ بر سر پیکار ہو جاتے اور خون بہانے سے ہرگز دریغ نہ کرتے۔

بے ہودگی اور یاوہ گوئی ہی اُن کیلئے سامان مسرت و انبساط تھا، اور اکثر اپنے لمحاتِ فرصت کا بیشتر حصہ اسی عیاشانہ طریق سے بسر کرتے۔ قمار بازی ان کی دل لگی کا سب سے بڑا سامان اور مئے آشامی ہی ہر گھر میں موجب نشاط و سرور رہتی، عدل و انصاف لوح جہاں سے نقش غلط کی طرح مٹ چکا تھا، غلامی انتہائی عروج پر، لڑکیاں زندہ درگور، عورتیں حقوقِ آزادی سے قطعی محروم

اور سرزمین عرب زنا و بدکاری ایسی لعنت خبیثہ کا دن رات گہوارہ بنی ہوئی تھی ظہور اسلام سے قبل عربستان اخلاق، اور تہذیب و تمدن کا بدترین نمونہ پیش کر رہا تھا، شرم و حیا کے تمام اوصاف قلب انسانیت سے محو ہو چکے تھے۔ اس بداخلاقی کے طوفان خیز بحر ظلمات میں رب قدوس نے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے غیرتی و بے حیائی کو تہذیب و تمدن میں متبدل کرنے کے لئے خطۂ عرب میں مبعوث فرمایا۔

امن و سلامتی

آنحضرت صلعم نے امن و سکون کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا "بُری حکومت یقیناً قتل و غارت اور خونریزی سے بدتر ہے"۔ آپ ملک میں قیام امن و سکون کے لئے تشدد کو روا رکھنے میں ہر طرح حق بجانب تھے۔ (مہاتما گاندھی کی تعلیمات سے مقابلہ کیا جائے) آپ نے جانباز سپاہیوں کی ایک بہترین تربیت یافتہ فوج تیار کی جو اپنے سے چار گنا فوج کا نہایت ہی کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر سکتی تھی۔

عفو و بخشش کا مظہر یکتا۔

آنحضرت صلعم نے بدی کی روک تھام کے لئے تشدد ہی آخری حربہ استعمال نہ کیا۔ یہ تو صرف اسکی بیخکنی کے لئے اختیار کیا گیا تھا۔ آپ نے ہمیشہ بخشش و رحم کو ہی تشدد پر مقدم رکھا اور جب آپ فاتحانہ مکہ میں جلوہ افروز ہوئے تو فرمایا "میرے ہموطنو! تمہارے تمام قصوروں کو میں نے معاف کیا، تم سب آزاد ہو، اور نہ ہی تمہارے سابقہ ظلم و ستم کا انتقام تم سے لیا جائیگا"

اخوتِ انسانی

فاتح مکہ اور پیغمبر اسلام نے مکرر ساکنانِ مکہ کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا "بستی مکہ میں بسنے والو" پیدائش کے لحاظ سے تم یقیناً دیگر اقوام عالم سے برتر و اعلیٰ نہیں ہو، تمام ایک ہی باپ کے بیٹے اور ایک ہی خالق کی مخلوق ہیں، حضرت آدم کی تعمیر یقیناً مٹی سے ہوئی۔ اللہ کردگار عالم کی نگاہ میں تمام بنی نوع انسان یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ آج سے تمام نسلی و قومی امتیازات مٹا دیئے گئے۔

رعایا کے فلاح و بہبود کی آرزومندی۔

آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس میں کثیر مال غنیمت لایا گیا۔ تو آپ نے ساکنان مدینہ کی

ضروریات کے مطابق ان میں تقسیم کر دیا۔ اپنے حصہ میں صرف چند درہم بچے۔ لیکن آپ نے خیال فرمایا کہ شہر میں اب بھی ضرور کوئی نہ کوئی بھوکا ہوگا، اسلئے یہ درہم اس کی اعانت میں صرف ہونے چاہئیں۔ پس آپ نے فوراً اپنے صحابہ میں سے ایک کو بلایا اور حکم دیا کہ میرے حصہ کے درہم کو شہر کے مفلس و نادار لوگوں میں جا کر تقسیم کر دیا جائے۔

مذہبی رواداری

رسولِ اکرم صلعم نے اسلامی سیاسیات کا یہ بنیادی اصول وضع کرتے ہوئے فرمایا کہ کوئی اسلامی سلطنت اپنی کسی ہمسایہ مسلم یا غیر مسلم حکومت سے معاندانہ روش اختیار نہ کرے اور نہ ہی کسی سے خود بخود آمادۂ پیکار ہو۔ انتہائی جنگ و جدل اور خونریزی کے ایام کے لئے بھی مخصوص قواعد بنائے اور سب سے بڑھ کر ضبطِ نفس کی اہمیت پر زور دیا۔

گو آپ کی ذات والاصفات میں کشش مقناطیسی موجود تھی، لیکن آپ نے اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مکمل آزادی اور کامل رواداری کی تعلیم دینے پر ہی اکتفا کیا۔

آپ نے پرستارانِ توحید کو سختی کے ساتھ حکم فرمایا کہ وہ مفتوح اقوام کا جان و مال حاصل کرنے کی بجائے انہیں کامل آزادیٔ مذہب اور آزادیٔ ضمیر عطا کریں اور اپنی غیر مسلم رعایا کے معابد کی حفاظت اور تقدس و احترام کے لئے جان تک خطرے میں ڈالنے سے دریغ نہ کریں۔ دلدادگانِ وحدانیت نے اپنے آقا و مولا کی تقلید میں غیر مسلموں کو عبادت کے لئے اپنی عبادت گاہوں کے دروازے کھول دیئے۔

جہاں کہیں اور جب کبھی بھی تلوار اٹھانے کا موقع آیا تو وہ فی الواقع اپنی حفاظت کے لئے اٹھائی گئی۔ جن جنگوں سے آنحضرت صلعم کو واسطہ پڑا، وہ محض غیر مسلم حکومتوں، اور قبیلوں کے غیر مصالحانہ رویہ کی بنا پر ظہور پذیر ہوئیں۔ چونکہ وہ لوگ چاہتے تھے کہ اسلامی جمہوریت کے تخیل کی بیخکنی کر دی جائے اور اسے صفحۂ دہر سے نقشِ باطل کی طرح مٹا دیا جائے۔

جب کبھی آپ کسی شہر میں بطور رعایا یا راعی کے وارد ہوتے تو سب سے پہلے آپ مندرجہ ذیل دعا وردِ زبان فرماتے:۔

" اے ربِ عزّوجل میں تجھے شاہد کرتے ہوئے اس ملک کے باشندوں اور پیداوار کے لئے

دست بدعا ہوں کہ اس ملک کے باشندوں کی حفاظت کیجو اور انہیں تمام مصائب و آلام سے محفوظ رکھیو
آپ صرف دعا پر ہی اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ اپنے فرائض کی بطریق احسن انجام دہی کے لئے
آپ سپہ سالاروں کی رہنمائی اور ادائیگی فرائض کے لئے مندرجہ ذیل احکام انکے نام صادر فرماتے۔

"تم اپنی سکونت ایسی اختیار کرو کہ اس ملک کے باشندوں کو تمہاری موجودگی سے تکلیف کا سامنا نہ ہو۔ غلّہ کے کھیتوں، ثمردار درختوں کو تباہ و برباد نہ کرو، صرف ان کے مقابلے میں برسرپیکار رہو جو باقاعدہ سپاہی ہوں اور اپنے سپاہیانہ لباس میں ملبوس ہوں،

بچوں، بوڑھوں اور عورتوں پر ہاتھ نہ اٹھاؤ، قصہ مختصر اُن لوگوں سے جنگ میں الجھنے کی کوشش نہ کرو، جو باقاعدہ جنگ کرنے کے لئے تیار نہیں، گرجاؤں، معبد خانوں کی حفاظت کرو، اور ان کے تقدس کو قائم رکھو۔

اگر وہ امان کے ملتجی ہوں تو انہیں بلا توقف و تحمل، بغیر کینہ و بغض فوراً امان دو، اگر وہ خراج دینے کے لئے رضامند ہوں تو منظور کرو۔ اور ان کے متعلق جذبات نفرت و حقارت کو اپنے قلوب میں جگہ نہ دو، اگر حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں تو اُن سے زکوٰۃ طلب کرو۔ اور اسے غربا و مساکین کی ضروریات زندگی پر صرف کرو۔"

جنگی قیدی

ہادیٔ برحق اور پیغمبر اعظم ؐ نے احکام صادر فرماتے ہوئے حکم دیا کہ جنگی قیدیوں کے ساتھ انتہائی بلند حوصلگی، اعلےٰ اخلاق، اور فراخدلی سے سلوک کیا جائے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق انہیں ساکنان مدینہ میں مساوی تعداد میں تقسیم کردیا جاتا۔ اور تقسیم کرتے وقت سپاہیوں کو اس تقسیم میں بھی مال غنیمت کی طرح ترجیح دی جاتی۔

ان غیر مسلم جنگی قیدیوں میں سے ایک کی شہادت یوں بیان کی جاتی ہے:۔

"مسلمان اس قدر مہمان نواز، بلند اخلاق، اور فراخ دل تھے کہ جو کھانا وہ خود تناول کرتے وہی ہمیں کھانے کے لئے دیتے، جو لباس وہ خود زیب تن کرتے تھے وہی ہمیں پہننے کے لئے عنایت کرتے۔ اور اسقدر ایسی مثالیں موجود ہیں جبکہ وہ خود بھوکے رہے

ہمیں کھانے کے لئے دیا۔ خود نیم برہنہ حالت میں بسر کی۔ لیکن ہمیں پورا لباس عطا کیا۔ وہ فدیہ کے ادا ہوتے یا شرائط آزادی کے طے ہوتے ہوتے ہی آزاد کر دیتے"

ایک دُنیائے جدید

آنحضرت صلعم کی بعثت سے تاریخ انسانیت میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔ یہ یقیناً خدائی بادشاہت تھی یا یوں کہنا مناسب ہوگا کہ خطۂ ارضی کسی نئی زمین اور نئے آسمان میں متبدل ہو چکا تھا۔ ظلم و ستم، شور و ہنگامہ، جھگڑا و فساد اور طائف الملوکی کی جگہ امن و سکون، عدل و انصاف، جود و کرم، رحم و بخشش کی آئینی حکومت جو منفرداً ہر ایک کے جان و مال کی محافظ تھی عوام کے قلوب میں گھر کرتی چلی جا رہی تھی۔ غلامی قانوناً ممنوع قرار دی جا چکی تھی، نسائیت کو قعر مذلت سے نکال کر بام عروج پہ کھڑا کر دیا گیا۔ مہمان نوازی اسلامی تہذیب کا ایک امتیازی نشان بن چکا تھا۔ مسافر صحرائے عرب کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بلا خوف لوٹ کھسوٹ یا مصائب و آلام سفر کرتے، عورتیں دور دراز مقامات سے تن تنہا کسی قسم کی ذلت و ندامت اٹھائے بغیر خانہ کعبہ کی زیارت کو آتیں۔

صحرائے عرب میں یہ عظیم الشان اور ناقابل یقین اخلاقی اور روحانی تبدیلی ہوتے کوئی سینکڑوں سال صرف نہیں ہوئے بلکہ صرف ایک نسل اور وہ بھی ایک فرد واحد کی زندگی کے دوران میں یہ نمایاں کامیابی حاصل ہو گئی۔

مخبر صادق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات یقیناً لائق صد تحسین و آفرین ہے۔

کامیابی و کامرانی

یہ امر باعث حیرت و استعجاب نہیں کہ یہود و نصاریٰ نے آنحضرت صلعم کی روحانیت اور زہد و اتقاء کے آگے بصد مسرت و انبساط سر نیاز و اطاعت خم کریں، اور بدیں وجہ جب مقدس پیغمبر اعظم کا پیغام مشرقی روما کے بیزنطینی شہنشاہ ہرقل کو سنایا گیا۔ تو اُس نے کہا "اگر محمد صلعم ربّ ذوالجلال کا فرستادہ نبی صادق ہے تو وہ دن دُور نہیں جبکہ مشرقی روما کی سلطنت اسکے زیر نگیں ہوگی" اور ابی سینیا کے شہنشاہ نے بھی آپ کو خراج صد تحسین و آفرین پیش کیا۔

آنحضرت صلعم کی اس وقت کی گرہستی زندگی کا مطالعہ کریں جبکہ بادشاہ اور شہنشاہ ایک دوسرے

سے بڑھ کر آپ کو خراج تحسین پیش کرنے کا دعوے کرتے تھے۔ اس وقت آنحضرت صلعم فرمانروا ہوتے ہوئے بھی ایسی زاہدانہ زندگی بسر کر رہے تھے جس میں آپکو متعدد بار دو وقت پیٹ بھر کر کھانا بھی میسر نہ آتا۔

آنحضرت صلعم کے انتقال کے بعد دنیا میں امن و سلامتی، لطف و کرم اور محبت و یگانگت کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ روحانیت، اخلاقیات، اور تہذیب و تمدن ہر چہار سو نظر آنے لگی۔ اور ایسی نمایاں اور بے نظیر کامیابی حاصل ہوئی جس کی نظیر دنیا کے سابقہ معلمین کے وہم گمان سے بھی بالاتر تھی۔

تدبّر کرو اور صاحب ثروّت ہو جاؤ

"از نپولین ہل"

ہم بصد مسرت ذیل کا مضمون ہدیہ عرض ایک امریکن ہمعصر سے ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں کہ یہ دنیائے جدید کے ہر دلعزیز قلوب میں اسلام کے متعلق گہرے احساسات پیدا کرنے کا موجب ہے۔

ایڈیٹر اشاعتِ اسلام

اگر آپ ہمت و استقلال کی شاہراہ پر گامزن ہونے کا راز جاننے کے متمنی ہیں تو آنحضرت صلعم کی سوانح حیات مصنفہ اسد بے کا مطالعہ فرماویں۔

ثابت قدمی، ہمت و استقلال اور جوانمردی کے عدیم النظیر حالات کا مطالعہ کرنیوالوں کے لئے اس کتاب پر تھامس صفرو کا ہیرلڈ ٹریبون میں شائع شدہ ریویو مشعل راہ ثابت ہوگا۔

آخری پیغمبر اعظم

ریویو از تھامس صفرو

حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے فرستادہ نبی تھے لیکن آپ نے کبھی معجزات نہ دکھائے۔ آپ نہ تو کسی سکول کے فارغ التحصیل تھے اور نہ کوئی عالم۔ آپ نے اس وقت تک اپنے

مشن کا آغاز نہ کیا جب تک کہ آپؐ کی عمر چالیس سال تک نہ ہوگئی۔ جب آپ نے رب عزوجل کے فرستادہ نبی ہونے کا اعلان فرمایا اور کہا کہ میں بنی نوع انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام حق لیکر آیا ہوں تو لوگوں نے آپ کا تمسخر اڑانا شروع کیا اور آپؐ کو دیوانہ کے نام سے پکارنے لگے۔ بچے آپ کو ٹھوکریں مارتے اور عورتیں آپ پر غلاظت پھینکتیں۔ آپؐ کو اپنے وطن مالوف مکہ سے جلاوطن کر دیا گیا اور آپ کے متبعین کے مال و اسباب چھین کر انہیں بھی آپؐ کے پیچھے روانہ کر دیا۔

آنحضرت صلعم کو اپنی تبلیغ کے ابتدائی دس سالوں میں سوائے غربت و جلاوطنی۔ اور تمسخر کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ لیکن دوسرے دس سال آپ کے لئے کامیابی و کامرانی کا مژدۂ جانفزا لیکر آئے اور آپ مکہ کے بادشاہ عربستان کے شہنشاہ اور دنیا کے اس عظیم الشان مذہب کے پیشوا تھے جس نے ڈنیوب اور پیرینیز تک پھیلے بغیر دم نہ لیا۔ اور مزید بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہ یقیناً آنحضرت صلعم کی دعاؤں کی قبولیت۔ تقریروں کا اثر اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کی وجہ سے ہوا۔

آپ نے کبھی اپنی زندگی کو امتیازی حیثیت نہ دی۔ آپ مکہ کے ایک سرکردہ لیکن مفلس خاندان میں پیدا ہوئے، مکہ دنیا میں شاہراہ عظیم، بتوں کا مسکن۔ تجارت کا مرکز اور کعبہ کے مقدس نام سے پکارا جانے والا عظیم الشان شہر تھا۔ تجارتی شاہراہ ہونے کی وجہ سے اس کی آب ہوا صحت کے لئے چنداں مفید نہ تھی۔ اور اسی وجہ سے بچوں کو پرورش کے لئے صحرا میں بھیجدیا جاتا۔ آنحضرت صلعم کو بھی صحرا بدوئن میں پروان چڑھنے کے لئے بھیجا گیا۔ تو قدرتی طور پر آپؐ نے اپنی گلہ بان آیہ کے دودھ پر پرورش پاکر غیر معمولی صحت اور طاقت حاصل کی۔ آپؐ نے بھیڑوں کی نگہبانی شروع کی اور بہت جلد ہی مکہ کی ایک بیوہ عورت خدیجہؓ کے کاروان کے سردار مقرر ہوئے۔

آپؐ نے مشرقی دنیا کے اکثر مقامات کا سفر کیا اور مختلف الخیال لوگوں سے تبادلہ خیالات کرنے کا موقع ملا تو آپ نے محسوس کیا کہ عیسائیت برسرپیکار گروہوں کی طرف راغب ہے۔

جب آپ کی عمر اٹھائیس برس کی ہوئی تو خدیجہ کی نظر التفات آپ پر پڑی اور اس نے آپؐ سے شادی کر لی (اگر خدیجہ اپنے والد کو مخمور کرکے دعائے پدری کے لئے مصروف نہ رکھتی تو وہ ضرور اس شادی پر معترض ہوتا) (یہ محض ایک افسانہ ہے)

شادی کے بعد آنحضرت صلعم نے بارہ سال صاحب ثروت معزز اور ہوشیار تاجر کی حیثیت سے

بسر کئے ۔ آپ ان اوقات کو غنیمت سمجھکر ۔ دنیا کی شورشوں اور ہنگامہ آرائیوں سے دور صحرا میں تشریف لے جاتے ۔ بسا اوقات کوہ دمن کی تنہائیوں میں پہروں بیٹھے رہتے ۔

ایک دن جب آپ صحرا سے واپس ہوئے تو آپ کا سینہ قرآن کریم کی پہلی سورت سے منور ہو چکا تھا ۔ اس نور کو لئے ہوئے حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ حضرت جبرئیل نے آپ کے سامنے ظاہر ہو کر فرمایا کہ اللہ جلّشانہٗ نے تجھے اپنا پیغمبر منتخب کیا ہے "

آنحضرت صلعم کی زندگی کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ایسی الہامی کتاب ہے نہ تو آپ شاعر تھے اور نہ فاضل ہونے کی وجہ سے اپنے پاس الفاظ کا ذخیرہ رکھتے تھے لیکن قرآن کریم کی آیات جنہیں اللہ تعالےٰ سے حاصل کر کے آپ نے اپنے پیروؤں تک پہنچایا یقیناً عرب کے بہترین قبائلی شعرا سے بدرجہا بہتر تھیں ۔ عربوں کے لئے یہ سب سے بڑا معجزہ تھا ۔ چونکہ وہ سمجھتے تھے کہ شعراء اپنے اندر ایک نمایاں طاقت رکھتے ہیں ۔ اسلئے وہ الفاظ کی فراوانی کو ہی سب سے بڑا معجزہ تصور کرتے ۔

قرآن کریم نے سکھایا کہ پروردگار عالم کی نگاہ میں تمام بنی نوع انسان مساوی درجہ رکھتے ہیں اور دنیا میں جمہوریت کی حکومت ہونی چاہیئے ۔ یہ حکومت کا تصور یقیناً مسیحی کلیسا کے عقائد کے خلاف تھا ۔ اور ساتھ ہی آنحضرت صلعم کی خواہش تھی کہ مکہ کے ان ۳۰۰ بتوں کو جو آپ کی جلاوطنی کا باعث ہوئے لوح کعبہ سے نقشِ باطل کی طرح مٹا دیا جائے ۔

خانہ کعبہ کے بت ہی عرب کے صحرا نشین قبیلوں کو مکہ کی طرف لانے کا موجب ہوتے تھے اور اسی وجہ سے مکہ تجارت کا مرکز بنا ہوا تھا ۔ جب مکہ کے تجار ۔ اور سرمایہ داروں نے آپ کو بتوں کی مخالفت کرتے دیکھا تو آپ پر ٹوٹ پڑے ۔

تب آپ صحرا کی طرف متوجہ ہوئے اور تمام دنیا پر فوقیت حاصل کر لی ۔

اسلام شاہراہ ترقی پر گامزن ہوا ۔ سینۂ صحرا سے ایک نہ سرد ہونیوالا شعلہ اٹھا ۔ جمہوریت کا لشکر یک جان او سر بکف ہو کر برسرپیکار تھا ۔

آنحضرت صلعم کسی نئے مذہب کی بنیاد رکھنے کے لئے تشریف نہ لائے تھے اسلئے آپ نے یہود و نصاریٰ کو دعوت حق دی ۔ تمام پرستارانِ توحید کو اسلام کے ایک جھنڈے تلے جمع ہونے کا حکم دیا ۔ اگر یہود و نصاریٰ نے اسلام قبول کر لیا ہوتا تو آج تمام دنیا اسلام کے زیر حکومت ہوتی ۔ لیکن

انہوں نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ انہوں نے تو آپ کی اس جنگ میں بھی حصہ لیا جو آپ نے انسانیت کو تہذیب سکھانے کے لئے لڑی۔

آنحضرت صلعم کی افواج جب یروشلم میں فاتحانہ انداز سے داخل ہوئیں تو انہوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق ایک بھی انسانی جان کو ضائع نہ کیا۔ لیکن برعکس اس کے چند صدیاں بعد صلیبی جنگوں میں معروف عیسائی افواج یروشلم میں داخل ہوئیں تو اس نے ایک بھی مسلم عورت بچہ اور بوڑھے کو زندہ نہ چھوڑا۔ عیسائیت اسلام کے اس خیال کو تسلیم کرتی ہے کہ اسلام ہی دنیا میں علم و فضل کا مبدا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدہ کا تعلق تجارت سے

{از جناب محمد حمید اللہ صاحب حیدرآبادی}

ظہور اسلام کو ابھی سیکڑوں برس باقی تھے۔ لیکن بنی اسمٰعیل یعنی عربوں نے اپنا ذریعہ معاش تجارت کو بنا لیا تھا اور یہی پیشہ نسلاً بعد نسلٍ عربوں کا واحد ذریعۂ معاش چلا آ رہا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ ہاشم بن عبد مناف نے قبائل عرب سے ایک تجارتی معاہدہ (سیرت النبی از شبلی) کر کے اس وسیلۂ زندگی کو اور مستحکم کر دیا تھا۔ اب ظاہر ہے جس ملک میں زراعت نہ ہو سکتی ہو صنعت کے لئے خام پیداوار مفقود ہو۔ اور تجارت ایک جدی ذریعہ معاش ہو اگر اس فضا میں کسی کی نشو و نما ہو تو وہ کیا پیشہ اختیار کر سکتا ہے، یہ بیان کرنیکی ضرورت نہیں کہ مصلح اعظم حضرت رسول مقبول علیہ السلام اور آنحضرت کے خلفائے والا تبار اسی عرب کے ہونہار پودے تھے۔ جن کے پھلنے پھولنے کے بعد تمام دنیا اُن کے سایہ عاطفت میں چلی آئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجارتی زندگی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پرورش کنندہ یعنی آپکے چچا ابی طالب کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ اور وہ عموماً شام کا سفر کیا کرتے تھے۔ جب "یتیم و یسر" اور ہونے والے نبی کی عمر دس بارہ سال

تھی۔ تو ابوطالب نے شام کا سفر کیا۔ اور اپنے بھتیجے (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی ساتھ لے گئے۔ یہ سفر شہر بصرہ پر منتہی ہوا۔ اور وہیں سے آپ لوٹ آئے۔ جب اس واقعہ کو دس بارہ سال اور گذر گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے بازو پر تکیہ کرنا پڑا۔ اور تجارت میں عملی حصہ لینے کی ضرورت پیش آئی۔

یہاں پر اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے ہمراہ سفر شام اختیار کرنے کے بعد خود کوئی سفر ۲۰ سالہ عمر تک نہیں کیا۔ لیکن رواج کے موافق اپنا مال قابل اعتماد تاجروں کے حوالہ کرتے تھے اور نفع کا ایک حصہ بطور کمیشن انہیں دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ "ابوسفیان" جب سفر سے واپس آئے اور ان سے جان پہچان والوں نے ملاقات کی۔ تو ہر شخص نے اپنے مال کے متعلق ہی سوال کئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر سے آنے والوں کی صرف خیر و عافیت پوچھی اور اپنے مال کا کچھ تذکرہ نہیں کیا۔ . . . . "یہی وہ باتیں تھیں جن کی وجہ سے قریش کے دلوں میں آپ نے گھر کر لیا تھا اور زبان خلق نے آپ کو "الامین" کا خطاب دے رکھا تھا۔

جب شہر میں مشہور ہوا کہ "الامین" بھی تجارت کے لئے جانے والا ہے۔ تو وہاں کی سب سے مالدار خاتون نے اپنا مال ہمراہ لے جانے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی اور اوروں کی نسبت دگنا معاوضہ پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خوشی سے منظور کر لیا۔ اور شام روانہ ہوئے۔ بصرے میں مال خاص نفع سے فروخت ہوا۔ جس پر تجارتی نقطۂ نظر سے غور کرنے پر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں تجارتی قابلیت بدرجہ اتم تھی۔ تاجروں میں ایفاء عہد کی صفت بہت نادر اور قابل ستائش ہوتی ہے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بدوی امی لڑکا (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک مرتبہ کسی شخص سے تجارتی معاملات کے سلسلے میں کہتا ہے "اچھا میں یہیں ٹھیرتا ہوں۔ آپ جلد آیئے"۔ لیکن بدقسمتی سے وہ شخص بھول جاتا ہے۔ اور تین دن کے بعد جب وہاں پہنچتا ہے تو آپ کو وہاں موجود پاتا ہے . . . . . اس قسم کی اور بھی بہت سے مثالیں اور شہادتیں ہیں جن سے آپ کے حالات پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ کا سلوک اپنے ساتھیوں سے کس قسم کا تھا۔ جب شہر کا تجارت آپ کے حسن کردار پر گواہی دیتے

ہیں (سیرت النبی از شبلی) تو اس معاملے میں مزید بحث طوالت کا موجب ہو گی۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ

بھی تجارت پیشہ تھے۔ نہ صرف قبل اسلام بلکہ بعد اسلام و بعد ہجرت بھی آنجناب تجارتی کاروبار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ "کنز العمال" میں لکھا ہے کہ ابوبکرؓ بزاز تھے۔ ابوبکر صدیق کا ایمان لانا بھی ایک تجارتی سفر کے سلسلے ہی میں ہوا۔ جبکہ اُن سے کسی نے پیشگوئی کی کہ انہیں نبی آخر الزمان صلعم پر جو جلد مبعوث ہونے والے ہیں۔ ایمان لانا چاہیئے۔ جس میں ان کا بہت فائدہ ہے۔ (فواید بدریہ)

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کا تجارتی کارخانہ مدینہ منورہ میں محلہ سنح میں تھا اور آپ اکثر وہاں آیا جایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ وہیں با جازت تشریف لے گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ "ابوبکرؓ" کے مال سے اسلام کو جتنا فائدہ پہنچا کسی کے مال سے نہیں پہنچا۔ یہ قابل رشک اعزاز بھی تجارتی تمول کا نتیجہ تھا

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ۔ کے متعلق بھی ہمیں مواد ملتا ہے کہ وہ تجارت کرتے تھے ایک مرتبہ ظہور اسلام سے پہلے شام میں جبکہ حضرت عمر وہاں تجارت کے سلسلے میں گئے ہوئے تھے۔ ایک نصرانی نے انہیں قید کر کے گرجے کی خدمت پر مقرر کیا مگر اس آتش مزاج عرب نے اس کو قتل کر کے وطن کی راہ لی۔

حضرت عمر عموماً کمیشن پر مال فروخت کراتے تھے (حاشیہ کنز العمال) اور معاش کا کچھ حصہ اس سے حاصل ہوتا تھا۔

زمانۂ خلافت میں بھی حضرت عمر نے بہت سی تجارتی اصلاحات کیں۔ چنانچہ ایک دفعہ جبکہ بازار میں کسی تاجر نے اوروں سے کم نرخ پر مال فروخت کرنا شروع کیا۔ تو اس کو حکم دیا گیا کہ یا تو وہ سب کا ساتھ دے یا قیمت برابر رکھے یا بازار ہی سے اُٹھ جاوے۔ (امام محمد)

ذرائع حمل و نقل کی اصلاحات کا تذکرہ آیندہ ہو گا۔

حضرت ذوالنورینؓ کا تمول ضرب المثل ہے۔ یہ ثروت تجارت اور صرف تجارت کی وجہ سے تھی۔ آنجناب کا کاروبار بہت وسیع تھا۔ سینکڑوں اونٹ لدے لدائے آتے اور چلے جاتے تھے

کنز العمال میں روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ یہودیوں سے کھجور خریدا کرتے تھے اور اس تجارت میں انہیں نفع بھی ملتا تھا (اس سے غیر مسلموں سے تجارت کے مسئلے پر روشنی پڑتی ہے)

کھانے پینے کی چیزیں مثلاً آٹا وغیرہ بہت کچھ حضرت عثمان ہی کی تجارتی فرم مہیا کرتی تھی اور جو کچھ نفع آتا تھا وہ مسلمانوں ہی کے کام آتا تھا۔

حضرت ابو الحسنین، بچپن ہی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردۂ نعمت تھے اور ابھی چودہ پندرہ برس ہی کی عمر تھی کہ خدمت اسلام شروع کی۔ جس کی وجہ سے کسی اور طرف توجہ کی مہلت ہی نہیں ملی۔ تاہم ان کی تجارت بھی احادیث کے ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کی کتاب بسوع میں ذکر ہے کہ جب آنجنابؓ کا حضرت فاطمہ سے نکاح ہوا تو ولیمے کی تیاری کے لئے تجارت ہی کے ذریعے رقم مہیا کی۔ چنانچہ ایک قسم کا گھاس جسے اذخر کہتے تھے لاکر یہودی خواہشمندوں کے ہاتھ بیچا۔ اور اس طرح ضروری رقم مہیا کی۔

حضرت امام حسنؓ۔ خلفاء راشدہ میں آخری مانے جاتے ہیں۔ لیکن ان کا بچپن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ عاطفت میں گزرا تھا۔ اور جوانی میں حکومت کی جانب سے وظیفہ ملا کرتا تھا۔ اسلئے نہ تو ان کو تجارت کی ضرورت تھی اور نہ ہی (میرے حد علم میں ہے) انہوں نے اس میں عملی حصہ لیا۔

یہ تو تذکرہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدہ کے ذاتی عملی تعلق کا جو تجارت سے تھا۔ اب اس پہلو سے بحث کرنے کی ضرورت ہے کہ ضروریات تجارت کے متعلق ان رہنمایان اسلام کا کیا طرز عمل تھا۔ اور اس بارے میں کیا اقوال وارد ہوئے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ تجارت کا مفہوم آجکل کیا ہے۔ اور معاشی نقطۂ نظر سے اس کے کیا شرائط ہیں۔ مختصراً اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

آجکل تجارت کی خوبی یہ سمجھی جاتی ہے کہ "بازار وسیع ہو"، اس کی تشریح دوسرے الفاظ میں یہ ہے کہ ذرائع آمدورفت کی وجہ سے دنیا کے ہر حصے کی دوکان دوسرے حصے کی دکان سے ملی ہوئی ہو۔ اور (ان تعلقات کی وجہ سے نتیجہ) سب ایک مرکزی تنظیم کے تحت کام انجام دیں۔ اسکے فوائد یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ دنیا کی ہر منڈی کا نرخ ایک ہو جائے گا۔

یا حاجت کے وقت ایک حصۂ عالم سے دوسرے حصۂ عالم میں ضروریات بآسانی فراہم ہو سکیں گی اور کام کے بہ عمدگی چلنے سے ملک کی ثروت پر مفید اثر پڑے گا۔ اس کے شرائط یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ ذرائع آمد ورفت کی سہولت اور فراوانی ہو۔ تجارت آزاد رہے مصارف پیدائش و حمل ونقل ارزاں ترین ہوں۔ مال کا اشتہار ہو۔ منڈی پر تجارتی قبضہ رہے بیچنے والوں میں تجارتی قابلیت ہو۔ اور وہ نفسانیت سے واقف رہیں۔ سرمایہ مہیا رہے۔ تجارتی بنک موجود ہوں۔ مجلس تجارتی قائم کی جائے۔ اس کے سوا اور بھی چند چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔

ذرائع آمد ورفت کی سہولت اور فراوانی اور ساتھ ہی محفوظ حالت تجارتی ترقی کے لئے سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے جس کے بغیر اس کی ترقی اور اس میں کامیابی ناممکن ہے۔

تجارت آزاد کا یہ مطلب ہے کہ مال کے درآمد وبرآمد پر کسی قسم کے قیود نہ ہوں۔ جن کا نتیجہ مسابقت ہوگی۔ اور اس طرح نہ صرف مال ارزاں ترین نرخ پر ملے گا بلکہ تاجر سامان مہیا کرنیوالوں کو زیادہ سے زیادہ معاوضہ دے سکے گا۔

مصارف حمل ونقل کی ارزانی کے بغیر تاجر کو کوئی فائدہ نہیں (مثلاً عادل آباد میں غلے کا نرخ بلدہ کے نرخ سے بہت ارزاں ہے۔ مگر ذرائع حمل ونقل ارزاں نہیں اگر وہ مال بلدہ لایا جائے تو وہاں کے بھاؤ سے مہنگا پڑتا ہے)

مال کا مشہور کرنا بے حد ضروری ہے۔ اور ہر ممکن گاہک تک اس کی اطلاع پہنچائی جانی لازمی ہے۔ منڈی پر تجارتی قبضے کے معنے یہ ہیں کہ اس مقام کے لوگ اپنی ضروریات کسی خاص ملک کی فرم سے ہی حاصل کریں۔ بیچنے والوں کی تجارتی قابلیت نرخ کے اتار چڑھاؤ کو سمجھنا وغیرہ تاجر کی کامیابی کا باعث بنتے ہیں۔ اور اس کا نفسیات سے واقف رہنا گاہک کو ہمیشہ کے لئے اسی دوکان سے وابستہ کر دینے کا باعث ہوتا ہے۔

بغیر سرمائے کے تجارت ہو نہیں سکتی۔ کثیر سرمایہ منافع کی زیادتی کا باعث ہوتا ہے۔ پس سرمایہ بھی ایک بڑا اہم معاملہ ہے۔ اس کے حل کی تدبیروں میں سے قرضہ اور مشترک سرمایہ بھی ہیں۔ جب تمام عالم ایک ہی بازار ہو جائے۔ تو یدیہی بات ہے کہ ہر چھوٹے بڑے مقام پر تجارتی بنکوں کی ضرورت ہوگی تاکہ ترسیل زر میں سہولت ہو۔

مجلس تجارکا فائدہ یہ ہے کہ تاجروں کے حقوق کی حفاظت ہو اور انکی شکایتیں دور کی جائیں
اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدہ کے اقوال و افعال سے ان امور پر استناد لایا جائے گا۔ لیکن اس سے پہلے خود نفس تجارت پر اسلامی نقطۂ خیال کو واضح کرنے کی ضرورت ہے۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر تجارت کے متعلق ہدایات موجود ہیں چنانچہ:۔

(۱) فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔ یعنی زمین میں تجارت کے لئے نکلو اور خدا کا فضل چاہو۔

(۲) احل اللہ البیع وحرم الربا۔ بیع حلال ہے اور سود حرام۔

(۳) انفقوا من طیبات ما کسبتم۔ یہاں تجارت کو بہترین طریقۂ کسب معیشت قرار دیا گیا ہے۔

(۴) وتری الفلک فیہ مواخر لتبتغوا من فضلہ کے ذریعہ بحری تجارت بھی درست قرار دی گئی۔

(۵) لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم۔ ..... سے حج کے زمانے میں بھی تجارت جائز کر دی گئی۔

احادیث کریمہ میں بھی تجارت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ مثلاً

ا۔ کل بیع مبرور

ب۔ ۹/۱۰ ذریعۂ معیشت تجارت میں ہے اور ۱/۱۰ دوسری چیزوں میں۔

پ اطلبوا الرزق من خبایا الارض سے بھی تجارت کے سلسلہ میں خاص ہدایت ملتی ہے

ت۔ حضرت عمر سے مروی ہے کہ لولا ھذہ البیوع لصبرتم عالۃ علی الناس یعنی اس سے مطلب یہ ہے کہ تجارت ہی کے ذریعہ لوگوں کی پرورش ہوتی ہے۔ اس کے بغیر تجار کی سی عظیم جمعیت سوسایٹی پر دوبھر ہو جاتی ہے۔

تجارت کے ذریعہ سے مسلمانوں نے تبلیغ اسلام کا بہت بڑا کام انجام دیا تھا۔ ملکی فتوحات کی ایک ظاہر مثال خود ہندوستان ہے جس کو ایک قوم نے تجارت کرتے کرتے ہی لے لیا۔

وسعت بازار کے متعلق بھی خلافت راشدہ نے بہت کچھ کیا تھا۔ چنانچہ ذرائع آمدورفت کی فراوانی۔ سہولت اور محفوظیت اس زمانے میں پہلے کی نسبت بہت بڑھ گئی تھی۔ حضرت عمر نے جو نہر کھدوائی تھی اس سے تجارت کی وہ گرم بازاری ہوئی کہ مصر اور مدینے کی کی منڈیوں کا نرخ ایک ہو گیا (تاریخ ذہبی) اس کے سوا خلفاء راشدہ نے خصوصاً حضرت عمر نے سڑکیں تیار کرائیں۔ نہریں بنائیں اور وہ سہولت بہم پہنچائی جو سواریوں کی تیز رفتاری میں ممدو معاون ہو۔ اس زمانے میں تجارت بالکل آزاد تھی، درآمد پر بے حد خفیف محصول لیا جاتا تھا۔ اور غیر معاہدہ حکومتوں کے تاجروں سے صرف اتنا ہی محصول وصول کیا جاتا تھا جتنا اس ملک میں مسلمان تاجروں سے۔ درآمد کبھی ممنوع نہیں کی گئی حتیٰ کہ وہ چیزیں بھی جو مسلمانوں کے ہاں حرام تھیں برابر درآمد ہوتی رہتی تھیں۔

مسلمان بے حد سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور خود بھی اور عمال کے ساتھ کام انجام دیتے تھے۔ اور ارزاں ترین نرخ پر مال تیار کرتے تھے۔ اور وہ مجسم اشتہار ہوتے تھے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ اپنے ملک کی پیداوار یا وہ چیزیں جس کو وہ مہیا کرسکتے تھے۔ اسلئے ہر مقام پر جا نکلتے تھے۔ جہاں مستقل گاہک ملتے تھے اس سے براہ راست تعلقات پیدا کر لیتے۔ شام عربوں کی جولانگاہ اس وجہ سے بنا تھا۔ یہ طریقہ اب بھی رائج ہے۔ یورپی اور جاپانی ایجنٹ نمونے لئے ہوئے ہر جگہ گھومتے رہتے ہیں۔ منڈی پر تجارتی قبضہ دیر سے ہو سکتا ہے اور بڑی آسانی سے چھوٹ جاتا ہے۔ اسی سلسلے میں ایک حدیث ہے۔ اذا سبب اللہ لاحدکم رزقاً من وجہٍ فلایدعہ حتی یتغیرلہ وسیلکم اور استقلال کو ذریعہ کامیابی بتایا گیا ہے۔

بیچنے والوں کی تجارتی قابلیت کے سلسلے میں انہیں حساب دانی کی تاکید کی ہے۔ اس کے علاوہ انہیں تجربہ کار تاجروں کی ہمراہی میں عملی تجربہ سکھایا جاتا تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے ساتھ رہے ہیں اور دوسرے سفر میں میسرہ نامی خادم حضرت خدیجہ رض کی جانب سے آپ کے ساتھ رہا ہے۔

تاجروں کا نفسیات سے واقف ہونا (موقعہ شناس ہونا) اور ایماندار ہونا بیحد ضروری

بتایا گیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث ہے۔ ان الطیب الکسب کسب التجار والذین اذا حدثوا لم یکذبوا واذا ائتمنوا لم یخونوا واذا وعدوا لم یخلفوا واذا اشتروا لم یذموا واذا باعوا لم یطروا واذا کان علیہم لم یمطلوا واذا کان لہم لم یعسروا۔

یہ گویا تجارت کی کامیابی کا گر ہے۔ اس کے علاوہ ایمانداری پر بہت سے وعدے اور بے ایمانی پر بڑی وعیدیں آئی ہیں۔ کئی احادیث میں تاجروں کے با اخلاق ہونے پر زور دیا گیا ہے۔

خرید و فروخت کے متعلق نہایت تفصیلی احکام فقہ کی کتابوں میں ملتے ہیں۔

سرمایہ مہیا کرنے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ کا مال لے جانا غیر مشترکہ سرمایہ پر روشنی ڈالتا ہے۔ تجارتی بنک کا مطلب یہ ہے کہ مال ایک جگہ دے کر دوسری جگہ اسے پہنچا دیں اسے "سفتجہ" کہا کرتے تھے۔ اور بلا معاوضہ ایسا کرنا درالمختار میں حدیث کے ذریعے مکروہ بتایا گیا ہے۔ پس غالباً اجرت انتقال دینا اسے مباح کردیگا اور یہی موجودہ بنکیں ہیں۔ لیکن مجلس تجار کی انہیں ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ اوصیکم بالتجار خیرا فانہم برد الآفاق وامناء اللہ فی الارض سے حکومت ہی کو مجلس تجار بنا دیا گیا تھا۔ اور وہ اس فرض کو بخوبی انجام دیتی تھی۔ خصوصاً زیر ذکر زمانے میں۔

اسلام چونکہ خدا پرستی سکھانے آیا تھا۔ اسلئے تجارت میں بھی اس نے اپنی شان قائم رکھی۔ چنانچہ زکوٰۃ کا حکم دیا گیا۔ حرام چیزوں کی تجارت ممنوع قرار دی گئی اور صدقے کی ترغیب دی گئی کہ جھوٹ اور قسم وغیرہ کی وجہ اس میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کو صدقہ دور کرتا ہے۔ زکوٰۃ کے فوائد شاہ امان اللہ کے الفاظ میں یہ بھی ہیں کہ اس سے تاجروں میں تلافئ ماصرف کے خیال سے ستعدی پیدا ہو جاتی ہے۔ ملک کا افلاس کم ہو جاتا ہے اور بہت سے لوگ کام پر لگ جاتے ہیں۔ ذیل کی آیت سے معلوم ہوگا کہ اسلام میں تجارت کا مفہوم اتنا وسیع ہے کہ اس میں دین و ایمان بھی شامل ہے:-

واذا قیل لہم آمنوا کما آمن الناس قالوا انؤمن کما آمن السفہاء الا

انہم ہم السفہاء ولکن لا یعلمون واذا لقوا الذین امنوا قالوا امنا واذا خلوا الیٰ شیٰطینہم قالوا انا معکم انما نحن مستہزءون - اللہ یستہزی بہم ویمدہم فی طغیانہم یعمہون - اولئک الذین اشتروا الضلالۃ بالہدیٰ فما ربحت تجارتہم وما کانوا مہتدون - ہل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم - تومنون باللہ ورسولہ وتجاہدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون یغفر لکم ذنوبکم ویدخلکم جنت تجری من تحتہا الانہار ومسکن طیبۃ فی جنات عدن ذالک الفوز العظیم - واخریٰ تحبونہا نصر من اللہ وفتح قریب

غیر مسلموں سے خطاب

بقلم مولوی ظرافت اللہ صاحب

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۵) جو جماعتیں اوتاروں کا عقیدہ رکھتی ہیں وہ ان قدرتی طور پر اُن کو معبود سمجھتی ہیں، اور یہ اوتار اس درجہ بلند خیال کئے جاتے ہیں کہ نہ اُن کی آواز سُنی جاتی ہے، اور نہ اُن کے اعمال کی تقلید کی جا سکتی ہے۔ اور ان اوتاروں کا محض اتصال یا دیدار بلکہ محض اُن پر عقیدہ نجات کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے۔ چونکہ اس کا عقیدہ اس نظریہ پر مبنی ہوتا ہے اس لئے وہ اپنے اعمال میں بالکل آزاد ہوتے ہیں اور جب ان معلموں کی تعلیمات اس طرح ضائع ہو جاتی ہیں تو یہ لوگ بطور خود قوانین نافذ کر لیتے ہیں۔

(۶) اس عقیدہ سے بت پرستی بآسانی پیدا ہو سکتی ہے۔ جب انسان، خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے تو پھر اس کی مورت بنانی بہت آسان ہے، تاکہ جب وہ مر جائے، یا آسمان پر چلا جائے تو اس کی پوجا کی جا سکے۔ اور جب ایک مرتبہ اس کی مورت بن گئی تو پھر اسکے باپ، ماں، بیوی یا اسکے خادم کی مورت بھی مقدس ہو جاتی ہے اور اس بت پرستی سے ایک ادنیٰ قسم کی ذہنیت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی بنا پر انسان کے اندر ادنیٰ قسم کے جذبات

پیدا ہو جاتے ہیں اور اس طرح بہت سی ناپاک رسمیں زندگی میں داخل ہو کر انسان کی مادی اور روحانی زندگی کو تباہ کر دیتی ہیں۔

(۷) یہ عقیدہ، مقدس اور غیر قابل تغیر اصول توحید باری تعالیٰ کے سخت منافی ہے، اور توحید، دنیا میں برترین صداقت ہے۔ ایسی صداقت جس پر ہر مذہبی آدمی بلکہ ہر موحد، ہر مفکر، ہر فلسفی اور ہر حکیم ایمان لانا ضروری سمجھتا ہے۔ جب ایک سے زیادہ، خدا کے اوتار بیک وقت، مختلف مقامات، مختلف اقوام، بلکہ ایک ہی جگہ اور ایک ہی قوم میں پائے جائیں تو خدا کی توحید کا عقیدہ لازماً باطل ہو جائے گا۔

علاوہ بریں اوتار کا عقیدہ، انسان کے اندر بہت آسانی کے ساتھ ثنویت کا عقیدہ پیدا کر سکتا ہے۔ کیونکہ اگر نبی کو اوتار تسلیم کر لیا جائے تو پھر اس کی زوجہ بآسانی دیوی بن سکتی ہے، اور اس طرح، بیوی کا عقیدہ آسمانوں میں، بلکہ خدا کی ذات تک پہنچ جاتا ہے (مثلاً رام کے ساتھ سیتا اور کرشن کے ساتھ رادھا، یہ دونوں شری وشنو یا لکشمی نارائن کی انسانی شکلیں ہیں)

اور تثلیث کا تصور، ثنویت کے بعد دوسرا لازمی مرحلہ ہے، کیونکہ اگر ایک خدا دنیا میں لوگوں کی نجات کا انتظام کر رہا ہے یا بیٹے یا بیٹی کی حیثیت سے لیلا رچا رہا ہے تو خدا کے دو پہلو یا فرائض اور بھی ہوں گے۔ ایک تو باپ اور دوسرا، کوئی مجرد خیال، جو دونوں سے جدا ہو، مثلاً عیسائیوں کا "روح قدس" آخرالذکر ایک نفسیاتی ضرورت بن جاتا ہے۔ تاکہ انسانوں کے دماغوں کو، ان منطقی لغویات کی پریشانی سے نجات دے سکے۔ یا باقیماندہ دو میں سے ایک خالق ہو اور دوسرا مہلک، یا اگر ایک زمین پر ہو تو دوسرا آسمان میں اور تیسرا پاتال میں چنانچہ عیسائیوں، ہندوؤں اور بودھوں، تینوں کے یہاں تثلیث کا عقیدہ کسی نہ کسی رنگ میں پایا جاتا ہے۔

علاوہ بریں جب شرک کا رنگ ایک دفعہ دماغ پر چڑھ جائے، تو قدرتی طور پر، انسان کے اندر، خداؤں کے تکثر کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کوئی تعجب نہیں اگر بعض اقوام میں خداؤں کی تعداد ۳۳ کروڑ تک پہنچی ہوئی نظر آتی ہے (اگرچہ ان لکھو کھہا خداؤں کی ایجاد اور عبادات کی ابتداء، عناصر کائنات مثلاً چاند، سورج، آگ پانی وغیرہ سے ہوئی تھی)

نتائج۔ اب سوال یہ ہے کہ بہت سے خداؤں کی عبادت کا منطقی نتیجہ کیا ہے؟
پہلی بات تو یہ ہے کہ شرک ہماری ذات کو اس روحانی طاقت سے محروم کر دیتا ہے جو
صرف توحید سے حاصل ہو سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ نفس امارہ یا مادی پہلو تقویت حاصل
کر کے، حدود سے متجاوز ہو جاتا ہے، گویا، انسان نفس امارہ کا غلام بن جاتا ہے، اور مادی
خواہشات، اور خود غرضی کا شکار ہو کر رفتہ رفتہ ساری قوم، دوسری اقوام کی غلام بن جاتی ہے، اور
پھر عقبیٰ میں خدا کی قربت سے محروم ہو جاتی ہے۔ ازمنہ وسطیٰ میں مسیحیت کی حالت، اور ظہور
اسلام کے بعد، اسکی اصلاح، اس حقیقت کی زندہ مثال ہے۔

جو لوگ ۳۳ کروڑ خداؤں کی پوجا کرتے ہیں وہ غلامی کے خوگر ہو جاتے ہیں اور بحیثیت
قوم، حکومت کے لائق نہیں رہتے بلکہ وہ اپنی آزادی کے لئے جدوجہد بھی نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ
روحانی، ذہنی اور جسمانی تینوں پہلوؤں سے کمزور ہوتے ہیں۔ اگر آپ ہندی قوم کی گزشتہ دو ہزار
سال کی تاریخ کا، ان ادوار سے موازنہ کریں جبکہ کرشن کے شاگردوں یعنی پانڈوں کے زمانہ
میں توحید کی تحریک پیدا ہوئی یا اشوک حامی دین بدھ کے زمانہ سے، تو میرے قول کی
سچائی آپ پر واضح ہو سکتی ہے۔

عقیدۂ تجسم اور عقیدہ عدم الہام میں راہِ اعتدال

یہ دو افراط و تفریط کے پہلو ہیں اور صداقت ان دونوں کے درمیان پائی جا سکتی ہے
چنانچہ قرآن فرماتا ہے "اے رسول فرما دیجئے کہ "میں تمہاری طرح ایک بشر ہی ہوں، فرق صرف
یہ ہے کہ مجھ پر اللہ کی طرف سے یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک اللہ ہے"

پس حقیقت یہ ہے کہ، اللہ کی طرف سے انبیاء آئے ہیں، ہر قوم میں اور جہاں کہیں ضرورت
ہوئی۔ بعض روایات میں ان کی تعداد ایک لاکھ ۲۴ ہزار بیان کی گئی ہے اور اس میں کوئی تعجب
کی بات نہیں ہے۔

تمام سچا علم۔ کم از کم اسکے ابتدائی عناصر، انبیا کی معرفت حاصل ہوتے ہیں

تمام اخلاقی قوانین اور ضوابط مثلاً عبادت خدائے واحد، محبت، سخاوت، صداقت شعاری
تکریم والدین، رعایت حقوق ہمسائیگاں، حیوانات پر رحم اجتناب از مسکرات، زناکاری، دروغ

سرقہ، ظلم، رقابت، نیز ضابطہ دیوانی اور ضابطہ فوجداری کے اصول، بلکہ مختلف علوم و فنون کے اصول اولین، جن میں انسانی کوشش سے ترقی ہوئی، مثلاً طبیعات، کیمیا، ریاضی، ہیئت، یہ سب انسان کو انبیاء کی معرفت حاصل ہوئے ہیں" جو ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے" (القرآن)

تاریخ مذہب

جس طرح بنی آدم کی ایک تاریخ ہے اسی طرح مذہب کی بھی ایک تاریخ ہے۔ ذیل میں ہم ایک خاص زمانی نقطہ کے لحاظ سے، انبیا کی معرفت، مذہب کا تدریجی ارتقاء دکھاتے ہیں:۔

مذہب

ایمان باللہ	اعمال صالحہ	
	سلبی احکام (نواہی)	ایجابی احکام (اوامر)
جس میں ملائکہ، انبیاء، کتب یا وحی اور حیات بعد الموت پر ایمان بھی داخل ہے۔ خدا کی محبت تمام انسانوں سے محبت (پریم اور آہنسا)	حرام سے اجتناب مثلاً حرام غذا حرام شرب، منشیات، دروغ گوئی، خیانت، حسد، ظلم وغیرہ	خدائے واحد کی عبادت، اکل حلال، محبت، سخاوت، اطاعت والدین و بزرگان ایماندارانہ سعی، جدوجہد، صداقت شعاری شائستگی، سنت اللہ کا علم وغیرہ۔

ہر نبی کو اللہ کی طرف سے ایک ہی پیغام دیا گیا، ایک ہی دین یعنی ایمان اور اعمال صالحہ کی تلقین۔ جب کبھی پچھلی شریعت محرف ہوگئی تو خدا نے نئی شریعت عطا فرمائی۔ بلاشبہ جو خدا پر ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے ان کو جنت میں جگہ ملے گی" (القرآن) لیکن ان انبیاء کی تبلیغ کے مختلف مراتب ہیں۔ بعض نے ایمان اور عمل کے متعلق مخصوص قوانین نافذ کئے اور بعض کا کام یہ رہا کہ سابقہ شرائع کو از سر نو زندہ کردیں یا ان کے قوانین کی تشریح اور

وضاحت کردیں، اُن کو اغلاط سے پاک کردیں، جبکہ لوگوں کی غلطی یا غفلت یا نادانی کی وجہ سے وہ بھلادی جائیں یا اُن کو غلط سمجھا جائے یا ان کو طاق نسیان پر رکھدیا جائے۔ بعض انبیاء نے مکمل مذہب عطا کیا، اور بعض نے اس کے کسی خاص پہلو پر زور دیا۔ یا کسی خاص اخلاقی اصول کی تشریح کی تاکہ لوگوں کو اس زمانہ کی بدی سے محفوظ رکھ سکیں۔ بعض نے علوم آلہیہ کی روشنی میں لوگوں کو علوم دنیاوی کی طرف متوجہ کیا یعنی پہلے یہ بتایا کہ اللہ تعالےٰ واحد لاشریک ہے، اور خالق و صانع کائنات ہے، اس کے بعد تسخیر فطرت کے طریقے بتائے غرضیکہ جملہ انبیاء کا مقصد یہی تھا کہ دین آلہی کو مرتبہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔

اس کی مثالیں

چنانچہ حضرت موسےٰ نے بنی اسرائیل کو اُن کی ضروریات کے مطابق، ایک ضابطۂ آئین عطا کیا۔ اور جب ان قوانین کا غلط استعمال ہونے لگا، تو جناب مسیح آئے تو انہوں نے انسانوں سے محبت کے علاوہ خدا سے محبت کرنے کا درس دیا اور چونکہ قوم کے اندر خود غرضی اور دنیا پرستی اور سنگدلی پیدا ہوگئی تھی اسلئے انہوں نے نفس کشی زہد و اتقاء کی تعلیم دی۔ یہ اسلئے کہ ان کی حالت میں توازن پیدا ہو جائے۔

ایمان کا جذباتی پہلو۔ ایثار نفس

ایمان کا عقلی اور ارادی پہلو۔ اثبات نفس

حضرت کرشن نے مشیت ایزدی کے علم اور اس کی برتری اور مقصد خداوندی کے علم کیساتھ ساتھ جن کی بناء پر دنیا میں عدل قائم ہوتا ہے نکوکاروں کو جزا ملتی ہے، بدکاروں کو سزا، بنی آدم کو عمل کی تلقین بھی کی، اور اس زمانہ میں جبکہ انسان ادائے فرض سے غافل ہوکر دیوتاؤں اور بدروحوں کو راضی کرنے کے لئے کوشاں تھا، خدائے واحد کی پرستش کی طرف بُلایا۔ لیکن حضرت بدھ نے آہنسا یا عالمگیر محبت کا درس دیا جس کے مفہوم میں ترک حیوانات بھی شامل تھا، اور انسان کو اپنے افعال کا ذمہ دار قرار دیا اور چونکہ کرشن کی تعلیم کا مفہوم بدل گیا تھا اور انسان اس بنا پر کہ خدا ہی سب کچھ کرتا ہے، قسمت کا قائل ہوگیا تھا۔ اسلئے انہوں نے اس برائی کا ازالہ کرنے کے لئے انفرادی ذمہ داری کی تعلیم دی۔ محبت کی اس نئی تعلیم نے، لوگوں کی توجہ اس طرف سے ہٹادی

کہ اخلاقی بے عملی کی تلافی کے لئے، پوجا کے مختلف طریقے ایجاد کئے جائیں اور یہ خیال اس وقت لوگوں کے دماغوں میں آیا جبکہ لوگ، کرشن کی عملی تعلیم سے غافل ہو کر قربانی حیوانات اور دوسرے انسانیت سوز مراسم میں مبتلا ہو گئے، اور بنی آدم کے ساتھ غیر عادلانہ سلوک کرنے لگے، ایک ایسے ملک میں جہاں کہ ترکادی کی افراط تھی۔

بائبل اور وید

دو خاص نظام مذہب (جہاں تک ہمارا علم ہے) ابراہیم یا برہما، نوح یا منو کی اولاد میں پیدا ہوئے: بنی اسرائیل میں وہ مذہب بائبل کے اوراق میں، اور ہندوستان کے آریوں میں اس کا نقشہ ویدوں کے اوراق میں نظر آتا ہے، اور ویدوں کے متعلق خیال یہ ہے کہ وہ زیادہ تر ژند اوستا سے ماخوذ ہے۔

زبور اور انجیل۔ گیتا اور بودھی نوشتے۔

ان دو کے ساتھ زبور یا داود کی کتاب اور انجیل ایک طرف اور گیتا اور بودھی نوشتے دوسری طرف بطور ضمیمہ قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ زبور انجیل کے مذاہب یا گیتا اور بودھی نوشتوں کے مذاہب قائم بالذات نہیں کیونکہ وہ بہت مجرد، یک طرفہ، اور ناقص ہیں اور زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کی رہنمائی نہیں کر سکتے۔ ان میں عالمگیریت کا رنگ نہیں پایا جاتا اور بآسانی تحریف ہو سکتی ہے، اصولاً وہ مذہب کے بعض عناصر سے بالکل خالی ہیں اور کائنات کے قانون سے مطابقت کلی نہیں رکھتے۔ عہد قدیم مع زبور و انجیل خالص جو اس کی اصلاح کرتی ہیں اور وید مع گیتا اور بودھی نوشتے جو اس کے مصلح ہیں، یہ ایک مکمل مذہب کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ بہرکیف ان، تمام نوشتوں نے، ایک کامل نشوونما یافتہ مذہب کے لئے راستہ تیار کیا، جو ان کے بعد نازل ہونیوالا تھا۔

یہ بات کہ ویدوں اور بائبل میں تحریف ہو چکی ہے، اس بات سے واضح ہے کہ ان میں افسانے اور متضاد خیالات پائے جاتے ہیں جو نہ آپس میں مطابقت رکھتے ہیں اور نہ سچے مذہب کے اصول سے۔ چنانچہ ایک نئے مذہب کی ضرورت ثابت ہے جس طرح بنی اسرائیل میں توریت کے بعد زبور اور انجیل آئی اور آریوں میں ویدوں کے بعد گیتا اور بودھی

نوشتے آئے ۔ اور یہ بات کہ یہ کتابیں بھی محرف ہوگئیں اس طرح واضح ہے کہ ان میں ایسی تعلیمات راہ پاگئیں، جو حضرت مسیح اور حضرت بدھ کی تعلیمات کی ضد ہیں مثلاً مسیح نے بار بار اپنے آپ کو ایک نبی اور ابن آدم کہا (تاکہ آیندہ نسلیں انہیں خدا نہ بنالیں) لیکن لوگوں نے انہیں مذاہب سری کی تقلید میں خدا بنالیا، اور حضرت بدھ، اگرچہ خوہت پرستی اور تعداد الٰہ کے دشمن تھے لیکن ان کے پیروؤں نے خود انہی کو، خدا بنالیا۔ (باقی آیندہ)

اسلام کی صوفیانہ تشریح

بقلم خان بہادر بی ایم کے لودی صاحب

(گذشتہ سے پیوستہ)

اور جب شیخ فریدالدین عطار[۱] نے یہ لکھا کہ

گر بگویم با تو اسرار نہاں اے برادر نقش را نقاش داں

تو ان کی مراد اسی مجازی مماثلت سے تھی۔ کوئی تعجب نہیں اگر کوئی نقش، اگر وہ صحیح ہو، تو نقاش کے غیر مرئی وجود پر شہادت دیتا ہے۔ اور یہ تمثیلی بیان اسی شدت کے ساتھ حیوانات، طیور اور درختوں کی اشکال پر منطبق ہوتا ہے۔

جن اصحاب کو ان تمثیلوں کے متعلق مزید معلومات کی خواہش ہو، اُن کو لازم ہے کہ خواجہ خاں صاحب کی تصنیف "مطالعہ تصوف" صفحہ ۶۸ و ۶۹ کا مطالعہ کریں۔ یہ تمثیلیں ابتداءً، صوفیوں کے تخیل کی اختراع معلوم ہوں گی لیکن، بادنیٰ تفکر معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ بالکل ہی مہمل نہیں ہیں، بلکہ ان لوگوں کی خدارسی کی آرزو کا اظہار ہیں بایں معنی کہ مصنوعات، صانع کے وجود

---

[۱] شیخ عطار دوسرے اسلامی صوفی شاعر نیشاپور میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۳۰ء میں بعمر ۱۱۰ سال کی انتقال فرمایا۔ آپ نے ۱۱۴ کتب تصنیف کی ہیں یعنی قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد کے برابر جن میں سے ۳۰ اس وقت بھی موجود ہیں اور ان میں منطق الطیر بہت مشہور ہے۔

پر دلیل ہیں۔ علاوہ بریں مذکورہ بالا قسم کی تمثیلی تشریح میں عالمگیریت کا رنگ بھی پایا جاتا ہے کیونکہ یہ تشریح تمام بنی آدم پر حاوی ہے۔ کیونکہ اللہ صرف مسلمانوں ہی کا خدا نہیں بلکہ جملہ مخلوقات کا رب اور معبود ہے اور انسانی جسمانی اشکال، جو لفظ اللہ کی شکل کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں ہر جگہ یکساں ہیں، مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لئے، اور جملہ حیوانات طیور اور عالم نباتات، یہ بنی آدم کی ملکیت مشترکہ ہے، اور ان کی بدولت، بنی آدم میں مفاہمت اور باہمی رضاجوئی کے لئے اپیل کی جا سکتی ہے اور لفظ اللہ کی تمثیلی تشریح ہی معنی میں سمجھی چاہیئے۔

اس جگہ ایک خصوصیت اور بھی قابل ذکر ہے، اللہ کے کسی اور نام (اسلامی ہو یا غیر اسلامی) کے ساتھ اس قسم کی تمثیلی تشریح نظر نہیں آتی۔ پس اللہ کا لفظ اور اس کا مفہوم تمام اسمائے الٰہیہ میں یکتا اور بے نظیر ہے

اللہ کا تصوّر

فی الجملہ لفظ اللہ ہمارے ذہن کو اس ہستی کی طرف مائل کر دیتا جو اس کائنات کے اندر بھی ہے اور ساتھ بھی اور اسکو محیط بھی اور تمام مخلوقات کی ربوبیت کرتی ہے اور مادی اور روحانی تربیت بھی، اور لائق پرستش ہے اور فی الحقیقت ابتدائے آفرینش سے تا ایندم مخلوقات اس کی پرستش کرتی چلی آئی ہے، مختلف ناموں سے اور مختلف زبانوں میں اور مختلف طریقوں سے اور خداؤں اور مذاہب کی یہ طویل فرقہ وار فہرست اسلئے پیدا ہوئی کہ دنیا نے خدا کو مختلف ناموں سے پکارا، اور اختلافات کا باعث یہ ہے کہ انسان کے ناقص، کمزور اور محدود ذہن نے اُس کامل غیر محدود اور غیر مرئی ہستی کا تصوّر، مختلف طریقوں سے کیا اور دنیا کے بانیاں مذاہب نے، خدا فہمی، اور خدا رسی کے لئے مختلف طریقے تجویز کئے، حالانکہ وہ خدا سب کا یکساں خالق اور صانع ہے، اور ان بزرگوں کا مقصد بلاشبہ یکساں تھا لیکن عوام غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے، ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے جس میں اسلام کا عالمگیر رنگ نمایاں ہے" اے خدا کوئی تجھے ربّ کہتا ہے اور کوئی رام لیکن مقصد سب کا ایک ہی ہے یعنی تیری تمجید اور تکبیر" نیز یہ کہ " اگرچہ گائیں مختلف اللون ہوتی ہیں لیکن دودھ سب کا سفید ہی ہوتا ہے

اور یہی مقصود ہے گائیں چرانے والے (طالب حق) کا" یہ بہت عمدہ استعارہ ہے جو اپنشدوں میں استعمال ہوا ہے، جو ہر ذات، تو واحد اور عین ہے، اور ایک ہی روشنی ہے جو مختلف رنگ کے شیشوں میں سے چھن کر آ رہی ہے۔

انسان کے اندر خدائے واحد کی پرستش کا عالمگیر عقیدہ جو اس کی روح کی گہرائیوں سے پیدا ہوتا ہے اور اس کی فطرت میں داخل ہے، حالی[1] نے مندرجہ ذیل رباعی میں بڑی خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے:-

ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا　　آتش پہ مغان نے راگ گایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے　　انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

اور خدا، نے، بھی کسی عابد کو رد نہیں کیا، خواہ اس کا عقیدہ ذات باری کے متعلق کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ایران کے قدیم پیغمبر حضرت زرتشت نے اس خیال کو مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے:-

"اے ہرمزد! تو سب کا معبود ہے، ان دیوتاؤں اور انسانوں کا بھی جنہوں نے تیرا انکار کیا اور آج بھی انکار کرتے ہیں، اور ان کا بھی، جو تیرا اقرار کرتے ہیں، تو شفیق کریم حکیم اور قدوس ہے اور سب کا دوست، رہنما، اور ہادی ہے" (گاتھا ۱۲: ۱۱)

اس حقیقت کو، کہ جہاں اس کی پرستش کی جاتی ہے، خدا وہیں موجود ہوتا ہے۔ حکیم عمر خیام نے حسب ذیل رباعی میں بیان کیا ہے:-

بتخانہ و کعبہ خانۂ بندگیست　　ناقوس واذاں ترانۂ بندگیست
زنار و کلیسا و تسبیح و صلیب　　حقا کہ ہمہ نشانۂ بندگیست

یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ، اللہ، جس کی عبادت تمام انسان کرتے ہیں، وہ تمام مخلوقات۔ عضوی اور غیر عضوی۔ کا معبود ہے۔ غیر عضوی مخلوق کس طرح اس کی پرستش

---

[1] شمس العلماء خواجہ الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی ولادت ۱۸۳۷ء وفات ۱۹۱۴ء اردو زبان کے مشہور شاعر اور بہت سی اعلیٰ پایہ کی کتابوں کے مصنف گزرے ہیں۔ ۱۲

کرتی ہے؟ ہمیں بتایا گیا ہے کہ جس طرف نگاہ کریں، ہم تمام مخلوقات کو عبادت کی خاموش حالت میں پائیں گے اگرچہ ہم ان کی عبادت کا وہ مفہوم نہیں لے سکتے، جو "صلوٰۃ" کا ہے (قرآن مجید ۱۷: ۴۴) پہاڑ بحالت قعود عبادت کر رہے ہیں، اور اشجار بحالت قیام، حیوانات بحالت رکوع[۴] جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے، کیونکہ انسان تمام خلقت کا نمایندہ ہے، جیسا کہ آئندہ واضح ہوگا۔ پہلی نظر میں غیر عضوی مخلوق کا عبادت کرنا، اگر نا قابل یقین نہیں، تو حیرت انگیز ضرور معلوم ہوگا، لیکن جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے یہ بات نہ عجیب ہے اور نہ غیر فطری۔ یہ بات کہ ہر شئے میں زندگی ہے، بے شمار عقلاء، حکماء اور انبیاء نے واضح طور پر بیان کی ہے ہر زمانہ میں اور ہر قوم میں۔ اور اس نظریہ کی تصدیق زمانۂ حال کے حکماء نے بھی کر دی ہے۔ "آلہٰی زندگی، غیر عضوی عالم میں سوتی ہے، اور عالم نباتات میں بیدار ہو جاتی ہے، اور عالم حیوانات میں متحرک، اور انسان کے اندر آ کر ذی شعور ہو جاتی ہے" یہ بشپ مارکر کے زبردست الفاظ ہیں۔ عرصہ دراز گزرا، قدیم ہندی مقنن اور حکیم منوجی نے، یہ بیان کیا تھا کہ پودوں میں بھی زندگی ہوتی ہے۔ اور یہ بات کانڈوگیہ اپنشد میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ ڈارون کو بھی یہ بات تسلیم کرنی پڑی کہ "پودوں میں بھی ایک خفیف کیفیت پائی جاتی ہے جسے ہم شعور کی نقل کہہ سکتے ہیں" اور ملحدانہ جین دہرم بھی، اپنے پیروؤں کو حکم دیتا ہے کہ پودوں کو دکھ مت پہنچاؤ کیونکہ وہ بھی انسانوں کی طرح پیدا ہوتے ہیں، بوڑھے ہوتے ہیں، ذی شعور ہیں اور قطع و برید سے بیمار ہو جاتے ہیں، غذا کے محتاج ہیں اور زوال پذیر ہیں"، بکل نے اپنی تاریخ تمدن میں لکھا ہے کہ ہر مادی شئے میں زندگی ہے اور جہاں کہیں زندگی ہے، تو اہ عضوی مخلوق میں یا غیر عضوی میں، وہ خدا کی پیدا کردہ ہے، اور یہ بات ہر زندہ ہستی کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ اپنے خالق کی عبادت کرے، چنانچہ قرآن مجید نے اس اصول کو حسب ذیل آیات میں واضح کیا ہے:-

۱- ستارے اور درخت (سب) اس کی عبادت کرتے ہیں (۵۵: ۶)

۲- پہاڑ اور طیور سب اسکی حمد و ثنا کرتے ہیں (۳۸: ۱۸)

۳- زمین اور آسمانوں میں جس قدر مخلوقات ہیں سب اس کی عبادت کرتے ہیں (۱۳: ۱۵)

۴- زمین اور آسمانوں میں جو شئے بھی ہے وہ اللہ کی عظمت بیان کرتی ہے

[۴] اور حشرات الارض بحالت سجود، اور اسلامی نماز میں یہ چاروں اشکال موجود ہیں۔

۵۔ کوئی شئے کائنات میں ایسی نہیں جو اللہ کی حمد و ثنا نہ کرتی ہوتی (۱۷: ۴۴)

۶۔ طلوع اور غروب آفتاب کے وقت سائے بھی سجدہ کا اظہار کرتے ہیں (۱۳: ۱۵)

پس تمام مخلوقات، انسان کو اس کا فرض یاد دلاتی ہیں، اگرچہ سائنسدان، ان معاملات کی تشریح بنوع دیگر کرتے ہیں۔ بہرحال اس قدر واضح ہے کہ تمام مخلوقات مشیت و قانون الٰہی کی پابند ہیں

خدا کے ہمہ جا حاضر و ناظر ہونے اور مخلوقات کے ہر ذرہ میں اس کی جلوہ فرمائی کی وجہ سے کائنات کے شاندار اور پر اسرار عناصر مثلاً کوہ و دریا، سمندر، زمین، آسمان، وحوش و طیور، گل و گلزار الغرض تمام فطرت، مدت سے شعراء کے تخیل کو برانگیختہ کرتے چلے آئے ہیں، ان کو دیکھ کر ان کے دلوں میں، شاعرانہ خیالات پیدا ہوتے ہیں اور وہ پاکیزہ خیالات، نظموں کا جامہ پہن لیتے ہیں مثلاً

سنگ ہو کوئی خوشنما گل ہو کوئی گلاب کا ۔۔۔ طائر خوشنما بھی ہو یا کہ ہو نخل بے زباں

ہستیٔ کائنات سب جلوہ ہے تیرے نور کا ۔۔۔ بحر کرم کا اے خدا تیرا ہے سیل اک رواں

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُردو کے اس شاعر نے ایک انگریزی شاعر کے ان خیالات کو اپنی زبان میں نظم کر دیا ہے:۔

"اے خدا تو پتھر کا بھی خدا ہے اور گلاب کا بھی؛ تو چڑیا کا خالق بھی ہے اور شہد کی مکھی کا بھی۔ اور وجود کا یہ زبردست سمندر، اے خدا تیری ہی قدرت کی بدولت صدیوں سے بہ رہا ہے"

اسی طرح دوسرا شاعر لکھتا ہے:۔

"وادی میں ادنیٰ قسم کا پھول اور فضا میں ایک سادہ نغمہ، رب کے لئے سورج، چاند، ہوا اور آسمان یہ سب خدا کی نعمائیں جو اس نے بندوں کے لئے بنائی ہیں"

"خدا وہ ہے جو غروب ہونیوالے آفتابوں کی روشنی میں رہتا ہے اور بحر محیط میں، اور زندگی بخش ہوا میں، اور نیلے آسمان میں، اور بنی آدم کے ذہنوں میں، خدا وہ طاقت ہے جو تمام انسانوں کو روحانی تحریک عطا کرتا ہے بلکہ وہ ہمارے خیالات کو بھی پیدا کرتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ہر شئے میں اسی کی کارفرمائی نظر آتی ہے"

اس سے بڑھکر واضح اور ہمہ گیر خیال زبور میں ظاہر کیا گیا ہے

"اگر میں جنت میں جاؤں، تو وہاں بھی موجود ہے اور اگر میں دوزخ میں جاؤں تو وہاں بھی"۔
پودوں اور پھولوں کو دیکھکر، شعرا کو اکثر خدا کی قدرت یاد آتی ہے چنانچہ، چند خیالات ملاحظہ ہوں:۔

ا۔ بعض اوقات ادنےٰ قسم کے پھول کو دیکھ کر، بہت گہرے خیالات میرے دل میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ (ورڈسورتھ)

ب۔ ہر گیا ہے کہ از زمین روئید ✽ وحدہٗ لاشریک می گوید

ج۔ برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ✽ ہر ورقے دفتریست ز معرفت کردگار

ایک لا ادری، شائد، ان عبارتوں کو محض خیالی یا مہمل کہکر رد کرنے کی کوشش کریگا لیکن ایک سائنسدان اور وہ بھی ہندی، سر جگدیش چندر بوس جس کی علمی کامیابی پر ہندوستان کو ناز ہے، زمانۂ حال میں ثابت کر چکا ہے کہ نباتات میں بھی زندگی ہے۔ اور جن رشیوں اور فلاسفر نے، زمانۂ قدیم میں اس نظریہ کو پیش کیا تھا، جبکہ سائینٹیفک طور پر اس کی تصدیق نہیں ہو سکی تھی، ان میں سے کوئی بھی سائنسدان نہیں تھا۔ اس سے ثابت ہو سکتا ہے کہ جن بزرگوں نے یہ خیالات ظاہر کئے کہ خدا کا جلوہ ہر شئے میں نظر آتا ہے، ضرور ان کو الہام الٰہی حاصل تھا، بلکہ انہوں نے یہ خیالات ذاتی تجارب کی بنا پر اور صداقت کی تہ کو پہنچکر ظاہر کئے تھے اور ان کو معلوم کرنے کے لئے سائنسدانوں کو اس قدر طویل عرصہ درکار ہوا، تب کہیں جا کر انہوں نے ان صداقتوں کو اپنے طریق پر معلوم کیا۔ (باقی آئندہ)

قرآن مجید کے بعض جغرافیائی نکات!

بقلم پروفیسر سید مظفر الدین صاحب ندوی

گزشتہ سے پیوستہ

شاہانِ سبا۔ دوسرا دور غالباً سنہ ۵۵۰ ق م میں شروع ہوا جبکہ حکمرانوں کا لقب "شاہانِ سبا" تھا۔ ان کا دارالحکومت معرب تھا، جوکہ سبا کے نام سے بھی مشہور تھا، اور یمن کے مشرق میں واقع تھا، ۱۵ درجہ ۲۶ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۴۵ درجہ ۱۶ دقیقہ مشرقی طول البلد۔ معرب کے قلعہ کا نام سلحین یا سیلی تھا اور بعض سکوں میں سیلی اور معرب کو دارالضرب لکھا ہوا ہے، کتبوں کی رو سے، شاہان سبا نے ۳۵۰ سال تک حکومت کی، لیکن عرب تاریخ کی رو سے ۴۸۴ سال تک بہرحال یہ فرق اس قدر اہم نہیں ہے۔

کتبوں کی رو سے، شاہانِ سبا کی فہرست یہ ہے:۔

۱۔ سمہ علی ضریح الشراح قرباعیل

۲۔ یسا عمار قرباعیل واسر یدعل بین

۳۔ وہباعیل یہوذ قرباعیل واسر یہوعینم

۴۔ وہباعیل عمار وم یہومین

۵۔ ضمرعلی ضریح ناشقریب یہومین واسر دم یہویں یقرب مالک واسر یریم ایمن

(ملاحظہ ہو تاریخ عرب مؤلفہ کرنل ہوارث جلد اول صفحہ ۵۶ و جرنل ایشیاٹیک پیرس ۱۸۷۴ء)

حکومتِ سبا کا انتظام ملکی۔ قدیم زمانہ میں یمن متعدد قلعوں پر منقسم تھا اور ہر قلعہ دار گرد و نواح کے دیہات پر حکمران ہوتا تھا۔ اور ان دیہات کو محفظ کہتے تھے۔ مختلف قلعے ایک مرکزی حکومت کے تحت ہوتے تھے جس کو مخلاف کہتے تھے اور اس کے حکمران کو قیل کہتے تھے۔ یمن کی یہ تقسیم عباسیوں کے زمانہ تک قائم رہی، چنانچہ اس عہد میں یمن، چوراسی مخلاف پر منقسم تھا، اور ان کے حاکم اعلےٰ کا نام شاہ یمن تھا۔ یہ بادشاہ عموماً قلعوں میں رہتے تھے، مثلاً شاہ یمن قلعہ ریفان

میں رہتا تھا اور اسی لئے اسکو شاہ سبا اور ریضان کہتے تھے۔ پروفیسر نکلسن ان قلعوں کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ دو ہزار سال گذرے بلکہ قبل ازیں، ان قلعوں میں طاقتور نواب رہتے تھے وہ تقریباً آزاد ہوتے تھے اور بعد ازیں جب حمیری سلطنت روبزوال ہوئی، یہ نواب حکمرانوں کو منتخب اور معزول بھی کر دیتے تھے۔ قدیم ترین اور مشہور ترین قلعہ غمدان تھا یعنی صنعاء کا قلعہ، یہ ایک عظیم الشان عمارت تھی بیس منزل اونچی اور ہر منزل پانچ گز اونچی تھی، قلعہ کے چاروں دروازے مختلف رنگ کے پتھروں سے بنائے گئے تھے مثلاً سفید، سیاہ سبز اور سرخ وغیرہ۔

سبائی تمدن اور فراغ بالی - چونکہ بابل، اشور اور مصر کا طرز حکومت فوجی تھا اسلئے ان کے کتبوں میں جنگوں اور فتوحات کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ لیکن سبا کا طرز حکومت دیوانی تھا اور امن پرور، اسلئے اُن کے اکثر کتبے، یادگار عمارتوں اور دیوتاؤں کی قربانگاہوں اور مندروں پر پائے جاتے ہیں، اہل سبا موجودہ انگریزوں کی طرح تجارت پیشہ تھے، عرب میں سونے اور موتیوں کی کانوں کی کثرت ہے چنانچہ ہمدانی نے اپنی کتاب میں ان سب کا تذکرہ کیا ہے۔ مصری حکومت نے ایک انگریز سر رچرڈ برٹن نامی کو مداین کی کانوں کی تحقیق پر مقرر کیا تھا اور واپسی پر اُس نے ایک کتاب لکھ کر شائع کی جس کا نام ہے "مداین کی سونے کی کانیں"

حضر موت اور یمن عطر کے لئے مشہور ہیں اس زمانہ میں، ہر جگہ دیوتاؤں کی پوجا ہوتی تھی۔ اور بڑے بڑے مندروں میں لوبان اور خوشبودار لکڑی ہر وقت جلائی جاتی تھی مختلف ممالک کے لوگ۔ حضر موت اور یمن ہی سے ہر قسم کی خوشبو منگوا لیتے تھے۔ عمان اور بحرین میں جواہرات کی کانیں تھیں اور یمن کی بندرگاہوں پر ہند اور حبشہ کا مال فروخت ہوتا تھا، اور اس زمانہ میں یہ تمام اشیا، سبا سے ہو کر بحر قلزم کے راہ سے شام مصر اور پھر وہاں سے یورپین ممالک کو جاتی تھیں۔

عہد قدیم میں اہل سبا کی تجارت اور ثروت کا اکثر مقامات میں تذکرہ کیا گیا ہے مثلاً "سبا کے بادشاہ نذرانے پیش کریں گے"..... اور اسکو شیبا کا سونا دیا جائے گا" (زبور ۷۲: ۱۰ تا ۱۵) اور جب ملکہ سبا نے سلیمان کی شہرت سنی تو وہ اسے مشکل سوالوں سے آزمانے کے لئے

بہت سے خدام، اور اونٹوں کے ساتھ جن پر مسالے، بہت سا سونا اور قیمتی جواہرات لدے ہوئے تھے، یروشلم آئی . . . . . اور اس نے ایک سو بیس قنطار سونا اور مسالوں کا انبار اور جواہرات سلیمان کی نذر کئے اور جیسے مسالے ملکہ نے نذر کئے ویسے پھر کبھی سلیمان کو میسر نہ آئے (۲ تواریخ باب ۸ فقرات ۱ تا ۹)" اور اہل سبا بیابان سے عام لوگوں کے ساتھ لائے گئے، جنھوں نے ان کے ہاتھوں میں کنگن اور سروں پر تاج پہنائے"۔

(حزقیل ۲۳ : ۴۲)

" سبا اور رعماہ کے سوداگر، تیرے سوداگر تھے اور وہ تیرے میلوں میں، خاص خاص مسالے اور قیمتی پتھر اور سونے کے ساتھ شریک ہوئے، حاران کانیہ اور عدن یہ سب سبا کے سوداگر، اور اشور اور کلماد تیرے سوداگر تھے" (حزقیل ۲۷ : ۲۲ و ۲۳)

" اونٹوں کا گروہ تجھے ڈھانک لے گا، مدیان اور ایفا کے اونٹ، اور وہ سب سبا سے آئیں گے اور اپنے ساتھ سونا اور بخور لائیں گے (یسعیاہ ۶۰ : ۶)

چوتھی صدی قبل مسیح سے لیکر پہلی صدی تک، اہل یونان، مصر پر حکمران رہے، اور اُن کے عہد حکومت میں، سکندریہ، دارالحکومت مصر، مشرق اور مغرب کے سوداگروں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ چونکہ اہل سبا، اُس زمانہ میں بہت سربرآوردہ تھے اسلئے اہل یونان، عرب کے دیگر قبائل کے مقابلہ میں اُن کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے زیادہ شائق تھے۔ ذیل میں ڈنکر کی تاریخ آثار قدیمہ جلد اول صفحہ ۳۱۰ تا ۳۰۰) سے کچھ اقتباس درج کیا جاتا ہے:۔

" اہل سبا عرب کی آخری سرحد پر، سمندر کے پاس رہتے ہیں اور مریاباان کا دارالحکومت ہے۔ یہ ضلع، مصری ڈیلٹا سے زیادہ وسیع ہے، موسم گرما میں اس ملک میں بارش ہوتی ہے اور یہاں کے دریا، میدانوں اور جھیلوں میں غرق ہو جاتے ہیں اسی لئے زمین اس قدر زرخیز ہے کہ سال میں دو مرتبہ کاشت ہوتی ہے۔ یہ ایریسٹار تھینز کی رائے ہے (سنہ ۲۷۶ تا سنہ ۱۹۴ ق م)

" اہل سبا، جو عرب میں سب سے بڑا قبیلہ ہے، بقول اگیتھار کائیڈیز جس نے اپنی کتاب دوسری صدی قبل مسیح کے نصف آخر میں لکھی تھی عرب میں رہتے تھے، اس علاقہ میں پھلوں کے بیشمار درخت ہیں اور ہر قسم کے وحشی کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں ساحلی علاقوں میں

بہت سے خوشبودار پھول اور دلکش پودے بکثرت اُگتے ہیں، اندروں ملک میں خوشبودار درختوں کے گھنے جنگل، اور الائچی کے درخت۔ نیز کھجور اور دارچینی کے درخت، اور اسی قسم کے بہت سے درخت جن کی لکڑی سے خوشبو نکلتی ہے۔ اور یہ درخت اس قدر مختلف انواع ہیں کہ سب کا بیان کرنا دشوار ہے، اور ان کی خوشبو نہایت دلفریب ہے جس کا بیان نہیں ہو سکتا، جو لوگ ساحل کے نزدیک سے گذرتے ہیں، یعنی جنگلوں سے دور انہیں یہ خوشبو آتی ہے بشرطیکہ ہوا اس طرف کی ہو۔ یہ خوشبویات جنگلوں سے کاٹ کر، ذخیرہ نہیں کی جاتیں بلکہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ وہیں مہکتی رہتی ہیں، پس جو لوگ ساحل کے نزدیک سے گذرتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جنت کی خوشبو آرہی ہے، اس سے بڑھکر اور کوئی لفظ ہمارے پاس نہیں، جس سے اس خوشبو کا تصور کیا جا سکے۔ اہل سبا میں حکومت ابا عن جد ہے، ان کا خاص شہر مریابا ایک پہاڑ پر واقع ہے اور وہیں ان کا بادشاہ رہتا ہے جو عدل کرتا ہے اور اسے محل سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے اگر وہ ایسا نہ کرے تو رعایا اُسے سنگسار کر دیتی ہے کیونکہ یہ ایک قدیم رسم ہے جو ایک درویش کے قول پر مبنی ہے۔ اہل سبا دنیا میں دولتمند ترین لوگ ہیں۔ سونے چاندی کی افراط ہے اور مال تجارت کے عوض زر نقد بکثرت حاصل ہوتا ہے اور اُن کے ملک کا محل وقوع ایسا ہے کہ وہ آج تک کسی کے محکوم نہیں ہوئے ہیں۔ دارالحکومت میں سونے چاندی کے ظروف و اشیاء بکثرت ہیں اور مکانوں میں کرسیاں تک سونے چاندی کی ہیں، اور عمارتوں کے مختلف حصے مثلاً در و دیوار، ستون، کواڑ، چوکھٹ، محرابیں، ان پر سونا چڑھا ہوا ہے اور ان چیزوں پر یہ لوگ خاص توجہ صرف کرتے ہیں ۞ (باقی آیندہ)

مذاہب عالم میں اشتراک و اختلاف

بقلم سر حسن سہروردی - ایل ایل ڈی، ڈی ایس سی۔ (لنڈن)

(اس لیکچر کا متن، جو موصوف الصدر نے کیکسٹن ہال لندن میں بروز شنبہ ۲۵ مارچ ۱۹۴۱ء کو دیا تھا)

تقریر سے پہلے میں فرانسس ینگ ہز بینڈ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے نہایت عزت کے ساتھ، مجلس مذاہب عالم میں، اسلام پر اظہار خیالات کے لئے دعوت دی - جب میں نے مضمون کی اہمیت اور اپنی کم سوادی پر غور کیا، تو پہلے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مناسب الفاظ میں معذرت لکھ بھیجوں، لیکن بعد ازیں سوچا کہ صاحب موصوف نے بنی آدم کے مابین اتحاد مفاہمت اور رواداری کا قصر تعمیر کرنے کی جو کوشش کی ہے، اگر میں بھی اس میں کچھ امداد کرسکوں تو یہ بات میرے لئے باعث مباہات ہوگی، اسلئے میں نے انکی دعوت قبول کرلی۔

اس مجلس مذاہب عالم کا مقصد یہ ہو کہ مختلف مذاہب کو اس انداز میں پیش کیا جائے کہ لوگ یہ معلوم کرسکیں کہ کن امور میں باہمدگر مماثلت اور کن امور میں اختلاف ہے، لہذا میں اس اصول کی پیروی میں، اسلام کی مختصر تشریح پیش کروں گا اور چونکہ مسیحیت وہ نمایاں مذہب ہے جس کے بعد اسلام ظاہر ہوا، اسلئے میں مسیحیت کو زیادہ تر مدنظر رکھوں گا۔

یہ بہت ضروری ہے کہ نہ صرف انگریز بلکہ تمام انگریزی بولنے والی اقوام عالم، اس مذہب سے واقفیت حاصل کریں جو اخلاقی بنیادوں اور روحانی قدروں کے اعتبار سے ان کے مذہب سے اس درجہ شدید مماثلت رکھتا ہے۔ مذاہب اسلام کے پیرو، انگریزی بولنے والی اقوام کی طرح ربع مسکوں میں پائے جاتے ہیں، اور ان کی طرح سیاسیات عالم میں ان کی ذات کو بڑا دخل ہے۔ اور اس وقت جرأت اور عزم کے ساتھ، انگریزوں سے تعاون کر رہے ہیں تاکہ دنیا میں عدالت، حریت اور جمہوریت کے اصول سربلند ہوسکیں۔

مذہب اسلام کو یورپ میں محمدیت اور مسلمانوں کو محمڈن کہا جاتا ہے، لیکن یہ دونوں لفظ بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلعم نے جو مذہب دنیا کے سامنے پیش کیا وہ اسلام ہے، اور اس کے ماننے والے مسلم ہیں۔ اسلام کے معنیٰ ہیں "اللہ کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا" لیکن اس میں قسمت کا کوئی تصور داخل نہیں ہے جس طرح متی کی انجیل کے اس فقرہ میں کہ "اے خدا تیری مرضی پوری ہو" ایک عیسائی کی نظر میں، قسمت کا کوئی تصور شامل نہیں ہے۔ اخلاقی اعتبار سے اسلام کے معنیٰ ہیں نکوکاری کے لئے جدّوجہد کرنا۔ اسلام جس مادہ سے مشتق ہے اس کا مفہوم ہے امن و صلح۔ پس ایک سچا مسلمان، اللہ تعالےٰ کی مرضی کے سامنے، سر تسلیم خم کرتا ہے اور اسکے احکام کی اطاعت کرتا ہے اور تمام دنیا کے باشندوں کے ساتھ صلح و آشتی سے رہتا ہے۔ جب مسلمان باہمدگر ملتے ہیں تو وہ کہتے ہیں السلام علیکم یعنی تم پر خدا کی طرف سے سلامتی ہو۔

یہ لفظ "محمڈن" اس غلط فہمی کی بنا پر وضع کیا گیا کہ مسلمان گویا، حضرت محمد صلعم کی پرستش کرتے ہیں۔ حالانکہ ہم مسلمان آنحضرتؐ کی مطلق پرستش نہیں کرتے، کیونکہ ہم آپؐ کو اللہ کا رسول یقین کرتے ہیں لیکن انسان، ملاحظہ ہو، قرآن ۳ : ۱۴۴ "محمدؐ کچھ نہیں ہیں مگر ایک رسول ہیں، اور ان سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں"

مسلمان، سلسلہ انبیاء پر یقین رکھتے ہیں جن کی تعلیم یکساں تھی۔ جب بنی آدم میں مذہبی شعور پیدا ہوا، تو اللہ تعالےٰ نے پہلے رسول اور نبی آدمؑ کو بھیجا جو دنیا میں پہلے انسان تھے، پس ایک مسلمان، قبل قرآن تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتا ہے، اور مسلمان تمام انبیاء کی یکساں طور پر عزت کرتے ہیں، اور آدمؑ، نوحؑ ابراہیمؑ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سب کو سیدنا اور حضرت کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ جس طرح وہ اپنے رسول، آنحضرتؐ کے لئے بھی یہی القاب استعمال کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو (قرآن ۲: ۱۳۶)

"کہہ کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس وحی پر جو اس نے نازل کی، ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ و یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر، اور موسےؑ اور عیسےؑ پر اور دیگر انبیاء پر، اور ہم مسلمان ہیں"

نیز قرآن فرماتا ہے :۔

"دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس میں ایک ڈرانے والا نہ آیا ہو"

نیز قرآن فرماتا ہے:-

"اے محمدؐ! ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول بھیجے ان میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ کو بتا دیئے ہیں، اور بعض کے حالات نہیں بتائے ہیں"

الغرض ان تصریحات سے ثابت ہے کہ خدا نے اپنے انبیاء ہر قوم میں مبعوث کئے بعض کے نام ہم کو قرآن کی معرفت معلوم ہیں لیکن بہت سے ایسے بھی گذرے ہیں جن کے نام ہمیں معلوم نہیں ہیں۔ صداقت جہاں بھی ملے ہمیں اسے تسلیم کرنا چاہیئے۔ آریہ اور بت سے قدیم لوگ موحد تھے۔ جس کا ثبوت مجوسیوں کی کتاب اُمنا سے، اور ہندوؤں کی کتاب وید اور اپنشد سے مل سکتا ہے۔ نیز بدھ اور کنفیوشس کی تعلیمات سے بھی۔ دنیا کے بڑے مذاہب کے پیرو، اپنے بادیوں کی شان میں مبالغہ کرنے، اور صدیوں تک بت پرستوں اور توہم پرستوں کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے، اپنے مذہب کی صداقتوں سے بیگانہ ہو گئے۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے:

"اے اہل کتاب! تم سچ کو جھوٹ کے پردہ میں کیوں چھپاتے ہو، اور حقیقت پر پردہ کیوں ڈالتے ہو، جبکہ تمہیں صحیح علم حاصل ہو چکا ہے۔ (۳:۷۱)

آنحضرتؐ نے کسی نئے مذہب کے بانی ہونے کا دعوٰی نہیں کیا آپؐ کا مقصد یہ تھا کہ ادیان سابقہ کی صداقتوں کو مستحکم کریں اور ان کو اصلی حالت پر واپس لے آئیں، چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے: "ہم نے ہر زمانہ میں، لوگوں کو اپنی وحی سے سرفراز کیا ہے" (۳۰:۴۷) مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ جس طرح خدا کی سابقہ وحی، انبیاء کی مقدس کتابوں میں مذکور ہے، قرآن اس کی آخری وحی ہے جس کے نزول کا مقصد مذہب کی بنیادی صداقتوں کو مستحکم کرنا ہے، تاکہ وہ دنیا میں باقی رہ سکیں۔ خدا کا کلام بارش کے قطروں کی طرح ہے، جو وقتاً فوقتاً انبیاء کی معرفت زمین پر نازل ہوتا رہا ہے، اور جس طرح خالص مینہ مردہ زمین کو از سر نو زندگی بخشتا ہے، اور اپنے زندگی بخش اثر کی بنا پر سبزی اور نباتات اُگاتا ہے اسی طرح قرآن بھی سابقہ صداقتوں کو از سر نو زندہ کرتا ہے جو قبل ازیں، انبیاء کی معرفت لوگوں کو عطا کی گئی تھیں۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے: اے رسول! ہم نے یہ کتاب تجھ پر اسلئے نازل کی ہے کہ تو ان امور میں فیصلہ کر دے جن کے متعلق لوگ آپس میں نزاع رکھتے ہیں اور یہ کتاب مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا موجب ہے" (۱۶:۶۴)

جب آنحضرتؐ اور جناب مسیحؑ کی تعلیمات میں اس درجہ مماثلت ہے، اور جبکہ اسلام اور مسیحیت دونوں ادیان سابقہ کی صداقتوں کو از سر نو زندہ کرنے کا دعویٰ رکھتے ہیں، مشرقین کو وحی الٰہی کی طرف دعوت دیتے ہیں پھر ان میں اختلاف کس جگہ ہے؟ اختلاف اس امر میں ہے کہ مسلمان حضرت مسیح کو خدا کا رسول قرار دیتے ہیں اور اگرچہ اُن کے معجزات پر یقین رکھتے ہیں لیکن انہیں خدا کا بیٹا تسلیم نہیں کرتے (۲ : ۸۷) مسلمان، حضرت مسیح اور ان کی والدہ مریم کی بہت عزت کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید سورت نمبر ۳، آیات ۴۴ تا ۴۹ سے یہ بات واضح ہو سکتی ہے" اور جب فرشتوں نے مریم سے کہا کہ خدا نے تجھے برگزیدہ کیا اور پاک کیا اور تمام دنیا کی عورتوں پر فضیلت دی، خدا تجھے ایک بیٹے کی خوشخبری دیتا ہے جو اس کا کلمہ ہوگا، اس کا نام مسیح ابن مریم ہوگا وہ اس دنیا میں بھی معزز ہوگا اور آخرت میں بھی، اور خدا کے مقربین میں سے ہوگا، وہ لوگوں سے بچپن اور بڑھاپے میں کلام کرے گا اور راستبازوں میں سے ہوگا اور خدا اُسے کتاب اور حکمت کا علم عطا کرے گا اور شریعت اور انجیل عطا کرے گا اور بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا، چنانچہ وہ ان سے کہے گا کہ اے لوگو! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں، میں اس کے حکم سے اندھوں کو بینائی اور مبروص کو صحت اور مردوں کو زندگی بخش سکتا ہوں"۔ نیز سورت نمبر ۴، آیت ۱۷۱ سے صورت حال بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

" اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو، اور خدا کے متعلق، سچ کے علاوہ اور کچھ مت کہو، بلا شک، مسیح ابن مریمؑ، اللہ کا رسول ہے اور اس کا کلمہ، جس کو اُس نے مریم کی طرف القا کیا اور وہ اس کی طرف سے پاک روح ہے پس اللہ اور انبیاء پر ایمان لاؤ، اور تین خدا نہ بناؤ، اس مشرکانہ عقیدہ سے باز آجاؤ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ واحد لاشریک ہے۔ یہ بات اس کی عظمت سے بہت بعید ہے کہ اس کے بیٹا ہو۔ بلکہ زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے سب اُسی کی ملک ہے"۔

اللہ کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ تمام انسانی ضروریات اور نقائص سے پاک ہے، وہ ایک ہے، غیر قابل تقسیم ہے، کریم، قدیر، علیم، مقسط، رحیم اور غفور ہے۔ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے، وہ حی و قیوم ہے اور نہ اسے نیند آتی ہے نہ اونگھ، زمین اور آسمانوں میں

جو کچھ ہے سب اُسی کا ہے وہ اپنی مخلوقات کے حالات سے باخبر ہے اور مخلوقات اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ ہاں جس قدر وہ بتانا چاہے۔ اس کی حکومت آسمانوں اور زمین دونوں پر ہے اور وہ کائنات کی نگرانی اور انتظام سے عاجز یا درماندہ نہیں ہو سکتا۔ وہ بہت بلند عظمت والا ہے" (۲: ۲۵۵) نیز فرمایا " اے لوگو! تمہارا خدا صرف ایک خدا ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، وہ بہت مہربان، بخشش کرنے اور رحم کرنے والا ہے" (۲: ۱۶۳)

مسلمان ہونے کے لئے، اللہ کی توحید پر ایمان لانا پہلی شرط ہے، نہ کسی بپتسمہ کی ضرورت ہے نہ کسی رسم کی، جیسی کہ کسی مذہب میں، " حضرت ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی، بلکہ وہ سچے مسلمان تھے اور اللہ کے فرمانبردار، اور بلاشبہ وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ (۳: ۶۶)

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہود سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے حضرت مسیح کا انکار کیا۔ اور نصاریٰ سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے مسیح کو خدا بنا دیا۔ اسی لئے قرآن مجید نے آنحضرت م کی شخصیت کو واضح کر دیا تاکہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو۔ اور خود آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ " میری توصیف میں مبالغہ نہ کرنا جس طرح نصاریٰ نے اپنے رسول حضرت مسیح کی توصیف میں اس درجہ غلو کیا کہ انہیں خدا بنا دیا۔ میں اللہ تعالےٰ کا ایک عاجز بندہ ہوں، پس تم مجھے عبدہٗ و رسولہٗ کہکر پکارو"

(اقوال محمد م از حکمت مشرق صفحہ مطبوعہ لندن)

اسلام کے بنیادی اصول حسب ذیل ہیں:۔

(۱) توحید الٰہی کا اقرار کرنا

(۲) آنحضرت صلعم کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا نیز یہ کہ آپ محض ایک رسول ہیں خدا نہیں ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی رسول نہیں ہوگا۔

ارکان اسلام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) نماز پنجگانہ، بوقت فجر و ظہر و عصر و مغرب و عشاء

(۲) روزہ رکھنا، ماہ رمضان میں۔ واضح ہو کہ یہ کوئی کفارہ نہیں ہے، بلکہ ضبط نفس کی مشق ہے اور خواہشات پر قابو حاصل کر کے روحانیت پیدا کرنا، روزہ کی حالت میں کسی مسلمان کے لئے کھانا پینا حقہ یا سگرٹ نوشی، بیکار گفتگو، لڑائی جھگڑا، عیش و عشرت اور نفس کی پیروی جائز نہیں۔

(۳) زندگی میں کم از کم ایک بار حج کرنا، لیکن یہ صرف ان پر فرض ہے جن کی مالی خانگی جسمانی اور دماغی حالت اس امر کی اجازت دے سکے۔

(۴) مساکین کی امداد کے لئے سالانہ زکوٰۃ دینا اور اس کی اور اسکی شرح ۲½ فیصدی ہے اور جائداد منقولہ پر عائد ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ زکوٰۃ ایک مذہبی فریضہ ہے اور ان تمام صدقات اور خیرات کے علاوہ ہے جو ایک مسلمان اپنی مرضی سے ادا کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے دولتمند اپنی دولت میں محتاجوں کو بھی شریک کریں۔

اسلام کے فلسفۂ اخلاق کی بنیاد حسب ذیل آیت پر ہے

"نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کر لو۔ درحقیقت نکوکار وہ ہے جو خدا، آخرت، کتب سماوی، اور تمام رسولوں پر ایمان لائے اور اپنی دولت، اللہ کی خوشنودی کے لئے، اپنے رشتہ داروں یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور قیدیوں کو رہا کرنے کے لئے صرف کرے، زکوٰۃ ادا کرے جب وعدہ کرے تو وفا کرے، اور تکلیف اور مصیبت میں ثابت قدم رہے خصوصاً حالت خطر میں، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ دراصل متقی ہیں۔

دوسرا نکتہ اختلاف مسیحیت اور اسلام کے درمیان یہ ہے کہ اسلام میں کوئی طبقہ ایسا نہیں ہے جس طرح مسیحیت میں، پادریوں کا طبقہ چنانچہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں "لا رھبانیت ولا احباریت فی الاسلام" اور میری امت کے لئے رہبانیت یہ ہے کہ وہ دنیا میں زندگی بسر کریں، اور خدا کی عبادت بھی کریں، مسلمان یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ پیر یا پادری یا ولی، خدا اور بندہ کے درمیان واسطہ یا شفیع بن سکتا ہے اور نہ کوئی شخص کسی کے گناہوں کا کفارہ ادا کر سکتا ہے۔ پادری جانی نش لکھتے ہیں " اسلام، کلیسا کے اس تصور سے کہ وہ فوق العادت فضل ربانی کا واحد اجارہ دار ہے اور پادریوں کے اس تصور سے کہ وہ اس فضل کے حصول کا واحد ذریعہ ہیں یعنی مسیحی زاویہ نگاہ سے اسلام کلیسا اور پادری دونوں چیزوں سے ناآشنا ہے"

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں، ہر شخص کو اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔ لیکن وہ موروثی گناہ پر ایمان نہیں رکھتے لہذا اسلام کی رو سے، جن بچوں نے بپتسمہ نہیں پایا، [illegible] نہیں جائیں گے کوئی مسلمان کفارہ پر ایمان نہیں رکھتا بلکہ ہر شخص کو اپنی نجات

کا انتظام جو ذکر کرتا ہے ۔ "جو شخص اپنے گناہوں پر سچے دل سے نادم ہوتا ہے اور اپنی اصلاح کرتا ہے اللہ اس کی توبہ ضرور قبول کرے گا کیونکہ وہ تو غفور الرحیم ہے" (۵-۳۹)

اسی لئے ہر وہ شخص جو اسلام کے بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتا ہے، اُسے کوئی طاقت اسلام کے دائرہ سے خارج نہیں کر سکتی ۔ اگر وہ توبہ کے بعد اصلاح حال کرلے، تو، اللہ یقیناً اسے معاف فرما دے گا ۔ اسلام، صرف مسلمانوں ہی کی نجات کا اعلان نہیں کرتا بلکہ تمام مذاہب کے نکوکاروں کے لئے امید کا پیغام دیتا ہے "خواہ کوئی شخص مسلم ہو یا یہودی عیسائی ہو یا صابی جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اعمال صالحہ بجالاتا ہے، وہ خدا سے اپنے نیک عمل کا بدلہ پائیگا ۔ ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ ملال ہوگا" (۲-۶۲)

نوٹ :- اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں ہے ۔ دراصل اس آیت کا منشا یہ ہے کہ نجات کسی خاص قوم یا نسل سے مختص نہیں ہے، بلکہ ہر شخص خواہ کسی قوم کا ہو یا کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو جو شخص بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لا کر اعمال صالحہ بجالائیگا (اور اعمال اُسی وقت صالح کہلا سکتے ہیں جب وہ شخص آنحضرت صلعم پر بھی ایمان لائے کیونکہ اگر وہ آپ پر ایمان نہیں لاتا تو اُس نے سب سے بڑی نیکی کو ترک کر دیا اور اس کے بعد اس کا عمل صالح نہیں کہلا سکتا) وہ اپنے ایمان اور عمل کی بدولت نجات اُخروی کا وارث ہوگا (ملاحظہ ہو ۵-۱۲۱)

اگرچہ مساوات اور اخوت انسانی کی تعلیم دوسرے مذاہب نے بھی دی ہے لیکن اسلام نے جمہوریت اخوت اور مساوات کے اصولوں کو حیرت انگیز طور پر عملی شکل عطا کر دی ہے جس کی مثال دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی ۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ خدا کی نظر میں تمام بنی آدم یکساں ہیں، کسی شخص کو، دوسروں پر، رنگ نسل یا قوم کی بناء پر کوئی فضیلت نہیں بلکہ اس کا معیار تقوے ہے ۔ میرا گمان غالب یہ ہے کہ دنیا میں ہر آٹھواں یا نواں انسان مسلمان ہے وہ تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں لیکن، فصل مکانی اور اختلاف لسانی کے باوجود ان میں اخوت کا عالمگیر جذبہ کار فرما نظر آتا ہے اور اس کے سامنے تمام نسل اور وطنی اختلافات فنا ہو جاتے ہیں اور یہ جذبہ آج بھی اسی قدر شدید ہے جس قدر آنحضرت کے زمانۂ مبارک میں تھا ۔

مسلمانوں میں ذات پات کی تقسیم نہیں ہے جو پیشہ یا دولت پر مبنی ہو، اور نہ مختلف قبائل میں شادی

ممنوع ہے، رواج سو وہ عرف عام میں پایا جاتا ہے، بلکہ ایک زبردست قومی اجتماع ہے، اور اس کا مقصد کسی مقدس مقام سے تقدیس حاصل کرنا نہیں ہے، بلکہ اس واقعہ کی یاد تازہ کرنا جس کی بدولت مکہ کو مرکزیت حاصل ہوئی، اور حضرت ابراہیمؑ کو بین الاقوامی قدر و منزلت۔ حج، سفر زندگی کا تمثیلی مظاہرہ ہے اور اصول مساوات و اخوت کا عملی تجربہ۔ چنانچہ اس تقریب پر امیر اور غریب دونوں بغیر سلے ہوئے سفید لباس میں، خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں، عموماً برہنہ سر اور برہنہ پا چپلی پہنے ہوئے۔ جس طرح مساجد میں ہوتا ہے۔ یہاں بھی بادشاہ اور گدا، شانہ بشانہ کھڑے ہوتے ہیں ایک ہی کمرہ میں بلکہ ایک ہی صف میں، کیونکہ خدا کے گھر میں پیش نشینی کا حق کسی فرد کو حاصل نہیں ہے۔

ڈچ مستشرق، پروفیسر سنوک ہرگرونجے، لکھتے ہیں کہ "اسلام سے بڑھکر کسی مذہب نے مختلف نسلوں کی مجلس کے قیام پر زور نہیں دیا، کیونکہ جو مجلس اقوام عالم آنحضرتؐ کی تعلیمات پر قائم ہوئی اس میں نسلی مساوات کے اصول کو اس شدت کے ساتھ مدنظر رکھا گیا ہے کہ دنیا کی تمام اقوام اس کے سامنے مجمل نظر آتی ہیں۔"

نیز سر ٹامس آرنلڈ لکھتے ہیں کہ حج عبادت عمومی کا بہترین مظہر ہے، اس موقعہ پر افریقہ کے حبشی، چینی مسلمان کے ساتھ اور مہذب اور شائستہ ترک اپنے ملائی بھائی کے ساتھ دوش بدوش کھڑا ہوتا ہے۔ علاوہ بریں عید الاضحیٰ کے دن تمام دنیا کے مسلمان، اپنے خوش نصیب بھائیوں کے ساتھ جو خانہ کعبہ میں جمع ہوتے ہیں، اپنی اپنی مساجد میں نماز پڑھکر روحانی رشتہ قائم کرتے ہیں۔ ترکی میں اس عید کو قربان بیرم اور ہندوستان میں بقرعید کہتے ہیں۔

اب مسلمانوں کی نماز کا دوسرے مذاہب کی عبادت سے موازنہ کیجئے، تاکہ یکسانیت عمل پیدا ہوسکے، مسلمان اپنی نماز اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح آنحضرتؐ نے پڑھی، وہ نماز کے وقت سر برہنہ نہیں ہوتے بلکہ صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور مریض اور ضعیف لوگ بیٹھ کر یا لیٹ کر پڑھ سکتے ہیں، مسلمان اپنی نماز ہر جگہ پڑھ سکتے ہیں اپنے کمرہ کی تنہائی میں، سفر میں، جماعت کے ساتھ غرض یہ کہ اوقات مقررہ پر، جہاں بھی ہوں۔ ایک سپاہی کے لئے، جبکہ وہ میدان جنگ میں مصروف پیکار ہو، صرف دل میں پڑھ لینا کافی ہے، نماز کے اصلی ارکان یہ ہیں فروتنی، خلوص اور توجہ الی اللہ۔ بوقت نماز مسلمان اپنا منہ خانہ کعبہ کی طرف کرتے ہیں اور اس سے ان کا مقصد کسی شخص یا شئے

کی پوجا کرنا نہیں ہوتا بلکہ یہ وہ مرکز ہے جس کی طرف روئے زمین کے مسلمان بوقت عبادت متوجہ ہوتے ہیں۔ اس طرح تمام مسلمانوں میں وحدت خیالی پیدا ہوتی ہے اور ہر فرد اپنے آپ کو اس ملت کا ایک جزو یقین جو حضرت ابراہیم کی توحید پرستی کے اصول کو دنیا میں زندہ رکھنے والی ہے اور آنحضرت صلعم کی بعثت نے اس حقیقت کو دوبارہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ قرآن مجید یہ نہیں سکھاتا کہ خدا کسی خاص مقام میں موجود ہے بلکہ "مشرق اور مغرب دونوں اللہ ہی کے لئے ہیں اور تم جس طرف منہ کرو گے خدا کو اسی طرف پاؤ گے بلاشبہ اللہ تعالےٰ ہمہ گیر اور علیم ہے" (۲: ۱۱۵)

مسلمان دن میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرتے ہیں لیکن انکی عبادت مختصر اور موثر ہوتی ہے اسلئے زیادہ وقت صرف نہیں ہوتا، نہ دماغ پر زور پڑتا ہے اور تکان پیدا ہوتی ہے۔ نماز ظہر کے متعلق بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ دنیاوی اشتغال میں مخل ہوتی ہے لیکن اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ دوپہر کو ہر شخص کھانے پینے کے لئے وقت نکالتا ہے، اور اس وقت ایک مسلمان چند منٹ، یاد الٰہی خدا کی یاد میں صرف کر سکتا ہے تاکہ وہ اپنی روحانیت کے تقاضوں کو پورا کر سکے اور دنیاوی کاموں کے لیے روحانی اور جسمانی طاقت حاصل کر سکے، علاوہ بریں شریعت نے اس امر کی بھی اجازت دی ہے کہ اگر کسی وجہ سے وقت مقررہ پر نماز ادا نہ کی جا سکے، تو جس وقت، وقت ملے فوراً ادا کر لی جائے۔ مسلمان اپنی اجتماعی نماز جمعہ کے دن خطبہ کے ساتھ ادا کرتے ہیں جس طرح یہودی سنیچر کو، اور عیسائی اتوار کو، اور عید الفطر و عید الاضحیٰ سالانہ نمازیں ہیں جو باجماعت ادا کی جاتی ہیں۔ ان موقعوں پر نہ موسیقی ہوتی ہے نہ لوبان سلگایا جاتا ہے اور نہ خاص رسوم ادا کی جاتی ہیں نیز کسی مسجد کی تقدیس بھی جزو شریعت نہیں، کیونکہ تمام روئے زمین مسلمانوں کے لئے مسجد قرار دیا گیا ہے، اور نہ عبادت کے لئے مسجد کا وجود شرط ہے۔

باقی دارد

تفصیل آمدنی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

بابت ماہ جنوری ۱۹۴۲ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
۳ ۱/۴۲	۲۲۴۸	مرزا مظفر بیگ صاحب	۰	۰	۱
"	۲۲۵۲	خواجہ جلال الدین صاحب	۰	۲	۲
۵ ۱/۴۲	۲۲۵۳	جناب نگا صاحب محمد صادق صاحب	۰	۰	۲۵
۷ ۱/۴۲	۲۲۵۶	" کریم الٰہی صاحب قریشی	۰	۰	۵
"	۲۲۵۷	" عبد المجید صاحب	۰	۰	۵
۸ ۱/۴۲	۲۲۶۸	" اے۔ آر۔ خانصاحب	۰	۰	۱۰
۹ ۱/۴۲	۲۲۸۹	حسب نیت جناب قاسم علی جیراج بھائی مرحوم	۰	۰	۱۰۰
"	۲۲۸۵	جناب ایم۔ فخر الدین صاحب	۰	۰	۲۵
"	۲۲۸۶	جناب ایس اے۔ علی صاحب	۰	۰	۱۵
	۲۲۸۷	جناب علی احمد صاحب	۰	۰	۵
	۲۲۸۸	جناب عبد الحق صاحب	۰	۰	۵
۱۰ ۱/۴۲	۲۲۹۹	جناب مولوی محمد ظہور الحق صاحب	۰	۰	۴
"	۲۳۰۰	جناب محفوظ الکریم صاحب	۰	۰	۲
"	۲۳۰۱	جناب سید سراج الحق صاحب	۰	۰	۵
۱۲ ۱/۴۲	۲۳۴۵	جناب کے۔ بی۔ ایس اے قادر یم صاحب	۰	۰	۱۰
۱۶ ۱/۴۲	۲۴۹۳	جناب خواجہ حبیب اللہ خاں صاحب	۰	۰	۵
۱۹ ۱/۴۲	۲۵۲۸	" ڈاکٹر ایم۔ ایم خاں صاحب	۰	۰	۵
۲۰ ۱/۴۲	۲۵۶۰	جناب سید محمد آغا حیدر حسن صاحب	۰	۰	۵
۲۲ ۱/۴۲	۲۵۹۹	جناب جی۔ ایم سعید صاحب	۰	۰	۵

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
۲۳ ۱/۴۲	۲۶۰۹	جناب لفٹنٹ کرنل بی۔ عبد الغفار خانصاحب۔	۰	۰	۲
۲۶ ۱/۴۲	۲۶۶۲	جناب ایس اے خانصاحب	۰	۰	۲
۲۹ ۱/۴۲	۲۶۹۷	جنابہ بیگم صاحبہ حبیب اللہ ایم ایل اے	۰	۰	۲۵
"	۲۶۹۸	جناب شیخ نعمت اللہ صاحب	۰	۰	۵
۳۰ ۱/۴۲	۲۷۰۲	جناب آر۔ اے۔ ایم۔ سلطان	۰	۰	۱۵
"	۲۷۰۳	جناب اے۔ ایچ خانصاحب	۰	۰	۵
		فروخت اسلامک ریویو	۰	۱۴	۱۶۴۳
		فروخت اشاعت اسلام	۰	۸	۱۲۹
		فروخت ووکنگ گزٹ	۰	۱۲	۲۴
		فروخت کتب	۹	۱۵	۴۱۶
		میزان	۹	۲	۲۵۱۵

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

بابت ماہ جنوری ۱۹۴۲ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۳/۱/۴۲	۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲	تنخواہ عملہ برائے لاہور آفس . . . . . بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۱ء	۰	۱۵	۵۵۱
،،	۱۴۴	کرایہ دفتر و بک ڈپو بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۱ء . .	۰	۰	۳۸
،،	۱۴۵	کرایہ گودام ،،	۰	۰	۷
،،	۱۴۷	سفرخرچ برائے دورہ	۳	۱۲	۲۰۴
،،	۱۴۸	تنخواہ سیفر مشن	۰	۹	۹
۴/۱/۴۲	۱۴۹	اجرت جلد بندی	۰	۰	۳۴
،،	۱۵۰	رین پریس برائے چھپائی گزٹ	۰	۰	۵۰
،،	۱۵۱	غلام محمد دفتری برائے جلد بندی وغیرہ	۰	۶	۵۸
،،	۱۵۲ و ۱۵۶	آفس امپرسٹ بل محصول ڈاک، خرید کتب برائے فروخت . . . کاغذ برائے اشاعت اسلام و ووکنگ گزٹ . . . ترجمہ برائے اشاعت اسلام۔ کتابت برائے اشاعت اسلام۔ سٹیشنری وغیرہ	۶	۳	۵۸۹
،،	۱۵۴	غلام محمد دفتری برائے جلد بندی وغیرہ	۰	۱۰	۴۷
،،	۱۵۵	رین پریس برائے چھپائی ووکنگ گزٹ	۰	۸	۵۱
،،	۱۴۳	الاونس	۰	۰	۳۰
		میزان	۹	۱۵	۱۶۷۱

تفصیل آمدنی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور
بابت ماہ فروری ۱۹۴۲ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
۵ ۲/۴۲	۲۷۵۸	نواب سر نظامت جنگ بہادر	۰	۰	۵۰
"	۲۷۵۹	جنابہ پرنسس خدیجہ عباس حلیم صاحبہ	۰	۳	۱۳۲
"	۲۷۶۰	جناب ایم فخرالدین صاحب	۰	۰	۲۵
"	۲۷۶۱	جناب علی احمد خانصاحب	۰	۰	۵
۶ ۲/۴۲	۲۷۶۷	جناب محمد بخش صاحب	۰	۰	۲۵
"	۲۷۶۸	جناب کرم الٰہی صاحب قریشی	۰	۰	۵
۷ ۲/۴۲	۲۷۷۵	جناب عبدالعظیم صاحب	۶	۱۱	۰
۹ ۲/۴۲	۲۷۸۳	حسب وصیت جناب قاسم علی جیراج بھائی	۰	۰	۱۰۰
"	۲۷۸۴	جناب اے۔ محسن خانصاحب	۰	۴	۲
"	۲۷۸۵	جناب عبدالحق صاحب	۰	۰	۵
۱۰ ۲/۴۲	۲۸۰۱	جناب محفوظ الکریم صاحب	۰	۰	۲
۱۱ ۲/۴۲	۲۸۳۲	جناب ڈاکٹر برکت علی صاحب	۰	۰	۱۰
۲۰ ۲/۴۲	۲۹۴۴	جناب سید جواد علی شاہ صاحب	۰	۰	۱۵
۲۵ ۲/۴۲	۲۹۷۲	عالی جناب راجا صاحب آف نان پارہ	۰	۰	۱۰۰
"	۲۹۷۳	عالیجناب لفٹنٹ کرنل عبدالغفار خانصاحب	۰	۰	۲
۲۶ ۲/۴۲	۲۹۸۰	جناب این اے خانصاحب	۰	۰	۲
۲۷ ۲/۴۲	۲۹۸۶	عالیجناب اے۔ کے فضل الحق صاحب	۰	۰	۱۰۰
"	۲۹۸۷	جناب ابوالحسن صاحب	۰	۰	۲۵
۲۸ ۲/۴۲	۲۹۸۸	جناب خواجہ صدرالدین صاحب	۰	۰	۱۲
		فروخت اسلامک ریویو	۰	۱۰	۵۸۵
		فروخت اشاعت اسلام	۰	۸	۴۷
		فروخت کتب	۹	۱۱	۴۱۳
		میزان	۳	۰	۱۶۶۵

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

بابت ماہ فروری ۱۹۴۲ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۱ ۲/۴۲	۱۵۷	تنخواہ عملہ برائے لاہور آفس			
؍؍	۱۵۸		۰	۱	۵۵۵
		بابت ماہ جنوری ۱۹۴۲ء			
؍؍	۱۵۹				
؍؍	۱۶۱	کرایہ گودام دفتر وکتب خانہ			
			۰	۰	۴۵
؍؍	۱۶۲	بابت ماہ جنوری ۱۹۴۲ء			
؍؍	۱۶۳	کلکتہ آرٹ پریس برائے چھپائی			
			۰	۰	۵۰
؍؍		اپیل سرکلر وغیرہ			
؍؍	۱۶۴	آفس امپرسٹ بل			
		محصول ڈاک۔ خرید کتب برائے فروخت			
		کاغذ برائے اشاعت اسلام و ووکنگ گزٹ			
		بل بجلی۔ پروف ریڈنگ۔ اسلامک ریویو	۶	۱۴	۲۹۹
		کتابت اشاعت اسلام پیشنری وغیرہ			
۲/۴۲	۱۶۵				
	۱۶۶	سول اینڈ ملٹری گزٹ پریس چھپائی اسلامک ریویو	۰	۰	۳۰۰
؍؍	۱۶۷				
۲/۴۲	۱۶۸	غلام محمد دفتری برائے جلد بندی	۰	۴	۶۱
؍؍	۱۶۹	دین پریس برائے چھپائی ووکنگ گزٹ	۰	۰	۴۹
		الاؤنس	۰	۰	۳۰
			۶	۳	۱۳۹۰

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس۲۱ سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات۔ تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے** قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آراء کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعتِ اسلام** ہمارا اولیں نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) **ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے** دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر۔ اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالم اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اِسے چلا رہے ہیں۔ اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائن۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلاد اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے

(۱) بحیثیت حلیفہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کردیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا ہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِ خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ مبلغ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ روپے اور ممالک غیر کیلئے ۴ ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخلِ حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا ہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زرِ کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اُس شخصیت کاملہ سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعتِ اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانۂ عید میں اس کارِ خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعتِ اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوےٰ دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایہ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارِ خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لندن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکرٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتری ماسک ووکنگ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque WoKing, Surrey, England

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

تمام خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب ہندوستان) فرمائیں

1942 R. L. No. 90

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اکبر

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ {آل عمران آیت ۱۰۴}

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں) لگے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان — مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع۔ (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی [illegible] لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین [illegible] میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن [illegible] نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماع میں ایک ہزار سے [illegible] شامل ہوتے ہیں [illegible] نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمدنی بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار کی اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۸ | بابت ماہ مئی ۱۹۴۲ء م ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۱ھ | نمبر ۵

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر پبلشر چھپ کر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا۔

شذرات — اشاعتِ اسلام

مسلمانوں کی حالتِ زار کے لفظی نقشہ کھینچتے ہوئے قلم شرم کے مارے اپنا سر اونچا نہیں کر سکتا صفحہ قرطاس فرطِ غم سے بے اختیار رونے لگتا ہے۔ جب ہم اس شوریدہ دنیا کے ہنگاموں سے الگ تھلگ ہو کر اپنی مردہ حالت کا تماشہ دیکھتے ہیں تو ہمارے دلوں پر ایک بجلی سی کوند جاتی ہے اور ہمیں اپنے آپ پر بہت افسوس ہوتا ہے۔ ہم چرخِ نیلی فام کی مہر و ماہ والی چھت کے نیچے اور زمین کے زمردین فرش پر خدائے لم یزل کا پیغام بنی آدم کو سنا چکے ہیں۔ محض ایک خدا کی پرستش کرو اور نسلی امتیاز کو چھوڑ کر اسلام کی وسیع اور بیکراں برادری میں شامل ہو جاؤ۔ چنانچہ دنیا کے ہر گوشے سے لبیک لبیک کی صدائیں بلند ہوئیں۔ لوگ جوق در جوق حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ مسلمانوں میں سادگی کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ اور غلام میں کوئی تمیز نہیں کر سکتا تھا۔ مسلمانوں کی حکومت محض نام کی تھی ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ مجھ اور بادشاہ میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ ہر طرف سے امن و امان کے چرچے بلند ہوتے تھے۔ لوگ خوش تھے۔ حاکم اعلیٰ سے مطمئن تھے اور اسی کو قرآنی بادشاہت کہتے ہیں۔ القصہ مسلمان اپنا بلند اخلاق دکھا کر لوگوں کے دلوں میں اسلام کی سادہ تعلیم منقش کر دیتا تھا۔ اور وہ کبھی مٹ نہیں سکتی تھی۔ مختصر یہ کہ مسلمانوں نے جب تک دامنِ اسلام مضبوطی سے تھامے رکھا۔ بڑی بڑی سلطنتیں زیر ہوتی گئیں، اور جب دین پر دنیا کو فوقیت دینے لگے تو دو کوڑی کے نہ رہے۔ جن قوموں کا شغل ان کی جوتیاں سیدھا کرنا تھا۔ وہ اب ان سے اپنی جوتیاں اٹھوا رہی ہیں۔ جو ان کی مرہونِ منت تھیں وہ انہیں ٹھوکریں مارنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑ رہیں۔ جو قوم تاجرانہ حیثیت سے آئی۔ اسکی خاطر خواہ دلجوئی کی۔ اسے لطف و کرم سے نوازا اب یہی قومیں اپنی ناپاک اغراض کے پیشِ نظر مسلمانوں کو بیوقوف بنا رہی ہیں۔ ہمیں یقین ہی نہیں آتا کہ ہمیں مذہب اسلام سے دور کا تعلق ہے بھی، اور ہماری کبھی کہیں بادشاہت تھی۔ اب تو یہ حالت ہے کہ کفار کی زوال پذیر قوت سے لرز رہے ہیں۔ بدترین گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں خود خدا کے احکام سے سرکشی کر رہے ہیں۔ اوروں کے لئے کیا نمونہ پیش کریں۔ چونکہ اسلام عین انسانی فطرت کے مطابق ہے لہٰذا اس کی لازوال شعاؤں سے غیر مسلموں کا سینہ خود بخود منور ہو رہا ہے

(باقی بر صفحہ ۱۹۴)

تثلیث سے توحید کی طرف

از عبدالرزاق سلیا

میں نے خود کو جتنا کلیسا سے وابستہ کیا۔ اتنی ہی زیادہ اسلامی تنقید کے اظہار میں صداقت نمایاں نظر آئی۔ جلد ہی مجھے نغمہ خواں طائفوں۔ خوبصورت منبروں۔ مؤثر تصویروں اور مجسموں پیچیدہ اور شاندار مذہبی رسموں اور اسی طرح کلیسائی عبادت کے دوسرے معاملات نے مجھے متنفر کر دیا۔ جو سوال ہمیشہ میرے دل میں چکر لگاتا رہتا تھا وہ یہ تھا کہ اس تمام شور و شر کی کیا ضرورت ہے؟ آہستہ آہستہ پادریوں اور جمعیت کے خاص ارکان نے یہ دیکھا کہ میں "اعتراف گناہ" یا شرکت عشائے ربانی سے اجتناب کرنے لگا ہوں۔ اس کے بعد یہ بات عام ہو گئی کہ میں نے کلیسا کا آنا جانا ترک کر دیا ہے۔ یہ تمام باتیں مجھے بے چین بنائے دیتی تھیں اور میں کوشش کے باوجود ایسا کیتھولک نہ بن سکا جیسا کہ مجھے ہونا چاہیئے تھا۔ مذہب کے اس اختلاف کی وجہ سے مجھے اکثر سرزنش کی گئی اور میرا مضحکہ اڑایا گیا۔ آخر کار میں نے واضح لفظوں میں یہ کہتے بھی سُنا کہ میں نے اسلام کے نشان راہ کو اپنا رہبر بنا کر جہنم کا راستہ اختیار کر لیا ہے اس سب کے مقابل ہونا میرے لئے مشکل تھا۔ میں جانتا تھا کہ میں کتنا اچھا کیتھولک ہوں۔ اور مجھے اس کی کوئی وجہ نظر نہ آئی۔ کیونکہ مجھ سے اس طرح کا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مجھ سے اتنا بھی نہ پوچھا جائے کہ میں کیوں کلیسا سے اس قدر سیر اور اسلام کا فدائی ہو گیا ہوں۔ پھر ان کی غیر رواداری اتنی متعصبانہ تھی۔ کہ میں ایسے کلیسا سے بالکل بیزار ہو گیا۔ جس نے ایسے لوگوں کو خود سے وابستہ کر رکھا تھا۔

اس تمام وقت میں میں اس بات پر سنجیدگی سے غور کرتا رہا کہ مجھے کلیسا اور اس کی گرفت سے آزاد ہونے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے۔ میں اپنے آپ کو اس پر کبھی آمادہ نہ کر سکا کہ میں اعتراف گناہ کے لئے جاؤں۔ کیونکہ اس طرح مجھے اپنی اخلاقی قوت کو سب سے

نچلے زینے پر آنا پڑتا ہے۔ روحانی گناہوں کا اعتراف ایک ایسے آدمی کے سامنے کرنا جو پادری کے نام سے منسوب ہو اور جو خود بھی ان آلودگیوں سے مستثنے نہیں ہو سکتا ایسی لمحے میں میرے لئے معقول نہ ہو سکتا تھا۔ بلاشک انجیل یہ کہتی ہے کہ "جن لوگوں کے گناہ تم (پادری) معاف کر دو گے۔ وہ معاف کئے جائیں گے۔ اور جن کے گناہ تم معاف نہیں کرو گے۔ وہ معاف نہیں کئے جائیں گے"۔ صاف لفظوں میں اس کا یہ مطلب ہوگا، کہ اگر پادری مجھے معافی کے لیے منتخب کرے تو خدا بھی مجھے معاف کر دے گا۔ اور اگر پادری مجھے نہ بخشے تو خدا بھی نہیں بخشے گا۔ اس عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ کل کائنات کا خدا ہر ایک گنہگار کو بخشنے یا نہ بخشنے میں ان پادریوں کی مرضی کا پابند ہے۔ اور اس کے ذمے محض اُن کے اس فعل پر کاربند ہونا باقی رہ گیا ہے۔ اس کے علاوہ میں اپنے دل کو پادریوں سے یہ کہنے کے لئے آمادہ نہ کر سکا۔ کہ مجھ سے فلاں گناہ سرزد ہوا ہے یا کیسے اور کب ہوا۔ یہ یقین کر لینا بالکل لغویت ہوگی کہ پادری گنہگار کو بخش سکتے ہیں۔ اگرچہ میں یہ قبول کرنے سے انکار نہیں کروں گا کہ وہ بذات خود نیک آدمی ہونگے۔ ان تمام باتوں میں سے ایک یہ بات بھی تھی جس سے میرا چرچ کا جانا اور اس لپیٹ سے نکل آنے کا سبب بنی۔

میں نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ مجھے بہت جلد چرچ سے الحاق یا علیحدگی کا فیصلہ کر لینا چاہیئے اسلئے ایک سرد اور تاریک شام کو میں دکھے ہوئے دل کے ساتھ اور ملاقات کا انتظام کر لینے کے بعد ایک پادری سے دوبارہ ملنے گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ پریشانی نے مجھے متاثر کر رکھا ہے۔ اور میں ایک ایسے آدمی کی مانند ہوں جو اس سے نجات پانے کے لئے بیتاب ہو رہا ہو۔ میرا دل اس خیال سے بے حد ملول تھا۔ کہ میں اب کسی مذہب کا پابند نہیں ہوں۔ نہ تو کیتھولک ہی ہوں اور نہ مسلم۔ اس سے مجھے اور تکلیف ہوئی۔ اور دل کی اس حالت سے بالکل چور میں نے یسوعی تبلیغی مقام پر پہنچکر بجلی کی گھنٹی بجائی اور انتظار کرنے لگا۔ چونکہ اپنے ساتھ پادریوں کے اس ناروا سلوک کو دیکھ کر میں عام طور پر اُن سے نفرت کرنے لگا تھا۔ اسلئے میں اس ملاقات میں زیادہ نرم رہنے پر مائل نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اور ہر معاملے میں محتاط رہنے کا خواہشمند تھا۔ میں نے یہ دیکھا کہ وہ اپنی اسامیوں کے لئے اچھے تربیت یافتہ ہیں۔ اور مجھے اپنے جذبات میں

عجلت پسند نہیں بننا چاہیئے۔ جبکہ میں اس قلبی کشمکش میں مبتلا تھا مجھے محترم باپ نے خوش آمدید کہا۔ جو میری دعوت کے جواب میں آیا تھا۔ بظاہر وہ مجھے دیکھ کر خوش معلوم ہوتا تھا۔ اور مجھے کمرۂ ملاقات میں لے گیا۔ آرام سے بیٹھ جانے کے بعد اور چائے کی پیالیوں اور سگریٹ کے دھوئیں کے مابین میں نے اس پر اپنی بے کلی اور کلیسا کو چھوڑ دینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ میری گفتگو کے سننے کے تھوڑی دیر بعد اس نے میری تعلیم کے متعلق سوال کیا۔ میں نے سوچا کہ یہ سوال جواب کے قابل نہیں ہے۔ خاص کر ایسے حال میں کہ اگر وہ مدرسہ کی تعلیم کو مذہب کے سمجھنے کا پیمانہ بنانا چاہتا ہو۔ اس لئے میں نے پوچھا کہ تعلیمی قابلیت کو کیوں مذہبی سمجھ بوجھ کا ذریعہ بنایا جائے۔ میں جانتا تھا کہ وہ عالم الٰہیات اور ایم۔ اے ہے۔ تاہم مذہب کو بالکل سادہ اور سمجھ لینے کے قابل ہونا چاہیئے۔ تاکہ اس کے حسن کی پسند کے تنہا حقدار دنیاوی قابلیت کے مالک ہی نہ ہونے پائیں ہر قسم کا دل اور دماغ اسے پالینے کے قابل ہونا چاہیئے۔ اور اسی طرح میں اپنی علمی قابلیت کے مطابق مذہب کے سمجھنے کی تلاش میں تھا۔ کیا اس طرح کچھ صحیح ہوگا؟ یا یہ خیال غیر معقول ہے؟ ہر شخص اعلیٰ تعلیم کی سطح پر پہنچنے کا امیدوار نہیں ہوسکتا۔ لیکن ہر شخص کو اپنے علمی سرمایہ کیساتھ مذہب کے سمجھنے کا موقعہ ملنا چاہیئے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ تنہا رہبانیت کی ترجمانی ہی قابل قبول ہونی چاہیئے کیونکہ وہ زیادہ تعلیم یافتہ ہیں۔ تو ایک شخص یہ بھی خیال کرسکتا ہے کہ پھر مذہب کو انہیں کے لئے چھوڑ دینا بہتر ہوگا۔ بہرحال ہم نے بعض خاص معاملات پر بحث ومباحثہ کیا اور میں نے بعض ایسے نکات کے متعلق تشریح چاہی۔ جن کا قبول کرنا میرے لئے ہچکچاہٹ کا باعث تھا۔ لیکن میری بد دلی۔ کہ جو کچھ میں چاہتا تھا وہ مجھے نہ مل سکا۔ میں نے یہی کچھ سُنا کہ مذہب اسلام بداخلاقی سکھاتا ہے اور پیغمبر اسلام (نعوذ باللہ) دیوانے تھے۔ میں اس وقت محسوس نہ کرسکا۔ کہ یہ سب کچھ میری حوصلہ فرسائی اور مجھے اسلام سے دور رکھنے کے لئے کیا گیا تھا۔ لیکن مجھے اس سے باز نہ رکھ سکا۔ کیونکہ اب کئی اسباب بلکہ ہر ایک سبب کی بنا پر مجھے معلوم ہوچکا تھا۔ کہ کیوں مجھے مسلم بن جانا چاہیئے۔ میری راہ میں طرح طرح کے روڑے اٹکائے گئے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں ان سب میں سے صحیح وسالم نکل آنے میں کامیاب ہوا۔ میرے تمام سابق دوست اور آشنا اب میرے سخت دشمن بن گئے۔ اور جو عزت و محبت

مجھے ان سے حاصل تھی اب اس سے محروم ہوں۔ لیکن میں ان سے کہہ سکتا ہوں، کہ یہ سب کچھ میری بہتری کی خاطر ہوا۔ کیونکہ ان کے کھو جانے کے نقصان کے باوجود میں اتنا خوش قسمت ہوں کہ میرے ہاتھ ایک ایسی نعمت آگئی ہے جو انہیں میسر نہیں۔ تا وقتیکہ وہ بھی میری طرح اسلام قبول نہ کریں۔

عقیدۂ تثلیث

یہ چند سوالات ہیں۔ جو اسلام کی طرف رُخ کرنے سے قبل میں نے اپنے دل سے پوچھے۔ کیا خدا ایک ہے؟ ہاں۔ پھر تثلیث کی کیا ضرورت ہے؟ اس بات پر یقین کرنا مجھے کچھ مہمل سا معلوم ہوا کہ دنیا میں تین خدا ہو سکتے ہیں۔ یا کہ خدا میں تین شخصیتیں مدغم ہیں۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی مان لینا تینوں ہستیاں الگ الگ ہوتے ہوئے بھی ایک ہی ہیں۔ شاید ایک چینی معمہ حل کرنا ایک اسکیمو کے لئے زیادہ آسان ہوگا۔ بہ نسبت ایک معقول آدمی کے لئے تثلیث کا راز معلوم کرنے سے۔ اسرار ضرور ہوتے ہیں۔ درحقیقت تمام دنیا ایک راز ہے۔ لیکن ان اسرار کے وجود کا کوئی سبب ہونا چاہیئے۔ اور جب سبب ہی ناپید ہو۔ تو پھر خدا کی وحدانیت کو کیوں خواہمخواہ معمہ بنالیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس راز کے معاملہ نے کتنے سرگرم کیتھولک کلیسا سے ہمیشہ کے لئے جُدا کر دیئے۔ یہ ایک نمایاں حقیقت ہے کہ بہت کم لوگ کیتھولک چرچ کے اس راز اور دوسرے اسرار پر یقین کرتے ہیں۔ خالق کو باپ بیٹے اور رُوح القدس میں تقسیم کرنا زیادہ مشتبہ اور کم از کم کافرانہ فعل ہے۔ اگر کوئی شخص خواجہ کمال الدین مرحوم کی کتاب "ینابیع المسیحیت" اور جے ایم رابرٹ سن کی "پیگن کرائسٹس" پڑھے تو حقیقت کا متلاشی خود جان جائے گا کہ یہ اسرار کیسے وجود میں آئے۔ فی الحقیقت یہ پڑھ کر حیرت ہوگی کہ جہاں کلیسا اس معاملے میں کسی قسم کا تسلی بخش حل پیش کرنے میں ناکام ثابت ہوا ہے۔ وہاں ان مصنفوں نے ان اسرار کو یک وقت اور ہمیشہ کے لئے صاف کر دیا ہے۔ ہمیں یہ ضرور جان لینا چاہیئے۔ جیسا کہ خواجہ صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے: "سبب اور اس کا برمحل استعمال خدائی عطیہ ہے"۔ اگر ہم تعلیمات کے قبول کرنے کے لئے جب کوئی دلیل پیش نہ کرسکیں۔ یا اگر مذہبی اور دیگر امور میں دلیل کو ایک

غیر ضروری عنصر محسوب کیا جائے تو پھر خدا نے سبب کو بنایا ہی کیوں؟ انسان کو سبب عطا کرنے میں خدا کی ضرور کوئی مصلحت ہوگی۔ اور اگر سبب کو اس طرح نہ پیش کیا گیا جیسا کہ پیش کرنا چاہیئے۔ تو پھر اس کے عطا کرنے کا خدائی مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ کیا ناکامی خدا سے منسوب کی جا سکتی ہے؟ یقیناً نہیں۔ میں اس بحث کے سلسلے میں ایک اور بات بھی کہہ دینا پسند کرتا ہوں۔ کہ تثلیث ناقابل تقسیم ہے۔ سینٹ مارک بتاتا ہے۔" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بپتسمہ دینے کے بعد فوراً ان پر روح القدس کا نزول ہوتا دیکھا گیا۔ اور اسی وقت "باپ" کی آواز اوپر سے یہ کہتی سنائی دی"۔ یہ میرا محبوب بیٹا ہے اور میں اس پر بہت خوش ہوں" لیکن یہ خیال رکھو کہ تعلیم اس طرح ہے"۔ ایک خدا تین شخصیتوں میں۔ اور پھر بھی یہ تین ہستیاں غیر منقسم ہیں اگر یہ صحیح ہے اور ہم تھوڑی دیر کے لئے مان لیتے ہیں۔ کہ مسیح خود خدا تھے۔ تو پھر روح القدس (خدا) کا اترنا کیسے دیکھا گیا اور باپ (خدا) کی آواز بھی سنی گئی۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ تینوں ہستیاں اپنے آپ کو تین جداگانہ طریقوں سے ظاہر کر رہی ہیں۔ تو پھر یہ بات میری فہم سے بالاتر ہے کہ خدا کی وحدانیت میں توافق کیسے پیدا کیا جا سکے گا۔ ان تمام چیزوں میں سے جو میرے لئے سب سے زیادہ نفرت انگیز تھی۔ وہ یہ تھی۔ کہ چرچ کی تعلیمات سبب کو بالکل کالعدم کر دیتی تھی اور یہی میرے لئے قابل ماتم چیز ہے۔ اس سب کی حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ اسرار قدیم کفار کے مابین رائج تھے اور بعد میں انہوں نے مسیح کی سادہ تعلیمات میں اپنا راستہ بنا لیا۔

اسلام میں خدا کی وحدانیت

اب دوسری طرف دیکھو کہ اسلام کیا کہتا ہے "تمہارا خدا ایک ہے" یہاں اختلاف کی کتنی وسیع خلیج تمہارے سامنے ہے لیکن اس عقیدے کے قبول کرنے میں کسی طرح کی پیچیدگی نہیں۔ کیونکہ یہ محض حقیقت ہے۔ اور تمام لوگ ایسا محسوس کرتے اور ایسا ہونے کے معترف ہیں۔ یہ عقیدہ ایک مسلمان سے اولین شرط کے طور پر چاہا گیا ہے۔ جبکہ وہ کہتا ہے کوئی خدا نہیں ہے لیکن اللہ" اور پھر یہ کہ "کہو اللہ وہ ہے جو ایک ہے۔ اللہ وہ ہے جس پر سب کا دارومدار ہے۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اس کا کوئی ہم کفو ہے" یہ فقط صداقت ہی نہیں بلکہ اس عقیدہ سے عیسائی تثلیث کی دھجیاں بکھر جاتی ہیں۔ اسلام کا خدا ایک ہے

کیونکہ اس کی آسمانی قدرت کسی شرکت اور حصہ داری کو قبول نہیں کرتی ۔اس نے بیٹے اور بیٹیاں نہیں جنیں۔ وہ یکتا ہے اور اپنا شریک یا حصہ دار نہیں رکھتا۔ وہ خواہشات سے مبرا ہے۔ ناقابل تقسیم اور غیر مجسم ہے۔ ذرا آگے نگاہ ڈالنے سے ہم دیکھتے ہیں کہ تمام رنگا رنگی کے مابین بھی وحدت موجود ہے، یہ نظام شمسی، اور اس کے تخلیقی اور غیر تخلیقی عالم، پودوں اور جانوروں کی زندگی، یہ ٹھوس زمین۔ سمندر۔ دریا اور بلند پہاڑ گوناگوں ہونے کے باوجود اپنی وحدت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی رنگ اور زبان کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہوئے بھی ایک ہی طرح کے انسان ہیں۔ ہمارے پاس پرانے پیغمبروں کی شہادت موجود ہے۔ جو سب خدا کی وحدانیت کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ یہی خدا کی وحدانیت (اکساڈس ۲:۳) میں بالکل عیاں طور پر ظاہر کی گئی ہے۔ وہ کہتی ہے "میرے سامنے تم اور خدا نہیں پاؤ گے" پھر اس کے آگے ہے "ہمارا مالک خدا ہے جو تنہا مالک ہے" (ڈیوٹ ۴:۴) "پھر بھی ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں" اسی صداقت کو دوسری طرح ثابت کرنے کی کوشش محض وقت ضائع کرنے کے برابر ہے۔ جب میں مسلمان ہوا تو میں نے اس حقیقت کا اعتراف کیا تھا کہ میں ہمیشہ خدا کو ایک مانتا رہا ہوں میں نے بدھ مت والوں کو اکثر دیکھا ہے کہ وہ ملحدانہ رجحان رکھنے کے باوجود خطرے اور مصیبت کے وقت "ادہر سے خدا" پکار اٹھتے ہیں۔ اگرچہ وہ خدا کے عدم وجود کے قائل ہیں۔ لیکن پھر بھی مشکلات کے وقت بے اختیار کسی نہ کسی رنگ میں خدا کو پکارتے ہیں۔ میں نے خدا کی وحدانیت کو اس لئے لیا ہے کہ یہ مذہب کا بنیادی اصول ہے۔ جب تک خدا کی وحدانیت کا یقین نہ ہو تو وہ مذہب کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اسی عقیدے کی پختگی کی خاطر ہی ایک مسلمان اس کلمہ کی تکرار پر مجبور ہے یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

بپتسمہ

یہ بات مجھ پر ظاہر ہوئی کہ چرچ میں کسی دکن کو اپنی لپیٹ میں لیتے وقت بپتسمہ کی رسم ادا کرنا فقط بے معنی ہی نہیں بلکہ کافروں کی رسوم اپنائی گئی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس دنیا میں جو پیدا ہوا ہے اگر وہ اپنی نجات کا طالب ہے تو اسے بپتسمہ لینا چاہیئے۔ اور اس کی بنیاد ان الفاظ پر ہے "تم لوگوں کو بپتسمہ دیئے جاؤ۔ باپ بیٹے اور روح القدس کے نام پر" اس سے علیحدگی پر مردود

اور ملعون ہونے کی مُہر تک جاتی فرض کی گئی ہے۔" کیا یہ سچ ہو سکتا ہے؟" یہ تھا وہ پہلا سوال جو میرے دل میں پیدا ہُوا۔ اگر ایسا ہی ہے تو ان کروڑوں انسانوں کا کیا حشر ہوگا جو بغیر بپتسمہ لئے اس دنیا کو چھوڑ گئے؟ کیا ایسا خیال کرنا معقول ہو سکتا ہے کہ وہ نیک اور خدا ترس لیکن بپتسمہ کے بغیر بندے نیک زندگی گذارنے کے باوجود ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جھونک دیئے جائیں؟ میں نے سوچا شائد ایسا ہو۔ لیکن پھر دوسری طرح بھی کیوں نہ ہو؟ اس بچے کے متعلق کیا حکم ہوگا جو چند ہی روز کی عمر پاکر یہ مذہبی رسم ادا کئے بغیر مر جاتا ہے۔ یہ خیال رہے کہ اس کی روح پر ایک بھی دھبہ نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی وہ جنت میں نہیں لیا جا سکتا یا نہیں لیا جائے گا کیونکہ اس بچے کو بپتسمہ نہیں دیا گیا۔ یقیناً خدا کے بارے میں یہ بات کچھ عجیب سی ہوگی کہ وہ ان بے گناہوں کو جہنم کی جلتی آگ میں جھونک دے۔ یہ یقین کرنا ناممکن ہے کہ خدا اتنا ظالم ہو سکتا ہے۔ کیا مسیح نے یہ نہیں کہا؟ "بچوں کو تھوڑی تکلیف دو اور انہیں میری طرف آنے سے مت منع کرو کیونکہ یہ خدائی حکومت ہے" اس سے بھی بڑھکر حیرت انگیز امر یہ ہے۔ چرچ کا کہنا ہے کہ بپتسمہ کی رسم مسیح کی جاری کی ہوئی ہے۔ صحیفوں کے قول کے مطابق "جان" نے مسیح کو بپتسمہ دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود مسیح نے خود کسی کو بپتسمہ نہیں دیا۔ پھر میں یہ کیسے قبول کر لیتا کہ یہ مسیح کا جاری کیا ہوا ہے۔ دراصل یہ رسم قدیم کفار کے ہاں رائج تھی اور مجھے یقین ہے کہ عزت و توقیر کی یہ قوت کلیسا نے کئی وجوہات کی بنا پر لے لی ہے۔ یہاں ایک بڑا سوال پیدا ہوتا ہے کیا کوئی ماں باپ یہ یقین رکھتا ہے؟ کہ اس کا چھوٹا سا بچہ محض اسی وجہ سے دائمی عذاب جہنم میں مبتلا رہے گا کہ اس کے ننھے سے سر پہ پانی کے چند قطرے نہیں چھڑکے گئے؟ یہ حقیقت ہے کہ ایک کیتھولک کی حیثیت سے مجھے کئی جنازوں میں شریک ہونے کا موقع ملا ہے۔ لیکن میں نے یہ کسی جگہ بھی نہیں سنا کہ مرنے والا شخص یقیناً دوزخ میں جائے گا بلکہ اس کے برخلاف میں نے ہمیشہ یہ سنا کہ یہ شخص جنت میں جائے گا۔ اگر عیسائی اپنے آپ کو اتنی آسانی سے یہ تسلّی دے سکتے ہیں تو پھر میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا۔ کہ کیوں غیر عیسائی بھی اسی ولائے کے حامل نہ ہوں؟ یہ فقط محروم شدہ گروہ کے الفاظ ہی نہیں ہیں جو دل کو ڈھارس دینے کے لئے کہے گئے ہوں بلکہ یہ میرا قریبی مطالعہ ہے کہ جو کچھ وہ کہتے تھے اسی پر ان کا عقیدہ تھا۔ اگر

یہ حقیقت ہو تو پھر ان بچوں کے متعلق کیا خیال ہے جو بغیر بپتسمہ لئے مر گئے؟ اگر وہ جنت کو جاتے ہیں تو پھر ان نیک لوگوں کے متعلق کیا حکم ہوگا جو بپتسمہ کے بغیر مرتے ہیں؟ کسی فیصلہ پر پہنچنے سے پہلے تھوڑی دیر کے لئے سوچو۔ اور میری بات پر یقین کرو کہ ان معاملات میں میرا تجربہ ہمیشہ مجھے شکوک کی راہ پر لے گیا۔ اور اگر تم بھی سنجیدگی سے غور کروگے تو میری طرح عیسائی صداقت کو مشتبہ قرار دوگے۔ ایک دفعہ ایک نوجوان حضرت مسیح کے پاس گیا اور کہا "اچھے آقا! میں کونسا نیک عمل اختیار کروں جس سے دائمی زندگی پاؤں" اس کے جواب میں اس کو حضرت مسیح نے یہ نہیں کہا کہ "جاؤ اور بپتسمہ لو" بلکہ یہ کہا "تم نے مجھے اچھا کیوں کہا۔ اچھی ایک ہی ہستی ہے اور وہ خدا ہے۔ اور اگر زندگی میں داخل ہونا چاہتے ہو تو احکام کی تابعداری کرو اور آؤ میری پیروی کرو" (متی ۱۱-۱۶، ۱۷، ۱۰ اور ۲۱) یہ تھا سب کچھ۔ اور جو حقیقت میں ضروری ہے۔ یعنی اس محبت کی مثال اور نیک شہرتی کے نمونے کی پیروی جس نے حضرت مسیح کی شکل اختیار کر رکھی تھی۔ اتنا کچھ کہ کر میں بپتسمہ کو نجات کے لئے اس سے زیادہ ضروری خیال نہیں کرتا جتنا کہ ڈوبنے والے شخص کے لئے گھاس کے تنکے کا سہارا۔

کلمہ

اب آؤ دوسری طرف دیکھیں کہ اسلام نجات کے لئے اولین شرط کیا پیش کرتا ہے۔ وہ ہمیں اس عقیدے کا پابند بناتا ہے کہ اس دنیا میں پیدا ہونے والا بچہ تمام گناہوں سے پاک ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر بچہ پیدا ہوتے وقت مسلم (پاک وصاف) پیدا ہوتا ہے اور جو چیز پاک ہو اسے بپتسمہ یا اس قماش کی دوسری چیزوں سے پاک نہیں کیا جاسکتا۔ ہمیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ جو چیز خدا کی طرف سے آتی ہے پاک وصاف آتی ہے اور وہ ہم خود ہیں جو اسے بُرا بناتے ہیں۔ اگر ایک بچے پر اس کی پیدائش کے وقت ہی گناہ کی مہر لگادی جائے، تو پھر اس سے گناہ کی ذمہ داری برداشت کرنے کی کیسی امید کی جاسکتی ہے؟

اسلام کا تمدنی انقلاب

دنیا کا نظام جدید۔ نظامِ اسلام کیلئے پکار

(آل انڈیا اسلامک ہسٹری کانگریس کے جلسے میں مسٹر محمد یعقوب خاں کے پڑھے ہوئے مقالے کا ترجمہ جو زیر صدارت ڈاکٹر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ منعقد ہوا تھا)

اگر تاریخ مُردہ ماضی کے جنازے پر محض ایک نوحہ یا اس کے مردہ جسم کے لئے فقط پوسٹمارٹم ہی نہیں ہے تو اُسے لازماً ہماری موجودہ زندگی کی تاریکیوں کے لئے نور ہدایت بننا اور آنے والے دَور کا راستہ دکھانا چاہیئے۔ تاریخ عموماً ان چند تاج پوش سروں تک محدود رہی ہے جو مسرح حیات پر ظاہر ہو کر اپنے کردار ادا کرتے رہے۔ لیکن صحیح تاریخ انسان کے موجودہ بحر حیات کی گہرائیوں تک پہنچتی اور ان اہم واقعات کی لہروں کا مطالعہ کرتی ہے جو محض خارجی ظہور کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس مقالہ کا مقصد ان عظیم متحرک طاقتوں پر توجہ مرکوز کرانا ہے۔ جو تاریخ اسلام کی پیدائش کا باعث ہوئیں اور اسے عظمت کا درجہ بخشا۔

مجھے علامہ اقبال سے یہ سننے کا فخر حاصل ہوا ہے کہ "اسلام وہ مذہب نہیں جو عام طور پر اس کے اسم سے سمجھا جاتا ہے"۔ یہی بات تاریخ اسلام پر بھی منطبق ہوتی ہے۔ اس کے متعلق دو ایک اصول ایسے ہیں جو اسے دنیا کی دیگر تاریخوں سے یکسر مختلف بنا دیتے ہیں۔ خواہ وہ قومی ہوں یا مذہبی۔

تاریخ کی عام زبان کہانی ہوتی ہے اُس شخص کی کشمکش کی جو اپنی ذاتی وسعت، ذاتی رسوخ و اثر، اور ذاتی الٰہیاتی مواد یا ذہنی فوقیت سے آراستہ ہو۔ ہمیں یہ دونوں قوتیں تاریخ اسلام میں اسی وقت سے اپنی غیر موجودگی کو نمایاں کرتی نظر آتی ہیں جب سے کہ اس کی ابتدا ہوئی۔ ہمیں یہاں نہ تو کوئی مادی قوت پشت پناہ دکھائی دیتی ہے، اور نہ ہی کوئی ایسی دماغی قوت نظر آتی ہے

جو تاریخ کی اس جدید تحریک کو تجویز میں لانے، منظم کرنے یا آگے کی طرف حرکت دینے میں مدد دے سکتی ہو۔ بلکہ یہ ایک تنہا شخص کی پکار تھی جو ویرانے میں طویل مدت تک بلند ہوتی رہی تھی۔ ایک لے دے کر اسی ساز و سامان کا سہارا تھا جسے ساتھ لیکر تاریخ اسلام اس سفر پر نکلی جس نے دنیا کا نقشہ بدل دیا۔ مولانا حالی نے اپنے شعر میں اس عجیب اور روح کو متحرک کرنے والے منظر کا اظہار اس طرح کیا ہے:۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی ؎ عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

آپ جانتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کو جگہ جگہ اور غاروں میں چھپ چھپ کر اپنی مقدس زندگی کو بچانا پڑا تھا۔ اس کے علاوہ قرآن کریم نے بھی آپ کو خصوصیت سے اُمّی پیغمبر بیان کیا ہے۔ اللہ! اللہ! تاریخ کا آغاز دیکھئے۔ گویا خود اللہ تعالےٰ کو یہی پسند آیا کہ نہضت اسلام کو تمام دنیاوی ساز و سامان سے محروم کر دے، اور محض یہی نہیں کہ بلکہ تمام مادی قوتیں مل کر اسلام کے بالمقابل صف آرا ہو جائیں۔ علامہ اقبالؒ نے تاریخ عالم کے اس عدیم المثال منظر سے متاثر ہو کر اپنے پُر حلاوت اشعار میں یوں اظہار کیا ہے:۔

تھا یہ فرمان الٰہی کہ شکوہِ پرویز ؎ دے قلندر کو کہ ہیں اس میں ملوکانہ صفات

"غیر مسلم مؤرخوں کو اس تلخ حقیقت نے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے کہ تاریخ اسلام نے مادی ساز و سامان سے محروم ہونے کے باوجود اپنے خلاف صف آرا ہونے والی تمام مادی طاقتوں پر فتح پائی۔ مسٹر سٹاڈرڈ نے اپنی کتاب "دی نیو ورلڈ آف اسلام" میں اس حقیقت کی اس طرح داد دی ہے نہضت اسلام شائد تمام دنیا کی تاریخ میں سب سے بڑھکر حیرت انگیز واقعہ ہے۔ اسلام ایک ایسی سرزمین اور ایسے لوگوں کے مابین پیدا ہوا جو ناقابل اعتنا تھے۔ لیکن اس کے باوجود عظیم الشان سلطنتوں کے ٹکڑے اڑاتا، مدت مدید کے مضبوط مذاہب کو پچھاڑتا، نسل انسانی کی روحوں کو نئے سانچے میں ڈھالتا اور ایک نئی دنیا (اسلام کی دنیا) تعمیر کرتا ہوا ایک صدی کے اندر اندر آدھی دنیا پر چھا گیا۔"

جتنا ہم اس تحریک کا گہرا مطالعہ کریں گے اتنا ہی یہ ہمیں غیر معمولی نظر آئے گی۔ تمام دوسرے بڑے بڑے مذاہب نے آہستہ آہستہ اور وقت آمیز کشمکشوں کے ساتھ ترقی کی۔ اور اخیر میں اپنی قوت بادشاہوں کی امداد سے کامیابی حاصل کر سکے جو اس میں شامل ہوتے رہے۔ عیسائیت کو قسطنطین، بدھ مت کو اشوک اور آتش پرستی کو سائرس، ہر ایک اپنی انتخاب کی ہوئی روش پر قومی اختیار کی باعظمت قوت صرف کرتا رہا۔ لیکن ایک ایسے صحرا میں سے اٹھکر جس کی آبادی خانہ بدوشوں کی مختصر سی نسل پر محدود تھی اور

اور جو اس وقت انسانی تاریخ میں بالکل غیر معروف تھے، اسلام نے انہیں حقیر ترین انسانی امداد اور دشوار ترین مادی مشکلات کی موجودگی میں ایک عظیم الشان جدوجہد کی راہ پر گامزن کر دیا۔ ظاہر بابہر اعجاز نما آسانی سے دوسری قوموں پر غالب آیا۔ اور متعدد نسلوں نے پیرینیز سے ہمالیہ کے پہاڑوں تک اور وسطی ایشیا کے صحراؤں سے افریقہ کے صحراؤں تک ہلال احمر کو فتحمند دیکھا ہے۔"

اس مقالہ کا یہ مقصد ہے کہ ان قوتوں کا تجزیہ کیا جائے جو تاریخ عالم کے اس بے مثل واقعہ کی تہ میں کار فرما ہیں۔ وہ کیا چیز تھی جس نے ناتجربہ کار نوجوانوں اور کمزور بڈھوں پر مشتمل تین سو تیرہ نفوس کی مٹھی بھر تعداد کو بے سروسامانی کے باوجود پورے ایک ہزار تجربہ کار اور ایڑی سے چوٹی تک مسلح جنگ آزماؤں کی جمعیت پر فتحمند کیا؟ وہ کیا چیز تھی جس نے بیزنطین اور روم جیسی اپنے وقت کی دو بڑی سلطنتوں کو تاریخ میں غیر معروف انسانوں کے سامنے پھونس کے گھر کی طرح گرا دیا؟ وہ کیا چیز تھی جس نے صرف چھ سو انسانوں کی جمعیت کو سمندر میں دھکیل کر اس چٹان پر جا اتارا جسے ہٹلر بھی ابھی تک چھونے کی جرأت نہ کرسکا؟ اور بالآخر وہ کیا چیز تھی جس نے ان کی کشتیاں جلوا کر انہیں ایک پوری سلطنت کے بالمقابل کھڑا کر دیا؟ یہی وہ منظر ہے جس نے اقبال کے نغمے کو بیداری کا ذریعہ بنا دیا ؎

طارق چو بر کنارۂ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کار تو بہ نگاہ خرد خطا است
دوریم از سواد وطن باز چوں رسیم
ترکِ سبب ز روئے شریعت کجا رواست
خندید و دست خویش بہ شمشیر برد و گفت
ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

میں پوچھتا ہوں کہ اس کے پس پشت کونسی قوت کار فرما تھی؟ وہ کیا تھا جس نے اسلام کا جھنڈا اگراناڈا سے دہلی تک لہرایا اور ایک صدی سے کمتر عرصے میں کرۂ ارضی پر چھائی ہوئی تاریکی اور جہالت کو علم و عرفان کی روشنی سے منور کر دیا؟ اگر ہم تاریخ اسلام کی تمام کہانی سے واقف ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں اس کی جستجو میں اپنے لنگر اٹھا کر آمادۂ سفر ہونا پڑے گا۔

تمہیں مجھ پر اعتماد کرنا چاہیئے کہ تمہیں تاریخ اسلام کے اس فراموش شدہ منظر تک لے جانے کے لئے میں بھاگتے ہوئے تصور کا تعاقب نہیں کر رہا ہوں۔ بلکہ تمہارے روبرو محسوس حقائق رکھ رہا ہوں۔ یہ حقائق بلاشک افسانے سے بھی زیادہ عجیب معلوم ہوتے ہیں۔ اسلام کا اٹھنا کتنا درخشاں اور اس کی ہمہ گیری کتنی خیرہ کن تھی کہ تاریخ ابھی تک تمام عالم کی اس اعجاز نما تبدیلی پر اپنی آنکھیں مل رہی ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود یہ حقیقت موجود ہے کہ یہ معجزہ اور وہ قوت جس نے ان باتوں کو ممکن کر دکھایا اور جس سے تاریخ اسلام کا لنگر بنا ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ اب اسی لنگر

تک پہنچنا ہمارا کام ہے۔ اگر ہم تاریخ اسلام کو سمجھنا اور اس بلند مقصد کو انجام دینا چاہتے ہیں جو ہمیں قانونی طور پر اس تاریخ سے ورثہ میں ملا ہے۔ اقبالؒ جب اسلام کی آیندہ تاریخ بنانے والوں کو مخاطب کرتا ہے تو اسی قوت کو چھوتا ہے

ہر کجا بینی جہان رنگ و بو
آنکہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نور مصطفیٰ او را بہاست
یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ ست

وہ سوز جگر اور عزم بلند یعنی ایمان کی دھڑکن اور لعنت تفرقہ تو تھی جس نے اسلامی تاریخ کے پس پشت یہ قوت پیدا کی۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ تاریخ اسلام اپنے آپ کو دہرائے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اسلام انسانی مقاصد کو پھر نئے قالب اور نئی شکل میں ڈھالے اور اگر ہم یہ دیکھنے کے آرزومند ہیں کہ اسلام ایک دفعہ پھر انسانی تہذیب کی گاڑی کی عنان اپنے ہاتھ میں لے تو ہمیں انہیں قوتوں کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑے گا۔ ان قوتوں سے استمداد کئے بغیر احیائے ملت کی گفتگو اور اپنے گھر میں پاکستان کی رٹ لگانا بالکل اسی طرح ہے جس طرح ہملیٹ کا ضرب المثل کھیل ڈنمارک کے شہزادے بغیر اسٹیج کرنا۔

ہر انقلاب قوت کی ایک خاص مقدار کو آزاد کرانے کے لئے آتا ہے۔ اور اس کی وسعت کے مطابق اُن لوگوں کے مقاصد بدلتے ہیں۔ جو اس قوت سے متصادم ہوتے ہیں۔ انقلاب فرانس نے اپنی قوت آزاد کی۔ یہ قوت ایک شخص کو سیاسی بندھنوں سے چھڑانے والی تھی۔ گذشتہ دو صدیوں کے صنعتی انقلاب نے انسان کو صنعت کا رول بخشا اور اسی کے مطابق تاریخ کے میدان میں تبدیلی رونما ہوئی۔ روس کے موجودہ انقلاب نے بھی انسان کے روٹی کے مسئلہ کو سامنے رکھا۔ اور دنیا کو اس امر کے تحت کھڑا کیا۔ کہ اقتصادی مسائل کے علاوہ کچھ مت سوچو۔ لیکن یہاں وہ پرانی کہاوت اور اس کی باطنی دانائی کو بھول جاتا ہے۔ یعنی انسان فقط روٹی سے ہی زندہ نہیں رہتا۔ اسلامی انقلاب ایسا نہیں ہے۔ یہ طرفدارانہ انقلاب نہیں۔ بلکہ فرانس، یورپ اور روس سب مل کر اس کے اندر جمع ہیں اسلام وہ سب کچھ پیش کرتا ہے جو ان میں سے ہر ایک کے نزدیک بہتر ہے اور ان اصولوں کو دور ہٹا دیتا ہے جو ان میں غیر پسندیدہ ہیں۔ مسز سروجنی نائیڈو نے اسے بالکل موزوں طور پر کہا ہے:۔

"آزادی اخوت اور مساوات انقلاب فرانس کے مجوزہ نام فرانس کے معلوم کرنے سے بہت پہلے عربستان میں رائج تھے" صحیح اشتراکیت کے لئے بھی دنیا کسی ایسے دور کی طرف رُخ کرنے کے قابل نہیں ہے جو ایام رسالت کی اسلامی سوسائٹی سے بہتر ہو۔ مغرب انسانی زندگی کی قدر و قیمت سمجھنے

کے باوجود ابھی اسلام سے بہت پیچھے ہے۔

اسلام انسانی زندگی کی قیمت تمام دیگر چیزوں سے زیادہ لگاتا ہے اور اس قاعدہ کی روشنی میں دوسری چیزوں کی قیمتیں مقرر کرتا ہے۔ فرانس کے سیاسی انقلاب اور روس کے اقتصادی انقلاب کے مقابلے میں اسلام کو انسانی انقلاب کا نام دیا جا سکتا ہے۔ وہ انسانی شخصیت کو اس کی ہمہ گیری اور کمال کے لحاظ سے جدید اصلاحی تعمیر کی تصویر کے مرکز میں جگہ دیتا ہے۔

۱۹۳۲ء میں آل انڈیا مسلم کانفرنس کے جلسے میں علامہ اقبالؒ نے اپنی صدارتی تقریر میں اسلام کی امتیازی علامت کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا تھا:۔

"جس اسلامی عقیدے کی تم نمایندگی کرتے ہو۔ وہ انسانی قابلیت سے واقف ہے اور اسے اپنا سب کچھ خدا اور انسان کی خدمت پر صرف کرنا سکھاتا ہے۔ اس کی یہ ممکنات ابھی تھک نہیں گئیں۔ وہ اب بھی ایسے وقت میں ایک نئی دنیا پیدا کر سکتا ہے۔ جب انسان کا اخلاقی درجہ اپنی نسل و رنگ کے ساتھ اس بات پر آمادہ نہیں۔ جہاں انسانی سوسائٹی کی بنیاد معدے کی مساوات پر نہیں بلکہ روحانی مساوات پر ہے جہاں ایک اچھوت بادشاہ کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہے۔ جہاں ذاتی ملکیت وقف کی حیثیت رکھتی ہے۔ جہاں دولت کے اصلی پیدا کرنے والے کو اس کے حق سے محروم کرنے کی خاطر سرمائے کو ڈھیر کرنے کی اجازت نہیں۔"

اسلام نے خود ہی حیات انسانی کے تمام مسائل کو نگاہ میں رکھا۔ اور قوت کا جوالہ اس طرح کھول دیا جو جس طرح کہ ناقابل تسخیر تھا اسی طرح قدیم اور موجودہ تاریخ میں غیر معروف بھی تھا۔ اور جس نے اپنے سامنے کی سلطنتیں، مذاہب، تمدن اور ہر ایک چیز کو خاشاک کر دیا۔ یہ ایک تمدنی انقلاب تھا۔ حیات انسانی کے ہر شعبہ کے نقطہ نگاہ کا انقلاب۔ یہ انقلابی نقطہ نگاہ ہی تو تھا جس نے ابتدائی فرزندان اسلام کو تمام دنیا کے بالمقابل کھڑا کر دیا۔ یہی نقطہ نگاہ یہی وہ عقیدہ تھا جس سے انہوں نے زندگی اور موت کا مقابلہ کیا۔ خاکی زندگی کا یہ خاکہ جو اسلام نے سکھایا ایک تمہید ہے آنے والی بہترین اور خوبصورت زندگی کی۔ رسولؐ مقدس کا قول ہے۔ "میں ایک رہرو کے سوا کچھ نہیں ہوں" یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب حضور انورؐ ایک سایہ دار درخت کے نیچے تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد آگے کو روانہ ہونے لگے تھے۔ یہ وہ معنوی اہمیت وہ قدر و قیمت ہے جو حضور انورؐ نے اس

زندگی کی لگائی ہے ۔ ایک اور قول حضورؐ کی گہری قلبی خواہش پر روشنی ڈالتا ہے :۔ "میری تمنا ہے کہ میں خدا کی راہ میں شہید ہوؤں ۔ پھر زندہ کیا جاؤں ۔ پھر شہید ہوں ۔ اور اسی طرح پھر سے زندہ اور پھر شہید ہو جاؤں"۔ جب ایک مسلمان غازی میدان جنگ میں اپنے دشمن کے مقابل ہوتا تو دوسری دنیا کو منتقل ہوتے وقت پسماندگان کی طرف سے رفتگانِ اُولیٰ کی طرف پیغام لیجاتا۔ وہ حیات بعد الموت پر اس قدر اعتقاد رکھتے تھے اور اسی قدر اس میں داخل ہونے کے لئے بے چین رہا کرتے ۔ ان کے نزدیک موجودہ اور آئندہ زندگی کے مابین کسی رکاوٹ کا وجود نہ تھا۔ ایک دفعہ ایک مسلم نوجوان میدان جنگ کے کنارے پر کھڑا اپنے وطن کی لذیذ کھجوروں کا مزا اُڑا رہا تھا لیکن جب اُس نے اپنے ایک ساتھی کو دشمنوں کے نرغے میں پایا تو اسے بچانے کے لئے بے تحاشا دوڑا ۔ کھجوریں ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھیں ۔ اس نے بحر جنگ میں غوطہ زن ہوتے وقت یہ اہم بات کہی :۔ "اچھا ! میں انہیں اپنے ساتھ دوسری دنیا کو لے جاؤں گا" یہ واقعات اسلام کی اس انقلابی روح پر مدھم سی روشنی ڈالتے ہیں جو اُس نے مسلمانوں کے دلوں میں ڈالا تھا۔ ایک مسلمان نے ہمیشہ اپنی موجودہ زندگی اور اس کی رنگینیوں کی بہت کم قیمت لگائی ہے ۔ اُسے پرندے کی پرواز سے زیادہ حیثیت نہیں دی ۔ اور آئندہ دنیا کو اپنا دائمی گھر سمجھا ۔ اس عقیدے نے اسے ان تمام جسمانی کمزوریوں اور برائیوں سے پاک وصاف رکھا جو اس کے تعاقب میں آیا کرتی ہیں ۔ بزرگ گوتم بدھ نے شاہی تخت کو غیر جاذب سمجھا اور عرفان حقیقت اور امن کی تلاش میں جنگلوں کی تنہائیوں کی طرف پسپا ہو گیا ۔ پیغمبرِ اسلام سوسائٹی کے حقیر مرتبے سے ترقی کر کے جزیرہ نمائے عرب کے روحانی اور مادی بادشاہ بن گئے ۔ لیکن اس سے ان کے نظریہ میں ذرہ برابر فرق نہ آسکا اور قوت کا حق استعمال رکھتے ہوئے بھی حضورؐ نے سادہ زندگی بسر کی ۔ اپنے جوتے خود مرمت کرنا، کپڑوں کو پیوند لگانا، بکریوں کا دودھ دوہنا، یتیموں کی خبر گیری ۔ بیواؤں اور بوڑھی عورتوں کا سودا خریدنا ، بیماروں اور ناداروں کی پرسش کرنا حضورؐ کی روزانہ زندگی کا معمول تھا ۔ حتیٰ کہ کثرت آسائش کے ایام میں بھی جب کہ دوسرے لوگ نسبتاً بآرام زندگی . . . .

. . . . گذار رہے تھے آپؐ کی پیاری بیٹی اپنے ہاتھ سے چکی پیسنے پر مجبور تھی ۔ آپ نے اپنی بیویوں سے صاف صاف کہہ دیا کہ اس گھر میں رہ کر ظاہرانہ زندگی پر

قناعت کرنی پڑے گی - اور اگر انہیں دنیاوی آسائش کی ضرورت ہو تو خوشی سے جا سکتی ہیں - سیدنا ابوبکرؓ اور عمرؓ جو اسلامی تاریخ کے بانی اور آنحضور کے بعد ہی خلیفہ ہوئے اس سادہ زندگی اور بلند فکری کی نیک مثال تھے - جن کی نظیر آج تک کوئی تاریخ نہ دکھا سکی اور نہ ہی آئندہ دکھا سکیگی - مہاتما گاندھی نے ایام اسیری میں ان اصحاب کی زندگی کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا تھا - اُن کے حالات سے بے حد متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے خود سادہ زندگی کے داعی ہونے کے سبب اُنہوں نے محسوس کیا کہ اسلامی تاریخ کے ان دو بزرگ بانیوں کی زندگی اُن لوگوں کی حوصلہ افزائی کے لئے بطور نمونہ پیش کی جا سکتی ہے جو تعمیر وطن کی خدمت میں مشغول ہیں - جب کانگریسی وزارتوں نے عہدے سنبھال لئے تو اُنہوں نے سب سے پہلے انہیں متنبہ کیا کہ مبادا اختیار و قوت کی کشش انہیں اپنی طرف کھینچ لے اور سادہ زندگی کا اصول چھڑا دے - انہیں ہمیشہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی مثال اپنے سامنے رکھنی چاہیئے

براہ مہربانی مجھے مذہب میں جا کودنے کے متعلق بُرا نہ کہیئے - میں تاریخ کے متعلق کہہ رہا ہوں میں نے تاریخ اسلام میں سے یہ واقعات اسلئے ادھر اُدھر سے لئے ہیں - کہ ان سے انسانی زاویہ نگاہ پر اسلام کے لائے ہوئے انقلاب سے روشنی پڑتی ہے - یہ انقلاب اسلام کے اس سنہری دَور سے متعلق نہیں ہے جہاں بلا شک و شبہ تغیر نوعی انتہائی تحریر آبی کو چھوتی دکھائی دیتی ہے - یہ پیدا شدہ قوت اتنی طاقتور تھی - کہ اس نے اسلامی تاریخ کے ان تمام میدانوں پر گہرا اثر ڈالا جہاں تک یہ پھیل سکی - جب اسلامی فوجیں کسی ملک میں داخل ہوتیں تو ان کی شہرت ان سے پہلے پہنچ جاتی تھی - اور وہاں کے باشندے انہیں اپنے ہم عقیدہ حکمرانوں پر ترجیح دیتے ہوئے کھلے بازوؤں سے استقبال کرتے - کیونکہ انہیں پیروان اسلام کے متعلق یہ علم تھا کہ یہ لوگوں پر حکمران ہوتے ہوئے بھی لوگوں کے غلام ہوتے ہیں - یہ مثال ہمیں شام - فلسطین - عراق - ہسپانیہ اور یہاں بعید ترین ہندوستان میں ہر جگہ ملتی ہے - تاریخ ہمیں ثبوت دیتی ہے کہ مسلمان فوجیں اگر کسی شہر سے فوجی نقطہ نگاہ سے نکلنے پر مجبور ہوتیں تو وہاں کے باشندے حقیقت میں ان کی علیحدگی پہ رو دیا کرتے - اور خود اسلامی فوجیں جب وہاں قابض نہ رہ سکتیں اور انہیں وہاں سے چلے جانا ہوتا تو مسلم جرنیل ان کی حفاظت کے عوضانہ میں لیا ہوا جزیہ ایک ایک پائی واپس دے دیتے - شام کے بعض شہروں میں ان کی علیحدگی پر آنسو بہائے گئے تھے -

(باقی دارد)

جزیہ اور شریعت اسلامیہ

بقلم ایم وائی خان صاحب

جزیہ، جیسا کہ وہ قرآن مجید میں مذکور ہے، اسلام کے ظہور سے پہلے بھی مختلف ممالک میں موجود تھا۔ چنانچہ ۵ سو ق م میں، اہل یونان نے، ایشیائے کوچک کے باشندوں پر جزیہ عاید کیا تھا۔ نیز رومیوں اور ایرانیوں نے اپنی رعایا پر عائد کیا مسلمانوں نے محض سابقہ دستور پر عملدرآمد کیا لیکن اس کی سختی کو دور کرکے بڑی حد تک قابل قبول بنادیا۔ اور اس طرح بین الاقوامی تعلقات قائم کرنے کا بہترین وسیلہ بن گیا۔ وہ آیت جس پر اسلام کے دشمنوں نے اپنے اعتراض کی بنیاد قائم کی ہے حسب ذیل ہے:۔

"لڑو اُن لوگوں سے جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ اس چیز کو ممنوع قرار دیتے ہیں، جس کو اللہ اور اس کے رسولوں نے ممنوع قرار دیا ہے اور نہ وہ مذہب حقہ کی پیروی کرتے ہیں، ان میں سے جو کتاب دیئے گئے ہیں حتیٰ کہ وہ ٹیکس (جزیہ) ادا کریں، جو اس بات کا ثبوت ہو کہ وہ تم میں سے کمتر اور تمہارے محکوم ہیں"

بت پرستوں سے جنگ کے قواعد پر فیصلہ کن تعلیم دینے کے بعد، اب قرآن مجید اہل کتاب سے جنگ کے قواعد بیان کرتا ہے۔ اگرچہ یہود نے، بت پرستوں کی امداد مدتوں تک اس غرض سے کی تھی کہ وہ اسلام کو فنا کردیں، لیکن مسیحی رومی سلطنت نے اُن کے بعد اسلام کی بیخکنی کا ارادہ کیا اور فوج تیار کی چنانچہ تبوک کی مہم اسی لئے پیش آئی تھی چونکہ اس مسیحی سلطنت کا مقصد مسلمانوں کو محکوم بنانا تھا۔ اسلئے ان کے خاتمہ کا اظہار کرنے والے الفاظ، ان سے مختلف ہیں جو یہود یا مشرکین عرب کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں، قرآن مجید نے نہ تو مشرکین کو اسلام لانے کیلئے مجبور کیا ہے اور نہ مسیحیوں کو محکوم بنانے کا حکم دیا ہے چنانچہ گبن بھی اس حقیقت کی تصدیق کرتا ہے ملاحظہ ہو تاریخ زوال روما جلد دوم ص ۵۲۳ "مسلمانوں نے یہود و نصاریٰ کو قبول اسلام

کی دعوت دی۔ لیکن اگر وہ اسلام قبول کرنا پسند نہ کریں، تو جزیہ دے کر اپنے ضمیر کی آزادی کو قائم رکھ سکتے ہیں اور اپنے مذہب پر قائم رہ سکتے ہیں" لیکن اس کے برخلاف ان لوگوں نے، خود مسلمانوں ہی کو، اپنا محکوم بنانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ لہذا جو منصوبہ انہوں نے مسلمانوں کے متعلق باندھا تھا، اسی کے مطابق ان لوگوں کی قسمتوں کا فیصلہ کیا گیا۔

لفظ جزیہ، جزء، سے مشتق ہے، جس کے معنیٰ ہیں، اس نے تسلّی دی، لین اپنی لغت میں لکھتا ہے، کہ جزیہ کے معنی ہیں وہ ٹیکس جو غیر مسلم رعایا سے وصول کیا جاتا تھا جس کی رو سے وہ اس معاہدہ کی توثیق کرتے ہیں جس کی بدولت انہیں امن و امان دیا جاتا ہے۔ اور سو دی لکھتا ہے کہ یہ وہ رقم ہے جس کے معاوضہ میں، غیر مسلم افراد کو فوجی خدمات سے مستثنیٰ کیا جاتا تھا۔ لفظ "عن ید" کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں۔ لفظ ید کے لفظی معنیٰ ہاتھ کے ہیں لیکن مراد طاقت، برتری ہوتی ہے کیونکہ انسان کو دیگر حیوانات پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو حسب منشاء استعمال کر سکتا ہے اسلئے اس عبارت کے معنیٰ یہ ہیں، "ان کی جانوں کی حفاظت کرنے کی وجہ سے تمہیں ان پر فوقیت حاصل ہے" دوسرا مطلب یہ کہ ہے" نقد روپیہ کی صورت میں مہربانی، عاجزانہ طور پر وغیرہ وغیرہ (الوجین) اہل کتاب کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے کہ وہ لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے جب تک کہ وہ اللہ تعالےٰ سے وہ صفات منسوب نہ کریں جو اس میں فی الحقیقت موجود ہیں، اور حیات بعد الموت کی حقیقی نوعیت سے آگاہ نہ ہوں۔ نیز یہ کہ مسلمانوں کو کفار سے لڑنے کی اجازت اس شرط پر دی گئی ہے، کہ دشمن سبقت کرے" جہاد فی سبیل اللہ کرو ان لوگوں کے خلاف جو تم سے لڑنے میں ابتدا کریں" (۲-۱۹۰) اور آنحضرت صؐ نے کبھی اس حد سے تجاوز نہیں فرمایا۔ آپؐ عربوں سے اس وقت لڑے جب انہوں نے مسلمانوں کا خاتمہ کر دینے کے لئے، تلوار اٹھائی۔ اور آپؐ نے عیسائیوں کے خلاف اس وقت فوجکشی کی، جب رومی حکومت نے مسلمانوں کو مغلوب کرنے کے لئے فوج تیار کی لیکن آپؐ کی احتیاط ملاحظہ ہو کہ جب آپؐ نے یہ دیکھا کہ دشمن نے جنگ نہیں کی، تو آپؐ نے بھی حملہ نہیں کیا بلکہ بغیر لڑے واپس تشریف لے آئے۔ مولینا محمد علی صاحب نے اپنے ترجمۂ قرآن میں اس

آیت کی بہت عمدہ تفسیر کی ہے چنانچہ ذیل میں اسے درج کیا جاتا ہے۔

۱۰۳۰ " اس آیت کو اگلی آیت کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ چوتھی آیت سے واضح ہے کہ جن لوگوں کا اس آیت میں ذکر ہے، وہ تھے جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔ لیکن خود ہی اس کو توڑ دیا کیونکہ جنہوں نے پیمان شکنی کا جرم نہیں کیا، ان کو چوتھی آیت میں مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عرب کے بت پرستوں نے، بار بار خلاف ورزی عہد کی۔ (۸: ۵۶) لیکن متواتر خلاف ورزیوں کے باوجود مسلمانوں کو امن کے قیام کا حکم دیا گیا بشرطیکہ منکرین اپنے معاہدات کا پاس کریں، مگر افسوس کہ بہت جلد یہ معلوم ہو گیا کہ منکرین لائق اعتماد نہیں ہیں اور اسلئے یہ صورت حال قائم نہ رہ سکی۔ جب مسلمان غزوہ تبوک پر گئے تو کفار نے فوراً عہد شکنی کی۔ چنانچہ اس صورت کی پہلی تیرہ آیات کو ۹ھ میں حج کے موقعہ پر حضرت علی رضؓ نے علانیہ مشتہر کیا اور حسب ذیل امور ان آیات سے واضح طور پر ثابت ہوتے ہیں اولاً یہ کہ آیندہ کوئی بت پرست خانہ کعبہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ دوم یہ کہ کوئی شخص برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکے گا سوم یہ کہ جملہ معاہدات کی پابندی لازمی ہوگی۔ پہلی اور تیسری شرطیں آیات میں واضح طور پر مرقوم ہیں۔ کفار نے جو جواب، حضرت علی رضؓ کو دیا اس سے انکی ذہنیت کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے انہوں نے حضرت علی رضؓ سے کہا کہ اپنے بھائی (آنحضرتؐ) سے کہدو کہ ہم کسی معاہدہ کی پرواہ نہیں کریں گے اور اب اُن کے اور ہمارے درمیان صرف تلوار فیصلہ کرے گی"

۱۰۳۱ بڑے حج سے ۹ ریا ۱۰ رذی الحجہ مراد ہے جبکہ منا اور عرفات کے وسیع میدانوں میں مسلمانوں کا بڑا بھاری اجتماع ہوتا ہے۔

۱۰۳۲ صرف دو قبیلوں یعنی بنو ضمرہ اور بنو کنانہ نے معاہدات کی پابندی کا وعدہ کیا۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اسلام کے دشمن، ایماندارانہ تنقید سے کیوں گریز کرتے ہیں، خصوصاً مسیحی نقادوں میں یہ صفت شاذ نظر آتی ہے۔ اسجگہ اس بات کو پورے طور سے واضح کر دیا گیا ہے کہ مسلمان ان بت پرستوں سے مذہبی اختلاف کی بنا پر جنگ نہیں کر رہے تھے بلکہ محض اسلئے کہ انہوں نے معاہدات کی خلاف ورزی کی تھی۔ اس کے باوجود ایک مسیحی نقاد (پادری ویری) لکھتا ہے کہ

"ان کفار کو بزور شمشیر مسلمان بنانے کا حکم دیا گیا تھا۔ لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ اگر مسلمان ان بت پرستوں سے مذہبی اختلاف کی بناء پر برسر جنگ تھے، تو ان کفار سے تعرض کیوں نہ کیا گیا، جنہوں نے معاہدات کی پابندی کی تھی؟ حقیقت یہ ہے کہ تجدید جنگ کا سبب مذہبی نہ تھا بلکہ سیاسی تھا۔ یعنی ان لوگوں نے معاہدات کی خلاف ورزی کی تھی اور یہی وجہ ہے کہ صرف انہی قبیلوں کے خلاف اعلان جنگ کیا گیا۔ اگر جنگ کا سبب، بت پرستی ہوتا تو تمام بت پرستوں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا جاتا۔

ص ۱۰۳۳ اس آیت میں جو استثناء موجود ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں تمام بت پرست مراد نہیں ہیں بلکہ صرف وہ مشرک قبیلے، جو حج کے موقعہ پر جمع ہوئے تھے اور انہوں نے معاہدات کی خلاف ورزی کی تھی۔

ص ۱۰۳۴، اس استثناء سے لوگوں کو بہت غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اور اس کو اسلام پر اعتراض کا مبنیٰ بتایا گیا ہے کیونکہ پہلے یہ غلط خیال قائم کیا گیا ہے کہ اس آیت کی رو سے کفار کے سامنے صرف دو چیزیں پیش کی گئی ہیں، تلوار یا قرآن۔ لیکن یہ نتیجہ سراسر غلط ہے۔ اس آیت کے پہلے حصہ میں جو حکم ہے وہ اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ حکم ان قبائل سے متعلق ہے جنہوں نے معاہدات کی خلاف ورزی کی تھی۔ اور اسلئے مسلمانوں نے ان کو پیمان شکنی کے نتائج سے آگاہ کر دیا۔ اس حقیقت کو خصوصیت کے ساتھ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ مشرکین عالم تو کجا، اس آیت میں عرب کے سارے مشرکین بھی مراد نہیں ہیں۔ صرف ان لوگوں سے خطاب ہے جنہوں نے معاہدات کی خلاف ورزی کی تھی۔ اور مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچایا تھا۔ پس وہ اس امر کے مستحق تھے کہ انہیں قتل کر دیا جاتا یا محصور یا محبوس کر کے قیدی بنا لیا جاتا۔ اور یہ سزا، ان کے سابقہ رویہ کی پاداش تھی لیکن اگر وہ اسلام لے آئیں، اور اس طرح اپنے رویہ میں تبدیلی کر لیں، تو یہ سزا دور ہو جائے گی۔ معافی کا سوال اب خارج از بحث ہو چکا تھا کیونکہ بار بار پیمان شکنی کر کے وہ اپنا اعتماد زائل کر چکے تھے۔

گویا مجرم کو معافی اس صورت میں مل سکتی ہے جب وہ توبہ کرے اور نکوکاری کا راستہ اختیار کرے۔ اسی لئے آیت کے آخری الفاظ یہ ہیں" اور اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے" یہ بھی ملحوظ رہے کہ محض زبان سے اسلام کا اقرار کافی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دھوکہ دینے

(۶) جو غیر مسلم اس قدر مفلس ہو کہ جزیہ نہ دے سکے، تو اُسے مستثنیٰ کر دیا جائے۔
(۷) ذمیوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔

باقی آئندہ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ
(مسلمانوں) بیشک تمہارے لئے پیروی کا اچھا نمونہ رسول اللہؐ میں ہے۔

رسولِ اکرمؐ کی سیرت کا مطالعہ

کس لئے کیا جائے

از جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب

دنیا کا ہر شخص جانتا ہے کہ ایک ہی ذات والا صفات ہے۔ جس نے ایسے زمانہ میں مبعوث ہو کر جب کہ دنیا جہالت و گمراہی کے انتہائی حدود پر پہنچ چکی تھی۔ اس کو ایک مرتبہ پھر انسانیت کاملہ کے سیدھے راستہ پر کھڑا کر دیا۔ آج بھی جبکہ ہم مختلف وجوہ کی بناء پر ان ایام جاہلیت سے قریب تر ہو رہے ہیں۔ تو صرف اسی شمع ہدایت سے انتساب ہی ہمارے لئے نجات کا حقیقی باعث ہو سکتا ہے۔

رسول اکرمؐ کی سیرت کا مطالعہ کس لئے کیا جائے؟ اس سوال کے جواب میں بعض باتیں صرف مسلمانوں سے متعلق ہیں بعض باتیں دوسروں سے متعلق ہیں۔ اور بعض باتیں دونوں سے مشترکہ طور پر متعلق ہیں۔ مسلمانوں کے لئے سرکار دو عالمؐ کی سیرت جو اہمیت رکھتی ہے وہ کسی تفصیل کی محتاج نہیں۔ اصول فقہ کی کتابوں میں یہ امر مسلمہ ہے کہ آنحضرتؐ کے ہر قول کی طرح آپ کا ہر فعل بھی قانونی حیثیت رکھتا ہے اور سنت نبوی سے بھی۔ واجبات

مستحبات ۔ مباحات ۔ مکروہات وغیرہ قائم ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کی زندگی اسی وقت اسلامی کہلاتی ہے۔ جب وہ قرآن مجید کے احکام کے مطابق ہو۔ اور قرآن کریم نے متعدد مواقع پر سنت نبویؐ کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا ہے۔

ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھو

(جو آنحضرتؐ تم کو دیں وہ لے لو۔ اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ)

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ

(آنحضرتؐ تمہارے لئے بہترین نمونہ عمل ہیں)

ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ

(آنحضرتؐ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے۔ وہ جو کچھ فرماتے ہیں۔ وہ خدا کے ہی ارشاد پر مبنی ہوتا ہے)

ان اور دیگر آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ پیشوائے اعظم سردار دو عالم کی مقدس تعلیم پر عمل کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا خود احکام خداوندی پر۔

غیر مسلموں کے لئے رسول عربیؐ کی سیرت کا مطالعہ اسلئے ضروری ہے کہ جب ایک شخص کا ہم سے یہ بیان کہ میں تمہارے فائدے کی بات کہنا چاہتا ہوں تو کون عقل سلیم رکھنے والا ایسا ہے جو اس بات کو سنتے ہی انکار کر دے؟ آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی میں جب پہلی مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ میں تمام عالموں کے لئے رحمت بن کر آیا ہوں اور میرے لائے ہوئے دین اسلام کے بغیر دنیا اور آخرت کی بھلائی حقیقت میں حاصل نہیں ہو سکتی تو اس پر اوچھی طبیعت رکھنے والوں نے تو شغول شروع کیا اور مخالفت پر اتر آئے۔ سنجیدہ لوگوں نے اس کے برخلاف یہ پوچھا کہ دین اسلام کس کو کہتے ہیں۔ اور آپ کی رائے میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ پھر جواب اور توضیح پر ٹھنڈے دل سے غور کیا۔ اور جس کی رائے میں بات معقول تھی اس نے اس دین کو قبول کر لیا۔ ہادی عالم کے اقوال و افعال اور آپ کا پیش کیا ہوا دین اب تک محفوظ و موجود ہے۔ اور زبان حال سے غیر مسلموں کو وہی دعوت دیتے آ رہے ہیں۔ جو آنحضرت نے اپنی زندگی میں اپنی زبان سے دی تھی۔ کیا کوئی سنجیدہ مزاج غیر مسلم

سیرت نبویؐ کا مطالعہ کئے بغیر اسکو بیکار بیفائدہ اور غیر ضروری قرار دیتے ہیں حق بجانب سمجھا جاسکتا ہے۔

اسلام کا اصل اصول یہ ہے فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ (یعنی دنیا بھر بھی اچھے رہیں۔ اور آخرت میں بھی) دیکھنا یہ ہے کہ دنیاوی معاملات میں آنحضرتؐ کی سیرت اور طرز زندگی ہمارے لئے کیا سبق رکھتی ہے؟

دنیا میں بڑے لوگوں کی کمی نہیں رہی ہے۔ لیکن اگر ہم مثلاً سکندر اعظم اور نپولین کو لیں تو ان کی زندگی صرف ایک سپہ سالار اور فاتح کے لئے مفید مواد مطالعے کے لئے پیش کر سکتی ہے۔ گوتم بدھ کی زندگی ریاضت وعبادت میں خصوصی دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ہی سبق آموز ہوسکتی ہے۔ ہومر صرف ایک شاعر تھا۔ افلاطون و ارسطو صرف حکیم اور فلسفی تھے۔ زندگی کے دوسرے شعبوں میں ان کی کوئی بڑی وقعت نہیں۔ اس کے برخلاف ہادیٔ عالم کی زندگی پر نظر ڈالئے۔ سیاسی حیثیت کو لیجئے۔ تو آپ نے دس سال کے قلیل عرصہ میں جزیرہ نمائے عرب کے مزاج (لاحکومتی) میں زیادہ تر خود سر خانہ بدوش قبائل میں خانہ جنگیاں ہی رہا کرتی تھیں۔ ایک مستحکم اور بڑی مملکت قائم کر دی۔ آپ کی لڑائیوں میں فریقین کے بمشکل چند سو آدمی مارے گئے۔ لیکن دس سال کے عرصہ میں تقریباً بارہ لاکھ مربع میل کا رقبہ مطیع اور ماتحت ہوگیا اور عرب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسی حکومت قائم ہوئی جو پورے جزیرہ نما عرب کو حلقہ بگوش بنائے اور یہ آنحضرت صلعم ہی کی تعلیم اور تربیت کا نتیجہ تھا کہ عرب ایسی گمنام اور جاہل قوم نے فتوحات کی وسعت اور گہرائی کا جو ریکارڈ قائم کیا ہے۔ وہ اب تک کسی قوم سے توڑا نہیں جاسکا۔ چنانچہ دس ہی سال میں انہوں نے عراق۔ ایران۔ فلسطین۔ شام۔ مصر ترکستان اور آرمنیا کو زیر کر دیا۔ یہ سب علاقے قریب قریب آج بھی ٹھوس اسلامی علاقے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر کی زبان تک عربی ہی ہوگئی ہے

انتظامی حیثیت سے جس ملک میں کبھی کوئی حکومت قائم ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس میں پیدا ہونے اور پرورش پانے کے باوجود آنحضرتؐ نے ایسی مستحکم اور منضبط مملکت قائم

فرمائی جو نہایت کامیابی کے ساتھ تین براعظموں پر صدیوں قائم رہی۔ اور جس کے اصول اب بھی عہد زرین کے طور پر حسرت سے یاد کئے جاتے ہیں۔ عمرانی حیثیت سے تقسیم گردش دولت کا اصول ہادیٔ عالم ہر مالی حکم میں نظر آتا ہے۔ تقسیم ترکہ۔ تحدید وصیت۔ ممانعت سود۔ دولت اور جائیداد پر ٹیکس (زکوٰۃ) وغیرہ اس بات کے ثبوت ہیں۔ اور انہیں احکام کے باعث اسلام نے اشتراکیت اور سرمایہ داری کے تصادم کو (جو آج یورپ وغیرہ میں رونما ہے) پیش بینی کر کے شروع ہی میں حل کر دیا۔ اور روک دیا۔

سماجی اور اخلاقی حیثیت سے آپ نہ صرف ایک اچھے معلم تھے۔ بلکہ ایک نادر بات یہ تھی کہ آپ اپنی تعلیم کی رو سے پہلے خود تعمیل کر کے اوروں کے سامنے زندہ نمونہ پیش فرماتے تھے۔ ایک باپ، ایک شوہر۔ ایک دوست اور ایک حاکم کی حیثیت سے آپ کا کردار اتنا بے داغ ہے کہ دشمن بھی اسکو سراہنے کے بغیر چارہ نہیں دیکھتے۔

دنیا میں بہت سے معلم، ہادی اور پیغمبر آئے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ کسی کو اپنی زندگی میں کامیابی نہیں ہوئی جو نبی عربی کو ہوئی۔ سنہ ۱۰ھ میں جب آپ حج کو تشریف لے گئے تو آپ کے ساتھ ڈیڑھ لاکھ مسلمان تھے جو ملک کے ہر حصہ سے آئے تھے۔ آنحضرتؐ نے دنیا میں جو دین پیش فرمایا۔ اس نے اپنے لئے خود بخود جگہ پیدا کر لی۔ چین میں کبھی اسلامی حکومت قائم نہیں ہوئی۔ مگر چین کے کروڑوں مسلمان اور ہندوستان کے روز افزوں نومسلم اس بات کا کافی ثبوت ہیں۔ کہ اسلام کی اندرونی کشش کتنی ہے۔ وہ آپؐ ہی تھے کہ تعصبات سے بھری دنیا میں برملا فرما دیئے کہ نسل رنگ زبان سے کسی انسان کو دوسرے پر کوئی فوقیت بالکل نہیں حقیقی فضیلت نکوکاری اور خدا ترسی ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز و مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو) آپ نے اسلام کے اصول پر جس زور سے عمل کرایا اسی کا نتیجہ ہے کہ تمام پست قومیں اسی کو اپنی نجات کا واحد ذریعہ سمجھتی رہی ہیں۔

آنحضرتؐ کی زندگی کے اور بھی پہلو ہیں۔ اور آپ کی جامع شخصیت :———— ایک بادشاہ اور ایک فقیر۔ ایک مالدار اور ایک محتاج۔ ایک فاتح اور ایک مدبر۔

ایک قانون ساز، اور ایک فصیح و بلیغ ادیب۔ بغرض ہر قسم کے لوگوں کے لئے سبق آموز اور قابل تقلید ہو سکتی ہے۔ اگر میں مسلمان والدین سے پیدا نہ بھی ہوتا۔ تو محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت اور سوانح مبارک پڑھنے پر ان کو اپنا ہادی اور مقتدا بنا لیتا۔

مسلمانوں! اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا کی سربلندیوں اور آخرت کی فیروزمندیوں کو حاصل کرو۔ یہاں خدا کا خلیفہ اور وہاں جنت کے وارث بن کر رہو۔ تو اٹھو۔ پھر سے پیشوائے اعظم سردار دوعالم کی مقدس تعلیم اور اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا شروع کردو۔ اسی سے تم نے سب کچھ پایا تھا یہی اور صرف یہی ہے جو پھر تم کو سب کچھ دلا سکتی ہے۔

عظیم المرتبت شہزادہ امن

امن کا دار و مدار تبدیلی قلوب پر منحصر ہے۔

{از قلم۔ اے۔ ایف۔ چودھری}

آنحضرت صلعم کے دعوئے نبوت سے تیرہ سال بعد مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے میں ایک گہرا سیاسی راز مضمر تھا۔ آپ نہ صرف ساکنان مکہ کے جور و ستم اور جبر و استبداد سے تنگ آکر اپنے وطن عزیز کو خیرباد کہنے پر مجبور ہوئے بلکہ یہ ایک ایسا راز ہے جو سطحی نقطۂ نظر سے غور کرنیوالوں کے فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ مکہ سے ہجرت کا مقصد گرد و نواح کی برسر اقتدار اقلیتوں۔ یہود و نصاریٰ اور دیگر قبائل سے پیمان صلح و آشتی اور ان کا تعاون حاصل کرنا مقصود تھا۔ آپ کا خیال تھا کہ شاید یہ لوگ آپ کے پیغام توحید کو لبیک کہنے کے لئے قدم بڑھائیں آپ کی دور اندیشی اور قابل ترین سیاستدانی نے مستقبل قریب میں پیدا ہونے والی الجھنوں کو بھی بھانپ لیا۔ بدیں وجہ آپ نے ان قبائل سے عہد و پیمان کرنے کیلئے سلسلہ جنبانی شروع کی۔

مورخین شاہد ہیں کہ آنحضرت صلعم دنیا میں ایک بلند مرتبت شہزادۂ امن تھے۔ آپ ہمسایہ

اقوام کے ساتھ بجائے سیادت وسرداری اور حکومت، اقتدار کے، بردباری، تحمل اور صلح کل کے سنہری اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرتے تاکہ مسلمانوں کی مفلس ونادار قومیں ان میں رہ کر امن وامان ماترقی۔ فارغ البالی کی زندگی گذار سکیں۔ ان مقاصد کے پیش نظر آپ دیگر اقوام کے ساتھ میثاق امن استوار کرنے کے لئے فوراً تیار ہوجاتے۔

آپ نے مدینہ کی غیر مسلم اقوام کو کامل شہری حقوق اور مکمل آزادیٔ ضمیر عطا فرمائی اور مشترکہ خطرات کے پیش نظر ان کو پورے تعاون کا یقین دلایا۔

مکہ اور مدینہ کے قبائل گو اپنے اندرونی معاملات میں پوری طرح آزاد وخود مختار رہتے۔ لیکن بیرونی ممالک سے تعلقات قائم کرتے وقت آنحضرت صلعم کی سیادت کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ سے مشورہ کرنا ضروری سمجھتے۔

یہ سیادت تاریخ انسانی میں ایک ایسی حکمت عملی تھی جس نے اقلیتوں کے حقوق بلکہ ان کی ملکی، تمدنی اور معاشرتی روایات کو بھی بام عروج پر پہنچا دیا۔ اور متعدد اقوام کی ایک متحدہ حکومت کی داغ بیل ڈالی گئی گو ابھی ابتدائی مراحل میں تھی۔ لیکن اس سے تمام سطح مرتفع عرب کی قومیں بلا امتیاز مذہب وملت مستقبل قریب میں یکجان متحد ہوتی نظر آرہی تھیں۔

ساکنان مدینہ کے یہود کی یہ انتہائی بدبختی تھی کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کے جذبات مہر ومحبت کو قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا اور ان کے رہنماؤں نے اپنی ذاتی قدر ومنزلت اور سرفرازی کو معرض خطر میں پاتے ہوئے پرستاران توحید کی ایک قلیل التعداد جماعت کو تباہ وبرباد اور بیخکنی کرنے کے لئے طرح طرح کی سازشیں اور منصوبے کرنے شروع کئے۔ گو حکومت نے شکایات بیان کرنے کی انہیں کھلی آزادی دے رکھی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے مقاصد فاسد کو بروئے کار لانے کے لئے آئے دن خفیہ مجالس قائم کرکے صلاح ومشورہ کرتے رہتے۔ لیکن جب ان کی سازشوں کی حد انتہا تک پہنچی تو انہیں ان کے بدکرداری کی سزا ملی۔ اہالیانِ مدینہ میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جو ان کا ساتھ دیتا یا ان سے اظہار ہمدردی کرتا۔ یا سزا کے طریقہ پر اعتراض کرتا۔ یہاں تک کہ ان کے اپنے بھائی جو جزیرۂ عرب کے گردونواح کے بلدیات میں بستے تھے مدینہ میں مقیم یہود کو غدار وبے وفا کے بدترین خطابات سے یاد کرنے لگے اور انہوں نے آنحضرت صلعم کے طریقہ سزا کو نہایت ہی مناسب اور صحیح قرار دیا۔

ہمسایہ بلاد اور اقوام

آنحضرت صلعم نہ صرف عرب کی مختلف اقوام میں امن وسکون قائم کرنے کے حق میں تھے بلکہ آپ کی یہ بڑی خواہش تھی کہ جزیرہ عرب کے ہمسایہ ممالک بھی امن وصلح ایسی نعمت عظمیٰ سے ضرور بہرہ ور ہوں۔ چنانچہ اس مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے آپ نے روم اور ایران کے شاہان کے نام دعوت نامے ارسال کئے۔ غرضیکہ آپ نے اپنے ملک کے علاوہ دیگر ممالک میں امن وسکون پیدا کرنے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

آنحضرت صلعم (رب عزوجل آپ پر انعامات واکرامات کی بارش نازل فرمائے) نے دنیا میں سکون وامن قائم کرنے کی عملی تدابیر کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ آپنے رضاکاروں کی ایک ایسی جماعت تیار کی جو ملک کے برسرپیکار حصص میں دشمن کی حرکات وسکنات کی نگرانی کرنے کیلئے بھیجی جاتی۔ اس کے علاوہ آپ نے تجارتی کاروانوں کی حفاظت وسلامتی کے لئے ایک مدافعتی فوج تیار کی جسے اپنے مقاصد جلیلہ میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ اور اس فوج نے کلی طور پر ان قافلوں کی حفاظت کا ذمہ لے لیا۔

عہدنامہ حدیبیہ

آنحضرت صلعم چونکہ صلح وآشتی کے دلدادہ تھے، بدیں وجہ انہیں جس قیمت پر بھی امن وصلح میسر آتی لینے میں دریغ نہ فرماتے۔ چنانچہ آپ نے اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے مکہ کی غیر مسلم اقوام سے عہدنامہ حدیبیہ استوار کیا جو ہر پہلو سے مسلمانوں کے لئے ضرر رساں تھا۔ اس عہدنامہ پر آپ نے متبعین کی شدید ترین مخالفت اور احتجاج کے باوجود بھی دستخط ثبت فرمادیئے۔ آنحضرت صلعم کی نگاہ دوربین آئندہ پیش آنے والے واقعات کو سمجھنے کی بے نظیر قابلیت اپنے اندر رکھتی تھی اور آپ پیشتر ازیں ہی ان کو اصلی حالت اور صحیح صورت میں دیکھ لیتے۔ نسل انسانی کے حقیقی خیرخواہ ہونے کی وجہ سے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ دنیا میں کوئی ایسا معاملہ نہیں جس کا باہمی گفت وشنید اور سمجھوتے سے اس سپرٹ کے ماتحت فیصلہ نہ ہوجائے کہ کچھ دوسروں کو دے دیا جائے اور کچھ اپنے لئے رکھ لیا جائے۔

لیکن یہ امر موجب صد حیرت استعجاب ہے کہ باوجود یہ عہدنامہ پرستاران توحید کے لئے

ہر پہلو سے باعث نقصان تھا، اور غیر مسلموں کے لئے سراسر منفعت بخش لیکن پھر بھی کامیاب نہ ہوا۔ اور بجائے ان کے لئے رحمت کا باعث ہونے کے اُن کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ اور انجام کار آنحضرت صلعم فاتحانہ طور پر بغیر ایک قطرہ خون بہلائے نہایت ہی پرامن طریقہ سے مکہ میں داخل ہو گئے اور ملک کے شدید ترین مخالفین سے بھی خراج تحسین و آفرین حاصل کیا اور انہیں اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیا۔ آپ اور آپ کے صحابہ کرام نے دورِ اوّل میں انکی طرف سے کئے ہوئے جبر و استبداد اور ظلم و ستم کو یکسر فراموش کر دیا۔ لیکن آپؐ کا مقصدِ حیات ابھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا تھا۔ فتح مکہ تو آیندہ پیش آنے والے دینی و دنیاوی کاموں کی تکمیل ہی کی ابتدائی سیڑھی تھی۔

فتح مکہ سے نہ صرف آپ مکہ و مدینہ کے سردار اور حاکم تسلیم کر لئے گئے بلکہ آپ تمام سطح مرتفع عرب کے فی الحقیقت فرمانروائے اعلیٰ ہو گئے۔

مکہ میں مال غنیمت کی اطراف اکناف سے بارش ہو رہی تھی۔ لیکن آنحضرت صلعم چونکہ دنیاوی اغراض سے بالاتر تھے۔ اسلئے آپ نے اس مال و منال کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اور اسے بلاامتیاز مکی و مدنی لوگوں میں مساوی تقسیم کر دیا۔ اس سے مدینہ کے چند نوجوانوں کے قلوب میں آتش حسد بھڑک اُٹھی اور ان میں سے ایک نے اپنے دل میں یہ خیال کیا۔ کہ "یہ کیسے ممکن ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم جنہوں نے مدنی لوگوں کی استعانت و اعانت سے فتح و نصرت حاصل کی۔ اب غیر منصفانہ طور پر مدنی لوگ جو کہ آپ کے دست راست کا کام دیتے رہے ہیں انہیں ترجیح دیئے بغیر مال غنیمت مکی و مدنی لوگوں میں مساوی تقسیم کر دیں گے"۔

اس شخص نے اپنے ایک دوست سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ اور ہوتے ہوتے یہ بات آنحضرت صلعم کے کانوں تک بھی جا پہنچی۔ تو آپ نے اولین فرصت میں دلیرانہ طور پر اس امر کی طرف توجہ دی کہ معترض کو دوبارہ اعتراض کرنے کا موقع نہ ملا۔ اور وہ اپنے تمام گھر کا مال اسباب مکی لوگوں میں تقسیم کرنے کے لئے لے آیا۔

آنحضرت صلعم نے اس مقصد کے لئے ایک مجلس بلائی اور مدنی لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔ "اے مدینہ والو، کیا تم اس مسرت و شادمانی کو محسوس نہیں کرتے جبکہ مکی دنیاوی مال و متاع

جو صرف چند روزہ ہے پر مطمئن تھے۔ اور تمہارے ساتھ اللہ کی نعمت عظمیٰ یعنی اس کے فرستادہ پیغمبر صلعم کی ذات بابرکات ہر طرح عسر و یسر میں زندگی بسر کرنے کیلئے موجود تھی۔ کیا تمہارے لئے اللہ تعالےٰ کے نبی کی موجودگی بذات خود موجب برکات و حسنات نہیں جو رب عزّوجلّ کی طرف سے ایک مستقل ذریعہ الہام و وحی ہے تمہیں اپنے مقدر کا ممنون احسان ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کی ذات کو تمہارے لئے ایک بیش قیمت خزانہ بنا کر تمہارے لئے مبعوث فرمایا؛

آنحضرت صلعم کی ذات والا تبار ہی صلح و امن کی حامل تھی جس نے اپنے عمل و فعل سے ثابت کر دیا کہ صلح و امن کا انحصار صرف معاہدات پر ہی موقوف نہیں۔ بلکہ قلوب کی حقیقی تبدیلی اور حقوق کی مساوی تقسیم، باہمی ہمدردی۔ مہر و محبت اور بردباری پر منحصر ہے۔ ماضی و حال کی تواریخ کسی ایسے سیاستدان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے جس نے باہمی محبت و یگانگت اور بین الاقوامی مسرت و شادمانی کے لئے اپنا سب کچھ حاصل کیا ہوا عوام میں تقسیم کر دیا ہو؛

{بقیہ شذرات}

اور وہ جام توحید نوش کرتے رہے ہیں ہم مسز مولی ایسک کا اعلان حق قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ جو آپکی مسرت اور سرفرازی کا موجب ہوگا۔

مغربی خاتون کا اعلان حق۔ میں برضا و رغبت خود بصمیم قلب سے اعلان کرتی ہوں کہ میں محض خدا وند وحید کی پرستش کرونگی اور محمد صلی اللہ کو اس کا برگزیدہ بندہ اور پیغمبر تسلیم کرتی ہوں۔ میں تمام انبیاء کا مساوی احترام کرتی ہوں۔ خدائے ذوالجلال کے فضل و کرم سے ایک ادنیٰ مسلمہ کی حیثیت سے زندگی بسر کروں گی۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بندگی کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور محمد اس کا رسول ہے۔

دستخط مسز مولی ایسک آف ۸۴ برج روڈ ٹورکے

خداوند کبیر ہماری نو مسلمہ بہن کو دین متین پر استقامت بخشے اور ان کا وجود دیگر یورپین بہنوں کے لئے باعث تقلید ثابت ہو؛

اسلام اور تجسس علم

(از قلم مولوی میزان الرحمن صاحب ایم۔ اے)

علم بلا شک و شبہ ایک ایسی طاقت، دولت اور سود مند چیز ہے جو انفرادیت، قومیت دونوں کے لئے یکساں طور پر منفعت بخش ہے۔ تمام قسم کی سماجی، قومی، اور روحانی ترقیات علم ہی کی عنایات بے پایاں کی مرہون منت ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ تمام ہادیان بنی نوع انسان اور رہنمایان مذاہب نے اس کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

تمام مذاہب عالم میں اسلام ہی دنیا میں کامل و اکمل اور قابل عمل مذہب ہونے کا مدعی ہے اور رب عزوجل اپنی فرشادہ کتاب مقدس قرآن حکیم میں یوں بیان فرماتا ہے:۔

" الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی "

"آج کے دن پورا کیا میں نے واسطے تمہارے دین تمہارا اور پوری کی نعمت اپنی"

رب عزوجل نے اسلام ایسی نعمت عظمےٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کامل و اکمل بنا دیا۔ صفات آئینہ کے مظہر یکتا خاتم الرسل آنحضرت نے اسلام کی بنیاد حقیقی وحدانیت اور عالمگیر مساوات نسل انسانی پر رکھی۔

ہمیں اس امر کا بہ نظر عمیق مطالعہ کرنا ضروری ہے کہ صحرائے عرب کا وہ امی نبی جو بظاہر دنیاوی علم سے دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتا تھا۔ رب عزوجل سے روحانی طور پر علم حاصل کرکے حصول علم کے لئے کیا ارشاد فرماتا ہے۔

آنحضرت صلعم نے انسانی جدوجہد کے جن جن پہلوؤں پر زور دیا ہے انہیں بالتفصیل جاننے اور ان پر بحث کرنے کے لئے بہت سی ضخیم کتب درکار ہیں لیکن ہم صرف ان کے وضع کئے ہوئے بنیادی اصولوں پر ہی بحث کریں گے۔

عورت و مرد کے لئے لازمی تعلیم کا موضوع جدید خیالات کے لوگوں کے لئے مذہبی اور قانونی نقطۂ نظر سے ایک وسیع بحث کا باعث بنا ہوا ہے۔ لیکن اس قسم کی بحثیں آنحضرت صلعم

کی بعثت سے قبل نہیں بلکہ ظہور کے ساتھ ہی شروع ہو گئیں آنحضرت صلعم نے ایک اور صرف ایک جامع فقرہ میں تمام اصولوں کو اس احسن طریقہ سے مدون فرما دیا کہ اس کے متعلق کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہم آپ کے شہرۂ آفاق اور جامع الفاظ کو بجنسہٖ ذیل میں تحریر کرتے ہیں:۔ "طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلمین ومسلمۃ تحصیل علم ہر مرد و عورت پر لازمی ہے" آپ کا فرمان نہایت ہی سادہ مگر حصول علم کی اہمیت کو واضح کر رہا ہے اور اس میں کسی مزید توضیح و تشریح کی گنجائش باقی نہیں رہتی یہ فرمان نہایت ہی پر معنی اور واضح الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔

بہت سے ایسے لوگ ہیں جو آنحضرت صلعم کے لفظ "علم" کی آڑ لیتے ہوئے اسکے معنی کو محدود کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم قطعی طور پر اس امر کو ثابت کرتے ہیں غلطی کرینگے کہ علم، کے معنی سوائے مذہبی علم حاصل کرنیکے اور نہیں ہو سکتے۔ یہ معنی اس لفظ کی جامعیت بلند معارف اور اعلیٰ مفہوم کو محدود کرنیکا موجب ہونگے۔ اسکے استدلال کیلئے ہم آنحضرت صلعم کے ایک دوسرے مفصل اور واضح فرمان کو پیش کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین ایسے دور افتادہ ملک کا سفر ہی اختیار کیوں نہ کرنا پڑے۔

مذکورہ بالا فرمان پہلے ارشاد کئے ہوئے احکام کے تمام حدود و معانی کی وضاحت کر دیتا ہے۔ چین نہ تو آنحضرت صلعم کے دور حیات میں مذہبی علم و فضل کا مرکز تھا اور نہ دور حاضرہ میں ہے۔ آنحضرت نے واضح اور غیر مبہم الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ مسلم مرد اور عورت کو ہر ایک قسم کا علم خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی۔ مذہبی ہو یا غیر مذہبی حاصل کرنے کے لئے چین ایسے دور دور دراز ملک کا سفر بھی کرنا پڑے تو ان کو دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ گویا آپ نے ہر مسلمان مرد عورت پر علم حاصل کرنا فرض قرار دے دیا اسلامی شریعت میں لفظ فرض کا اطلاق سب سے اہم احکامات کی بجا آوری کے لئے ہوتا ہے اور ضروری فرائض سوائے مصائب و آلام برداشت کئے ادا نہیں ہو سکتے اور یہی فرض کا لفظ مسلمانوں کے حصول علم کے لئے ارشاد کیا گیا ہے۔ اور یہ امر قابل غور ہے کہ یہ "فرض" مسلمان عورت و مرد دونوں کے لئے یکساں ضروری قرار دیا گیا ہے۔

آنحضرت صلعم کے فرمان زیر بحث میں واضح اور غیر مبہم طور پر عورت، مرد، مفلس و نادار اور صاحب ثروت، غرضکہ ہر طبقہ کے انسانوں کے لئے لازمی حصول تعلیم کے اصول وضع

کر دیئے گئے ہیں۔

گو مسلمان آنحضرت صلعم کا فرمان فراموش کر چکے ہیں لیکن دیگر اقوام و مذاہب نے اسے سر آنکھوں پر رکھا۔ اسے اپنا اصولِ زندگی بنایا۔ اور آج دنیا شاہد ہے کہ اس اصول پر کاربند ہو کر انہوں نے کس قدر استفادہ حاصل کیا۔

مسلمانوں کو کسی جدید احکام و قوانین کے اجراء کی ضرورت نہیں ہادی برحق اور رہبر کامل آنحضرت صلعم کا غیر متغیر اور جامع فرمان ہی آپ کے متبعین کو تمام زمانوں کیلئے مشعل ہدایت ہے۔ پرستاران توحید کو اس امر کی اہمیت کو محسوس کرنا چاہیئے کہ قرون اولی کے مسلمانوں نے اس فرمان کی اہمیت کو سمجھا۔ اس پر عمل پیرا ہو کر تمام دنیا میں سرفراز ہونے کے علاوہ مغربی ممالک کو بھی شمع علم سے روشن کر دیا۔

مغربی تہذیب و تمدن اور موجودہ سائنس کی ابتدائی یونیورسٹیاں سپین میں کورڈوا Cordova اور گرینڈا وغیرہ کے مقامات پر مسلمانوں ہی کی مرہون منت ہیں۔ لیکن موجودہ مسلمانوں کی یہ انتہائی بدبختی اور بدقسمتی ہے کہ مشعل علم کے علمبردار آج خود بھی ظلمات میں ادھر اُدھر بھٹکتے پھرتے ہیں۔

اب وقت ہے کہ مسلمان آنحضرت صلعم کے فرمان کو حقیقی طور پر عملی جامہ پہنائیں اور موجودہ سائنس اور تہذیب و تمدن کی دنیا کی رہنمائی کریں۔

اپنے آباؤ اجداد کے کارہائے نمایاں پر عمل پیرا ہونے کے بغیر اس پر فخر و مباہات کرنا اپنے نفس کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

محمد عربی صلعم کے نام لیواؤں اور شمع توحید کے پروانوں کو چاہیئے کہ خواب خرگوش سے بیدار ہو کر اپنے اسلاف کے کارہائے نمایاں کو یاد کریں اور ان کے پیش نظر ہمت و استقلال اور صمیم قلب کے ساتھ مشعل ہدایت کو روشن کر کے اپنے اندر ایک نئی زندگی کی روح پھونک دیں۔ اور اسی نئی زندگی پر ہمیشہ کاربند رہیں۔

ڈیر امام مسجد ووکنگ ہوم فورسیز ۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۰ء

اولاً میں اس خط کے متعلق معذرت خواہ ہوں کہ دراصل مجھے یہ علم نہیں کہ، مجھے اس معاملہ میں کس کو مخاطب کرنا چاہیئے ۔ میں نے پریس سے دریافت کیا تھا، انہوں نے مجھے آپ کا پتہ دیا ۔ میں واضح کر دوں کہ میں ۔ ۔ ۔ ۔ رجمنٹ میں ایک معمولی سپاہی ہوں لیکن میری عقلی کاوشوں کا میدان کافی وسیع ہے ۔ گذشتہ چند سالوں سے میں نے مذہب کو اپنی زندگی سے خارج کر دیا ہے، لیکن کچھ عرصہ سے میرے اندر، سچے مذہب کی پیروی کا جذبہ پیدا ہو چلا ہے ۔ مجھے آنحضرتؐ کی زندگی اور آپؐ کے پیش کردہ مذہب میں کافی کشش محسوس ہوتی ہے ۔ اسلئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے چند ایسی کتابیں روانہ کریں جن کے مطالعہ سے میری مذہبی معلومات میں اضافہ ہو، میں اسلام اور قرآن کے بارہ میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں ۔ اور میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں یہ معلومات محض کسی فوری یا عارضی جذبہ کی تسکین کے لئے نہیں چاہتا بلکہ میں اس معاملہ کو، بہت اہم سمجھتا ہوں، اسلئے میں اس معاملہ میں آپ کی رہنمائی کے لئے، دل سے شکر گذار ہوں گا، میں نے سیرت النبیؐ کا کافی مطالعہ کیا ہے اور مجھے آنحضرتؐ کی پاکیزہ زندگی بہت اپیل کرتی ہے میں اس خط کے ساتھ، لفافہ بھیج رہا ہوں، جس پہ میرا پتہ درج ہے آپ ضروری معلومات، اطلاعات اور ہدایات اس میں درج کر دیں ۔

میں آپ کے جواب کا بے صبری سے منتظر ہوں ۔

آپ کا مخلص

(پرائیوٹ) جی ۔ ای ۔ ایس

ویک فیلڈ - ۱۲ر اکتوبر ۱۹۴۰ء -

ڈیر امام - السلام علیکم

میں آپ کے خط مورخہ ۹ر اکتوبر کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں، اس وقت مجھے ایک بات، شورش کر رہی ہے، یہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے اور مجھے اس ماہ میں روزے رکھنے تھے لیکن ملازمت کی مجبوری کی بنا پر اس فرض کی ادائیگی سے قاصر ہوں، آپ مجھے بتائیں کہ میں اس کوتاہی کے لئے کیا کفارہ ادا کروں، تاکہ خدا کی نگاہ میں معتوب نہ ٹھہروں -

آپ کا بھائی - اے، احمد کروتھ ویل

مسجد ووکنگ - ۱۵ر اکتوبر ڈیر ڈین

میں بھی جرمنوں کے اس وحشیانہ فعل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں کہ انہوں نے سینٹ پال کے گرجہ پر بمباری کر کے، مذہب اور اہل مذہب دونوں کی توہین کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نازی لوگ دنیا کی ہر اچھی اور پاک شئے سے نفرت کرتے ہیں، ہر شخص جو کسی مذہب کا پابند ہے، نازیوں کے اس ناپاک فعل کی مذمت کرے گا، اور مسلمان، تو از روئے قرآن، پابند ہے کہ ہر معبد کی حفاظت کرے - اور ایک گرجہ کی حفاظت بھی اسی خلوص کے ساتھ کرے جس خلوص کے ساتھ وہ اپنی مسجد کی حفاظت کرتا ہے - پس میں اس معاملہ میں آپ کے ساتھ ہوں -

آپ کا مخلص - عبدالمجید

لندن ۱۹ر اکتوبر - ڈیر امام صاحب

میں آپ کے خط مؤرخہ ۱۵ر ماہ حال کے لئے آپ کا بیحد شکر گزار ہوں - اور گرجہ کو جو نقصان پہنچا ہے - اس پر آپ نے جس قدر اظہار افسوس کیا ہے، میں آپ کے جذبہ ہمدردی کی قدر کرتا ہوں - آپ نے قرآن کا جو حوالہ دیا ہے میں نے بہت

دلچسپی کے ساتھ پڑھا اور میں آپ کی مہربانی کا بہت شکرگذار ہوں۔

ڈبلو۔ آر۔ میتھوز

وکٹوریہ کینیڈا۔ مؤرخہ ۴ رجون ۱۹۴۱ء

میرے پیارے اسلامی بھائی

رسالہ اسلامک ریویو کی جلد ۲۹ کی دوسری اشاعت میں یہ مطالعہ کر کے میرے کینیڈا کے متعدد دوستوں نے آپ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ اور بہت سے یہ خواہش ظاہر کرنے والے ہیں، مجھے نہایت ہی مسرت ہوئی۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دنیا کے اس حصہ میں اسلام سے دلچسپی رکھنے والوں کی تعداد بہت کافی ہے۔ اور وہ میرے پاس اسلامک ریویو دیکھتے ہی فوراً اس کے مطالعہ کی خواہش ظاہر کرتے ہیں۔

میں اسلام قبول کرنے کے بعد جس قدر مسرت و شادمانی محسوس کر رہا ہوں اگر وہ بھی اسقدر محسوس کرتے تو یقین اغلب ہے کہ موجودہ ہلاکت زدہ دنیا کے ستائے ہوئے بنی نوع انسانوں کیلئے یہ ضرور تسکین قلب کا باعث ہوسکتا۔

آپ کا اسلامی بھائی۔ ای۔ بی۔ انڈر ووڈ

ارڈنگٹن۔

پیارے جناب

مرسلہ خطوط اور لٹریچر کا شکریہ قبول فرمائیے۔ میں اس لٹریچر کا نہایت پسندیدہ نگاہ سے مطالعہ کر رہا ہوں۔

میں عرصہ تک اپنے فارغ اوقات میں مشرقی فلسفہ کا مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ میں نے ہمیشہ اسلامی تعلیمات کو قدرتی طور پر ہر پیش آنے والی مشکل کا حل پایا۔ فوجی ملازمت اختیار کرنے کے بعد میرے لئے یہ لازمی امر تھا کہ میں اپنے عقائد کا اظہار کردوں۔ اور اس حقیقی مساوات کو اختیار کرلوں جو مصائب و آلام سے بھرپور دنیا میں اس وقت بھی موجود ہے۔

لہٰذا میں آپکا رسالہ اور مطلوبہ فارم ملفوف خط ہذا کرتا ہوں۔ یہ خط میرے اعتقادات کا مظہر اور ترجمان ہے۔ اور میں اس کے لئے ہر قربانی پیش کرنے کے لئے تیار ہوں جس کا مجھ سے مطالبہ کیا جائے گا۔ میں آپ کی دلی ہمدردی اور اظہار دلچسپی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس خط کو اختتام پذیر کرتا ہوں۔ انشاءاللہ میں اوّلین فرصت میں آپ سے ووکنگ میں ملاقات کروں گا۔ اور یہ ملاقات میرے لئے نہایت مسرت وشادمانی کا باعث ہوگی۔

سی۔ جے۔ ٹوذر

تفصیل آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔

بابت ماہ مارچ ۱۹۴۲ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	روپے			تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	روپے		
۲ ۳/۴۲	۲۹۹۴	عالیجناب ظرافت اللہ صاحب	۷	۸	۰	۱۶ ۳/۴۲	۳۰۶۳	جناب علی احمد صاحب	۵	۰	۰
۵ ۳/۴۲	۳۰۰۶	جناب ابراہیم احمد صاحب جیوا	۱۰۰۰	۰	۰	״	۳۰۶۴	جناب ڈبلیو۔ اے۔ شیخ	۵	۰	۰
״	۳۰۰۷	״ راؤ عثمان علی خاں صاحب	۲۰	۰	۰	״	۳۰۶۶	״ خان بہادر شمس الحسن صاحب	۵	۰	۰
۶ ۳/۴۲	۳۰۰۹	״ فخرالدین صاحب	۲۵	۰	۰	۱۷ ۳/۴۲	۳۰۸۶	״ خانبہادر ایس ایم رحمت اللہ صاحب	۵	۰	۰
۷ ۳/۴۲	۳۰۱۱	״ کرم الٰہی صاحب قریشی	۵	۰	۰	״	۳۰۸۷	״ خانبہادر ایم فتح دین صاحب	۵	۰	۰
۹ ۳/۴۲	۳۰۱۳	حسب وصیت عالیجناب قاسم علی جیراج بھائی	۱۰۰	۰	۰	״	۳۰۸۸	״ حامد خانصاحب	۵	۰	۰
۱۰ ۳/۴۲	۳۰۱۸	عالیجناب اے۔ لے۔ بالی صاحب	۵	۰	۰	״	۳۱۲۲	״ ہز رائل ہائی نس پرنس محمد علی	۳۹۷	۱۳	۹
״	۳۰۱۹	״ محفوظ الکریم صاحب	۲	۰	۰	۱۹ ۳/۴۲	۳۱۴۱	״ خواجہ جلال الدین صاحب	۲۵	۰	۰
״	۳۰۲۰	״ ڈاکٹر حاجی عبدالغنی صاحب	۵	۰	۰	۲۰ ۳/۴۲	۳۱۴۲	منافع از لائڈ بنک لمیٹڈ	۰۰۴	۰	۰
״	۳۰۲۱	״ مولوی غلام سرور صاحب	۵	۰	۰	״	۳۱۴۳	عالیجناب شیخ یو۔ اے۔ صاحب	۵	۰	۰
۱۱ ۳/۴۲	۳۰۲۸	جناب محمد آفاق اینڈ کمپنی	۵	۰	۰	״	۳۱۴۴	״ محمد اے۔ باقر۔ صاحب	۵	۰	۰
۱۳ ۳/۴۲	۳۰۴۱	״ حسین آدم صاحب	۵	۰	۰	۲۱ ۳/۴۲	۳۱۴۸	״ ایم اے۔ عزیز مرزا	۵	۰	۰
۱۴ ۳/۴۲	۳۰۵۳	״ عبدالحق صاحب	۵	۰	۰	״	۳۱۴۹	״ مولوی ثناءاللہ صاحب	۵	۰	۰

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان			روپے
۲۱-۳-۴۲	۳۱۵۶	جناب حاتم بدرالدین طیب جی	۰	۰	۵
"	۳۱۵۱	" میجر علی احمد شاہ صاحب	۰	۰	۵
۲۳-۳-۴۲	۳۱۵۷	" حاجی جان محمد لطیف صاحب	۰	۰	۵
"	۳۱۵۸	" یوسف ایک سلے	۰	۰	۵
"	۳۱۶۶	" ایس اے۔ قدوائی . . .	۰	۰	۵
۲۵-۳-۴۲	۳۱۷۱	" لفٹنٹ کرنل عبدالغفار صاحب	۰	۰	۲
۲۶-۳-۴۲	۳۱۷۵	" مرزا غلام صمدانی صاحب	۰	۰	۱۰۰
"	۳۱۷۶	مالکان کوہ نور فلور ملز	۰	۰	۲۵۰
۲۷-۳-۴۲	۳۱۸۰	این اے۔ خندکار	۰	۰	۵
۲۸-۳-۴۲	۳۱۸۲	ایم عبدالمطلب صاحب	۰	۰	۵
۳۰-۳-۴۲	۳۱۸۹	کے۔ بی۔ شیخ بشیرالدین صاحب	۰	۰	۱۰

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان			روپے
۳۰-۳-۴۲	۳۱۹۰	ایس۔ ایم کرامت علی	۰	۰	۵
۳۱-۳-۴۲	۳۱۹۴	ظہورالدین صاحب	۰	۰	۵
		فروخت اسلامک ریویو	۰	۰	۳۳۲
		" اشاعت اسلام	۰	۰	۱۴
		" ووکنگ گزٹ	۰	۱۱	۳۰
		" کتب	۰	۲	۳۰۵
		میزان :- ۳۱۵۱-۲-۹			

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

بابت ماہ مارچ ۱۹۴۲ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۲-۳-۴۲	۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳	عملہ۔ بابت ماہ فروری ۱۹۴۲ء	۶	۱۳	۵۷۶
	۱۷۴، ۱۷۵	کرایہ دفتر و بکڈپو، گودام بابت ماہ فروری ۱۹۴۲ء	۰	۰	۴۵
	۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸	بابت چھپائی اسلامک ریویو برائے سراشاعت	۰	۰	۳۳۲
۱۲-۳-۴۲	۱۸۲، ۱۸۵	آفس امپرسٹ بل بابت خرچ۔ محصول ڈاک۔ خرید کتب۔ بل بجلی۔ سٹیشنری۔ چھپائی سرکلر متفرقات وغیرہ	۶	۳	۵۸۹
	۱۷۳	الاؤنس	۰	۰	۳۰
		میزان	۰	۱	۱۵۷۳

مسجد میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نو مسلم زائرین آتے ہیں۔ اِن کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام مسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمٰے کی مسلم سوسائٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) مشن کے آرگن ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات ۔ (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نو مسلمین ہیں۔ یہ نو مسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے ... ہی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ اب دشمنان اسلام ... اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک ... فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف ... استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں معہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام معہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعت اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ کچھ اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کر لیں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجیں۔ انگریزی قوم کو اپنے ہم آزار کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں اشاعت اسلام ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے جس سے کل مسلمانان عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذب عالم اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانان عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائن۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلاد اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

JUNE 1942

R. L No 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر ذیل

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (مع محصول) سالانہ — قیمت پانچ روپے (شرح ممالک غیر)

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب (انڈیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اکبر

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دینِ حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی) کیوں نہ لگے

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مغرب میں تبلیغِ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ، امریکہ و کُل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیلِ مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعتِ اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامتِ نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع۔ (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں یورپ، امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین، نومسلمین اخبارات و لائبریریوں کو ہمراہِ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہمیشہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی [illegible]

(۴) مشن کے [illegible] ہیں اللہ [illegible] مسجد ووکنگ [illegible] ہیں۔ [illegible] سامعین کی چائے سے تواضع کی [illegible]

(۵) جمعہ کی [illegible] شامل ہو سکتے ہیں۔ [illegible] کے سالانہ اجتماع [illegible]

[illegible] منظر کرنے کے لئے

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی [illegible]
بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی
دس ہزار کی اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۸ | بابت ماہ جون ۱۹۴۲ء م۔ جمادی الاول ۱۳۶۱ھ | نمبر ۶

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپا، عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ جون ۱۹۴۲ء

شذرات

شمع رسالت کا ایک اور پروانہ مسٹر ایل او۔ پنڈر آف ۲۰ ہنفسل سٹریٹ گلاسکو سی ۵ سکاٹ لینڈ۔ نہایت صمیم قلب سے برضا و رغبت خود اعلان فرماتے ہیں کہ "میں محض خداوند وحید کی پرستش کروں گا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکا برگزیدہ بندہ اور پیغمبر تسلیم کرتا ہوں میں تمام انبیاء کا مساوی احترام کرتا ہوں میں خداوند قیوم کے فضل و کرم سے ایک ادنی مسلمان کی حیثیت سے لمحات حیات بسر کرونگا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"۔ بندگی کی سزاوار محض ذات یزدان ہے اور محمدؐ اسکا رسول ہے"

خداوند عزوجل ہمارے نومسلم بھائی کے جذبہ ایمان کو کمال استقامت بخشے اور انکا وجود سعید دیگر یورپین حضرات کیلئے شمع ہدایت ثابت ہو آمین ثم آمین۔ ووکنگ مسلم مشن خداوند ذوالجلال کے فضل سے تبلیغی سرگرمیوں میں خوب کوشاں نظر آرہا ہے اور ان ایام میں جبکہ لوگوں کے قلوب میں اس عالمگیر جنگ کا خطرہ بدرجہ اتم موجود ہو پیغام خدائے لم یزل سنانا صرف اسی کا حصہ ہے ؛

شاہجہان مسجد ووکنگ میں عیدالفطر

موسم سرما میں برطانیہ عظمےٰ ایسے برفبار علاقہ کی سردی ناقابل برداشت ہونیکے علاوہ انسانی قلوب پر بھی بڑے تاثرات ڈالے بغیر نہیں رہ سکتی۔ لیکن ۲۲ راکتوبر ۱۹۴۱ء کا دن پرستاران توحید کے لئے جہاں عیدالفطر کا پیغام مسرت و شادمانی لیکر نمودار ہوا۔ وہاں موسم کی خوشگواری کی نوید جانفزا بھی ساتھ لایا۔

عید کی بہجت آفریں صبح کا آفتاب مشرق سے طلوع ہوچکا تھا اور اپنی حسین کرنوں سے ساکنان خطۂ ارضی کے مسرور قلوب کی مسرتوں کو نمایاں کر رہا تھا، اراکین مسجد ووکنگ عیدالفطر کا سجدۂ شکر بجالانے کے لئے مسجد کے وسیع سبزہ زار میں شامیانے لگانے میں مصروف تھے۔

مہرعالمتاب نصف النہار کی طرف بڑھنے میں مصروف عمل، اور اسلامی سلطنتوں کے نمایندگان مقیم انگلستان اپنے مخصوص ملکی لباس میں ملبوس نماز عید کی تیاریوں میں مشغول تھے۔

ترکی - ایران اور ملایا کے سفیران باوقار کے علاوہ مسجد میں ہندوستان کے نمایندے بھی جلوہ افروز نظر آتے تھے صحرائے اعظم کے صحرائی قبائل کے ساتھ پولینڈ کے مسلمان تاتاری قوم کے چند افراد بھی رونق افروز تھے۔ اور اس سال تو کرنل آر ڈبلیو ہلز۔ او۔ بی۔ ای کی اجازت سے پچاس ہندوستانی فوج کے آفیسر ز اور سپاہیوں کی شرکت سے یہ اجتماع گذشتہ سالوں سے کچھ اور بھی زیادہ خصوصیات کا حامل نظر آتا تھا۔

نماز عید ایک عظیم الشان شاہی شامیانہ کے سایہ تلے مسجد سے ملحقہ سبزہ زار میں ۱۱½ بجے صبح ادا کیگئی۔ مولانا عبدالمجید صاحب ایم اے امام مسجد ووکنگ نے اپنے سحربیان مخصوص انداز میں خطبۂ عید اسلام کے عالمگیر اصولوں کے موضوع سے شروع کرتے ہوئے

فرمایا کہ محاسن انسانی فطرت کا ورثہ ہیں۔ انہیں اس طریق سے نشو و نما کر کے ارتقائی منازل تک لے جانا چاہیئے کہ اُن سے پورا پورا استفادہ حاصل کیا جا سکے۔ آپ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ جنگ نے انسانیت کو انفرادی آزادی کی تقدیس اور زندگی کی اہمیت سے آگاہ کر دیا ہے۔

سب سے اوّل حضرت مسیح علیہ السلام نے انسانیت کے نشو و نما کے لئے آزادی کا ایک وسیع راستہ کھول دیا ۔جسے بعد ازاں اسلام نے اور بھی وسیع کر دیا۔

اس کے علاوہ امام صاحب نے فرمایا کہ موجودہ تہذیب و تمدن کسی طرح بھی متذبذب قلوب کے لئے باعث تسکین نہیں ہو سکتی، متذبذب قلوب کو صرف مذہبی حقائق و دلائل اور تخیلات ہی مطمئن کر سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سائنس نے بھی ہماری زندگی کو بہتر بنانے میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ لیکن اسلام کا یہ دعوےٰ ہے کہ جب تک انسان روحانیت کی طرف رجوع نہ کرے اس کی روح تسکین میں نہیں رہ سکتی۔ حقائق کی روشنی میں بالکل صحیح ثابت ہوتا ہے۔ خطبۂ عید امام صاحب نے حاضرین کو "عید مبارک" کہتے ہوئے اختتام پذیر کیا۔ خطبہ ختم ہوتے ہی حاضرین میں مسرت و شادمانی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ہر طرف "عید مبارک، عید مبارک" کا شور برپا ہوا۔ ہر ایک، دوسرے سے مصافحہ و معانقہ کے لئے بڑھا اور گلے مل مل کر خوشیوں کا اظہار ہونے لگا۔

اسلامی اخوت و یگانگت کا یہ روح پرور نظارہ دلدادگان تثلیث پر گہرے تاثرات ڈالنے کا موجب ہوا، مہمان اور مدعوئین اسلامی اخوت کے نہ مٹنے والے نقوش دلوں پر لئے ہوئے ایک دوسرے شامیانے کی طرف بڑھے جہاں ان کی تواضع ہندوستانی لذیذ کھانوں سے کی گئی۔

کھانے کا یہ اہتمام مسٹر لال آف شفیع انڈیا ریسٹوران لندن کے سپرد تھا۔ جنہوں نے اس فرض کو نہایت احسن طریق سے سرانجام دیا۔

کھانا تناول کرنے کے بعد ہمارے دوست قریباً ایک گھنٹہ تک باہمی تبادلۂ خیالات میں مصروف رہے۔ اس مسرت افزا موقع نے نہ صرف فراموش شدہ جذبۂ محبت ہی کی تجدید

کی بلکہ کئی ایک نئے تعلقات بھی پیدا کر دیئے۔

۴ بجے کے قریب سردار اقبال علی شاہ صاحب نے آنحضرت صلعم کی مکی زندگی کو بذریعہ میجک لینٹرن ناظرین کی خدمت میں پیش کرنا شروع کیا تو یہ لیکچر ہمارے مہمانوں کے لئے اور بھی دلچسپی کا موجب ہوا۔ اور وہ اس سے بہت زیادہ محظوظ ہوئے۔

۶ بجے شام کے قریب ہمارے مہمان بلیک آؤٹ کی وجہ سے عائد کردہ پابندیوں کی تکالیف سے بچنے کے لئے رخصت ہونا شروع ہوئے۔

اس عید کے مسرت افزا لمحات کی یاد ہمارے قلوب میں ہمیشہ تازہ رہے گی جن احباب نے اس عید الفطر کے سعید اجتماع میں شرکت فرما کر ہماری عزت افزائی کی اُن میں سے بعض کے اسمائے گرامی ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔

۱۔ کرنل شب ہرڈ (اف انڈین کمفورٹ فنڈ)
۲۔ رسالدار میجر محمد اشرف خاں آئی۔ او۔ ایم۔
۳۔ مسٹر اینڈ مسز اسمٰعیل ڈی یارک
۴۔ مسٹر لال۔ ڈپٹی ہائی کمشنر فار انڈیا۔
۵۔ ریورنڈ بشب ویجوڈ۔
۶۔ مسز شاکر محمدی
۷۔ مسٹر اینڈ مسز جے۔ ڈبلیو۔ بی۔ فارمر۔
۸۔ مسٹر عبداللہ یوسف علی۔
۹۔ مسٹر محمد عبداللہ ہارون۔

گذشتہ سے پیوستہ

گلستانِ امن!

{از ڈبلیو۔ بی۔ بشیر پکرڈ۔ بی۔ اے۔ کنٹب}

وسیع و عریض دنیا میں کئی اشیا ایسی ہیں۔ جنہیں ممنوع اور حرام قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً میں نے قرآن حکیم کے اسی صفحہ کے آخری آیات میں پڑھا۔ کہ

"اے ایمان والو۔ جان لو۔ اور سمجھ لو کہ منشیات اور قمار بازی یا ان سے متعلقہ چیزیں اور بتوں کے سامنے قربانیاں دینا۔ ناپاک اور شیطانی افعال میں داخل ہیں۔ اسلئے اگر دنیا میں سعادت حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو ان سے پرہیز کرو"

کتنے واضح اور صریح احکام ہیں۔ اور ان کی موجودگی میں کون ایسا بندۂ خدا ہوگا۔ جو اس لہو ولعب پر نظر رکھے۔ اور انہیں اختیار کرے۔

ابھی شاہ خاور کی سواری کوہستان مشرق سے روانہ نہیں ہوئی۔ ظلمت شب کے ہلکے اور باریک سیاہ پردے ابھی نیلگوں آسمان کی نیلی فضاؤں کو چھپائے ہوئے تھے۔ کہ میں بستر استراحت سے بیدار ہوا۔ اٹھا۔ اور صحن چمن میں چلا گیا۔ ابھی تاریکی اپنے پر پھیلائے ہوئے تھی۔ سکوت شب کی غیر ملوث اور رسانی ہوا۔ کتنی کیف آور بہجت آفرین تھی۔ حیات پرور اور وجد نواز فضا۔ روح افزا سماں۔ میرے قلب کی گہرائیوں میں یہ خیال گدگدایا۔ نیند سے یہ منظر دلکشا بدرجہ بہتر اور حیات پرور ہے۔ مجھے یقین ہو گیا۔ کہ عبادت نیند سے کہیں زیادہ بہتر اور ارفع ہے۔

میں سنگلاخ چٹانوں سے نیچے آ رہا تھا۔ بلندی کوہ سے نشیب کوہ کی جانب گامزن تھا۔ وادی کوہسار پر ابھی تک موسم سرما کا دھندلکا چھایا ہوا تھا۔ افعی کی طرح بل کھاتے ہوئے ندی نالے موسیقی کے دریا پہلو میں چھپائے پتھروں سے چھیڑخانی کرتے ہوئے بہہ رہے تھے۔ جگہ جگہ ان کوہستانی ندی نالوں پر پل بنے ہوئے تھے۔ عوام کی سہولت

کے لئے۔ پلوں کا یہ لامتناہی سلسلہ وادی کوہسار کو شہر سے ملاتا تھا۔ میں ان پلوں سے گذرتے ہوئے۔ جب تیسرے پُل پر پہنچا۔ جو بہت ہی تنگ و تاریک تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے ایک رقّت خیز منظر تھا۔ جاڑے کی کڑکڑاتی ہوئی سردی کا مارا ہوا ایک مرغِ آبی راہ روکے بیٹھا تھا۔ اپنی ناتوانی کے باوجود وہ مرغ آبی میری مداخلت بے جا کے خلاف اپنے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سے صدائے احتجاج بلند کر رہا تھا۔ اس نے کئی بار اُٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن اپنے بوجھل جسم کے بوجھ سے خود ہی نیچے گر پڑا میں نے تاریک راستے کو قطع کرتے ہوئے زبان حال سے اس نیم جان سے کہا۔ مجھ سے خائف ہونے کی کوئی وجہ نہیں ــــ میں نے آگے بڑھتے ہوئے جب مڑکو دیکھا تو چند ننھے منے شریر و شوخ بچے باہوں میں باہوں باہیں ڈالیں پل کو عبور کرتے ہوئے نظر آئے۔ میں ڈرا۔ کہ کہیں یہ نیم جان مرغِ آبی ان بچوں کی شرارتوں کا تختۂ مشق نہ بن جائے۔ اس لئے میں نے اسے بچوں کی زد سے بچانے کے لئے کنارِ آب تک پہنچنے میں مدد دی۔ یقیناً پرند و چرند سب اُسی ذات کبریائی کی تخلیق ہیں۔ کون ذی عقل بنی نوع انسان ہوگا۔ جو طائر فضا پر بھی دست ظلم دراز کرنے کی جرأت کرے۔

اسی رات میں نے فرقان مجید اُٹھایا۔ میری نظر کے سامنے یہ آیہ شریفہ تھی۔

" اے ایمان والو۔ کہو کہ اس دنیا کا سب سازو سامان ظاہری۔ عارضی اور فانی ہے۔ اور جو کوئی افعال بد سے دور رہے۔ اس کے لئے عقبےٰ میں بہت بڑا صلہ ہے وہاں اسے کوئی آسیب نہ ہوگا"۔ وقت معین پر تمہیں اجل آئے گی۔ خواہ تم مضبوط قلعوں میں چھپے رہو۔ بعض لوگ ہیں کہ جب ان پر فتح و کامرانی کی برکت نازل ہوتی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ یہ خدا کی دین ہے لیکن جب ان کو کسی ناکامی کا سامنا کرنا پڑے تو کہتے ہیں کہ یہ تو تمہاری طرف سے ہے۔ اے بنی آدم جان لو

کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اگر تم پہ کوئی آفت نازل ہوتی ہے۔ تو اس کے موجب بھی تمہیں ہو۔

اے نبیؐ۔ ہم نے تمہیں دنیا میں رسول کی حیثیت سے بھیجا ہے اور اللہ اس کا شاہد ہے" (۴۔ ۷۷۔ ۷۹)

اب سال ختم ہو رہا تھا۔ مہیب تاریکیوں کا دور گزر چکا تھا۔ صبح و شام کو ضیائے آسمانی کی کرنیں نور کی پر اُمید جھلکیاں دکھا رہی تھی۔ موسم سرما کے نرگس و یاسمین کا دور ختم ہو رہا تھا۔ اور اب ہماری نظریں بہار کی روح نواز۔ اور جذبات آفرین یاسمین پر لگی ہوئی تھیں۔ وادیان برف کے پگھلتے ہوئے تودوں کے پانی سے آہستہ آہستہ دلدلوں میں تبدیل ہو رہی تھیں ندی نالے برف و باراں میں مچلتے اور گاتے ہوئے بہہ رہے تھے آفتاب عالمتاب ابھی گھنگور گھٹاؤں موٹی دیوار کو توڑ کر نکلنے کی جد و جہد کر رہا تھا قدرت کی رعنائیوں اور کرہ ارضی کی لطافتوں کی داستان آپ سن چکے یہ سب اس کے جود و سخا کی پیداوار ہیں۔ اور اس کی ان گنت بخششوں کے مدح خواں۔ اور اس کے اشاروں کے تابع ہیں آؤ ــــ اب ذرا کرۂ انسانی کے حال پر نظر ڈالیں۔ جو خون آشام اور قیامت آفریں جنگوں میں مبتلا ہے۔ جس کی پُرامن فضاؤں کو اس کے رہنے والوں کے باہمی بغض و عناد نے متعفن و مہیب بنا دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود امید کی روشنی کہہ رہی ہے کہ روح انسانی کو نیست و نابود کرنا ناممکنات سے ہے۔ اور ہمارا یقین ہوتا جا رہا ہے کہ جو لوگ اپنی آزادی روح و نفس کو برقرار رکھنے کا عزم کیئے بیٹھے ہیں۔ انہیں کوئی خطرہ نہیں اور موجودہ دور کی مادہ پرستی سے اس کی بربادی ان کو کوئی دیرپا نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

کئی بار یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ شاندار تمدن کی بربادی پر ہی ابدی جمہوریت اور انصاف کی داغ بیل پڑتی ہے مادیت کا ہلاکت آفریں دور جو ابھی ہماری روح کو کچل رہا ہے۔ اس کا خاتمہ ہو کر رہے گا۔ اس ہلاکت آفریں مادیت پرست دور کی تباہی اور اس کا اختتام موجودہ کشت و خون اور بربادی کے بغیر ناممکن ہے۔ انسان کی غیر فانی روح میں اس ظلمت کے باوجود طاقت پرواز ہے اور وہ مشرق میں ضیائے کامرانی کی کرنیں دیکھ سکتی ہے جو ایک دن اس ظلمتوں کی بستی کو بقعہ نور بنا دیں گی۔

رات جب میں سونے لگا۔ تو میرے دل و دماغ میں خیالات و افکار کا ایک سمندر

ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ میں اُٹھا۔ میں نے صلح و امن کے پیغام آسمانی کو بصد ادب و احترام کھولا۔ اور مری نظریں ان آیات قرآنی پر گڑ گئیں۔

" اے ایمان والو۔ سعادت و کامرانی انہیں کے لئے ہیں۔ جو اپنی عبادت میں عاجز اور حلیم ہیں۔ جو لغو باتوں سے بچتے ہیں۔ اور جو صراط مستقیم اور راہ عمل پر گامزن ہیں۔ اور جو اپنے اجسام کے خفیہ حصوں کی ہر ایک کی نظروں سے حفاظت کرتے ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو شرعًا ان کے رفقائے حیات ہیں۔ کیونکہ اس میں وہ مورد الزام نہیں۔ لیکن جو کوئی اس حد سے بڑھے گا۔ اُس کے لئے عذاب آخرت ہے، صرف شرعی شرکائے حیات ہی اس حد سے گذرنے کے حقدار ہیں۔ جنت انہیں کی وراثت ہے۔ اور وہیں ان کا مسکن ہوگا" (۱۱-۱-۲۳)

ان آیاتِ رحمانی میں اس دنیا میں ایسا طرز عمل اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جس پر عمل کر کے انسان عقبٰے میں جنت کا حقدار ہو سکتا ہے۔ اور ہو سکے گا۔ یہاں ان اوصاف کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے جن کا پیدا کرنا انسان کے لئے باعث سعادت ہے یعنی ایمان۔ خدا کے حضور عجز۔ لغویت سے پرہیز۔ خلوص عمل۔ عفت و امانت۔ یقینًا جو لوگ اس خلعت پاکیزہ سے مزین ہونگے۔ جنت کے دروازے ان کے لئے وا ہوں گے۔ خدا کی رحمتیں ان کا خیر مقدم کریں گی۔

آج میں شہر نہیں گیا۔ بلکہ کلہ کوہ پر اپنے مسکن میں ہی رہا باغ میں ٹہلتے ہوئے مجھے سال کی پہلی برفباری کے آثار نظر آئے۔ تاریک زمین پر برف کے سپید سپید ٹکڑے ستاروں کی طرح چمک رہے تھے۔ شوخ گھٹاؤں نے اپنے دامن میں سورج کو اس طرح کوئی حسین و جمیل بچے کو دنیا کی نظروں سے چھپانے کے لئے چادر کے آنچل سے ڈھانپ لیتی ہے۔ دامن مشرق سے تیز اور ٹھنڈی ہوا کے قافلے خود رو جنگلی پھولوں سے سرگوشیاں کرتے ہوئے چل رہے تھے۔ گھر میں خوشی ہے۔ کیونکہ جنگ ایسے سکون ناآشنا میدان میں بھی ہنگامہ آفریں اور خون آشام اقوام کے ارمان پورے نہیں ہوئے ایسے دنوں میں غروب آفتاب کے بعد دل زبانِ حال سے خدا کا شکر ادا کرتا ہے

اُس کے نام کا وظیفہ پڑھتا ہے۔جس نے ہمیں بقائے دوام بخشی۔کہ اُس کی عطا کردہ نعمتیں سے لطف اندوز ہو سکیں۔

ظلمتِ شب میں جب بصارت انسانی قریبی عمارات کو بھی نہیں پہچان سکتی۔اُس وقت خدا کا تصورِ جمال بہت ہی قریب ہوتا ہے خدا اور اس پر ایمان کی ضرورت اس تاریکی میں دن کے نظر افروز اجالے سے کہیں زیادہ محسوس ہوتی ہے۔

اس وقت گھر کے اندر روشنی اور آگ دونوں ہیں۔میں خدا کی مقدس کتاب قرآن مجید کو اٹھاتا ہوں اور پڑھتا ہوں۔

"میرے خدمت گزاروں سے کہدو۔کہ نماز کو قائم رکھیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے۔اس میں سے اعلانیہ اور خفیہ سخاوت کرتے رہیں۔پیشتر اس کے کہ وہ دن آجائے۔جب نہ آپس میں لین دین ہو سکے گا۔اور نہ کسی کی دوستی کام آئے گی۔خدا ہی ہے۔جس نے زمینوں اور آسمانوں کی تخلیق کی —— جس نے بادلوں سے پانی برسایا۔اور جس نے تمہارے کھانے کے لئے پھل اُگائے۔اور اس نے تمہارے لئے جہاز بنائے۔کہ اس کے حکم کے مطابق تم سمندروں میں انہیں چلا سکو۔اُس نے دریا بھی تمہارے ماتحت کر دیئے۔اس نے سورج اور چاند کو بھی جو اپنی راہ پر چل رہے ہیں تمہارے زیرِ فرمان کیا۔دن اور رات کو تمہارے ماتحت کیا۔اور جو کچھ تم خدا سے مانگو وہ تمہیں بخشتا ہے۔اور اگر تم اُس کے انعامات بے پایاں کا شمار کرنے لگو۔تو انہیں شمار نہ کر سکو گے۔بلاشبہ انسان بہت ہی بے انصاف اور ناشکر گذار ہے"

ساربانِ اُمت

از ایلن اِملے - ایف - ایم - بی -

دنیا میں اگر کسی معلم اخلاق کو سب سے بدترین ناموافق حالات کا سامنا کرنا پڑا تو وہ آنحضرت صلعم کی ذات گرامی تھی جو آج سے چودہ سو سال قبل سرزمین افریقہ اور عرب کے باشندوں کی زبوں حالی ، اخلاقی پستی اور جاہلیت سے دوچار ہوئی -

ان تہذیب و تمدن سے بے بہرہ صحرائی قبائل پر نہ تو عیسائیت کی تعلیمات کا کچھ اثر ہو سکا اور نہ یہودیت ہی انہیں اپنے حلقۂ اثر میں لے سکی -

ان کی فلاسفی بیہودہ اور فرسودہ - ان کے خیالات پست اور ان کا مذہبی تخیل سوائے دیوی دیوتاؤں کی پرستش کے اور کچھ بھی نہ تھا -

غلامی کی مہیب گھٹائیں صحرائے عرب کے اطراف و اکناف میں بلائے بے درماں بن کر چھا چکی تھی ، بیاہ شادی کے رسم و رواج موجودہ زمانہ سے بالکل مختلف تھے - ایک آدمی ایک ہی وقت میں حسب خواہش جتنی بیویاں ، داشتہ عورتیں اور لونڈیاں چاہے خرید سکتا تھا - اور یہ عورتیں ایک منقولہ جائداد کی طرح متصور ہوتیں - ذرا سی خطا پر انہیں اس قدر شدید سزائیں دی جاتی تھیں کہ اکثر اوقات اُن میں سے بعض کی موت واقع ہو جاتی بچوں کو زندہ دفن کرنا ان کے مذہبی عقائد اور فرائض میں داخل ہو چکا تھا - غرض سرزمین عرب بے حیائی ، بداخلاقی اور ذہنی پستی کا گہوارہ بن چکی تھی - شرم و حیا ، تہذیب و تمدن اور اخلاق کا نام لوح عرب سے نقش غلط کی طرح مٹ چکا تھا - ہر طرف فسق و فجور کا دور دورہ تھا - چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی کہ اس ظلمت شب میں رحمت کردگار امید کی کرن بن کر نظر آئی - شب غم صبح مسرت سے متبدل ہو گئی - یعنی سردار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت معرض وجود میں آئی - ظلمت کدہ عرب نور سے معمور ہو گیا - آنِ واحد میں دنیا

کی حالت بدل گئی۔ اور آپ کی بعثت نے وہ انقلاب پیدا کیا کہ صدیوں سے تاریکی میں گھری ہوئی سرزمین عرب بقعۂ نور بن گئی۔ گو آپ کی ولادت باسعادت کی صحیح تاریخ معلوم نہیں۔ لیکن آپ کے پیدا کئے ہوئے انقلاب کی وجہ سے آپ کے وصال کی تاریخ مورخہ ۷ ربجون سنہ ۶۳۲ء زبان زدِ خلائق عالم ہے۔

ابھی آپ عنفوانِ شباب میں ہی تھے کہ وحی آسمانی نے آپ پر آپ کی زندگی کا نصب العین اور...... مقصد حیات..... واضح کرتے ہوئے آپ کو بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کا کام سپرد کیا۔

ابتدائی ایام میں آنحضرت صلعم نے پوشیدہ طور پر خدائی احکامات کی نشرو اشاعت شروع کی۔ اور بنی نوع انسان کو رب عزوجل کی وحدانیت اور زندگی بعد الموت کا سبق سکھایا تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کے متبعین کی تعداد بڑھنا شروع ہوئی۔ تو آپ کے بعض پرجوش معتقدین نے علانیہ طور پر برسرِ عام نئی تعلیمات کا پرچار شروع کیا۔ جس سے قدرتی طور پر بتوں کی قدر و منزلت میں کمی واقع ہونے لگی اور پجاریوں کی طاقت کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا۔ وہ اپنے بتوں کی مذمت ہونا کب گوارا کر سکتے تھے۔ آتش زیر پا ہو گئے۔ اور آئے دن آپ کے خلاف سازشیں کرنا شروع کیں۔ انہوں نے اس مذہبی عقیدہ اور اصول کو بھی بالائے طاق رکھتے ہوئے کہ مکہ ایسا متبرک و مقدس شہر قتل و خونریزی کی لعنت سے پاک رہے گا۔ آنحضرت صلعم اور آپ کے پیروؤں کے خلاف قتل کے منصوبے کرنے لگے۔ اور آپ کو انواع و اقسام کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور آپ کے قتل کا تو قطعی طور پر فیصلہ بھی کر دیا گیا۔

آنحضرت صلعم کو بھی اس سازش کی خبر بروقت ہو گئی اور وہ معجزانہ طور پر مکہ سے بچ نکلے اور خیر و عافیت سے ایک دوسرے محفوظ مقام پر منتقل ہو گئے۔ آنحضرت صلعم نے چند صحرائی قبائل کو حلقہ بگوش اسلام کرنے کے بعد ساکنانِ مکہ اور پجاریانِ کعبہ کے چیلنج کو

۱؎ آنحضرت صلعم کی ولادت بارہ ربیع الاول پیر کے روز ہوئی (اپریل ۵۷۱ء)

منظور کر لیا۔ تو ان سے جنگ و جدل کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔

گو اس معرکہ میں مقتولین کی تعداد دو صد سے کسی صورت میں بھی تجاوز نہیں کی لیکن کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم اس سے پہلے ہی معرکہ میں کشت و خون اور انسانی جانوں کے اتلاف کے بھیانک نظارہ سے بہت ہی متاثر ہوئے۔ اور اس کی تاب نہ لا سکے۔ کچھ عرصہ یونہی بر سر پیکار رہنے کے بعد افواج مکہ کا سالار بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گیا تو آپ کی پوزیشن قدرے مستحکم ہو گئی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ ان پر غالب آ گئے۔ آپ نے مکہ کے باشندوں اور کعبہ کے پجاریوں کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا اور انہیں نئے مذہب اسلام میں بہت ممتاز جگہیں عطا کیں۔

آنحضرت صلعم نہایت تزک و احتشام۔ اور شان و شوکت سے نئے آئین اور نئے نظام نئی تہذیب اور نئے تمدن، نئی قسمت اور نئے مقدر کو لئے ہوئے فاتحانہ طور پر مکہ میں داخل ہوئے۔ اور برسر اقتدار ہوتے ہی بدعات اور مظالم کا قلع قمع کیا، خونریزی اور فساد کا نام و نشان مٹا دیا۔ بچوں کو زندہ درگور کرنے کی قبیح رسم کو ختم کیا۔ اور مے نوشی اور مے آشامی کو لوح عرب سے حرف غلط کی طرح صاف کر دیا۔ صحرائے عرب کی رسوائے عالم غیر مہذب ناشائشتہ جاہل اور ہر قسم کے قانون سے آزاد قوم کو دنیا کی بہترین شائشتہ۔ با اخلاق مہذب اور متمدن قوم بنا دیا۔

درحقیقت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت مسیح علیہ السلام سے بڑھ کر ۔۔۔۔ اپنے معتقدین پر اثر و اقتدار حاصل تھا۔

خوش قسمتی سے ہمارے پاس آنحضرت صلعم کی صحیح تحریر بجنسہٖ موجود ہے اور انہوں نے قرآن[1] کریم کو محنت، کاوش اور خدا داد قابلیت سے مضامین کی بلند پروازی کا مرقع بنا دیا۔ اور اس گنج گرانمایہ کی بلند پروازی۔ اعلیٰ مفہوم اس کے ترجمہ میں بھی فوت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ

---

[1] یہ عقیدہ منکرین اسلام کا ہے۔ لیکن حقیقت میں قرآن کریم الہامی طور پر رسول کریم پر نازل ہوا اور چونکہ آپ لکھنا اور پڑھنا نہیں جانتے تھے بدیں وجہ آپ نے تحریر کے ذریعہ اسے لکھوایا۔

مندرجہ ذیل ترجمہ سے ملاحظہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔

"اے لوگو۔ تمہارے حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں کے حقوق تم پر ہیں تم اپنی عورتیں سے اچھا سلوک کرو۔ اور غلاموں سے نیک برتاؤ کرو، اور انہیں وہی کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ اور انہیں وہی لباس پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ اور اگر اُن سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہوجائے جو تم معاف کرنا نہیں چاہتے تو انہیں دوسرے کے ہاتھ بیچ دو چونکہ وہ تو اپنے مالک کے خادم ہیں۔ انہیں اذیت نہ دینا چاہیئے ہر ایک مسلمان آپس میں بھائی ہے۔ تم سب برابر ہو اور تم سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو"

اگر موجودہ زمانے کی تعلیم کی روشنی میں آنحضرت صلعم کی شخصیت کو پرکھا جائے تو آپ شرافت و نجابت کے پتلے اور عفو و رحم کی زندہ تصویر ثابت ہونگے لیکن پھر بھی بعض تنگ نظر دلدادگانِ مسیحیت آپ کو سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔

آنحضرت صلعم کے انتقال کے بعد ایک لشکر جرار نے بہت بڑے ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ لیکن حضرت محمد صلعم ان واقعات کے اسی طرح ذمہ دار نہیں ٹھہرائے جا سکتے جس طرح کہ حضرت مسیح علیہ السلام مکسیکو اور پیرو کی خونریز فتوحات کے ذمہ دار نہیں۔

دی مسلک میسنجر۔ ٹمپا۔ یو۔ ایس۔ اے

اسلام کا تمدنی انقلاب

گذشتہ سے پیوستہ

یہ تھا انسانی حکم کا نمونہ جو اسلام نے دنیا کو سکھایا۔ وہ آسمانی حکومت جس کا نغمہ مبلغ انجیل نے گایا زمین پر اسلامی حکومت کے اندر ٹھوس حقیقت کی شکل میں موجود تھی، اور جسے انسانی زاویہ نگاہ پر اسلام کے لائے ہوئے انقلاب نے ممکن بنایا۔

اب ہم اپنے گھر میں ہندوستان کے اندر یکسر بگاڑی ہوئی تاریخ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یہاں بھی انسان اور انسان کے مابین وہ عدل و انصاف نظر آتا ہے جس تک پہنچنے کے لئے بیسویں صدی کی تہذیب کو بھی کئی نسلیں درکار ہیں۔ ہم اس انصاف سے بھی واقف ہیں جو ایک "سفید شخص" اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس کی اپنی نسل کے لئے دوسرا قانون ہے اور غلام قوموں کے لئے دوسرا۔ اب اس کا مقابلہ اُس بلند مرتبہ انصاف سے کر کے دیکھو جو اسلامی دور میں ہندوستان کے اندر رائج تھا۔ جہانگیر کے اس واقعہ کو شبلی مرحوم نے نظم کی شکل میں غیر فانی بنا دیا ہے جو ایک رہگیر کے قتل کے سلسلے میں نورجہان کو مجرمہ قرار دیا تھا۔

مفتی دین سے جہانگیر نے فتوے پوچھا	کہ شریعت میں کسی کو نہیں کچھ جائے سخن
مفتی دین نے بے خوف و خطر صاف کہا	شرع کہتی ہے کہ قاتل کی اڑا دو گردن
لوگ دربار میں اس حکم سے تھرا اُٹھے	پر جہانگیر کے ابرو پہ نہ بل تھا نہ شکن
ترکنوں کو یہ دیا حکم کہ اندر جا کر	پہلے بیگم کو کریں بستۂ زنجیر و رسن
پھر اسی طرح اسے کھینچ کے باہر لائیں	اور جلاد کو دیں حکم کہ ہاں تیغ بزن
یہ وہی نور جہاں ہے کہ حقیقت میں وہی	تھی جہانگیر کے پردے میں شہنشاہِ زمن
خدمت شاہ میں بیگم نے یہ بھیجا پیغام	خوں بہا بھی تو شریعت میں ہے اک امر حسن

مفتیٔ شرع سے پھر شاہ نے فتویٰ پوچھا | بولے جائز ہے رضامند ہوں گر بچۂ لن
وارثوں کو جو دے لاکھ درم بیگم نے | سب نے دربار میں کی عرض کہ اے شاہ زمن
ہم کو مقتول کا لینا نہیں منظور قصاص | قتل کا حکم جو رک جائے تو ہے مستحسن
ہو چکا جبکہ شہنشاہ کو پورا یہ یقین | کہ نہیں اس میں کوئی شائبۂ حیلہ و فن
اٹھ کے دربار سے آہستہ چلا سوئے حرم | تھی جہاں نور جہاں معتکف بیت حزن
دفعتۃً پاؤں پہ بیگم کے گرا اور کہا | تو اگر کشتہ شدی آہ چہ مے کردم من

ہم جانتے ہیں۔ کہ جہانگیر نور جہاں سے کتنی پرستارانہ محبت کرتا تھا۔ لیکن جب درمیان میں انصاف کا سوال آجاتا ہے تو اس کی بلند بالا اسلامی روایات خود بخود مضبوط ہو جاتی ہیں۔ اور وہ محبت کے والہانہ جذبے کو اپنے دل سے نوچ کر پھینک دیتا ہے۔ قرآن حکیم اپنے ان الفاظ میں کتنا قابل عمل مظاہرہ کرتا ہے:۔

" اے وہ جو ایمان لائے ہو۔ عدل کو قائم کرو۔ اللہ کی خاطر شاہد ہو، خواہ وہ اپنے آپ اپنے والدین اور اپنے اقربا پر ہی کیوں نہ ہو"

صاحبان یہ ایک مسحور کن قصہ ہے۔ اسلام نے اپنے متبعین کے دلوں میں انسانیت، انصاف اور حسن سلوک کی وہ روح بھر دی تھی کہ وہ جہاں گئے اسے اپنے ساتھ لیتے گئے۔ اگرچہ میں اس معاملے میں زیادہ کچھ کہہ جانے کا مجرم ہونگا۔ لیکن میں اپنی اس خواہش کو نہیں روک سکتا کہ آپ کی توجہ اسی طرح کے ایک واقعے کی طرف مبذول کراؤں۔ جو سلطان مراد کی زندگی سے متعلق ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ سلطان نے ایک معمار کو تعمیر مسجد کی خدمت سپرد کی۔ لیکن اسے یہ تعمیر پسند نہ آئی اور اس نے غصہ میں آکر معمار کا ایک ہاتھ کاٹ دیا۔ معمار داد خواہی کے لئے قاضی کے پاس پہنچا۔ اسلامی تاریخ کے ان جواہرات کو علامہ اقبالؒ نے اس طرح نظم کی لڑی میں پرو دیا ہے۔

جوئے خون از ساعد معمار رفت | پیش قاضی ناتوان و زار رفت
گفت اے پیغام حق گفتار تو | حفظ آئین محمد کار تو
سفتہ گوشش سطوت شاہان نیم | قطع کن از روئے قرآن دعویم

قاضی عادل بدنداں خستہ لب | کرد شاہ را در حضور خود طلب
رنگ شاہ از ہیبت قرآں پرید | پیش قاضی چوں خطا کاراں رسید
از خجالت دیدہ بر پا دوختہ | عارض او لالۂ اندوختہ
گفت شہ از کردہ خجلت بردہ ام | اعتراف از جرم خود آوردہ ام
گفت قاضی فی القصاص آمد حیات | زندگی گیرد بہ ایں قانون ثبات
عبد مسلم کمتر از احرار نیست | خون شہ رنگیں تر از معمار نیست
چوں مراد ایں آیت محکم شنید | دست خویش از آستیں بیروں کشید
مدعی را تاب خاموشی نماند | آیۃ بالعدل والاحسان بخواند
گفت از بہر خدا بخشیدمش | از برائے مصطفٰے بخشیدمش
یافت مورے بر سلیمانے ظفر | سطوت آئین پیغمبر نگر
پیش قرآں بندہ و مولا یکے است | بوریا و مسند دیبا یکے است

ہم دنیا کے نظام جدید کے متعلق سنتے ہیں۔ لیکن کیا آپ اس نظام سے کوئی بہتر، فائق اور زیادہ جنسی نظام جدید پاتے ہیں جس کا اسلام نے فقط دعوے ہی نہیں کیا بلکہ عمل سے دکھا دیا؟ "اوقیانوسی منشور" کا ذکر بھی سننے میں آتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان مغربی تہذیب کے ان مکارانہ دعاوی پر فقط ہنس دے گا۔ جس کی قیمت اس کاغذ کے پرزے سے زیادہ نہیں جس پر وہ لکھا گیا ہے۔ تنہا قرآنی منشور انسانی گروہوں کی آزادی اور حقوق کا کفیل ہوسکتا ہے جو بغیر کسی نسلی اور جنسی تخصیص کے یہ کہہ رہا ہے: "خبردار کسی قوم پر چڑھ کر نہ جاؤ۔ شاید تم انصاف نہ کرسکو، ہمیشہ انصاف کو مدنظر رکھو۔ یہ تقوے کے قریب تر ہے جس کا قول ہے کہ ہم نے تمہیں قبائل اور گروہ میں اسلئے تقسیم کیا ہے، کہ تم ایکدوسرے کو پہچان سکو۔ ورنہ اللہ کے نزدیک بزرگ وہ ہے جو زیادہ متقی ہے"

جس کا یہ کہنا ہے، "مشرق و مغرب اللہ ہی کے ہیں"۔ جس کا دعوے ہے: "تمام انسان ایک ہی قوم تھے"۔ جس کا ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ انصاف۔ احسان۔ اور یتیموں کی خبر گیری کا حکم دیتا ہے"۔

یہ ہے منشور آسمانی منشور جو انسان اور انسان قوم اور قوم ۔ ذات اور ذات ، رنگ اور رنگ . . . . کے مابین مساوات ، انصاف اور ہم جنسی کے احساس کی ضمانت دیتا ہے ۔ کسی مسلمان سے یہ خواہش کرنا اس کی توہین ہو گی کہ وہ ایک لمحے کے لئے بھی روشنی اور بلند حوصلگی کی طلب میں کسی اور طرف رُخ کرے ۔ اور خود مسلمان کے لئے یہ قابل رحم بات ہو گی کہ وہ کسی ایسے پر حقارت اقدام کا ساتھ دے ۔ یہ تمام اقدامات یعنی وطنیت ، اشتراکیت ، دنیا کا نظام جدید ، اوقیانوسی منشور یا اور کوئی چیز اگرچہ بظاہر کتنی ہی چمکیلی نظر آئے لیکن اصل میں ملمع کئے ہوئے کھلونے ہیں جن سے انسانیت اپنے آپ کو بہلا رہی ہے ۔ اور جو اپنی تمام رواداریوں اور کسی دوسرے مذہبی یا قومی طریقے کے ساتھ اسلامی رواداری کے کسی پہلو تک نہیں پہنچ سکتے ۔ اسلام ایک نقطہ پر نہایت غیر روادار واقع ہوا ہے اور وہ گروہ بندی ہے ۔ اگر تہذیب انسانی کو اس تباہی اور بربادی سے بچانے کی ضرورت ہے جس کی طرف وہ تیزی سے جا رہی ہے تو اس کے لئے تنہا یہی وہ نظام ہے جس کے آگے نوع انسانی کو جھکنا چاہیئے ۔ علامہ اقبالؒ کی اسلامی روح نہایت تندی کیساتھ اس تجویز سے آمادۂ بغاوت ہو جاتی ہے جو اس طبقہ کی طرف سے پیش کی گئی تھی جسے اسلام پسند خیال کیا جاتا ہے ۔ وہ یہ ہے کہ عام وطنیت کی بنیاد عام حدود پر رکھی جانی چاہیئے ۔ انہوں نے کس غضبناک انداز میں اس خیال کا مضحکہ اڑایا ہے :-

سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است ۔۔۔ چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

بہ مصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ۔۔۔ اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

جو کچھ انہوں نے نیشنل ازم کے متعلق کہا ہے ۔ وہ ہر دوسرے ازم یعنی سوشل ازم کمیونزم ، فاشی ازم ، نازی ازم اور آپ کی اجازت سے گاندھی ازم پر بھی بالکل مطابق آتا ہے اسلئے جب تک ہم اس عظیم ترین اور تنہا کریم النفس انقلابی قوت یعنی قرآن کریم کو تھامے ہوئے ہوں ۔ ہمیں کسی روشنی اور جوش عمل کے لئے نہ توماسکو اور برلن اور نہ ہی واردھا اور لندن کی طرف رُخ کرنے کی ضرورت ہے ۔ اگر مسلمانان ہند نے ان مشتبہ طاقتوں کو

اپنے عقیدے اور وفاداری کے کمزور کرنے کی اجازت دیدی۔ اور انہوں نے اس عظیم ترین انقلابی جھنڈے سے روگردانی دکھائی جو چودہ سو سال پہلے صحرا کے بے آب وگیاہ قلب سے بلند کیا گیا تھا تو وہ اس بلند مقصد سے ناشکرگزاری کے مجرم ٹھہریں گے جو انہیں بطور امانت تفویض کیا گیا تھا۔ یہ تمام ازم اس اندھے شخص کی طرح ہیں جو راستہ کی تلاش میں ادہر ادہر بھٹک رہا ہو اور یا پھر اسلام کی مکمل اور روشن تصویر کے ایک ٹکڑے کی بھدی سی نقل علامہ اقبالؒ نے اس کے متعلق خوب کہا ہے:

ہر کجا بینی جہان رنگ و بو آنکہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نور مصطفےٰ او را بہاست یا ہنوز اندر تلاش مصطفےٰ است

میں اس سے بہتر کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اُس انتباہی نوٹ کو دوہرا دوں جو اس کے متعلق علامہ اقبالؒ نے ۱۹۳۲ء میں منعقدہ آل انڈیا مسلم کانفرنس کے جلسے میں کہا تھا: "ہندی مسلمان نے مدت سے اپنی باطنی زندگی کی گہرائیوں کی سیاحت چھوڑدی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زندگی کی پوری آب وتاب میں اس کی بسر نہ رہی۔ اور اب آخرکار وہ ان طاقتوں کے ساتھ غیر مردانہ وار مصالحت کے خطروں میں گھر چکا ہے۔ جن کے متعلق وہ یہ خیال کرنے پر مجبور کیا گیا ہے کہ وہ کھلے بندوں اُن سے مقابلہ کرکے اُن پر غالب نہیں آسکتا۔"

مسلمانوں پر فقط اپنے ہی لئے نہیں بلکہ زیادہ تر عام انسانیت کی خاطر یہ لازم آتا ہے کہ وہ تنہا اسی انقلابی جھنڈے کے ہمراہ رہیں۔ اس کے لئے لڑیں بلکہ ضرورت پڑے تو اس کی خاطر کٹ مریں۔ وہ جھنڈا جو پیغمبر اسلام نے بلند کیا تھا۔ جس میں سراسر کریمانہ انقلاب پنہاں ہے۔ جو ہر شخص کے لئے حسن سلوک اور مساوات کی ضمانت دیتا ہے۔ وہ انقلاب جو انسانیت کے عمیق ترین سرچشمہ کا منہ کھول کر اس مطلوبہ قوت کو آزاد کراتا ہے جس کے بغیر دنیا کا کوئی کاغذی طریقہ، کاغذی نظام اور کاغذی منشور کام نہیں آسکتا۔

میں حیران ہوں کہ آیا آپ نے کبھی ہم عصر انسانی فکر کی تدریجی ترقی میں دلچسپی لی ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو کیا آپ نے کبھی اس بے ربط فکر کی اس بات پر بھی غور کیا ہے کہ اس کا رجحان علانیہ طور پر اس انقلابی علم کی طرف ہو رہا ہے جسے اسلام نے اپنی ابتدا

ہی میں بلند کیا تھا؟ مغربی فکر کے متعلق جہاں تک میرا ذاتی مطالعہ بتاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ دنیا کے نظامِ جدید کی پکار محض اسلام کے تمدنی نظام کی صدائے بازگشت ہے۔ مغربی دنیا گو اس سے باخبر نہ ہو لیکن وہ طوعاً و کرہاً ناکامیوں، تباہیوں اور بدبختیوں کی مارے اسی طرف دھکیلی جا رہی ہے۔ وطنیت کی تعریف کبھی بڑھا چڑھا کر کی جاتی تھی۔ لیکن اس نے فقط ہر قوم کی باہمی رقابتوں تلخیوں اور مقابلوں کی آگ پر تیل چھڑکا۔ اور یہ پہلے ہی سے تمدنی تعمیر نو کیطرح مردود قرار دے دی گئی۔ اس کے بعد اور جنگی پکاریں سوشل ازم اور کمیونزم کے نام سے بلند ہوئیں۔ یہ کاغذ پر تو نہایت خوبصورت نظر آئیں لیکن جہاں تک عمل کا تعلق ہے۔ انہوں نے انسان کو مشین کی تیاری کے لئے وحشی بنا دیا۔ اور جماعتی جنگ کو زیادہ منظم اور زیادہ وسیع پیمانہ پر پھیلانے کا بیج بویا۔ فاشی ازم اور نازی ازم دو اور خبط اس سائے کو پکڑنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ نسلی غرور کے اس فلسفے نے جس پر ان عقاید کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ابھی ابھی تمام دنیا کو ایک ایسی جنگ میں دھکیل دیا ہے جس کی ہولناکی کی نظیر پہلی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتی۔ کیا آپ نے ایک اور نعرہ بھی سنا ہے؟ جو انسانی زاویہ نگاہ کو درجہ وار وسعت دینے کے لئے ذرا اونچا واقع ہوا ہے۔ یہ لفظ "عدم تقسیم" ہے۔ اور جو علامت ہے انسانی زاویہ نگاہ میں نسلی تبدیلی کی۔ انسانی امن وراحت کی جستجو کے لئے اس نئے لفظ کا مطلب یہ ہے کہ ایک انسانی گروہ کا امن وترقی دوسرے گروہ کے امن وترقی سے وابستہ ہے۔ اگر امن ہو تو سب کے لئے، اگر ترقی ہو تو سب کے لئے اور اگر بدبختی آئے تو سب پر آئے۔ انسانیت ایک ناقابل تقسیم کل ہے اسلئے نیک وبد میں تمام مجموعہ کو برابر کا شریک ہونا چاہیئے۔ یہ ہے عدم تقسیم کا مسئلہ جسے یورپین دماغ تجربہ کے سکول میں ایک طویل اور پرمصرف امیدواری کے بعد معلوم کرسکا ہے۔ لیکن جب تک کہ انسانی زندگی کی تصویر جماعتی نقطۂ نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ اور جب تک کہ سیاسی یا اقتصادی مرض اس جماعت سے محاسبہ لیتا رہے گا تو اس کا تباہی کی طرف جانا ناگزیر ہے۔ دنیا کے نظام جدید کی پکار انسان کے مادی افق پر اسی حقیقت کی صبح کے طلوع کی نشانی ہے۔ یہ مطالبہ کسی قدر بڑا اور کچھ اسی طرح کا ہے کہ تمام انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔ یہ مطالبہ تمدنی ڈھانچے کے ٹکڑوں کی مرمت کا نہیں ہے۔ بلکہ یہ مطالبہ چیزوں کے پیدا ہونے کی تمام حالت کا نئے سرے

سے خاکہ کھینچنے اور ایک بالکل نیا نظام تعمیر کرنے کا ہے۔ لفظ نظام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی وسیع پیمانے پر تعمیر ہو۔ محض طریقہ یا ازم جواب تک انسانی اختراع نے تیار کیا ہے۔ ان امراض کا علاج نہیں کر سکے گا۔ یہ ہے موجودہ وقت کی وہ چوٹی جس تک انسانی فکر کا سیلاب بہت سے اتار چڑھاؤ کے بعد پہنچ سکا ہے۔ اور یہی لمحہ اسلامی تاریخ کے طالبعلم کے لئے نہایت اہم ہے۔ کیونکہ انسانی تاریخ کا رُخ محض واقعات کی طاقت سے مجبور ہو کر اس خلیج کی طرف ہو گیا ہے جو صدیوں پہلے اس بہت بڑے آسمانی ماہر تعمیرات یعنی اسلام کے مقدس بانی نے تیار کی تھی۔ مغرب صدیوں تک مشرقی لوگوں کو حقیر سمجھتا رہا۔ اور اپنی نفرت کا یہ نغمہ گاتا رہا: "مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب۔ یہ دونوں کبھی آپس میں نہیں مل سکتے"۔ قرآن نے انسان کے اس مرض کا پہلے سے ذکر کر کے یہ اعلان کر دیا ہے:۔ مشرق اور مغرب خدا کے لئے ہیں "۔ مشرق اور مغرب کا خدا"۔ اس موضوع سے گزرتے وقت یہ بات نگاہ میں رکھنی چاہیئے کہ مشرق اور مغرب کا لفظ جن معنوں میں آجکل رائج اور اس کا اطلاق ان خطوں میں بسنے والی قوموں پر ہوتا ہے حضور انورؐ کے وقت میں موجود نہ تھا بلکہ اس سے قرآن کے آسمانی ماخذ کی اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔ کہ اس نے صدیوں بعد پیدا ہونے والی ترقیات کی پیشگوئی کر کے اس کا ردبھی ساتھ ہی کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ مشرق اور مغرب کی حصہ بندی کے علاوہ اس سے بھی کم تر تقسیم مثلاً مشرق ادنیٰ۔ مشرق وسطےٰ اور مشرق بعید کی طرف ان الفاظ میں وضاحت کر دی ہے "مشرقوں اور مغربوں کا خدا"

مغرب نے طویل مدت تک بھٹکنے اور تلخ تجربوں کے بعد قرآن کریم کا سکھایا ہوا سبق پڑھنا چاہا ہے، یعنی مشرق اور مغرب خدا کے نزدیک مساوی تعلق رکھتے ہیں۔ اور دونوں کا امن و راحت ناقابل تقسیم ہے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے تاریخ میں سب سے پہلے انسانی زندگی کی عدم تقسیم کے اصول کی مکمل تصویر کھینچی تھی۔

حضرات! میں تصورات کا ذکر نہیں کرتا۔ یا یہ کوئی جذباتی رَو نہیں جو مجھے مغربی زاویہ کی تدریجی ترقی سے اسلام کی طرف بہا لے گئی ہے۔ بلکہ یہ درحقیقت ان لوگوں کے خیالات کی ترجمانی ہے جو مغرب کے میدان فکر میں کچھ درجہ رکھتے ہیں۔ یہ رہبران فکر و غور محض ان ناکامیوں اذیتوں اور تباہ کار طاقتوں کی پے در پے ضربات سے مجبور ہو کر

اس نقطہ پر پہنچے ہیں، جو ان کی خود ساختہ تہذیب کے عقب میں آئیں۔ سائنس کے میدان ترقی میں بڑھاتے ہوئے ہر قدم سے عہد ہزار سالہ کی برکات کی امیدیں وابستہ کی گئی تھیں۔ لیکن یہ برکات کے عوض صحرا کے ریگستانی ویرانے کا سراب ثابت ہوئیں۔ قرآن حکیم مغرب کی اس بیفائدہ جستجو کی تصویر کس فصیحانہ انداز میں کھینچتا ہے:۔

"ان کے اعمال سراب کے ذروں کی مانند ہیں، جنہیں پیاسا پانی خیال کرتا ہے"

درحقیقت سائنس کے میدانِ ترقی میں بڑھائے ہوئے ہر قدم نے، حرص، مقابلہ، سازشوں اور جنگ کے شعلوں میں اضافہ کیا ہے۔ قرآن نے چودہ سو سال پہلے اس ترقی کا نقشہ کھینچکر ان الفاظ میں اسے مردود قرار دیا ہے: "تم خود اور جن کی خدا کے سوا عبادت کرتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں"۔ مادی طاقتوں نے جن کی یورپین سلطنتیں پرستش کر رہی ہیں مغربی لوگوں کو حقیقی جہنم میں ڈال دیا ہے۔ اور مادی طاقتیں جن کے متعلق قرآن نے اتنی مدت پہلے خبردار کر دیا تھا اس آتش جہنم کے لئے تیل کا کام دے رہی ہیں۔ بھلا ان سب میں وہ تنہا شخص کون ہے جس نے اس قرآنی انتباہ پر مہر تصدیق ثبت کی؟ وہ ایک ایسی حکومت کا صدر ہے جس نے خدا کے خلاف جنگ چھیڑ رکھی ہے۔ کوئی شخص سٹالین کی اس مضحکہ خیز اراضی پالیسی کے متعلق اظہار کو پیش نظر رکھ کر قرآن کی انتباہی گونج کو نظر انداز نہیں کرسکتا۔ کہ جس مادی ترقی کی مغرب پرستش کر رہا ہے وہ فقط آگ کے شعلوں پر صرف ہوگی۔

اس طرح اسلام کے لئے پکار وہ درد بھری پکار ہے جو قدرت کی بے دردضربات سے مغرب کے شکستہ اور مجروح دل سے نکلی ہے، مغرب کے وہ رہبرانِ فکر جو مغربی تہذیب کی خطرناک رَو کا مطالعہ کر رہے ہیں اور ساتھ ہی ان طاقتوں تک رسائی رکھتے ہیں جو طریق اسلام میں نمایاں نظر آتی ہیں انہوں نے غیر مبہم الفاظ میں یہ اعلان کر دیا ہے، کہ وہ تہذیب جو سر کے بل گر چکی ہے اگر اسے کسی صورت بچایا جا سکتا ہے تو اس کی بنیاد اسلام کی روحانی طاقتوں پر رکھی جانی چاہیئے۔ میں یہاں شاہ اور ویلس کی طرح کے انسانوں کا حوالہ نہیں دونگا جنہوں نے انسانی دلوں میں اس لہر کو اسلامی طریق کی طرف بہہ جانے کا پراشتیاق جذبہ دیکھا ہے، بلکہ میں ان کی رائے کا حوالہ دوں گا جو موجودہ حالات کا زیادہ سنجیدگی اور زیادہ غور سے مطالعہ

کرنیوالے ہیں"۔ اسلام کدھر کو" ایک کتاب دنیائے اسلام میں موجودہ رجحانات کا تجزیہ ہے جو یورپ کی چار مختلف یونیورسٹیوں سے نکلے ہوئے چار مختلف لیکن مستشرقین نے مل کر کیا ہے۔ وہ اس کا موازنہ اس طرح کرتے ہیں: "یہ ہو سکتا ہے انجام ایسا ہی ہوگا۔ ہمیں اسلامی سوسائٹی کا انتظار کرنا چاہیئے، کہ وہ مغربی تہذیب کا توازن قائم کرے جو ترقی کی یکطرفہ فطرت سے بگاڑ لیا گیا ہے۔" صفحہ ۳ اپنی تمدنی اور اقتصادی زندگی کی ترقی کی خاطر اسلام یورپین سوسائٹی کے تعاون کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ اور اپنی تمدنی زندگی بالخصوص روحانی زندگی کی مکمل ترقی کی خاطر یورپ ان قوتوں اور حالات کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا جو اسلامی سوسائٹی میں پنہاں ہیں"، صفحہ ۳۷۸ "لیکن ابھی اسلام کے ذمہ ایک اور انسانی خدمت بجا لانا باقی ہے۔ کسی اور سوسائٹی کے پاس ایسا ریکارڈ موجود نہیں جس نے حیثیت کی مساوات، مواقع اور نسلوں کے اختلاف کو متحد کرنے میں کامیابی حاصل کی ہو۔ افریقہ۔ ہندوستان، اور مشرقی جزائر الہند کی بڑی بڑی قومیں غالباً چین کی چھوٹی سی اور اس سے بھی کمتر جاپان کی مسلم قوم کو دیکھ کر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں ابھی تک وہ طاقت موجود ہے جس سے ذات و روایت کے ناقابل مفاہمت اصولوں میں مفاہمت ہو سکتی ہے۔ اگر کبھی مشرق اور مغرب کی دو بڑی سوسائٹیوں میں مخالفت کی جگہ تعاون نے لی تو لازمی طور پر اسلام اس کا درمیانی واسطہ ہوگا۔"

صاحبان! اب یہ آپ کے ذمہ ہے جو اس اسلامی با رعب کانگریس میں جمع ہوئے ہیں کہ ایک طرف انسانی فکر کی ان لہروں پر غور کریں اور دوسری طرف اسلام کے انقلابی شعلوں میں سے اس خوابیدہ چنگاری کی تلاش کریں جو اسلام کے زمانہ بشارت میں روشن ہوئے تھے۔ اگر ہم اس باعظمت تاریخ سے صادق رہنا چاہتے ہیں۔ اور محض اس باعظمت وراثت کا بے ڈھنگا استعمال کرنا نہیں چاہتے تو ہمیں اس نازک جو رہا ہے میں اسلامی نوجوانوں کی رہبری کرنی چاہیئے اور فوراً اس تاریخ کی منور اور اس کے پس پشت تمام انقلابی قوت کو حرکت دے کر سرگرم عمل بنانا چاہیئے۔ یہ قوت ابتدائی فرزندان اسلام کا عقیدہ رہی ہے۔ اس حقیقت کے ساتھ کہ اسلام ہی انسانیت کا بلند ترین مقصود ہے۔ یہ عقیدہ دوبارہ روشن کرنا چاہیئے۔ اسلام کی مجلسی سیاسیات میں زائل شدہ قوتوں کے احیاء کے لئے بھی اور زیادہ انسانی تہذیب کی نجات کیلئے بھی۔

شاید اس پرحرارت اور دھڑکتے ہوئے عقیدے کی روشنی کی خاطر ہمیں پاکستان کو دُور اور خواب و تصور کی دُنیا دیکھنا پڑے گا۔ لیکن اسی عقیدے کے شعلے سے ہم دنیا کا بہترین حصہ پاکستان میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ میں اسے اس سے زیادہ پرزور الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا جتنا کہ اسلام کے اُس باعظمت فرزند نے ادا کیا ہے، اور جس کے خیالات کو میں بار بار پیش کرتا رہا ہوں:۔

اے کہ مے خواہی نظام عالمے   جستۂ او را اساس محکمے
داستان کہنہ شستی باب باب   فکر را روشن کُن از ام الکتاب

تثلیث سے توحید کی طرف

{بقلم مسٹر عبد الرزاق سیلیا}

(۲)

اگر گناہ، انسان کی شرشت میں داخل ہے، تو پھر نیکی کا وعظ اسکے لئے بیسود ہے۔ اسی لئے اسلام اس قسم کے عقاید کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اس کی تعلیم یہ ہے کہ ہر بچّہ پاک اور بیگناہ پیدا ہوتا ہے اور جس وقت کوئی غیر مسلم، کلمۂ طیبہ زبان سے ادا کرتا ہے، فوراً دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ گویا داخلہ کی شرط یہ ہے کہ غیر مسلم اللہ تعالےٰ کی توحید پر، اور آنحضرت کی رسالت پر ایمان لائے باین معنی کے آپ دنیا کے لئے آخری نبی اور رسول ہیں۔ بپتسمہ اور کلمۂ شہادت پر اظہار خیال کرنے کے بعد، اب میں اُن تجارب کا ذکر کروں جو کیتھولک کلیسا میں خدا کی عبادت کے سلسلہ میں مجھکو حاصل ہوئے۔

دعا اور مقدس رسوم کلیسا کی مرتب کردہ دعائیں بہت بلند اور دلکش ہیں، اور مختلف مواقع کے لئے مختلف دعائیں مستعمل ہیں۔ بعض تو بہت مؤثر اور جذباتی ہیں مثلاً سٹیبٹ میٹر، ڈایز آیرہ، اور خدائے رحیم، اور بعض مثلاً ایلی لویا، اڈیسٹ فایڈیلز

اور مل ملکہ آسمانی، تو اس قدر دلکش ہیں کہ ہمیشہ گانے کو دل چاہتا ہے اور روزانہ عبادت کے لئے دیگر دعائیں ہیں جو بہت تسلی بخش ہیں۔ اور بلاشبہ بہت ثمند ہیں، لیکن افسوس یہ ہے کہ ان کا اثر حواس تک محدود ہے جہاں تک موسیقی اور جذبات کا تعلق ہے۔ اس سے آگے مجھے کچھ محسوس نہ ہو سکا۔ ان سے معرفت الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ تمام عیسائیوں کو معلوم ہے خاص دعا، خداوند کی دعا، ہے لیکن اس میں بھی روز کی روٹی ہی طلب کی جاتی ہے، حالانکہ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رزق تو پہلے ہی مقسوم ہو چکا ہے۔ اور یہ دعا کرنا تو بالکل فضول ہی معلوم ہوتا ہے کہ "اے خدا ہمیں آزمائش میں نہ ڈال" کیونکہ میں یقین نہیں کر سکتا کہ خدا، کسی بندہ کو آزمائش میں ڈالے گا اور نہ محض زبان سے کہنے سے کہ ہمیں بدی سے بچا، ہم بدی سے بچ سکتے ہیں۔ اسی طرح جب میں نے کنواری ماں اور اولیاء سے دعاؤں کا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ ۱ خدا کی تلقین کردہ اور انسانوں کی تصنیف کردہ دعاؤں میں بڑا فرق ہے۔ دراصل ایک عیسائی عبادت میں عملی حصہ بالکل نہیں لیتا کیونکہ یہ کام تو پادری کرتا رہتا ہے، اور پادری کے علاوہ، اور کوئی شخص، گرجہ کی رسوم اور مقدس اشیاء کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ یہ کام صرف وہ پادری کر سکتا ہے جس کو کلیسا نے مقدس بنا دیا ہو۔ عوام صرف ان رسوم کی پیروی کرتے رہتے ہیں، جو کلیسا نے مقرر کر دی ہیں اور عبادت کا حقیقی مفہوم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ قربانگاہ پر، یسوع کے صلیبی واقعہ کی یاد کو تازہ کیا جائے۔ عبادت کا اہم حصہ وہ ہے جبکہ پادری، بزعم کلیسا، مقدس شراب اور روٹی کو، یسوع کے خون اور جسم میں تبدیل کرتا ہے جسے کلیسا کی اصطلاح میں، عقیدہ استحالہ جوہری کہتے ہیں۔ چنانچہ کلیسا کا عقیدہ یہ ہے کہ جس وقت پادری، روٹی اور شراب پر تقدیس کے الفاظ پڑھتا ہے تو معاً وہ جسم اور خون میں تبدیل ہو جاتی ہیں، لیکن اس کے باوجود، روٹی اور شراب کے ذائقہ یا صورت میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود، کلیسا، اس معجزہ کی مدعی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ روٹی اور شراب یسوع کے جسم اور خون میں تبدیل ہو گئی؟ اس طرح تو پھر شعبدہ بازوں کے تمام شعبدوں پر بھی ہمیں ایمان لے آنا چاہیئے، اولاً تو خدا غیر مرئی ہے

۱ دعا تو معرفتِ خدا کی ہے کہ کوئی مناسب ہے اور اسے میں نے بزرگ کے فلسفہ پر غور کیا اور مجھے معلوم ہوا کہ

اور غیر مادی ہے نہ وہ مادہ ہے نہ جسم۔ پس غیر مادی چیز، مادی کس طرح ہو سکتی ہے؟ لہذا
ایک صاحب عقل انسان کس طرح ان باتوں پر ایمان رکھ سکتا ہے؟ مجھے اس عقیدہ اور اس
رسم نے سب سے زیادہ پریشان کیا اور آج بھی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ الغرض
معاملہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس بات کو، میں کیوں مدار یقین نہ بنا سکا۔
فرض کر لو کہ پادری نے اعجازی طور پر شراب اور روٹی کو یسوع کے خون اور جسم میں تبدیل
کر دیا، لیکن میں جاننا چاہتا ہوں کہ جب ہم اس مقدس روٹی اور شراب کو حلق سے نیچے اتارتے
ہیں تو کیا ہوتا ہے؟ کیا یہ روٹی اور شراب بعینہٖ اسی طرح ہمارے پیٹ میں نہیں جاتی جس
طرح، دوسری غذا جاتی ہے؟ پھر پیٹ میں جا کر کیا ان پر فعل ہضم اسی طرح واقع نہیں ہوتا، جس طرح
دوسری غذا پر؟ اگر یہ صحیح ہے تو پھر تقدیس کا اثر کس طرح مرتب ہوتا ہے؟ میری نظر میں تو
یہ فعل سراسر تذلیل ہے، کیونکہ پیٹ میں جا کر، خدا کے یہ عناصر مقدسہ، فضلہ کی شکل میں مبدل
ہو جاتے ہیں۔ علاوہ بریں یہ تصور کس قدر غیر معقول ہے کہ انسان اپنے خدا کو جزو بدن بناتا
ہے! حیرانی ہے کہ کلیسا کے وہ بزرگ جو بڑے فلسفی ہیں اس غیر معقول عقیدہ کو کس طرح
تسلیم کر سکتے ہیں؟ جب ہم اس مسئلہ پر، اس زاویہ نگاہ سے غور کرتے ہیں تو ہماری حیرانی
کی کوئی حد نہیں رہتی۔ میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ پر جے۔ ایم رابرٹسن کی کتاب "پیگن کرائسٹس"
سے کچھ روشنی ڈالوں، تاکہ ناظرین یہ معلوم کر سکیں کہ کلیسا نے یہ عقیدہ مشرکین سے اخذ کر کے
یسوع کی سادہ تعلیمات میں از خود داخل کر دیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ "کلیساء کے ابتدائی
منازل میں، عشاء ربانی کی رسم میں، خدا کے جسم اور خون کا عقیدہ چنداں واضح نہ تھا۔ شرکائے
مجلس اس مقدس روٹی اور شراب میں بعض فوق العادۃ، خواص ضرور تسلیم کرتے تھے کیونکہ وہ
اسکو بطور دوا بھی استعمال کرتے تھے لیکن خوراک کے متعلق ان کا خیال وہی تھا جو مشرکین
کا اپنے مندروں کی باطنی عبادت کے متعلق تھا۔ اور جب ان پر انسان خوری کا الزام عائد
کیا جاتا تھا تو آبائے کلیسا عموماً یہ جواب دیتے تھے کہ ان اصطلاحوں کے محض تمثیلی
معنی مراد ہیں نہ کہ لفظی۔ چنانچہ آگسٹن نے یہی عقیدہ بیان کیا ہے۔ لیکن جب کلیسا نے مشرکین
اور بت پرستوں کی ثقافت کا خاتمہ کر دیا، تو ان مصطلحات کے لفظی معنے مراد لئے جانے لگے

م سے باہر ہے اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ بات قیامت تک کسی انسان کی سمجھ

اور یہ عقیدہ پیش کیا گیا، کہ عشاء ربانی میں شراب اور روٹی، دراصل استحالہ جوہری کی بدولت خدا کے بیٹے کا خون اور گوشت بن جاتی ہے۔ الغرض جہاں یہ عقیدہ بآسانی چل سکتا تھا وہاں کلیسا نے بلا تامل اسکو رائج کیا۔ اور دعوے کیا کہ پادریوں کی وساطت سے یہ حیرت انگیز معجزہ رونما ہو سکتا ہے لیکن صرف مقدس پادری ہی یہ معجزہ دکھا سکتا ہے۔ اس طرح یہ کرامت اور ایمان کا راز اور محیر العقول مسئلہ، پادریوں کا اجارہ بن گیا۔ پادریوں کے اس نظام کو، کلیسا کے اقتصادی اور روحانی مرکز ثقل کی روح رواں قرار دیا گیا۔ یعنی عوام الناس کی نظر میں مسیحیت ایمان اور عمل کا مذہب نہیں تھی بلکہ مقدس جادو کا مذہب تھی، اور نجات کے لیے، پڑوسی سے محبت کرنی اتنی ضروری نہ تھی جتنی کہ پادری کے ہاتھ سے، مقدس روٹی اور شراب حاصل کرنی۔ بیشک اخلاقی تعلیم بھی موجود تھی مگر وہ فرائض میں داخل نہ تھی بلکہ محض نوافل میں۔ چنانچہ چوتھی صدی میں اس رسم کی صفت قدسی کا اعلان مقدس شراب کی بنا پر کیا جاتا تھا اور ہفتہ میں دو، تین بار اس رسم کا اعادہ لازمی قرار دیدیا گیا۔ اور اس طرح یہ رسم، جو ابتداءً کبھی کبھی ادا کی جاتی تھی اب عبادت کا ایک عام طریقہ بن گئی۔ اور اس رسم کے ساتھ موسیقی اور نغمے بھی شامل کر دیئے گئے، پس اس طرح یہ رسم مسیحی عبادت کی ایک مخصوص صورت میں تبدیل ہو گئی "۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ رسم جو آج بجد مقدس خیال کی جاتی ہے دراصل ایک مشرکانہ رسم ہے جو رفتہ رفتہ کلیسا میں داخل کر دی گئی اور اس طرح یسوع کے سیدھے سادے مذہب کا ایک جزو بن گئی۔ مسٹر رابرٹسن نے اس مسئلہ پر اپنی کتاب میں تفصیلی بحث کی ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر مسیحی لوگ اس کتاب کو پڑھیں تو انہیں بہت فائدہ ہو گا۔ یعنی انہیں معلوم ہو جائیگا کہ یہ مسیحی رسم دراصل مشرکین کی ایک رسم ہے۔ میں نے اس نکتہ کی وضاحت اسلئے کی ہے کہ ناظرین کو یہ معلوم ہو سکے کہ ایسی مہمل رسوم کی موجودگی میں، میرے لئے، مذہب کی حقیقت سے آگاہ ہونا کس قدر مشکل تھا۔ یہ عقیدہ دوسرے عقائد کی طرح، میرے لئے کسی طرح قابل قبول نہ تھا، اور میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ یقین نہیں کر سکتا تھا کہ ان رسوم کی موجودگی میں، کوئی سمجھدار آدمی، کسی گرجے میں عبادت الٰہی کر سکتا ہے؟

جزیہ اور شریعت اسلامیہ

{بقلم مسٹر ایم - وائی خان صاحب}

نقادوں نے لفظ "صغر" کا مفہوم غلط سمجھا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جزیہ وصول کرتے وقت، غیر مسلموں کی توہین کی جائے۔ اس مغالطہ کی وجہ سے، وہ غیر مسلموں کی تحقیر کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسٹر سیل نے انگریزی ترجمہ قرآن صفحہ ۱۵۲ پر اس آیت کی تفسیر میں ثابت کیا ہے کہ جزیہ کے حکم میں غیر مسلموں کی توہین کا کوئی پہلو مضمر نہیں ہے اور حکم ان تمام اقوام پر حاوی ہے جو کسی الہامی مذہب کی پیرو ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"میں عن ید کے صحیح معنی یہ سمجھتا ہوں۔ لفظی طور پر اس کے معنی ہیں ہاتھ سے یا ہاتھ کا۔ لیکن ان کی تاویل مختلف طریقوں پر کی جاتی ہے۔ مثلاً بعض لوگوں کا خیال ہے، کہ جزیہ فوراً ادا کرنا چاہیئے، یا ہر شخص کو خود اپنے ہاتھ سے دینا چاہیئے، یا یہ کہ جزیہ صرف مالداروں پر عائد کیا گیا ہے یا ذی استطاعت افراد پر۔ مفلس اور غریب لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، یا اس مہربانی کا اظہار ہے کہ مسلمان، محض ایک قلیل رقم کے ادا کر دینے سے مطمئن ہو جائیں گے یہودی اور نصاریٰ اس حکم کی رو سے، جزیہ ادا کر کے مسلمانوں کی حفاظت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ دوسری اقوام کے متعلق، مسلمان علماء میں ضرور اختلاف پایا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے، ایک مجوسی سے جزیہ لینے سے انکار کر دیا چنانچہ اس پر حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضہ نے ان کو یقین دلایا کہ آنحضرت نے خود ایک مجوسی کو پناہ دی تھی اور اسے بھی اہل کتاب میں داخل فرمایا تھا یا ان میں جو اپنے مذہب کو، کسی الہامی کتاب پر مبنی کرتے ہیں اور عام خیال یہی ہے کہ صرف یہی تین مذاہب ہیں جن کے پیروؤں کو جزیہ لے کر امان دینے کی اجازت ہے۔ بعض نے صابیوں کو بھی اس زمرہ میں شامل کیا ہے، اور امام ابو حنیفہؒ

کی رائے میں یہ حکم سوائے مشرکین عرب کے، باقی تمام اہل مذاہب پر حاوی ہو سکتا ہے اور امام مالک نے صرف مرتدین عن الاسلام کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے۔

کم سے کم رقم جو وصول کی جاتی ہے وہ ایک دینار فی کس ہے۔ اور کسی کو اس کی مرضی کے خلاف اس سے زیادہ ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ رقم امیر اور غریب دونوں سے وصول کی جائے گی۔ امام ابو حنیفہ رح نے فیصلہ کیا ہے کہ امیروں سے ۴۸ درہم سالانہ اور متوسط طبقہ سے اس کا نصف اور غریبوں سے اس کا چوتھائی، اور مفلس اس ٹیکس سے بالکل مستثنیٰ ہوں گے۔

الغرض سیل کے قول کے مطابق قرآن نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ جزیہ کیا ہے؟ اس کی رقم مقررہ کیا ہے؟ اور کس طرح وصول کی جاتی ہے؟

مثلاً ان امور پر غور کیجئے

(۱) جزیہ کی رقم، جن پر عائد کی گئی ہو، ان سے اصالتاً وصول کی جائے گی

(۲) جزیہ صرف دولتمندوں یا ذی استطاعت افراد سے وصول کیا جائے گا، مفلس اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۳) اور یہ مسلمانوں کا احسان ہے کہ انہوں نے اس قدر قلیل رقم عائد کی ہے۔

(۴) اقل رقم جو غیر مسلموں سے وصول کی جائے گی وہ ایک دینار یا دس شلنگ سالانہ ہے، اور کسی شخص کو اس سے زیادہ ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، اگر وہ بخوشی کچھ زیادہ دے تو یہ اس کی مرضی ہے، امام ابو حنیفہ رح کا فیصلہ یہ ہے کہ امراء ۴۸ درہم سالانہ اور متوسط طبقہ ۲۴ درہم سالانہ، اور غریب لوگ ۱۲ درہم سالانہ (یعنی تین روپے سالانہ) اور مفلس سے کچھ وصول نہ کیا جاتے۔

(۵) جزیہ ادا کر دینے کے بعد، یہود اور نصاریٰ کو حفاظت میں لے لیا جائے گا۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے قول کی رو سے، آنحضرت صلعم نے مجوسیوں کو بھی اہل کتاب میں شمار فرمایا ہے، نیز ان لوگوں کو بھی جو اپنا مذہب کسی ایسی کتاب پر مبنی کریں جس کو وہ الہامی سمجھتے ہوں اسی لئے صابیوں کو بھی اہل کتاب میں داخل کیا گیا ہے۔ اور امام

ابوحنیفہ رح کی رائے یہ ہے کہ مشرکینِ عرب کے علاوہ، دیگر تمام مذاہب کے لوگ اہل کتاب میں شامل ہیں۔ اور امام مالک رح نے صرف مرتدین عن الاسلام کو اس زمرہ سے خارج کیا ہے۔

یہ وہ احکام ہیں جو جزیہ اور ذمیوں سے متعلق، قرآن مجید میں مذکور ہیں۔" الغرض جزیہ وہ ٹیکس ہے، جو اوّلاً یہود و نصاریٰ پر عاید کیا گیا، اور بعد ازاں مجوسیوں اور صابیوں پر اور امام ابوحنیفہ رح نے (جن کے پیرو اکثریت سے کہتے ہیں) سوائے مشرکین عرب کے اور تمام لوگوں کو اس زمرہ میں داخل کیا ہے۔ اور امام مالک رح نے اس دائرہ کو مزید وسعت دی جبکہ مرتدین کے علاوہ سب کو اس فہرست میں شامل کر لیا گیا۔ اس کے علاوہ اور کوئی تفسیر قرآن مجید کے احکام اور اس کی روح دونوں کے خلاف ہے، اور قرآن مجید اسلام اور اسلامی تعلیمات کا سرچشمہ ہے۔

الغرض سیل کی ان تصریحات سے یہ پروپاگنڈا کہ اسلام نے غیر مسلموں کے سامنے صرف تلوار یا قرآن پیش کیا ہے، بالکل باطل ہو جاتا ہے سیل کہتا ہے کہ جزیہ کے لئے یہ شرط ہے کہ ذمی اطاعتاً ادا کرے اور وہ ثابت کرتا ہے، کہ مسلمان اس قلیل رقم سے بالکل مطمئن ہو جاتے تھے۔ یہ رعایت اوّلاً یہود و نصاریٰ اور مجوس کے ساتھ کی گئی، اور بعد ازاں سب کو اس میں شامل کر لیا گیا، جو کسی الہامی کتاب کے پیرو ہوں۔ اندریں سیل کی اس تصریح کی امام ابوحنیفہ رح نے مزید تائید کی ہے کہ ان مشرکین عرب کے علاوہ، جنہوں نے نقض عہد کیا، باقی تمام اہل مذہب اس رعایت سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ اور امام مالک رح نے صرف مرتدین اسلام کو مستثنیٰ کیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر لائیٹنر لکھتا ہے کہ ہمیں اس امر کے تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ قرآن مجید کا مطالعہ اگر بے تعصبی سے کیا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام وہ لوگ جو خدا تعالےٰ پر ایمان لائیں اور اعمال صالحہ بجا لائیں نجات پا سکتے ہیں"

دراصل ان لوگوں کا دعوے جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید، مسلمانوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ تلوار کے زور سے لوگوں کو مسلمان بناؤ، بالکل بے بنیاد ہے، اس کے برعکس سورہ حج میں صاف طور سے مذکور ہے کہ جہاد کا مقصد یہ ہے کہ مساجد، گرجوں، کلیساؤں اور صومعوں کی حفاظت کی

جائے۔ اور ہم اس صلیبی مجاہد کا نام معلوم کرنا چاہتے ہیں، جس نے مسجدوں کی حفاظت کیلئے تلوار اٹھائی ہو۔ جب ملکہ ازبیلا اور شاہ فرڈیننڈ نے اندلس سے مسلمانوں کو خارج کیا، جہاں انہوں نے تہذیب تمدن کی روشنی پھیلائی تھی، تو جہاد کا مفہوم قدرتی طور پر مسیحیت اور اہل مسیحیت سے دشمنی قرار پاگیا۔ حالانکہ جہاد کا مقصد محض مسلمانوں کی اور ان کے مذہب کی حفاظت ہے چنانچہ مسلمان سپہ سالاروں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اس شہر پر حملہ نہ کریں، جہاں مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل ہو، اور وہ اپنے مذہبی فرائض، باطمینان ادا کرسکیں۔

حقیقت یہ تھی کہ جب یہ حکم دیا گیا تھا، اس وقت مسلمان جنگ سے باز نہیں رہ سکتے تھے اور اس لئے زبردست اپیل کی ضرورت تھی، لیکن پھر بھی جہاد، اس تشریح کے بعد کہ وہ ایک مدافعانہ اقدام ہے جبکہ، مسلمانوں کا مذہب خطرہ میں ہو، ایک محدود حکم ہے، جیسا کہ سورہ حج کی آیت ذیل سے ثابت ہوسکتا ہے:۔

"ان لوگوں کو کفار کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کی اجازت دی جاتی ہے، کیونکہ کفار نے ان پر زیادتی کی ہے اور انہیں بلاوجہ اپنے گھروں سے خارج کیا۔ محض اس جرم میں کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے، اور اگر خدا اس طرح ان لوگوں کو مدافعت کا حق نہ دیتا، تو تمام خانقاہیں اور کلیسا اور مساجد، جہاں خدا کا نام بکثرت لیا جاتا ہے، تباہ ہوجائیں۔"

اگرچہ دوسری صورت میں جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہے، اور یہ حکم بڑے اشتعال انگیز حالات میں دیا گیا، لیکن پھر بھی اس امر کی وضاحت کردی گئی ہے کہ

"صرف ان لوگوں کے خلاف لڑو، جو تم سے لڑنے میں پیشقدمی کریں، لیکن تم حملہ کرنے میں پیشقدمی مت کرو، کیونکہ اللہ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا، جو حدود سے تجاوز کریں پس تم انہیں جہاں پاؤ، قتل کرسکتے ہو، اور ان کو ان مقامات سے نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے۔ کیونکہ فتنہ، قتل سے زیادہ نقصان دہ ہے لیکن بیت الحرام میں ان سے جنگ نہ کرو، جب تک وہ تم سے جنگ نہ کریں، اور اگر وہ تم پر حملہ آور ہوں، تو تم انہیں قتل کرسکتے ہو، اور اگر وہ باز رہیں، تو تم بھی

باز رہو، کیونکہ اللہ کریم اور غفار ہے۔ اور تم ان سے لڑو، حتیٰ کہ فتنہ کا سدِّباب ہو جائے، اور دین صرف اللہ کے لئے رہ جائے۔ لیکن اگر وہ باز آجائیں تو جنگ بند کر دو، تمہاری جنگ صرف ان لوگوں سے ہے جو اللہ کے دشمن ہوں۔ یعنی کفر کے خلاف لڑو، لیکن بحالت امن کفار کے خلاف مت لڑو۔"

اب یہ دیکھئے کہ آنحضرتؐ نے جزیہ اور ذمیوں کے بارہ میں عملی تعلیم کیا دی؟ اس ضمن میں ان دو فرامین کی نقل پیش کرتا ہوں جو آنحضرتؐ نے نصاریٰ اور مجوسیوں کو عطا فرمائے۔

آنحضرت صلعم کا وہ فرمان جو آپؐ نے کوہ سینا کے راہبوں اور علی العموم تمام نصاریٰ کو عطا فرمایا تھا۔

"چونکہ اللہ سب سے بڑا ہے اور وہی حقیقی حاکم ہے، اور اُسی نے انبیاء کو مبعوث فرمایا (اور خدا کسی پر ظلم روا نہیں رکھتا) اور یہ بعثت اللہ تعالےٰ کا انعام ہے اسلئے میں محمدؐ ابن عبداللہ، خدا کا رسول اور تمام دنیا کا امین ہونے کی حیثیت سے اپنی قوم کو اس فرمان کے ذریعہ سے، تمام نصاریٰ کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیتا ہوں، خواہ وہ اعلیٰ ہوں یا ادنےٰ۔

(۱)۔ میری امت کا جو فرد، ان مواعید کی خلاف ورزی کرے گا، جو اس فرمان میں مذکور ہیں وہ عہد اللہ کو تباہ کرے گا، وعدہ شکنی کا مرتکب ہوگا اور اسلام سے دشمنی کرے گا۔ (اَعوذ باللہ) اور مستوجب لعنت الٰہی ہوگا، خواہ وہ بادشاہ ہو یا عامی یا کچھ اور۔

(۲)۔ یہ کہ جب کوئی راہب، اپنی سیاحت کے دوران میں، کسی قلۂ کوہ یا بیابان یا صحراء یا شہر یا آبادی یا صومعہ، یا خانقاہ یا کلیسا میں، اقامت اختیار کرے، تو میں اس کی حفاظت کا ضامن ہوں، اس کے مال اسباب اور اس کی جان کا محافظ ہوں، میں اور میری تمام امت اس کی محافظ ہوگی، کیونکہ یہ لوگ بھی میرے ہی ہیں اور ان کا وجود میرے لئے باعث عزت ہے۔

(۳)۔ علاوہ ازیں، میں حکم دیتا ہوں کہ ان لوگوں سے کسی قسم کا ٹیکس یا محصول یا جزیہ وصول

نہ کیا جائے، کیونکہ ان کو کسی محصول کے ادا کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

(۴)۔ اور نہ کوئی مسلمان ان کے احکام کو تبدیل کر سکے گا، بلکہ وہ بدستور اپنے مناصب اور عہدوں پر فائز رہیں گے۔

(۵)۔ جب وہ سفر کریں تو کوئی مسلمان انہیں کسی طرح تکلیف نہیں پہنچا سکے گا۔

(۶) کوئی مسلمان ان کو ان کے گرجوں سے بے دخل نہ کر سکے گا۔

(۷) جو مسلمان میرے احکام سے سرتابی کرے گا، اسے واضح ہو کہ وہ خدا کے حکم سے سرتابی کرے گا۔

(۸)۔ نصاریٰ کے حکام، مشائخ، راہب، پادری، اور خانقاہوں کے رہنے سہنے والے ہر قسم کے محصول سے بری ہونگے اور کوئی شخص اس باب میں، ان سے کوئی مزاحمت نہ کر سکے گا، کیونکہ میں نے ان کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے، اور ان کی جان اور مال اس معاہدہ کی رو سے مسلمانوں کی نظر میں محترم قرار دیئے گئے ہیں۔

(۹)۔ اور جو لوگ خانقاہوں یا حجروں یا پہاڑوں میں خلوت کی زندگی بسر کرتے ہیں، ان سے جزیہ یا عشر وصول نہیں کیا جائے گا، اور نہ کوئی مسلمان ان کی املاک پر قابض ہو سکے گا۔ کیونکہ یہ لوگ صرف اسی قدر کماتے ہیں جو ان کی قوت لایموت کے لئے کافی ہو سکے۔

(۱۰)۔ اور جب فصل تیار ہو تو باشندوں کا فرض ہے کہ، اپنی کاشتکاری میں سے کچھ حصہ ان لوگوں کو بطور ہدیہ عطا کریں۔

(۱۱)۔ دوران جنگ میں، کوئی مسلمان اُن مقبوضات پر قابض نہ ہو سکے گا اور نہ اُن کو جنگ میں شرکت کے لئے مجبور کر سکے گا اور نہ ان سے کوئی محصول یا ٹیکس وصول کیا جائیگا۔

ان گیارہ دفعات میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ راہبوں سے متعلق ہے اور بقیہ سات دفعات میں عام نصاریٰ کو مراعات دی گئی ہیں۔

(۱۲)۔ عام نصاریٰ اپنی آمدنی میں سے صرف بارہ درہم سالانہ بطور جزیہ ادا کریں گے

(۱۳)۔ اس کے علاوہ اور کوئی رقم اُن سے وصول نہیں کی جائے گی، کیونکہ خدا کا حکم یہ ہے کہ ان لوگوں کو، جو کسی الہامی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں، ایذا نہ پہنچاؤ، بلکہ اُن کے

ساتھ مہربانی سے پیش آؤ، اور ان سے محبت آمیز گفتگو کرو، اور کسی شخص کو اجازت نہ دو کہ وہ ان لوگوں کو کسی قسم کی ایذا پہنچائے۔"

(۱۴) اگر کوئی نصرانیہ کسی مسلمان کے ساتھ شادی کرے، تو وہ مسلمان اس عورت کو اپنے مذہبی فرائض کی بجا آوری سے باز نہیں رکھ سکتا۔

(۱۵) کوئی مسلمان، نصرانیوں کو گرجوں کی مرمت سے باز نہیں رکھ سکتا۔

(۱۶)۔ جو شخص اس فرمان کی خلاف ورزی کرے یا کسی ایسی بات کی تائید کرے، جو اس فرمان کے خلاف ہو، تو دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے اللہ کے رسول کی نافرمانی کی۔

(۱۷)۔ کوئی مسلمان، نصاریٰ کے خلاف جنگ نہیں کرے گا، بلکہ دشمنوں سے انکی حفاظت کریگا۔

(۱۸)۔ اور میں حکم دیتا ہوں کہ قیامت تک کوئی مسلمان، اس معاہدہ کی، جو میں نے ان سے کیا ہے، خلاف ورزی نہ کرے۔

اسمائے شاہدین } علیؓ ابن ابی طالبؓ۔ عمرؓ ابن خطابؓ۔ زبیرؓ ابن عوامؓ۔ ابوبکرؓ ابن ابو قحافہؓ۔ عثمانؓ ابن عفانؓ۔ عبداللہ ابن عمرؓ۔

یہ فرمان ۲ محرم الحرام ۲ھ کو حضرت علیؓ نے مسجد نبویؐ میں لکھا تھا، اور آنحضرتؐ نے اپنے دست مبارک سے اس پر مہر ثبت فرمائی تھی۔

ڈیون پورٹ لکھتا ہے کہ "مؤرخین نے، آنحضرتؐ کی سیرت کے متعلق جو یہ رائے ظاہر کی ہے کہ آپؐ کے مزاج میں حسن سلوک اور رواداری اور غیروں پر مہربانی کا مادہ تھا، اس کے ثبوت میں یہ دستاویز ایک روشن دلیل ہے، جو رچرڈ پوکاک کی تصنیف موسومہ مشرق اور دیگر ممالک کے حالات مطبوعہ ۱۷۴۳ء جلد اول صفحہ ۲۶۸ سے ماخوذ ہے اور مصنف کی پاکیزگی سیرت، دیانتداری اور فضیلت علمی، اس دستاویز کی صحت پر شاہد ہے"

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں، مخالفین اسلام کے اعتراضات، کہ جزیہ ایک سخت قانون تھا، باور ہوا ہو جائیں گے، اور اس فرمان کے مطالعہ سے ہر شخص مجبور رہے یہ تسلیم کرنے پر کہ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ بہت رواداری کا سلوک کیا ہے اسی لئے ڈیون پورٹ

اس قسم کے اعتراضات کو "باطل" اور شرارت انگیز قرار دیتا ہے، اس مصنف نے نہایت اختصار کے ساتھ اپنی رائے حسب ذیل الفاظ میں بیان کی ہے

" بیشک حضرت محمدؐ صاحب نے جزیہ عائد کیا اور فدیہ کی رقوم بھی وصول کیں۔ لیکن مفتوحین کے مذہبی عقاید کا ہمیشہ احترام کیا۔ بیشک آپؐ نے اپنے مذہب کی تبلیغ فرمائی لیکن کبھی کسی کو قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا۔ گویا جو بات آپؐ نے قرآن میں بیان فرمائی اس پر خود عمل کر کے بھی دکھا دیا کہ "غیر مسلموں کو یہ پیغام دو کہ اسلام قبول کریں، تا کہ روشنی پائیں۔ اگر وہ انکار کریں تو تمہارا فرض صرف تبلیغ ہے، ہدایت دینا خدا کا کام ہے وہی ہے جو اپنے بندوں میں اور غیروں میں تمیز کر سکتا ہے"

" آنحضرتؐ کی کامیابی اس باب میں اسلئے ہے کہ آپؐ نے عیسائیوں کے ساتھ مہربانی کا سلوک کیا اور ان سے ایک قلیل رقم بطور جزیہ طلب کی اسلئے جب آپؐ مدینہ واپس لوٹے تو ہر شخص آپ کی مہربانی پر متحیر تھا۔"

میں اس جگہ اس امر کی صراحت کرنی چاہتا ہوں کہ سر ولیم میور نے اُن نام نہاد مسلمان علماء کے خیالات کی اشاعت کر کے اپنی پوزیشن بہت مضحکہ خیز بنالی، جو قرآن مجید اور حدیث رسولؐ سے بیگانہ ہو کر، اپنی ذاتی رائے پیش کرتے ہیں۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ سر ولیم میور نے اپنی کتاب "خلافت کی ابتدا عروج اور زوال" میں جو کچھ لکھا ہے وہ محض کذب اور افترا پردازی ہے۔

وہ علماء کا خیال یہ ہے کہ جزیہ وہ رقم ہے جو اہل کتاب اپنی جان بچانے کے لئے ادا کرتے ہیں (اور اہل کتاب میں مجوسی، یہودی اور نصاریٰ، تینوں شامل ہیں) اس کے برعکس بت پرستوں کے ساتھ یہ رعائت نہیں ہے اُن کے ساتھ صرف دو صورتیں ہیں قرآن یا تلوار"۔

اس تنقید کی تردید، مولینا محمد علی صاحب نے اپنی تفسیر قرآن کے نوٹ ۱۰۳۵ تا ۱۰۳۸ میں پورے طور سے کر دی ہے:۔

آسٹریا - مورخہ ۲۰ مئی سنہ ۱۹۴۱ء

پیارے جناب - میں یہ خط تحریر کرتے ہوئے آپ سے معافی کا خواستگار ہوں۔
"ڈیلی مرر" کا خط ملاحظہ کر کے میں نہایت ہی مسرور ہوا، میں نے خود بھی قرآن کریم کا تیسرے اور چوتھے باب کا حوالہ دیتے ہوئے اس اخبار کو تحریر کیا ہے۔

"دنیائے عیسائیت میں یہ عقیدہ کثرت سے پایا جاتا ہے کہ صنف نازک اگلی دنیا میں جنت سے محروم رہے گی۔"

میں عرصہ دراز سے اسلامی عقائد اور اصولوں کے متعلق دلچسپی کا اظہار کرتا رہا ہوں لیکن افسوس کہ قرآن کریم مجھے حال ہی میں دستیاب ہوا ہے میں آپکا از حد ممنون ہونگا اگر آپ مجھے اس کے متعلق اپنے قیمتی مشورہ سے سرفراز فرمادیں۔

میرے پاس قرآن کریم جارج سیلز کا مطبوعہ ہے اور اسکے ابتدائی نوٹ بھی سیلز کے تحریر کردہ ہیں۔ سیلز نے آنحضرتؐ کے متعلق لکھا ہے کہ "انکی یہ تحریر ایک نمایاں فریب تھا" میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ ایسی تحریر پڑھنے والوں کیلئے مفید ثابت ہو سکتی ہے؟ یہ تو یقیناً اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔

چونکہ میں عیسائیت اور عیسائیت کے دیگر تمام فرقوں سے جو ہمیشہ آپس میں برسرپیکار ہیں برگشتہ خاطر ہو چکا ہوں۔ لہذا قرآن کریم کو بغور مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تثلیث کو خیرباد کہکر توحید کے مذہب اسلام کو اختیار کرلوں میرا یہ اقدام تعجیل پر مبنی نہیں بلکہ میں نے اسکے متعلق کافی عرصہ تک گہرا غور کیا ہے، اور میں ممنون ہونگا اگر آپ اس معاملے میں میری اعانت کر سکیں میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اسلامی لٹریچر عنایت فرمادیں اور اگر ممکن ہو سکے تو ایک نسخہ قرآن کریم کا بھی عنایت فرما کر ممنون فرمادیں۔ میری عمر اس وقت ۲۹ سال کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میں ایسا کرنے میں یقیناً حق بجانب ہونگا۔ میں آپسے اس کے متعلق معلومات حاصل کر کے بہت ہی مسرور ہوں گا۔

آپ کا وفادار - ایل۔ سکیوز

فالموتھ کارنیوال مورخہ ۵ رجون ۱۹۴۱ء

پیارے عبد المجید

میں ہز مجسٹی کی فوج رائل ارٹیلری مقیم فالموتھ کا ممبر ہوں۔ میری عمر اس وقت ۲۵ سال کی ہے اور میں نے اپنی ملازمت کے تین سال پورے کر لئے ہیں۔

میں عرصہ دراز سے ایسے مذہب کے تجسس میں تھا جس میں والہانہ عقیدت کرنے کے علاوہ اس پر پورا پورا اعتماد بھی کر سکوں۔

میرے دل و دماغ پر ہمیشہ ایسے خیالات جاگزین رہے جنہیں میں سمجھتا کہ حق و راستی کے علمبردار مذہب سے قطعی طور پر جُدا نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن گذشتہ ماہ جون تک مجھے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ میری تمام جستجو اکارت ہو گئی۔ میرا مقصد حیات پورا نہ ہُوا۔

ہم ساحلی علاقہ کی مدافعت کے لئے ایک چھوٹے سے کارنش گاؤں میں مقیم تھے کہ خوش قسمتی سے مجھے قرآن کریم مترجمہ راڈول کا ایک نسخہ میسر آگیا۔ میں نے اس کا مطالعہ نہایت ہی ذوق و شوق سے شروع کیا۔ جوں جوں میں اس کا مطالعہ کرتا میرا شوق و اشتیاق بڑھتا ہی چلا جاتا۔ میری دلچسپی کی انتہا نہ رہی۔ میں اس کے مطالعہ میں ہمہ تن مصروف تھا کہ مجھے محسوس ہوا کہ جس گوہر نایاب کی جستجو میں سرگرداں برسوں اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا رہا۔ اس گوہر مقصود کو آج میں نے پالیا۔ اسے حاصل کر کے میری مسرت و شادمانی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں بہت مسرور تھا۔ آج پہلی دفعہ میں نے ان اُصولوں کو مذہب سے متعلق پایا جنہیں میں مذہب کی اشاعت کے لئے نہایت ہی اہم سمجھتا تھا۔ اور یہی وہ اصول تھے جنہیں میں مدت سے تلاش کر رہا تھا۔ مجھے دریافت کرنے پر معلوم ہُوا کہ ان سنہری اصولوں کے حامل مذہب کا نام اسلام ہے۔

سوائے ان معلومات کے جو میں نے بذات خود قرآن کریم سے حاصل کی ہیں۔ مجھے مزید معلومات حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ پورے بارہ مہینے گذر گئے۔ میں اسلام کے متعلق قطعاً کوئی مزید واقفیت حاصل نہ کر سکا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھے اسلام کے

بارے میں اس سے زیادہ واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملے گا ہی نہیں اور میں اسی ہم و رہا میں تھا کہ فالموتھ کے دو دلدادگان توحید مسٹر ڈینیز گرے اور مسٹر جان ڈفن سے سے میری ملاقات ہو گئی۔ ان سے اسلام کے متعلق تبادلۂ خیالات کا خوب لطف اُٹھایا، اور ان کی عنایت کی ہوئی کتب کا بھی نہایت ہی دلچسپی سے مطالعہ کیا۔

اسلام کا نام جانتے ہی کما حقہٗ مجھ پر واضح ہو گیا کہ اسلام اور صرف اسلام ہی کے عقائد اور اصول تھے جن سے میں ہمیشہ ہمدردی رکھتا تھا۔ اب میں اسے اختیار کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

اب میں اسلام اور اسلامی عقائد سے پوری طرح واقفیت حاصل کر چکا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اسے قبول کر لوں اور یہ اعلان کر دوں، کہ صرف اسلام ہی مشرق و مغرب کا حقیقی نجات دہندہ مذہب ہے۔

آپ کا پرخلوص دوست۔ اے ورل

رسالہ

اشاعت اسلام

کی

توسیع اشاعت ہر ایک مسلمان کا اوّلین فرض ہے

گوشوارہ آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۴۲ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان			روپے
۱ ۴/۴۲	۳۲۰۴	عالی جناب خواجہ عبدالغنی صاحب	۰	۰	۵
۴ ۴/۴۲	۳۲۱۱	جناب ہتیا بھائی عبدعلی صاحب	۰	۰	۱۰
″	۳۲۱۲	″ کے۔ بی۔ ایس۔ رحمان	۰	۰	۵
۶ ۴/۴۲	۳۲۱۷	″ سر عبدالحلیم غزنوی	۰	۰	۵
″	۳۲۱۸	″ محمد احمد اینڈ برادران	۰	۰	۵
۷ ۴/۴۲	۳۲۲۱	حسب وصیت قاسم علی جیراج بھائی	۰	۰	۱۰۰
″	۳۲۲۲	″ ایم فخرالدین صاحب	۰	۰	۲۵
″	۳۲۲۳	″ سید عبدالمنان صاحب	۰	۰	۵
″	۳۲۲۴	″ اے۔ ایچ۔ چودھری	۰	۰	۵
″	۳۲۲۵	″ محفوظ الکریم صاحب	۰	۰	۲
″	۳۲۲۶	″ حاجی عبدالجواد صاحب	۰	۰	۵
۸ ۴/۴۲	۳۲۲۹	″ اے۔ ایس۔ اخوند	۰	۰	۱۵
″	۳۲۳۰	″ کے۔ بی۔ شمس الحق	۰	۰	۱۰
″	۳۲۳۱	″ عبدالحق صاحب	۰	۰	۵
۹ ۴/۴۲	۳۲۳۳	″ علی احمد خاں صاحب	۰	۰	۵
۱۱ ۴/۴۲	۳۲۵۷	″ ابوالخیر صاحب	۰	۰	۵
۱۴ ۴/۴۲	۳۲۸۴	″ میجر ایس۔ ایم خورشید	۰	۰	۲۵
″	۳۲۸۵	″ ایس۔ ایم۔ احسان	۰	۰	۵
[illegible]	۳۲۸[illegible]	″ [illegible]	۰	۰	۲

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان			روپے
۱۶ ۴/۴۲	۳۳۷۶	″ ارباب احمد علی صاحب	۰	۰	۱۰
۱۸ ۴/۴۲	۳۴۰۲	″ عطا الٰہی صاحب	۰	۸	۴
۲۱ ۴/۴۲	۳۴۲۳	″ ایم۔ اے جعفری	۰	۰	۳۰
″	۳۴۲۴	″ کے۔ ایس۔ ضیاءالحق صاحب	۰	۰	۵
۲۱ ۴/۴۲	۳۴۳۱	عملہ دفتر لاہور	۰	۱۲	۵
″	۳۴۳۲	عالی جناب اظہرالدین صاحب	۰	۰	۲
۲۴ ۴/۴۲	۳۴۶۴	جناب ایم منصور صاحب	۰	۰	۱۷
″	۳۴۶۵	″ کرنل عبدالغفار صاحب	۰	۰	۲
۲۶ ۴/۴۲	۳۴۷۶	معرفت ایم۔ ایس۔ ولی	۰	۰	۵
	۳۴۸۶	عالیجناب وائی۔ ایل۔ ایم محی الدین	۰	۴	۲
		فروخت اسلامک ریویو	۰	۷	۱۰۴۴
		″ اشاعت اسلام	۰	۸	۶۳
		″ ووکنگ گزٹ	۰	۴	۹۴
		فروخت کتب	۹	۳	۲۰۴

میزان ۹ — ۱۳ — ۱۷۳۳

گوشوارہ اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

بابت ماہ اپریل ۱۹۴۲ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۲۷-۳-۴۲	۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸	تنخواہ عملہ لاہور۔ بابت ماہ مارچ ۱۹۴۲ء	۰	۵	۵۶۳
"	۱۹۰	کرایہ دفتر وکتب خانہ بابت ماہ مارچ ۱۹۴۲ء	۰	۰	۳۸
"	۱۹۱	کرایہ گودام۔ بابت ماہ مارچ ۱۹۴۲ء . . .	۰	۰	۷
۲۷-۳-۴۲	۱۹۲	آفس امپرسٹ بل			
۲۱-۴-۴۲	۱۹۴ ۱۹۵	بابت خرچ محصول ڈاک۔ لفافہ جات۔ بل بجلی خرچ تار۔ خرید کتب۔ سٹیشنری۔ چھپائی سرکلر متفرقات وغیرہ	۶	۰	۸۷۷
۲۱-۴-۴۲	۱۹۳	گیلانی پریس بابت چھپائی اشاعت اسلام	۰	۸	۵۰
"	۱۹۶	رین پریس بابت چھپائی ووکنگ گزٹ	۰	۱۰	۱۰۱
"	۱۹۷	کلکتہ آرٹ پریس بابت چھپائی ٹریکٹ وغیرہ .	۰	۴	۶۵
"	۱۹۹	سول اینڈ ملٹری گزٹ پریس بابت چھپائی اسلامک ریویو	۰	۰	۲۲۵
	۲۰۰	الاؤنس	۰	۰	۳۰
		میزان	۶	۱۱	۱۹۵۷

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبہ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے۔ (۷) [illegible]
حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش [illegible] جاتے ہیں۔
(۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نو مسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نو مسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن [illegible] خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علمیات تاجر۔ مغربی مستشرقین و فوجی شہرت کے نو مسلمین ہیں۔ یہ نو مسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا با معنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدو جہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ [illegible] اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے [illegible] ہی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک رواداری فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد [illegible] میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف [illegible] استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں معہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام معہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے

قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعت اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہو چکے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں سے حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے [illegible] بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدو جہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں [illegible] مسلم مدبران سیاسیات کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرام کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام [illegible] مسلمانوں کے [illegible] اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ [illegible] کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضہ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی [illegible] اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں اشاعت اسلام ہمارا اولین نصب العین [illegible] چاہیئے۔

(۷) **ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے**

دنیا بھر میں [illegible] ایک ہی اسلامی تحریک ہے جس سے کل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک [illegible] اسلامی [illegible] سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے [illegible] شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں [illegible] سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ خود وہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے [illegible] کے جاذب [illegible] نات سے انکی [illegible] و آزادی ہے۔ یہ مشن [illegible] مسلمانان عالم [illegible] اس کے ذریعے یورپ و امریکہ میں [illegible] توحید و رسالت [illegible]

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے

(۱) بحیثیت ممبر عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا ہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِ خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ہے (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ہے اور ممالک غیر کیلئے ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخلِ حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا ہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاوے گی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے نئے مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کاملہ سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ بھی اس کا بہترین مصرف ہو سکتا ہے۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لیے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لیں گے تو اسلام کی اشاعت وحمایت کی بجائے یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ میں چلی جاوے گی جو اسے مسیحیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کریں گے (۱۴) ہر قسم کی مدد نیاز۔ صدقہ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ)

ایک کارکن نظام کے لیے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لیے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ بطور محفوظ فنڈ جمع کیا جاوے۔ یہ دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جاویگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے بروئے کار ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آئندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارِ خیر کیلئے فراہم نہ کر سکیں گے

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق

یہ مشن ایک عشر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔

(۱) بورڈ آف ٹرسٹیز (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت یا کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام

(۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں پڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان ایپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات

(۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب ہونی چاہیے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی مسجد ووکنگ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England — The Imam, The Mosque Woking, Surrey, England

(۵) بنکرز۔ نیشنل بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور [illegible] ہندوستان

سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانیٔ ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ/) سالانہ

قیمت پانچ روپے (صہ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام ۔ عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور ۔ پنجاب ۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اکبر

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی ذات پاک ہے جس نے اپنے رسول محمد کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے گو مشرکوں کو برا ہی کیوں نہ لگے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

یورپ، امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ذریعہ ہو رہی ہے

(۱) **تشکیل مشن** ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام **ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ** ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی، [illegible]) [illegible] اشاعت اسلام (اردو) (۴) کتب خانہ مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ شامل ہیں۔

(۲) **اغراض و مقاصد**۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ عمارات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) **تبلیغی مسلک**۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقہ کی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) **مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع** (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں یورپ، امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم [illegible] لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے۔ (۴) مشن کے مبلغین [illegible] ہیں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چائے سے تواضع کی [illegible] (۵) جمعہ کی نماز لندن [illegible] نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ [illegible] ہزاروں [illegible] شامل ہوتے ہیں [illegible] مسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ اس رسالہ
کی آمد بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل
ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے تمام اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۸ | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۴۲ء جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۱ھ | نمبر ۷

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپ کر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا

شذرات

اشاعت اسلام

رسالہ ہذا کی اس اشاعت کو مسٹر آر گڈ فیلو کے اعلان حق سے مزین اور مرصع کرتے ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ ایسے مبارک واقعات سے قارئین کرام کے جذبۂ ایمان کو خوب استقامت نصیب ہوتی ہوگی۔ اور غیر مسلم احباب پر یہ امر واضح ہو جاتا ہوگا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے اندر کمال دلربائی اور سکون قلب رکھتا ہے۔

تثلیث سے نکل کر توحید کی آغوش میں

مسٹر آر۔ گڈ فیلو آف برنڈن ہیجنٹ سٹریٹ سٹوک اون ٹرنٹ برضا و رغبت خود نہایت صمیم قلب سے اعلان فرماتے ہیں کہ:-

"میں محض خداوند وحید کی پرستش کروں گا۔ اور حضرت محمدؐ کو خدا کا رسول اور برگزیدہ بندہ تصور کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں تمام انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مساوی احترام کروں گا۔ میں خداوند ذوالجلال کے لطف و کرم سے ایک ادنےٰ مسلمان کی حیثیت سے لمحاتِ حیات بسر کروں گا۔" لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ " بندگی کی سزاوار محض ذات یزداں ہے۔ اور محمدؐ خدا کے رسول ہیں"۔ (آر گڈ فیلو مؤرخہ ۱۴۔ اپریل ۱۹۴۱ء)

یہ بات تو آپ حضرات پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ووکنگ مسلم مشن انگلستان دیار مغرب میں اپنی طرز کا ایک واحد ادارہ ہے اور جس کو نہایت دانشمندانہ طریق پر چلایا جا رہا ہے۔ اس مشن نے ہر قسم کی فرقہ بندی سے بالاتر رہ کر خالص اسلام کی تبلیغ و اشاعت کو اپنا دستور العمل بنایا ہے، اور تقریباً تیس برس سے یہ مشن مغرب میں اسلام پر اعتراضات کا جو پادریوں کی طرف سے کئے جاتے رہے نہایت تسلی بخش طریق پر جو اسلام کے اصولوں کے مطابق ہیں جواب دے رہا ہے۔ اور اس مشن کی کامیابی و کامرانی کا راز اس امر میں مضمر رہا ہے کہ یہ مشن ابتدا سے ہی فرقہ بندی ایسی لعنت سے پاک رہا ہے۔ تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں اس مشن نے جس قدر لٹریچر تیار کیا ہے جو رسالوں، میگزینوں، ٹریکٹوں اور کتابوں کی شکل میں ہے وہ بہت بلند پایہ ہے۔ آج مغرب میں اگر تعلیم یافتہ طبقہ اسلام کی خوبیوں کا معترف نظر آتا ہے تو اس کا سبب وہ قابل قدر لٹریچر ہے جو ووکنگ مسلم مشن انگلستان نے تیار کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ لہٰذا تمام دردمند مسلمانوں کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ ہر ممکن طریق سے اس واحد اسلامی ادارہ کی امداد فرمائیں۔

گلستانِ امن

(از ڈبلیو۔ بی۔ بشیر بکرڈ۔ بی۔ اے۔ کنٹب)

آفتاب عالمتاب نے سرنگین گھٹاؤں کی چادر اوڑھ رکھی ہے۔ بادلوں کے قافلے درش ہوا پر سوار بڑی تیزی سے نقل وحرکت کر رہے ہیں۔ مناظر قدرت خواب آور فضاؤں میں کھوئے ہوئے ہیں۔ نم آلود ہواؤں کے شوخ و شنگ جھونکے اپنی برق خوامی سے اشجار کوہ کی شاخساروں میں کپکپی پیدا کر رہے ہیں۔ کبڑی زمین کی پیٹھ پر ابن آدم نفاق و انشقاق کے متحرک مجسمے اپنی ہنگامہ آرا سرگرمیوں میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ ابن آدم کی یاس آفرین سرگرمیوں کی وجہ سے مطلع قلب پر غم واندوہ کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ لیکن میری روح ان مادی تفکرات سے قطعاً آزاد ہے۔ وہ ایک آزاد اور غمہائے روزگار سے بے نیاز طائر کی طرح گلستانِ ارم میں جادہ پیما ہے۔ قدرت کے غیر فانی عناصر وقتی قیام سے سبکدوش ہوکر ازلی اور ابدی آسائش گاہ سے پیوست ہوجانے کی فکر میں ہیں۔ آخر وہ وقت آجاتا ہے کہ ذلت وحقارت اپنا سامنہ لیکر میدان سے بھاگ کھڑی ہوتی ہے۔ اور محبوب حقیقی کا نورانی اور درخشندہ چہرہ رات کی تاریک فضاؤں کو چیرتا ہؤا امن وسکون کا پیغام لیکر نمودار ہؤا۔

نصف رات گئے جبکہ دنیا کے ہنگاموں پر امن وسکون چھا چکے تھے۔ مَیں نے قرآن مجید اُٹھایا۔ میری نظریں ان آیات سے منور ہوگئیں۔

"کہو سب صفت اللہ ہی کے لئے ہے۔ اس کے پرستاروں پر بھی سلامتی ہو جن کو اُس نے خاص طور پر انتخاب کیا ہے۔ بتاؤ؟ کیا اللہ برتر ہے۔ یا وہ جس کو تم اس کا شریک بناتے ہو۔ نہیں۔ اللہ ہی ہے۔ جس نے زمین وآسمان پیدا کئے اور تمہارے لئے بادلوں سے پانی برسایا۔ اور پھر زمین سے خوبصورت باغات اگائے کیا تم اس کی شفقت کے بغیر درخت اُگا سکتے تھے۔ کیا کوئی اللہ کا شریک ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اور جو کسی کو اس کا شریک بناتے ہیں وہ راہِ حق وصداقت

سے انحراف کرتے ہیں۔ اللہ ہی نے تمہارے لئے زمین کو جائے آسائش بنایا۔ اور وہاں پہاڑ اور دریا بنائے اور سمندروں کے درمیان رکاوٹ حائل کر دی۔ اللہ کے بغیر کوئی معبود ہو سکتا ہے؟ وہی غریبوں کی پکار سنتا ہے اور ان کے مصائب دور کرتا ہے۔

وہ تم کو زمین پر اپنا نائب مقرر کرے گا۔ تمہیں اس بات کا احساس نہیں حقیقت یہ ہے کہ تاریکیوں میں بھی وہی تمہاری رہبری کرتا ہے۔ اور اپنے انعام سے پہلے اس کی خوشخبری دے دیتا ہے۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز سے برتر ہے۔ اور وہی تمام تخلیق کا باعث ہے۔ اور زمینوں اور آسمانوں سے تمہارے لئے روزی پہنچاتا ہے۔ اگر اللہ کے بغیر کوئی معبود ہے تو اس کے لئے ثبوت پیش کرو۔ زمینوں اور آسمانوں میں اللہ کے بغیر کوئی غیب کو جاننے والا نہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ موت کب آئے گی۔ اور تم کب ختم ہو جاؤ گے۔ حیات مستقبل کے متعلق بھی تمہارا علم بہت کم اور غیر حقیقی ہے۔ بلکہ عوام کو اس پر پورا پورا یقین ہی نہیں۔

دنیاوی اور وقتی عناصر سے بڑھ چڑھ کر غیر فانی ابدیت ہے۔ ازل ماضیہ سے ازل مستقبل کے درمیان انسانی زندگی ایک سفر کی مانند ہے۔ دو اتھاہ گہرائیوں کے درمیان انسانی زندگی ایک پل کے مشابہ ہے۔ ماضی کی ظلمت سے انسان آتا ہے اور صرف خدا کے فضل و کرم ہی سے اس راستے سے گزر کر مستقبل کے نور لم یزلی میں جا ملتا ہے۔

اے خدائے حی و قیوم تو ہی اس راہ میں اس کی رہبری کرتا ہے۔ آج دنیا عقیم ہے اور دو بنیادی حقائق دو متضاد عقائد کے درمیان پسے جا رہے ہیں لیکن یہ ہماری جرأت و بردباری کے امتحان کا مقام ہے جس سے ہم اپنی بقا و دوام کا سامان کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہی مصائب و مشکلات اور بے کیف لمحات حیات کو خوشی اور آسائش کی گھڑیوں کی حقیقی مسرت سے لطف اندوز کر سکتے ہیں اس خوشی کی حقیقت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ جو رنج و غم کی تلخیوں کے بغیر حاصل ہو۔

رات کی پرسکون تاریکی پھر قرآن شریف کی یاد دلاتی ہے کھلی فضا میں آسمانی ہوائیں

سوئی ہوئی زمین کو طراوت بخش رہی ہیں۔ مَیں قرآن مجید کا ورق اُلٹتا ہوں۔ اور پڑھنا شروع کرتا ہوں:۔

"آخری فیصلہ صرف خدا کے ہاتھوں میں ہے۔ وہ حقیقت کو منکشف کرتا ہے۔ حق و باطل کے درمیان اُسی کا فیصلہ برحق ہو سکتا ہے۔ تم جس چیز کے منتظر ہو اللہ اس کے حسن و قبح کا فیصلہ جلد کر دے گا۔ خفیہ خزانے اُسی کے قبضہ میں ہیں۔ اور اُس کے بغیر کوئی اُن سے واقف نہیں۔ اور سب کچھ جانتا ہے جو سمندر میں ہے اور جو خشکی پر ہے۔ اور ایک پتہ بھی اس کے علم کے بغیر نہیں ہلتا۔ وہ سب کچھ جانتا ہے خواہ تاریکی میں ایک غیر محسوس دانہ ہی کیوں نہ ہو۔ خشک و تر سب اس کے علم میں ہیں۔ اور وہی تمہارے ہوش و حواس نیند کی مدہوشی میں سلا دیتا ہے اور دنیا کے وقت جو کچھ بھی تم حاصل کرو وہ اس سے واقف ہے۔ وہ تمہیں دنیا میں بھیجتا ہے تاکہ تم ایک مدت معین میں اپنا فرض منصبی ادا کر سکو۔ پھر تم کو اس کی طرف مراجعت کرنا ہے۔ اور وہ تمہیں تمہارے سارے اعمال سے واقف کر دے گا۔

اپنی تخلیق کا وہ کلی مالک ہے۔ اور وہ اپنے غلاموں پہ عامل بھیجتا ہے۔ جب تم میں سے کسی کا وقت پورا ہو جاتا ہے تو ہمارا فرشتہ اس کی جان قبض کر لیتا ہے۔ اور وہ کبھی نہیں چوکتا۔ تب وہ پھر اللہ کی جانب منتقل کر دیئے جاتے ہیں۔ یقیناً اُسی کا فیصلہ برحق ہے۔ اور وہ اس پر عمل کرنے میں تاخیر سے کام نہیں لیتا۔"

کتنا سہانا موسم ہے۔ کیف بار ہواؤں کا طوفان برف کے سیلاب کو بہا لے گیا ہے۔ بارش ساتھ ساتھ برف کے ٹکڑے روئی کے گالوں کی طرح آسمان سے زمین پر برس رہے ہیں۔ شدت سرما کی شکایت ہر کہ و مہ کی زبان پر ہے۔ لیکن اس کے باوجود موسم خوشگوار ہے۔ صحرائے عرب کی گرمی۔ تپتپاتی ہوئی ریت۔ گرم بالو کے طوفان اور رمضان کا مہینہ۔ نزول قرآن مجید کا مبارک و مسعود مہینہ۔ ذرا صحرائے عرب کے موسم گرما سے اس طوفان برف و باراں کا موازنہ کیجئے۔ بلاشبہ موسموں میں کتنا تفاوت ہے لیکن جب غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ عالمگیر قرآنی تعلیم عرب اور مغربی یورپ میں اسقدر موسمی اور جغرافی تفاوت کے باوجود تمام کرہ ارضی پر حاوی ہے۔ خدا دونوں جہان کا مالک ہے۔ اور سب تخلیق

پر قادر ہے۔ خواہ یورپ ہو یا عرب خدا صرف دنیا کا ہی مالک نہیں بلکہ زمینوں آسمانوں میں
رہنے والی ہر جاندار اور بیجان چیز کا مالک ہے۔ وہ اہل عرب کا ہی رب نہیں بلکہ تمام اہل یورپ
کا بھی خدا ہے۔ اسی لئے قرآن کا پیغام عالمگیر تعلیم اور ازلی اہمت کا حامل ہے۔

ایک وقت میں ایک صحیفۂ آسمانی ایک ہی جگہ اتر سکتا ہے۔ لیکن اس سے اُس کتاب
مقدس کے پیغام کی عالمگیر حیثیت محدود نہیں ہو سکتی۔ بادی النظر میں شاید لوگ خیال کریں کہ ایک
پیغام جو ایک خاص ملک میں اتارا گیا ہے۔ وہ کیسے تمام دنیا پر حاوی ہو سکتا ہے۔ اور بنی نوع
انسان کے لئے مشعل راہ بن سکتا ہے۔ لیکن غور کرنے پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ قرآن
شریف میں آیا ہے:۔

"سب تعریف خدائے بزرگ و برتر کے لئے ہے۔ بیشک ہم نے قرآن عربی زبان
میں اُتارا۔ تاکہ تم اسے سمجھ سکو۔ لیکن کتاب کا لفظ لفظ ہماری طرف سے ہے۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عرب تھے۔ اور ان کے سمجھنے کے لئے قرآن عربی زبان میں ہی ہو سکتا تھا۔
قرآن کریم میں آیا ہے کہ جو لوگ بدی کی ترغیبات سے محفوظ رہیں گے۔ گلشن سعادت کے پھل انہیں
کی قسمت میں آئیں گے۔ غیر فانی راحت انہیں کا حصہ ہے۔ کیونکہ خدا نے انہیں نار جہنم کے عذاب سے
بچایا۔ اپنے اعمال کے صلہ میں سب کچھ کھاؤ اور پیو اور خوش رہو۔ پھر ارشاد ہوتا ہے:۔

"جو ایمان والے ہیں ہم ان کو ان کے بچوں سے ملائیں گے۔ اور ہم انکے اعمال صالحہ
کی پوری پوری قدر کریں گے۔ یقیناً ہر شخص اپنے اعمال کے لئے جواب دہ ہے۔"

(۲۱-۱۷-۱۱۱)

زمین پر برف کا نقرئی فرش بچھا ہوا ہے۔ لیکن دوپہر کی گرمی سے برف کے کئی تودے پگھل گئے ہیں۔
اور فضا میں برف سے بہنے والے پانی نے ایک وجد آفرین نغمہ کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ لیکن جونہی
آفتاب عالمتاب شفق کی لالہ گون فضاؤں میں گم ہو گیا۔ اور لیلائے شب اپنی دراز سیاہ زلفیں
آسمان نیلی پر پھیلائے نمودار ہوئی۔ فضا اور ہواؤں میں پھر خنکی پیدا ہو گئی۔ اور سرد ہوائیں چلنے لگیں۔
سردی کی وجہ سے انگیٹھی کا قرب مزا دینے لگا۔ رات کے اوّلین حصہ میں ہواؤں میں ہولناک ارتعاش
پیدا ہوا جو درحقیقت خطرے کا آلارم تھا۔ بے چینی اور اضطراب کی ان ساعتوں میں قرآن مجید ہی

ایک ایسا رفیق تھا جو تسکین قلب و جان ہو سکتا تھا۔ مَیں نے کتاب مقدس کو اُٹھایا اور پڑھنا شروع کر دیا۔

"اے ایمان والو سود خوار مت بنو۔ اور سرمایہ جمع نہ کرتے جاؤ۔ کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنے فرائض کو پہچانو" (۱۱۱-۱۲۹)

"عفو و بخشش کے لئے خدا کے حضور میں سر بسجود ہو جاؤ گے تو فلک و ارض کی وسیع پہنائیوں والا گلزار تمہارا اجر ہو گا۔ کیونکہ یہ انہیں کے لئے بنا ہے جو برائی سے بچتے ہیں اور سخاوت کرتے ہیں۔ صاف دل ہیں اور غصہ پر قابو پا کر دوسروں کو بخش دیتے ہیں یقیناً خدا ان کو دوست رکھتا ہے جو دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ (۱۱۱-۱۳۲ و ۱۳۳)

استقلال کو ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ اور نہ دل میں خوف و حزن پیدا ہونے دو۔ اگر تمہارا ایمان کامل ہے تو تمہیں ناکامی کا سامنا نہیں ہو سکتا۔ (۱۱۱ و ۱۳۸)

"محمدؐ خدا کی طرف سے پیغمبر ہیں۔ اور ان کے پہلے بھی پیغمبر ہو چکے ہیں۔ پھر اگر محمدؐ مارے جائیں کیا تم اُن سے منہ پھیر لو گے۔ لیکن تم جان لو کہ جو بھی خدا کی راہ سے منحرف ہو جائے گا خدا کو اس کے انحراف سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ خدا شکر بجا لانیوالوں کو نیک اجر دے گا۔ رُوح کبھی ختم نہ ہو گی۔ مگر جب تک اللہ کا حکم نہ ہو۔ اور جو کوئی اس جہان میں اجر کا متلاشی ہو گا ہم اسے یہاں ہی اجر دیں گے۔ اور جو عاقبت کے اجر کا آرزومند ہو گا ہم اسے وہاں اجر دیں گے یقیناً ہم ان کو اجر خیر دیں گے۔ جو شکر بجا لاتے ہیں"

"اور بتاؤ کتنے پیغمبر ہو گزرے ہیں جو اپنی دنیاوی کشمکش اور جنگ و جدل میں ایمان والوں کی مدد رکھتے تھے؟ کیا مصائب کا سامنا کرتے وقت اُن کا حوصلہ ٹوٹ گیا؟ اور دل چھوڑ کر انہوں نے اپنے آپ کو کوسنا شروع نہیں کر دیا۔ یقیناً خدا صابروں کو محبت کرتا ہے کیونکہ خدا کے حضور میں اُن کی یہی دعا رہی کہ اے خدا ہمارے گناہ بخش دے۔ اور ہماری بے راہ روی پر پردہ ڈال۔ ہمیں ہمت و استقلال دے۔ اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر۔ اور خدا نے انہیں دنیا اور آخرت کا

اجڑ دیا۔ کیونکہ خدا نیکوں کو عزیز رکھتا ہے۔" (۱۱۱-۱۴۳-۱۴۷)

سراج بشریت

(از جناب ابی الکریم صاحب)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان جلیل القدر اور عظیم المرتبت شخصیتوں میں سے ہیں جن کا وجود مسعود اس دارالکرب کی غم زدہ مخلوق کے کرب و ابتلا کو دور کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا۔ آپ کے امن گسترانہ اور شفقت آفرین پیغام نے مرجھائے ہوئے دلوں کو کھلا کر کنول بنا دیا۔ انسانیت تحت الثریٰ سے بام ثریا تک پہنچ گئی۔ آپ کا پیغام کفر و الحاد کی ڈراونی اور بھیانک تاریکیوں میں نور لم یزلی بن کر چمکا۔ اور نور رحمت کی ضیا باریوں سے دنیا کا ہر گوشہ بقعۂ نور بن گیا اور حق و صداقت اور مذہب کی روشنی سے بنی نوع انسان کے تاریک سینوں میں نورِ معرفت و حقیقت فروزاں ہوگیا۔

یہ آپ کی معارف نواز اور حقیقت ریز کوششوں کا ہی نتیجہ تھا۔ کہ دراز دستوں اور جفاکاروں کے دستِ تعدی کا شکار اقوام آزاد و سرافراز ہوگئیں۔ ظالموں کی روندی ہوئی اقوام تحت الثریٰ سے ترقی کے بام رفیع تک پہنچ گئیں۔ جب ہم اس فخر انسانی کی شخصیت میں علم و عمل کے تناسب ارتقا پر غور کرتے ہیں تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ جو عزت اس ذاتِ بے مثال نے نوع انسانی کو بخشی ہے۔ ہم ابھی تک اُس کی لامحدود حقیقتوں سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکے۔ کس قدر حیرت و استعجاب کا مقام ہے کہ جب قربانی اور ذوق و شوق کی داستان کا تذکرہ ہوتا ہے۔ تو بدھ عیسیٰ علیہ السلام اور چیتنیا کی یاد معًا عوام کے قلوب میں چٹکیاں لینے لگتی ہے۔ لیکن صحرائے عرب کی اس سراپا ایثار و قربانی شخصیت کی غیر فانی قربانیوں کی طرف کوئی نظر نہیں اُٹھاتا اور ان پر غور نہیں کرتا۔

ہندو ذہنیت کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھائے جانے کی کہانی سنتے ہیں۔ تو حیرت و استعجاب سے انگشت بدنداں ہو جاتے ہیں عیسائی بھی

جب بدھ کے شان و تعیش سے دست بردار ہونے اور نروان کا پرچار کرنے کی داستان سنتے ہیں تو زیر لب ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ان کے قلوب کو تیغ و سنان کی جھنکار اور جنگ و جدل کی شور و پکار کے سوا کچھ یاد نہیں دلاتا اور اس سے وہ ہراس و انحراف کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ گو کروڑوں انسانوں کے قلوب پر نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام و پیغام کی حکمرانی ہے۔ اور ان کے پیغام جاں پرور اور حیات نواز کا تسلط ہے۔ لیکن کور باطن اشخاص کی ایک ایسی تعداد بھی اس دنیا میں موجود ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اب بھی سرتاج بشریت ماننے میں تامل کرتے ہیں۔ گویا ان کی نظروں میں ایک دنیوی آدمی جو اہل و عیال رکھتا ہے اُن کا نجات دہندہ نہیں ہو سکتا۔ اُن کے خیال میں اس عزت کا حق دار صرف گھر بار کو تیاگ دینے والا راہب ہی ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت اور رتبے کو سمجھ نہیں سکے۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ یہ ان کی تنگ خیالی اور کوتاہ نظری کا ہی سبب ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام حق پر لبیک نہیں کہہ سکے۔ اب وقت آگیا ہے کہ تنگ نظری اور تعصب کی عینک کو پرے پھینک کر انصاف و صاف دلی سے ہر فرد بشر پکار اُٹھے کہ "ذات انسانی کا جو عروج محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں رونما ہوا وہ صرف غیر معمولی ہی نہیں بلکہ اس کی مثال ملنی دشوار ہے۔ کیونکہ یہ ارتقائی رتبہ ایک ہنگامی موت کے ذریعہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ بلکہ برسوں کے روحانی انہماک اور پے در پے قربانیوں سے ملا۔ اس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو روشن مثال پیش کی ہے وہ انسانی آرزوؤں اور روحانی اُمنگوں کا منتہائے کمال ہے"۔

ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جن لوگوں نے اپنے ذوق و شوق اور قوتِ نفس سے انسانیت کو تباہ ہونے سے بچایا ہے وہ سب راہب نہ تھے۔ مغربی ایشیا کے تمام پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا اپنے گھر بار سے شغف رکھتے تھے۔ ہاں ہندوستان میں مہاتما بدھ۔ شری شنکر آچاریہ اور چنیا نیہ ہر دنیوی چیز سے دست بردار ہو گئے۔ مگر یہاں بھی کرشن نے جس کی ذات اہل ہنود کے لئے

منتہائے کمال ہے۔ ایسا نہیں کیا۔ وہ ایک جنگجو سیاستدان اور فاتح حکمران تھا عمل کی تلقین کے ساتھ اس کے پیغام میں عشق کے نغمات بھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے انسان نے راہبوں کو اپنی نجات کا ضامن ٹھہرا کر اپنی رُوحانی صلاحیتوں سے انکار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے راہبانہ زندگی سے عوام کو روکا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ کہ راہبانیت انسان کی عملی، رُوحانی، مادّی اور جسمانی صلاحیتوں کو ختم کر دیتی ہے اور اسے بے عمل بنا دیتی ہے۔ اور ان فرائض عظمیٰ جو خدا عزوجل کی طرف سے انسان پر عائد کیے گئے راہبانہ زندگی ان فرائض کی ادائیگی کے راستے میں سنگ راہ بن کر حائل ہو جاتی ہے۔ اس طرح خدائے قدوس کی طرف سے عائد کردہ فرائض سے انسان روگردان اور منحرف ہو جاتا ہے۔ راہبانیت انسان کی عملی اور روحانی قوتوں کو سلب کر دیتی ہے۔ اور اس کے قلب میں وسوسات پیدا کر کے اسے اکثر اوقات راہ حقیقت سے بھٹکا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے انسانوں کو دنیا میں رہ کر روحانیت اور حقانیت حاصل کرنے کی تلقین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی پسندیدہ مذہب ہے

(از قلم وزارت علی صاحب)

ہم پرستاران توحید کا ایمان اور عقیدہ ہے کہ قرآن کریم ہی رب عزوجل کی فرستادہ کتاب ہے اس کی تعلیمات کامل و اکمل ہیں اور اس کے سوا کسی مزید تعلیمات کی ضرورت نہیں۔

اللہ جل شانہٗ اپنی مقدس کتاب میں بیان فرماتا ہے۔

"میرے نزدیک اسلام ہی پسندیدہ مذہب ہے" (۱۱۱-۱۹)

اور یہی احکامات حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے ابنائے سعادت کے لئے ورثہ چھوڑتے ہوئے فرمایا۔

"اے میرے بیٹو پروردگار عالم نے مذہب اسلام کو تمہارے لئے منتخب کیا۔ اس پر ایمان لائے بغیر تمہاری وفات نہ ہو"

علامہ عبداللہ یوسف علی قرآن کریم کے سیپارہ دو آیت ۱۳۸ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ عیسائی بپتسمہ کے پانی میں بدیں غرض رنگ آمیزی کر دیتے کہ عیسائیت کو قبول کرنے والے انسان کے دل میں یہ احساسات ہوں کہ اسے نئی زندگی مقدر ہوگئی۔ لیکن ہم وحدانیت اور توحید کے دلدادہ مسلمان تمام ایسے خیالات اور عقائد کو بوسیدہ اور فرسودہ سمجھتے ہوئے یہ یقین رکھتے ہیں کہ بپتسمہ دیئے جانے کے لئے ایسی رنگ آمیزی کی قطعاً ضرورت نہیں۔

ہمارا سب سے بڑا بپتسمہ تو خدائے تعالیٰ کی ذات والاصفات پر ہی ایمان لانا ہے۔ وہی بزرگ و برتر اور قادر مطلق ہے۔ اسی پر ایمان لانے سے ہمارے قلوب روحانیت سے معمور ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں نیکی کوٹ کوٹ کر بھر جاتی ہے۔ محاسن ہمارے قلوب کے ہر ذرہ میں سرایت کر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے نور ہدایت سے ہمارے دل

ہمیشہ معمور رہتے ہیں۔

انہیں اوصاف حمیدہ کے باعث اسلام ذات باری تعالیٰ کے "پسندیدہ" معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

چونکہ اسلام کے عقائد بالکل سادہ اور عام فہم ہیں ان میں دوسرے مذاہب کے عقائد کی طرح پیچیدگیاں اور الجھنیں نہیں پائی جاتیں۔ اور نہ ہی اسلام دقیق مسائل پیش کرتا ہے۔ بدیں وجہ ہر خیال کے لوگ اس کے سنہری اصول وعقائد سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

نوٹس اون اسلام (NOTES ON ISLAM) مصنفہ سرامین جنگ بہادر پر تنقید کرتے ہوئے مسٹر جے۔ سی ماوتی۔ تحریر کرتے ہیں کہ "مذہب کسی ایسے بکس کی طرح نہیں جسے روحانیت سے ہمیشہ کے لئے ایک ہی دفعہ بھر دیا جائے گا۔ اور جب ضرورت پڑے اُسے آئندہ نسلیں کھول کر اس سے استفادہ حاصل کرلیں۔ وہ تو انسان کے ذہن میں نشو ونما پاکر اندر ہی اندر ارتقا حاصل کرتا ہے۔"

مذاہب عالم کے متعلق یہ نظریہ اور ایسی تنقید تو یقیناً فہم ادراک پر مبنی ہے۔ لیکن اسلام ایسا مذہب نہیں جس کے اصول کسی خاص زمانہ کے لئے مخصوص ہوں۔ اور جو صرف ایک ہی قوم کے لئے پیغام ہدایت لیکر مبعوث ہؤا ہو۔

اسلام تو مجسمۂ ہدایت اور پیکر روحانیت ہے۔ اس کی روحانیت کے تاثرات کو زمانے کے افکار وحوادث زائل نہیں کرسکتے۔ وہ ہمیشہ یکساں صورت میں رہتی ہے اور اپنی بوٹے جانفزا سے مکدر و پراگندہ دماغوں کو تروتازگی بخشتی ہے۔ دنیا کے تمام ممالک میں بڑھتی ہوئی اسلامی آبادی اس امر کی شاہد ہے کہ اسلامی روحانیت دیگر اقوام میں سے کس قدر متذبذب قلوب کو جام توحید پلاکر تسکین دے رہی ہے۔ سرامین جنگ بہادر اپنے مضمون "اسلام کیوں بہترین مذہب ہے" میں بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں:۔

"اسلام موجودہ زمانے کی سائنس سے بہت کچھ مطابقت رکھتا ہے اور سائنس کے بہت سے اصول اسلامی تعلیمات کے ہی مرہون منت ہیں۔"

چونکہ اسلام دنیا کے ان تمام مذاہب سے جن کے پیروؤں کی تعداد کروڑہا نفوس پر مشتمل ہے بعد میں آخری ہدایت لیکر مبعوث ہؤا۔ بنا بریں اس کی صورت اس بچہ کی مانند ہے جسے اپنے

آباؤ اجداد کی وراثت میں جسمانی و ذہنی قوتیں اور تہذیب و تمدن ایسے جوہر گرانمایہ ورثہ میں ملے ہوں۔

اسلام بھی اپنے آباؤ اجداد یعنی جملہ سابق مذاہب عالم کے تمام فیوض و برکات اور رُوحانیت کا وارث ہؤا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے سابقین کی تعلیمات کا جوہر اسلام میں جمع فرما کر اُسے کامل و اکمل بنا دیا۔

اسلام کے لئے یہ امر باعث عزت و افتخار ہے کہ وہ دیگر تمام مذاہب کی خوبیوں اور صفات کا حامل ہے۔ اس کے بعض عقائد پہلے الہامی مذاہب کے عقائد سے مشابہ ہیں۔ پارسی مذہب کے پیروؤں کا یہ خیال ہے کہ اسلام نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا تخیل اُن کے مذہب کی مقدس کتب ژندوستا سے حاصل کیا ہے۔

اس طرح دلدادگان مسیحیت یہ بیان کرتے ہوئے مسرت محسوس کرتے ہیں کہ اسلام کے فلاں فلاں عقائد مسیحیت کی تعلیمات کے مرہون منت ہیں۔ اور آنحضرت صلعم نے انہیں اپنی ابتدائی زندگی کے ایام میں مسیحی اور یہودی علماء کی ملاقاتوں میں حاصل کیا۔

اوّل تو یہ بات پایۂ ثبوت کو ہی نہیں پہنچی کہ آنحضرت صلعم یہودی و مسیحی علماء سے ملاقی ہوئے۔ لیکن اگر اس پر یقین بھی کر لیا جائے تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ عرب کا اُمّی نبی جسے لکھنے پڑھنے کے علم سے واقفیت نہ تھی کس طرح علمائے یہودیت اور مسیحت کے دقیق اور پیچیدہ عقائد و تعلیمات کو صرف چند ملاقاتوں میں ہی حاصل کرلے۔

لیکن اگر کچھ عرصہ کے لئے یہ اصول تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اسلام کے کچھ عقائد دیگر مذاہب سے ملتے جلتے ہیں تو اس سے اسلام کی قدر و منزلت میں فرق نہیں آتا۔ کیونکہ دنیا کے تمام مذاہب میں سے کوئی بھی ایسا مذہب نہیں جو ابتدائے آفرینش سے ہی تمام عقائد و تعلیمات لیکر دنیا میں مبعوث ہؤا ہو۔

آنحضرت صلعم نے نہ خود کسی دوسرے مذہب کی مذمت کی اور نہ اپنے پیروؤں کو ایسا کرنے کے لئے کہا۔ بلکہ آپ تو ہمیشہ یہی تعلیم دیتے رہے کہ تمام مذاہب کے بادیان کی عزت کرو تاکہ وہ تمہارے خدا کو بُرا نہ کہیں۔ اور آپ نے دنیا کے تمام مذاہب کی تصدیق کی۔ اور

انہیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا۔

آپ اسلامی صداقت کے تخیل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے کہ صداقت ایک ایسا خوشنما محل ہے جو کسی بلند پہاڑی کی ڈھلوان چوٹی پر تعمیر ہو۔ اور مختلف مذاہب کے اس تک پہنچنے کے لئے مخالف سمتوں سے راستے جاتے ہوں۔ تو اسلام ان تمام راستوں میں سے آسان ترین اور عمدہ راستہ ہے۔

صداقت کے متعلق اسلام کا یہ نظریہ دلالت کرتا ہے کہ مختلف سمتوں سے آنے والے راستے یقیناً کہیں نہ کہیں ایک دوسرے سے ملیں گے اور ان میں سے کئی ایک تو مساوی راستوں کے ذریعے ہی اس صداقت تک جا پہنچیں گے۔ اور کئی ایک تھوڑی دور ہی ایک دوسرے کے ساتھ چلیں گے۔

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ بہت سے ایسے مذاہب بھی ہیں کہ جن کے عقائد ایک دوسرے سے گہرے تعلقات رکھتے ہیں۔ اور بعض کے چند اصول ایک دوسرے سے برابر بھی ہیں اور مشترک بھی۔

جس طرح کہ مختلف سمتوں سے آنے والے راستے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اس طرح بعض مذاہب کے اصول بھی ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ اور ان کا منشا بھی وہی صداقت ظاہر کرنے کا معلوم ہوتا ہے جسے اسلام پیش کرتا ہے۔

لیکن دنیا کے تمام مذاہب میں سے اسلام ہی تحدی کے ساتھ حقیقی صداقت کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور ہم بھی مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں تیقن کے ساتھ کہتے ہیں کہ سوائے اسلام کے اُس صداقت کو حاصل کرنے کی صلاحیت کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ اور اسی کو اختیار کر کے انسان حقیقی صداقت تک پہنچ سکتا ہے۔

اسلام کی ابتدائی ایام میں حاصل کی ہوئی ترقی سعید الفطرت انسانوں کو یہ غور کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ آخر وہ کونسی چیز تھی جس نے چند ہی دنوں میں عربوں کی جاہل و ناکارہ قوم کو قعر مذلت سے اٹھا کر بام عروج پر پہنچا دیا۔

میسج آف اسلام (MESSAGE OF ISLAM) مصنفہ خواجہ کمال الدین مرحوم مغفور

سے عرب کے ابتدائی حالات و کوائف کے متعلق چند دلچسپ اقتباسات پیش کرتا ہوں :۔

"بداخلاقی و بیحیائی کی مسموم گھٹائیں بلائے بے درماں بن کر عرب کے اطراف واکناف میں چھائی ہوئی تھیں۔ ذہنی پستیوں کے بادل چاروں طرف گھر رہے تھے۔ صبح شام انسانیت سوز اخلاق کا بے خوف و ہراس مظاہرہ کیا جا رہا تھا۔ خلق خدا خالق حقیقی کو یکسر بھول کر فسق و فجور میں محو مصنوعی خداؤں کی پرستش میں مصروف تھی۔ اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بدترین افعال و کردار کی مرتکب ہو رہی تھی۔ اور انسانی قربانی کی بھینٹ بھی چڑھانے میں دریغ نہ کرتی "

"سطح مرتفع عرب کی سرزمین کا چپہ چپہ گناہوں سے ملوّث ہو چکا تھا۔ زنا، بدکاری، مے نوشی اور جوا قبائل عرب کا دن رات کا مشغلہ تھا۔ خونریز ہنگاموں اور قتل غارت سے طوفان بے تمیزی کا بازار گرم تھا "

" انسانی و خدائی قوانین کو بالائے طاق رکھ کر بے گناہوں کے خون سے زمین عرب رنگی جا رہی تھی۔ بت پرستی، جہالت، توہم پرستی اور بے حیائی کا دور دورہ تھا۔ بدی کو نیکی سمجھ کر کیا جا رہا تھا اور نیکی کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔ لوگوں کی اخلاقی حسیات عمیق ترین قعر مذلت میں جا پڑی تھیں۔ بدترین سے بدترین شرمناک افعال علانیہ طور پر کئے جاتے اور کوئی پرسان نہ ہوتا۔ عرب کی اقوام ان بدافعال اور مظالم پر فخر و مباہات کے گیت گاتیں اور انہیں ہی اپنا طغرائے امتیاز سمجھتیں "

" بداخلاقی، بیحیائی، شرمناکی، بدکرداری اور حیاسوزی کے ایسے بدترین مظاہرات چشم فلک نے ابتدائے آفرینش سے آج تک صفحۂ دہر پر ہوتے نہیں دیکھے تھے۔ ان اقوام پر یقیناً رُوحانی، اخلاقی اور تمدنی موت واقع ہو چکی تھی۔

ذاتِ باری تعالیٰ ان بے پناہ مظالم کا مظاہرہ ہوتے تا کجے دیکھ سکتی۔ اسے یہ کب گوارہ تھا کہ اس کے بندے جبر و استبداد کے شکنجۂ آہنی میں کسے رہیں اور فریاد نہ کر سکیں۔ سسک سسک کر مریں اور انکی آواز سننے والا کوئی نہ ہو۔ انہیں ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنایا جائے اور نجات دہندہ خاموش رہے۔ ان واقعات کا بار بار اعادہ ہوتے دیکھ کر رحمتِ حق جوش میں آئی۔ تاریکی کے سیاہ بادل

پھٹ گئے۔ شب ظلمت صبح روشن سے متبدل ہوگئی۔ اللہ جل شانہٗ نے سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمتِ رب العالمین بنا کر صحرائے عرب کی تیرہ تار زمین کو شمع ہدایت سے روشن کرنے کے لئے مبعوث فرمایا۔

آنحضرت صلعم نے ببانگ دہل پیغام حق و وحدانیت سناتے ہوئے عرب کی بدمست و خوابیدہ قوم کو آنِ واحد میں بیدار کر دیا صدیوں سے تاریکی کے گڑھے میں گری ہوئی قوم کو بام فلک پر پہنچا دیا۔ پیکر عصیاں زہد و اتقا کی مجسم تصویر بن گئے۔ خدائے واحد کی ہستی کے منکر، ملکی و دینی قانون سے آزاد اب دلدادہ وحدانیت اور تمام خدائی احکامات کو بصد دل و جان بجا لانے لگے۔ سماجی و مجلسی قانون سے بے پرواہ مجلس کے ہر قاعدہ کی پابندی کو فرض سمجھنے لگے۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے اور جانی دشمن باہمی محبت و یگانگت کے مجسمہ پیکر بن گئے۔

بربریت و وحشت کے عادی عفو و رحم کو اپنا شیوہ حیات بنا کر ممتاز زندگی بسر کرنے لگے اس تبدیلی نے عرب کی وحشی اقوام کی تقدیر کا پانسہ پلٹ کر رکھ دیا۔ یہ انقلاب یقیناً ایک فرشتہ صفت انسان حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے ہاتھوں مقدر تھا۔

مسٹر جی۔ بی سمتھ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "سین فروم یورپین ہسٹری Scene from European History.

میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صلعم کے متبعین کی تہذیب تمدن اور اخلاقیات میں حیرت انگیز ترقی کی رفتار سے بڑھ کر تاریخ عالم میں اور کوئی اہم واقعہ نہیں۔

آنحضرت صلعم کے وصال کو ابھی دو صد سال بھی نہیں گزرے تھے کہ بغداد و دمشق اسلامی تہذیب و تمدن اور امن و سکون کے عظیم ترین مراکز مرجع خلائق بن گئے! اور یورپ ان دنوں وحشت و بربریت کے المناک حوادثات میں ملوث تھا۔ باہمی جنگ و جدل کا بھوت انکے سروں پر سوار تھا۔ تہذیب تمدن اُن سے کوسوں دُور تھی۔ ان دنوں فلسفہ، سائنس، طب اور علم و ادب کے مراکز صرف دمشق اور بغداد صفحہ دہر پر نظر آتے تھے۔

انتہائی ناموافق حالات کے باوجود بھی اسلام بسرعت ترقی کرتا چلا گیا اور ایک سیلاب عظیم کی طرح تمام خطۂ عرب کی سنگلاخ و بنجر زمینوں کو سیراب کر گیا۔

مسٹر مارڈ ڈیوک پکتھال کی تحریرات کے اقتباسات پیش کرتے ہوئے مسٹر جی۔ بی سمتھ نے فرمایا

کہ صدیوں تک اسلامی سلطنتوں میں پولیس کی ضرورت نہ پڑی اور نہ ہی ایسے محکموں کا وجود عمل میں آیا۔ مولائے کریم سے لو لگائے ہوئے صبر و محبت میں سرشار لوگوں کو پولیس کی کیا ضرورت تھی۔ وہ تو ہمیشہ آپس میں برادرانہ زندگی بسر کرتے۔ اور اپنے سے بڑھ کر دوسرے کے مال کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتے۔

فرزندانِ توحید کی کامیابی کا سب سے بڑا راز انکی سادہ، دیانتدار، حق و صداقت کی علمبردار اور عفو و رحم کی مجسم تصویر، زندگی میں مضمر تھا۔ وہ جہاں جاتے علم و حلم، عفو و رحم اور دیانت و امانت کو ساتھ لیجاتے۔ انکی قابلِ رشک زندگی کا نمونہ ہی تھا جو اسلام کو اس قدر سرعت کے ساتھ پھیلانے کا موجب ہوا۔

بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم ایسی مقدس کتاب کو جملہ قوانین عالم کا مجموعہ بنا کر رسول کریمؐ کے ذریعہ دنیا میں بھیجا۔

مسلمانوں کے لئے اس میں اخلاقی، سماجی، تمدنی، روحانی اور مذہبی غرضیکہ ہر ایک قسم کے قوانین مجتمع ہیں۔ ان قوانین پر عمل پیرا ہونیکے بعد مسلمانوں کو کسی مزید قانون کی ضرورت نہیں رہتی۔ مسلمانوں نے قرآن پاک کی تعلیمات کو اپنا جزو بدن بنایا۔ اُن پر عمل پیرا ہوتے اور تمام دنیا کی قوموں سے سرفراز و ممتاز ہوگئے۔

لیکن اس عظمت و شان کو حاصل کرنے کے بعد اُن کے دماغوں میں بھی غرور و تکبر ایسے زہریلے جراثیم سرایت کرنے لگے۔ تو نخوت و تکبر نے انکے جاہ و حشمت کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا شروع کیا۔ شان ملوکیت کم ہونے لگی۔ پہلے سا اثر و اقتدار جاتا رہا۔ قرونِ اولیٰ سا رعب و دبدبہ مفقود ہوگیا غرضکہ جاہ و جلال کے نشے میں مخمور سروں کی سرفرازی بام فلک سے لوح زمین پر آگری۔ اور مسلمانوں کی دنیا کے اطراف اکناف میں پھیلی ہوئی وسیع سلطنت جس سے روما کی طاقتور حکومت بھی کانپتی تھی۔ آہستہ آہستہ صفحہ دہر سے مٹنے لگی۔

اسلامی تاریخ کو بنظر عمیق مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اسلامی سلطنتوں کے زوال کا باعث سب سے بڑی دو وجوہات تھیں۔ **اوّل** مسلمانوں کی اسلامی تعلیمات اور احکامات سے روگردانی اور **دوسرے** نفاق و افتراق کی بڑھتی ہوئی خلیج۔

لیکن پھر بھی آنحضرت صلعم (اللہ تعالیٰ کے اکرامات و انعامات کی آپ پر بارش ہو) کا عالمگیر اخوتِ اسلامی کا اصول تمام دنیا کے مسلمانوں کو الفت و محبت کے ایک مضبوط رشتہ میں منسلک کئے ہوئے ہے۔

آنحضرت صلعم نے سلطنت کا نظام صرف جمہوریت کے اصولوں پر قائم کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات کے سوا کسی کو بزرگ و برتر نہ ماننا خلیفہ اللہ تعالیٰ کا ادنیٰ خادم ہے۔"
رسول کریمؐ کی وفات کے بعد و صدیاں تک آپ کی تعلیمات نمایاں طور پر مسلمانوں پر اثر انداز رہیں اور وہ آپ کے ہر حکم کی بجا آوری دل و جان سے کرتے رہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ اسلامی سلطنتوں کی طرف غیر اقوام کو آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔
لیکن بعد ازاں مسلمان آہستہ آہستہ آپ کی تعلیمات کو چھوڑ کر عیش و عشرت میں محو ہو گئے۔ دنیا کو دین پر مقدم کرنے لگے۔ خدائی احکامات کی انہیں پرواہ نہ رہی۔ باہمی نفاق و افتراق بڑھتا گیا۔ قبائلی اور خاندانی بغض و عناد پھر بھڑک اٹھا۔ آپس میں جنگ و جدل کا ہنگامہ پھر برپا ہو گیا جس نے اسلامی سلطنتوں کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا۔ اغیار نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھانے کی ٹھانی اور ایسی کاری ضرب لگائی کہ اسلامی سلطنت کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا۔
ایک غیر مفتوح طاقتور اور وسیع اسلامی سلطنت کا انجام اس کے اپنے ہی ارکین کے ہاتھوں اس قدر افسوسناک ہوا کہ تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔
تاریخ شاہد ہے کہ پرستارانِ توحید نے اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰؐ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر کسقدر سرفرازی حاصل کی۔ اگر آج بھی مسلمان آپ کے اسوہ حسنہ کو اپنا شعارِ زندگی بنائیں۔ خلفائے راشدین کے نقشِ قدم پر چلیں تو وہ دن دور نہیں کہ کھویا ہوا اقتدار گئی ہوئی سلطنت۔ ضائع شدہ وقار اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں سی شان و شوکت پھر حاصل ہو جائے۔ وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطٰنا نصیرا ۱۷-۸۰
اور کہو اے میرے رب مجھے سچائی کے اندر داخل کیجیو اور سچائی کا نکلنا نکالیو اور میرے لیے اپنی جناب سے غلبہ دینے والا انجام مقرر فرما دیجیو۔
اگر یہی دعا ہم اپنی پنجوقتہ نمازوں میں نہایت ہی عجز و انکسار کے ساتھ اپنے خالق حقیقی سے مانگیں تو اللہ جل شانہٗ ضرور ہمارا حامی و ناصر ہو۔ ہماری دعاؤں کو قبول کرے۔ اور ہمیں وہی پہلے سا اثر و اقتدار۔ شان و شوکت، جاہ و جلال اور عزت و عظمت عطا کر دے اور ہم پھر فخرِ اسلام اور فخرِ اسلاف کہلانے لگیں۔

اسلام ہی یقیناً اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ مذہب ہے

ٹیپو سلطان شہید کا کتب خانہ

(عہد حکومت از ۱۷۸۲ء تا ۱۷۹۹ء)

سلطان فتح علی خاں المعروف بسلطان ٹیپو شہید والئ دولت خداداد میسور علم و فن کا بڑا قدردان تھا۔ اور اکثر درباری علماء نے اس کے ایماء سے بہت سی کتابیں تصنیف کی تھیں۔ جب سلطان شہید ہو گیا۔ اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج نے ۱۷۹۹ء میں سرنگا پٹم کو فتح کر لیا۔ تو کمپنی کے عمال نے اس کے کتب خانہ کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ اور کچھ کتابیں ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کو اور کچھ آکسفورڈ اور کیمبرج کے دارالعلوم کو تحفتاً بھیج دیں۔ باقی کتابیں سب کمپنی مذکور کو دیدیں چنانچہ وہ کتابیں مارکوئیس آف ویلزلی (گورنر جنرل) کے حکم سے فورٹ ولیم کالج کے کتب خانہ میں داخل کر دی گئیں۔ جو ۱۸۰۰ء میں اس لئے قائم کیا گیا تھا۔ کہ کمپنی کے یورپین افسر مشرقی زبانیں سیکھ سکیں۔ سٹیوارٹ نے اس نادر کتب خانہ کی مفصل فہرست مرتب کی۔ جو ۱۸۰۹ء میں بمقام کیمبرج طبع ہوئی تھی۔ اس فہرست کے دیباچہ میں وہ لکھتا ہے "ٹیپو کے کتب خانہ میں تقریباً دو ہزار مخطوطات تھے عربی، فارسی اور ہندی زبانوں میں جو اسلامی ادبیات کے تمام شعبوں پر حاوی تھے" نیز دوسری جگہ لکھتا ہے کہ ٹیپو کو الٰہیات اور تصوف سے بہت دلچسپی تھی۔ لیکن اس کو مصنف بننے کا بہت

حاشیہ۔ ٹیپو سلطان کی ماں کا نام فاطمہ تھا۔ میر معین الدین، قلعہ کڈاپا کے گورنر کی بیٹی تھی جب وہ حاملہ ہوئی تو اپنے خاوند حیدر علی کے ساتھ ایک درویش ٹیپو مستان شاہ کی خدمت میں برکت حاصل کرنے کی غرض سے گئی کہ وضع حمل میں آسانی ہو۔ درویش نے کہا۔ تمہارے لڑکا پیدا ہو گا چنانچہ اس کی پیشگوئی سچی نکلی اور والدین نے بچہ کا نام درویش کے نام پر ٹیپو رکھا لیکن اصلی نام فتح علیخاں تھا۔ جو ٹیپو کے دادا کا نام تھا۔ ٹیپو سلطان ۲۰ ذی الحجہ ۱۱۶۳ھ مطابق ۸ نومبر ۱۷۵۰ء جمعہ کے دن پیدا ہوا تھا۔ لیکن سٹوارٹ نے اپنی فہرست میں اس کا سال ولادت ۱۷۴۹ء لکھا ہے ہیگ نے دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد ۴ صفحہ ۸۴۲ پر سال ولادت ۱۷۵۳ء دیا ہے (باقی برصفحہ ۱۹۲)

شوق تھا۔ اور اگرچہ ہمیں اس کی کوئی خاص تصنیف دستیاب نہیں ہو سکی۔ تاہم یقینی طور پر معلوم ہے کہ کم و بیش پینتالیس کتابیں جو مختلف علوم و فنون پر حاوی ہیں۔ اس کی زیر نگرانی و زیر تربیت لکھی گئی تھیں۔ یا دوسری زبانوں سے فارسی میں ان کا ترجمہ کیا گیا تھا۔

جب ۱۸۳۰ء میں فورٹ ولیم کالج بند کر دیا گیا۔ تو وہ مخطوطات ہندوستان اور انگلستان کے مختلف کتب خانوں میں منتقل کر دیئے گئے۔ میں پہلے ان مسودوں کا مختصر حال لکھونگا۔ جو سلطان کے حکم سے اس کی زیر نگرانی لکھے گئے۔ اور اس وقت رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے کتبخانہ میں محفوظ ہیں اس کے بعد ان مسودات کا حال بیان کرونگا۔ جو انڈیا آفس کے کتبخانہ میں محفوظ ہیں۔ اور یہ تمام تفصیلات میں نے ڈاکٹر ہرمن ایتھے کی مرتب کردہ فہرست مخطوطات فارسی مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۰۳ء سے اخذ کی ہیں۔ لیکن اس سے پہلے میں دو باتوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں (۱) مخطوطات کی جلد بندی (۲) ان کتابوں کا سنہ تصنیف جو سلطان کے لئے لکھی گئیں۔

(۱) کتابوں کے نام اور دوسری تصریحات مجلدات پر منقوش ہیں۔ سٹوارٹ لکھتا ہے کہ تمام وہ کتابیں جن کی جلد بندی سرنگاپٹم میں کی گئی۔ ان پر اسمائے پنجتن، وسط میں اور چاروں کونوں پر اسمائے خلفائے راشدین اور "سرکار خداداد" سر نامہ پر ثبت ہیں اور نیچے "اللہ کافی" لکھا ہوا ہے اور بعض پر سلطان کی ذاتی مہر بھی لگی ہوئی ہے۔ جلد بندی کی مزید تفصیل انڈیا آفس کی فہرست ۲۸۰۱ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اس نمبر کے تحت جس مسودہ کا ذکر ہے۔ اس کی جلد ہنوز وہی ہے۔ جو سلطان کے عہد میں بنی تھی۔

(۲) سنہ تصنیف، سنہ مولودی کے مطابق دیا گیا ہے اور اس کی وضاحت کیلئے ضمیمہ الف ملاحظہ کریں۔ فی الجملہ حسب ذیل مخطوطات ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے قبضہ میں موجود ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صــــ) جو بالکل غلط ہے۔

ٹیپو کا سال وفات اس شعر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جو کسی شاعر نے اس کی وفات پر لکھا تھا۔

چو آں مرد میدان نہاں شد ز دنیا　　　خرد گفت تاریخ "شمشیر گم شد"

(۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۹ء)

علوم و فنون قرآنیہ

(۱) نسخہ جواہر القرآن۔ یہ جملہ رکوعات قرآنی کی مکمل انڈکس ہے (ہر رکوع میں تقریباً دس یا اس سے کچھ کم آیات ہوتی ہیں۔ اور قرآن کے حاشیہ پر ع رکوع کا ختم ظاہر کرتا ہے اور رکوع کا نمبر اس حرف کے اوپر لکھا ہوتا ہے) جو قرآن میں موجود ہیں۔ اور یہ ۲۵ ابواب میں بلحاظ حروف تہجی مرتب شدہ ہیں۔ ان الفاظ کے پہلے دو حرفوں کے مطابق جن پر رکوع ختم ہوتا ہے۔ اس کتاب کو غلام احمد نے (مصنف نساء المجاہدین و خلاصہ سلطان) ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۴ء میں ٹیپو سلطان کی خواہش پر مرتب کیا تھا۔ اور اس کتاب کے لکھنے میں سید علی قاضی افواج سلطانی نے بھی حصہ لیا تھا۔ در اصل یہ کتاب مضامین قرآن کی ایک مکمل فہرست ہے جس کی مدد سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں آیت قرآن میں کس جگہ ہے۔ غالباً اس بات کا تذکرہ اس جگہ خلاف محل نہ ہوگا کہ اسی قسم کی ایک کتاب موسومہ نجوم القرآن مصطفیٰ بن محمد سعید نے مرتب کر کے عالمگیر کی خدمت میں ۱۱۰۳ھ/۱۶۹۱ء میں پیش کی تھی۔ تمام پارسا اور دیندار مسلمان بادشاہ تلاوت قرآن کا خاص خیال رکھتے تھے۔ نسخہ زیر نظر میں دیباچہ اور ٹیپو سلطان کی شان میں ایک طویل قصیدے کے بعد ایک مقدمہ بھی شامل ہے جس میں تین ابواب ہیں۔ اور ان میں مختلف مباحث قرآنی پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب جزو ۱۶ الف سے شروع ہو کر جزو ۱۵۳ الف پر ختم ہوتی ہے۔ خاتمۃ الکتاب سے ظاہر ہے کہ اس کی کتابت سید علی نے ۱۲۲۳ سنہ مولودی میں کی تھی۔ ڈاکٹر ایتھے نے انڈیا آفس کی فہرست مخطوطات فارسی میں لکھا ہے کہ مولودی سنہ سے سنہ بعثت نبوی مراد ہے۔ اس بنا پر اس کی کتابت ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۶ء میں ہوئی۔ اس ضمن میں ضمیمہ الف بھی ملاحظہ طلب ہے۔

اس کتاب کے دوسرے نسخوں کے لئے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی فہرست کتب مطبوعہ ۱۹۲۴ء ملاحظہ طلب ہے۔ نمبر ۹۷۹ و صفحہ ۹۱۰ سطر ۲۷۵۔ نیز انڈیا آفس کی فہرست کتاب نمبر ۲۷۰۹ صفحہ ۱۲۷۲۔ اسٹوارٹ نے اس کتاب کا ذکر صفحہ ۳۲ سطر ۱۲۳ پر کیا ہے اور جو نسخہ سوسائٹی کے قبضہ میں ہے یعنی ۹۷۹، وہ بجز و نستعلیق لکھا ہوا ہے۔

(۲) رکوعات قرآن۔ اس میں رکوعات قرآنی کی مختصر انڈکس ہے اور یہ کتاب بھی ٹیپو سلطان کے حکم سے لکھی گئی تھی۔ جس میں نجوم القرآن کے رکوعات کو منتخب کر کے ایک کتاب کی شکل میں مرتب

کیا گیا ہے۔ تاکہ حوالجات تلاش کرنے میں آسانی ہو۔ مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ اس میں کل ۵۷۴ رکوعات ہیں۔ ہر جزو پر بسم اللہ کے نیچے سلطان کی مہر ثبت ہے اور کتاب کے کل اجزا ۲۹ ہیں۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی فہرست کتب میں اس کا ۹۸۱/۹۸۲ ہے۔ دوسرے نسخہ کیلئے اسٹے کی فہرست کتب انڈیا آفس ع ۲۷۱۰ جو نسخہ سوسائٹی کے قبضہ میں ہے۔ وہ مرزا محمد ناصر احمد نے ۱۲۲۳ھ مولودی میں بحروف نستعلیق لکھا تھا۔

(۳) قرأۃ محمدیہ۔ یہ کتاب فارسی زبان میں کتاب اللہ کی سات مستند طرز قرأۃ پر لکھی گئی ہے جس میں عمر ابن حفص (المتوفی سنہ ۲۴۲ھ/۸۵۴ء ملاحظہ ہو، غایۃ النہایہ مؤلفہ الجزری جلد اول ص ۵۹۱) کی آراء کو خاص طور سے مدنظر رکھا گیا ہے۔ یہ کتاب بھی ٹیپو سلطان کی فرمائش پر لکھی گئی تھی۔ اور دربار کے چار قابل علماء سید علی حسینی، عبدالرحمن صدیقی، شیخ احمد اور عبدالحکیم نے اس کتاب کو ۱۲۲۲/۱۲۰۹ھ مولودی میں تصنیف کیا تھا۔ کل ۱۴۱ ابواب ہیں۔ جن کی تفصیل اسٹے کی فہرست میں مندرج ہے۔ ع ۲۷۰۸ عدد ۱۲۷۱ اس کتاب کا دوسرا نام قوانین حفصیہ بھی ہے۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو بنگال سوسائٹی کی فہرست ع ۹۸۳ نیز انڈیا آفس کی فہرست مرتبہ اسٹے ع ۲۷۰۸ اس نسخہ میں ۷۸ اجزاء ہیں۔ اور کاتب کا نام سید حسین ہے۔ جس نے سنہ ۱۲۲۲ھ مولودی میں اس کتاب کو بخط نستعلیق لکھا تھا۔

(۴) اجزاء ۱۰۲ ب تا ۱۱۰۔ فہرست اجزاء ہائے کتاب اللہ۔ اس نسخہ میں صرف ۳۰ پاروں کے نام سلطان کی فرمائش پر لکھے گئے تھے۔

(۵) اجزاء ۱۱۱ ب تا ۱۲۰۔ الف اس رسالہ میں ۳۰ پاروں کی آیات کی مکمل تعداد مندرج ہے یہ رسالہ بھی سلطان مرحوم کی فرمائش پر لکھا گیا تھا۔ اور اس کے آخر میں یہ لکھا ہوا ہے کہ قرآن مجید میں کل ۳۰ پارے ہیں۔ ۱۱۴ سورتیں ہیں اور ۶۲۳۸ آیات ہیں۔

(۶) فہرست سورہ ہائے کتاب اللہ۔ یہ ایک رسالہ ہے جس میں قرآن کی جملہ سورتوں کے ناموں کی تفصیل مع اس تصریح کے دی گئی ہے کہ فلاں سورت مکی ہے یا مدنی۔ اور ہر سورت میں کس قدر آیات ہیں کس قدر الفاظ ہیں اور کس قدر حروف ہیں۔ یہ کتاب بھی سلطان کی فرمائش پر لکھی گئی تھی اور ۶۰ اجزاء پر مشتمل ہے۔ طرز خط قدرے شکستہ ہے۔

(باقی آئندہ)

تثلیث سے توحید کی طرف

(از عبدالرزاق سلیاہ)

(۳)

اب مجھے کیتھولک مذہب کے عابدوں کے عام طریقۂ عبادت کو بیان کرنا ہے جبکہ وہ کلیساؤں میں اپنے معبود کی عبادت کیلئے آتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ کیتھولک کلیساؤں میں خدا کی عبادت کا تصور بھی ایک موہوم سی چیز ہے۔

میں جانتا ہوں کہ اکثر حضرات میری اس رائے سے متفق نہیں ہونگے لیکن جب انہیں گرجاؤں کے اندر بزم رقص وسرود کی اصلیت اور اس رنگین فضا کی حقیقت معلوم ہوگی۔ تو انہیں میری صداقت کے قبول کرنے میں عذر نہ ہوگا۔

کلیساؤں میں مرد و زن کا آزادانہ میل جول، بے تکلفی، آزادروی۔ باہم اختلاط اور حسب خواہش سنگیوں کا انتخاب یقیناً برے نتائج پیدا کئے بغیر نہیں رہ سکتا کیتھولک.. عبادتگاہوں میں عبادت کے دوران میں اگر دیکھا جائے۔ تو ایک طرف پورا خاندان بیٹھا نظر آئے گا۔ تو دوسری طرف ایک نہایت ہی حسین و جمیل جوڑا محو گفتگو — اور تیسری جانب محب و محبوب عشق و محبت کے نشے میں مخمور باہم راز و نیاز میں مصروف —

ان کے علاوہ بہت سے وہاں ایسے بھی دکھائی دیں گے۔ جو محبت کے نامراد ہاتھوں کے ستائے ہوئے مایوس و نا امید آتش عشق اور جذبات الفت و محبت کو صرف دیدہ بازی سے تسکین دینے کیلئے وہاں چلے آتے ہیں۔

اٹھتی جوانی کے نشے میں مخمور مدہوش نوجوان اتوار کے مخصوص لباسوں میں ملبوس، شوخ و شنگ اور طرحدار لڑکیاں زرنگار و زرتار فراک زیب تن کئے جاذب نظر بنی، عطر و عنبر میں بسی ہوئی مہک بکھیرتی نسیم صبح کی طرح کلیساؤں کی طرف بڑھتی ہیں۔ ان کے عنبریں لباسوں اور مشکیں گیسوؤں سے بوئے بانفزا اڑ اڑ کر راہ گیروں کو متوجہ کرتی ہے۔ نظریں اٹھتی ہیں۔ دو چار

ہو کر رہ جاتی ہیں۔ وہ اپنے جسم کے ان حصوں کی نمائش کرتے بھی حیا نہیں کرتیں۔ جن کا مذہبی رسوم کی ادائیگی کے وقت چھپائے رکھنا نہایت ہی ضروری ہے۔

ان حالات میں وہ عبادت کی طرف مشغول ہوتی ہیں۔

ہر صاحب فہم و فراست۔ اور دیدہ بینا انسان دیکھ سکتا ہے کہ دوران عبادت میں ہی بعض نگاہیں اٹھتی ہیں۔ ایک دوسرے سے دوچار ہوتی ہیں۔ رمز و کنایہ کے تیر چلتے ہیں۔ اور دلوں میں پیوست ہو کر رہ جاتے ہیں۔ نظریں کبھی اٹھتی ہیں اور کبھی جھکتی۔ نگاہوں کے حلقے برابر قائم رہتے ہیں اور اکثر گفتگو کی آہٹ یا کسی اور طریقہ سے خاموش پیغامات کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر جب یہ مقدس مجمع سر جھکائے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہمہ تن مصروف ہوتا ہے۔ اس وقت بھی بعض بیقرار و مضطر نوجوان موقع پا کر نظروں ہی نظروں سے کسی حسین و دلکش اور جاذب نظر چہرہ سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان کی یہی حرکات اکثر اوقات کلیسا کی بدنامی کا باعث بنتی ہیں۔

یہ افشائے راز اور انکشاف رومن کیتھولک کے لئے یقیناً تلخ اور ناخوشگوار ہوگا لیکن صداقت آخر صداقت ہے۔ اور یہ ہمیشہ بدمزہ اور ناگوار معلوم ہوتی ہے۔

کیتھولک مذہب کے معتقدین اس حقیقت سے انکار کریں۔ لیکن حقیقت چھپائے نہیں چھپا کرتی۔ عدل و انصاف کی میزانِ حق و باطل میں خود فیصلہ کر دے گی۔

ایسے اجتماع میں بیٹھا ہوا انسان کبھی خدا اور اس کی عبادت کے تصور کو بھی دل میں نہیں لا سکتا میرے لئے تو ایسا کرنا یقیناً ناممکن ہے۔ رومن کیتھولک کا اس طریق سے عبادت کیلئے ایک مرکز پر جمع ہونا درحقیقت خدا کی عبادت کیلئے بہت بڑی روک کا موجب ہے۔ ایسے اجتماع تو اکثر اوقات سینماؤں اور تھیٹروں میں ہوتے ہیں۔

ان حالات میں کسی سے یہ کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ حقیقی معنوں میں عبادت گذار بن سکے؟

اس کے علاوہ ایک اور چیز بھی قابل ذکر ہے کہ پادری تو لاطینی زبان میں عبادت ادا کرے اور دیگر لوگ دوسری زبانوں میں۔

عبادت کے ان طریقوں سے یگانگت یکجہتی۔ انس اور محبت کا احساس ہرگز ایک دوسرے

کے دل میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس سے تو مذہبی عبادت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ مذہبی اجتماعوں کا مقصد تو عوام میں مہر و محبت اور یکجہتی پیدا کرنا ہے لیکن کیتھولک کے ہاں اس چیز کا فقدان ہے۔ وہ دوران عبادت میں گو ہم ایک ہی مطلب اور مفہوم کے الفاظ زبان سے نکال رہے ہوتے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک شخص اپنی علیحدہ علیحدہ عبادت میں مشغول ہے۔ عبادت کے وقت اگر کوئی نوجوان لڑکا کسی حسین و جمیل لڑکی کے قریب بیٹھا ہو۔ تو یہ تسلیم کرنا صریحاً مکر و فریب اور ریاکاری پر مبنی ہوگا۔ اس کی توجہ بجائے اس لڑکی کی طرف راغب ہونے کے عبادت میں لگی ہوئی ہے۔

فرض کیا جائے کہ آپ کسی قابل ذکر شخصیت کے پاس بیٹھے ہیں۔ تو آپ محسوس کریں گے۔ کہ کلیسا میں بیٹھے ہوئے تمام آدمیوں کی نگاہیں آپ اور اس قابل ذکر شخصیت پر بار بار پڑتی ہیں۔ اور یہ باتیں اکثر اوقات بڑے بڑے جلسوں، کلیساؤں کے مقدس اجتماعوں میں دیکھنے میں آتی ہیں کلیسا میں عبادت کے وقت اگر آپ ایسے وقت پہنچے - کہ اچھی جگہ ملنا دشوار ہے۔ اور آپ اپنے سے کمتر حیثیت والے مفلس و نادار آدمی کے پاس بیٹھنے پر مجبور ہو گئے۔ تو آپ جتنا عرصہ وہاں بیٹھے رہیں گے۔ آپ کے خیالات پریشان اور آپ کی توجہ عبادت کی طرف نہیں ہوگی بلکہ آپ کا دل وہاں سے جلد رخصت ہونے کو چاہیگا۔

اتوار کے روز لڑکیوں کی جاذبیت۔ رعنائی۔ شوخی اور آناورد کے متعلق متعدد کتب لکھی جا سکتی ہیں۔ لیکن ہمارا مطلب کسی کو ذلیل و رسوا کرنا نہیں۔ بلکہ ان حقائق اور مشاہدات کو بیان کرنا ہے۔ جن کا ہمیں اکثر تجربہ ہوتا رہا ہے۔

گرجوں کے گھنٹوں کی جھنجھناہٹ اور شور و ہنگامہ کے درمیان نہایت ہی شان و شوکت سے مذہبی عبادت کا ادا کرنا کسی حقیقی عابد اور خدا رسیدہ انسان کیلئے عبادت کا صحیح مقصد پورا نہیں کر سکتا۔ یہ تو بچوں کا کھیل ہے اور بچوں کو ہی اس سے مسرت و شادمانی اور تسکین قلب ہو سکتی ہے خدا رسیدہ انسان کی عبادت کا تخیل تو اس سے بہت بلند ہے۔ وہ شور و ہنگامہ پسند نہیں کرتا۔ اسے دنیادی جاہ و جلال کی پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ تو کنج تنہائی میں بیٹھ کر اپنے مولا سے لو لگانا چاہتا ہے۔ اس کی نظروں میں مٹی کے بت اور لکڑی کے اصنام کچھ حقیقت نہیں رکھتے اور نہ ہی

ایسی چیزیں اس کی عبادت کے مقصد کو پورا کرسکتی ہیں۔

عبادت کے طریق خواہ کتنے ہی مختلف ہوں لیکن عبادت گزار کے دل و دماغ میں خدا تعالیٰ کی ہستی کا تخیل ضرور قائم ہونا چاہیئے اور دوران عبادت میں عبادت گذار اس کی شان کبریائی کو محسوس کرے اور اس کے دل میں یہ احساس بھی ہو کہ وہ قادر مطلق پروردگار کے روبرو کھڑا ہے۔

انسان جانتا ہے کہ ہستی باری تعالیٰ کا وجود اس کی نظروں سے اوجھل ہے۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ صرف ذہنی فہم و ادراک سے اس کے وجود کی بناوٹ کا تخیل قائم کر لیا جائے۔ اور اسے خوبصورت تصاویر یا لکڑی کے اصنام اور مزین و مرصع قربانگاہوں کی صورت سے کر دل کو مطمئن کر لے۔ اس کا وجود تو ہر ایک چیز کی شکل وصورت سے بالاتر ہے۔ اسے اگر کسی نے دیکھا تو مجسم نور کی صورت دیکھا۔ اور مجسم نور کا تخیل انسانی دماغ قائم نہیں کر سکتا۔ اور نہ اسے کسی شکل و صورت کی مثال دیکر پیش کر سکتا ہے۔

دنیا کی نظروں سے اوجھل ستاروں اور سیاروں کو بذریعہ دوربین تلاش کر لینا اور اسے ہستی باری تعالیٰ کے وجود پر استدلال کرنا نہایت ہی بیہودگی اور کم ظرفی ہے۔ ستاروں اور سیاروں کا وجود تو دنیا میں مادی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے وجود کو جسے آج تک کسی نے مادی شکل میں نہیں دیکھا۔ تصاویر اور اصنام کی شکل میں پیش کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ عبادت کا مقصد رب عزوجل کی ہستی۔ اس کی صفات عنایات، بخشش، قدرت کا پہچاننا ہے۔ جو کھڑکیوں کے رنگ برنگ کے شیشوں، خوبصورت رنگیں اور ملائم صوفوں اور انواع اقسام کے اصنام سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے اور طریقے ہیں۔

کیتھولک طریقہ عبادت میں یکجہتی اور اتفاق کا فقدان ہی ان تمام خرابیوں کا باعث بن رہا ہے۔ اگر آپ کو کبھی اس مقدس اجتماع کو مصروف عبادت دیکھنے کا موقع نصیب ہو۔ تو آپ دیکھیں گے کہ ایک ہی کلیسا میں ایک ہی قسم کی عبادت ادا کرنے والے کتنے مختلف طریقے استعمال کر رہے ہوں گے۔ بعض لوگوں کو آپ گھٹنے ٹیک کر سر جھکائے مصروف عبادت پائینگے بعض صوفہ کی سیٹ پر ہی سر اور پیشانی کو جھکا لینے پر اکتفا کریں گے۔ اور بعض ایک ٹانگ پر سرنگوں کھڑے محو عبادت نظر آئیں گے۔ اور بعض کیلئے صوفہ پر نہایت ہی آرام سے میٹھے عبادت گزار ان

کی حرکات کو دیکھنا ہی کتنی ہو گا۔

غرض رومن کیتھولک کے ہاں عبادت کے پچاس مختلف طریقے ہیں۔ نصرہ مختصر مقدس دمتبرک مقامات کیلئے جس تقدس و احترام کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا کلیساؤں میں نام ولشان بھی نظر نہیں آتا امراء اور صاحب ثروت لوگ غربا اور مساکین سے میل جول رکھنا کسرشان سمجھتے ہیں۔ اور کبھی کبھار اگر ان کے پاس کچھ وقت کیلئے بحالت مجبوری بیٹھنا پڑے بھی تو یہ ان کیلئے گراں ہوتا ہے گرجاؤں میں اگر امراء اور صاحب جاہ وحشم صوفوں کے نہایت ہی نرم و نازک گدیلوں پر بیٹھتے ہیں تو مفلس و نادار صرف خالی فرش پر ہی گھٹنے جھکا کر بیٹھ جانے کو غنیمت جانتے ہیں۔ فرش کی ریت بار بار ننگے گھٹنوں کو چبھتی ہو غربا ہجوم میں سے اکثر کے گھٹنے چھل جاتے ہیں۔ لیکن وہ اُف نہیں کرتے۔

عبادت کے ایسے طریقے لوگوں میں ذلت و رسوائی کی روح پیدا کرنے کے اور کچھ نہیں کر سکتے۔

عبادت کے اوقات میں ایک روحانی طبیعت کے آدمی اور بنیادی آدمی میں جو صرف صوفہ کے بازوؤں پر ہی سر جھکائے بیٹھا ہو نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ اس طرح مقدس رسوم کے وقت ایک ٹانگ پر کھڑے اور ریت کے فرش پر بیٹھے ہوئے آدمی میں بھی بہت فرق ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو ذلت و رسوائی کا بہت کم احساس ہے۔ اور وہ حقیقی عبادت اور دعا کے مفہوم کو کماحقہ نہیں سمجھتے

اب میں اس مضمون کو یہیں چھوڑ کر آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ توحید کے علمبردار مذہب اسلام نے مجھے کس طرح عبادت کا طریقہ سکھایا۔

نماز یا اسلامی عبادت سنجی دت وعبادت بھی نسل انسانی کے ساتھ ابتدائے آفرینش سے چلی آئی ہے لیکن اسلام نے اسے نئے انداز اور نئے طریقہ، نئے معانی اور نئے مطالب کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔

اسلامی عبادت کا مقصد رب عزوجل کی عظمت کو بار بار بیان کرنا نہیں۔ وہ ذات والاصفات تو ایسی حمد وستائش سے بالاتر ہے۔ اسے ایسی تعریف وتوصیف اور شان وشوکت کی ضرورت نہیں۔ وہ برتر و اعلیٰ ہے اور انسان کی تعریف کا محتاج نہیں۔

قرآن کریم عبادت کا صحیح مفہوم ہمیں یوں بتاتا ہے۔

"اسلامی تخیل عبادت کے مطابق خالق حقیقی کی عبادت سے ہم اپنے نفوس کی ایک بہترین خدمت

سرانجام دیتے ہیں۔ پروردگار عالم اور مالک دوسرا کی تعظیم و تکریم اور عبادت ہمیں دنیا میں صحیح تعظیم و تکریم اور مہر و محبت کا طریقہ سمجھاتی ہے ۔ الفت و یگانگت کا سبق سکھاتی ہے اور اتفاق کا راستہ دکھاتی ہے

اسلام میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش انسان کو مہذب و شائستہ بناتی ہے۔

الحاج خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بانی اور امام مسجد و کنگ انگلستان نے مختصر لیکن نہایت عمدہ ہی احسن طریقہ سے عبادت کے اصل مفہوم کو واضح کیا ہے اور میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہی عبادت کا طریقہ مجھ پر اثر انداز ہوا۔ اور میں حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

فرزندان توحید کیلئے تمام کرۂ ارض ہی مسجد ہے اور وہ جہاں اور جس جگہ چاہیں اپنی عبادت یا نماز ادا کر سکتے ہیں۔ ان کیلئے کہیں بھی ایسے احکامات نہیں کہ وہ نماز کو ضرور مساجد کی عمارتوں میں ہی ادا کریں اگر حالات مجبور کریں تو مسلمان اپنی نماز کیتھولک گرجاؤں، ہندوؤں کے مندروں اور بدھ مذہب کے معابد میں بھی ادا کر سکتے ہیں۔

اور اگر حالات مقتضی ہوں تو درختوں پر بیٹھے بیٹھے بھی انہیں نماز ادا کرنے سے منع نہیں کیا گیا۔ اور یہ سب سے بڑی فضیلت ہے جو اسلام کو دیگر مذاہب پر حاصل ہے۔ نماز ادا کرنے سے قبل مسلمان وضو کر کے اپنے کو تمام قسم کی گندگیوں، نجاستوں اور ناپاکیوں سے پاک کر لیتے ہیں۔ انہیں نماز کیلئے بیہودہ اور فضول تکلفات کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ نماز کیلئے صاف اور پاکیزہ جگہ اور ایک مصلیٰ کی ضرورت ہوتی ہے نماز ادا کرنے سے پیشتر ہر ایک مسلمان یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ کس کے حضور کھڑا ہے اور کیا کرنے والا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کی عبادت صرف الفاظ کی رٹ نہیں۔ بلکہ ایک نہایت ہی اہم چیز ہے اسی لئے وہ اپنے کو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر کرنے کیلئے صحیح طور پر تیار کرتا ہے۔

ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نماز پڑھنے کیلئے تیار ہوتے۔ تو اکثر فرمایا کرتے کہ ہم نے اپنے ذمہ ایسا کام لیا ہے۔ جسے ادا کرنے کی ذمہ داری سے زمین و آسمان نے بھی انکار کر دیا تھا۔

وہ آج بار امانت اٹھا لیا ہم نے
کہ آسمان و زمیں بھی جسے اٹھا نہ سکے

اسلامی عبادت کا تخیل انسان کو اپنے فعل کے حسن و قبح اور ہستی باری تعالیٰ کی موجودگی سے

آگاہ کرتا ہے۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ لعنت ہے ان پر جو نماز ادا نہیں کرتے اور اپنے خالق حقیقی کو بھولے ہوئے ہیں۔ اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مزید فرماتا ہے کہ تم اس طرح عبادت کرو کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ گو تم اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور دیکھتا ہے "

ایک حقیقی مسلمان کیلئے یہ احکامات کوئی معمولی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ یقیناً حق و صداقت کے حامل ہیں۔

مکتوبات

گلاسکو۔ ۲۳ر نومبر ۱۹۴۰ء

جناب من! میں آپ کے خط مورخہ ۱۰ر اکتوبر کے لئے آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور مجھے اس امر سے بیحد مسرت حاصل ہوئی۔ کہ آپ نے مجھے اسلامی برادری کا باقاعدہ رکن تسلیم کر لیا ہے۔ میں نماز کی کتاب کا ہنوز منتظر ہوں۔ لیکن آپ کے وعدہ کے باوجود ابھی تک نہیں پہنچی۔ چونکہ میں اب وہاں نہیں ہوں۔ اس لئے ممکن ہے کہ میرے نام کا پارسل ڈاک خانہ میں محفوظ ہو۔ پس آپ مجھے مطلع کریں کہ آپ نے وہ پارسل کس تاریخ کو روانہ کیا۔ اور اس میں کیا کیا اشیاء تھیں۔ تاکہ میں ڈاک خانہ کو لکھوں۔ شاید مجھے پارسل مل جائے۔ میرا نیا پتہ یہ ہے۔ . . . . .

میں نے اپنے قبول اسلام پر ایک چھوٹا سا مضمون بھی قلمبند کیا ہے۔ اور آپ کی فرمائش پر اپنا فوٹو بھی بھیج رہا ہوں۔

میرے والدین منکر خدا ہیں۔ اس لئے انہوں نے مجھے کسی قسم کی مذہبی تعلیم نہیں دی۔ لیکن میرا دل دس سال کی عمر ہی سے خدا پرستی کی طرف مائل رہا ہے۔ اسی لئے میں ہمیشہ اس تلاش میں رہا۔ کہ کسی سے حقیقی مذہب کے متعلق کچھ معلومات حاصل کروں۔ بہر حال میں نے سب سے پہلے رومن کیتھولک مذہب کا مطالعہ کیا۔ کیونکہ میں اسی ماحول میں رہتا تھا۔ اس مذہب میں جو بات مجھے سب سے زیادہ عجیب معلوم ہوئی۔ وہ یہ تھی کہ رومن کیتھولک گرجوں میں ہر نماز اور ہر عبادت میں یسوع مسیح کا نام لیا جاتا ہے۔ خدا کا کوئی تذکرہ نہیں ہوتا چنانچہ میری

رائے ناقص میں یہ بات بالکل غیر معقول نظر آئی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ بے نظیر اور بے ہمتا ہے۔ اور میں نے ہمیشہ اس کا تصور اسی لحاظ سے کیا جس لحاظ سے کہ عیسائی لوگ اسے خدا باپ کہتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ رومن کیتھولک لوگ یسوع مسیح سے بھی اس قدر دعائیں نہیں کرتے۔ جس قدر کہ اولیاء اور شہداء سے کرتے ہیں۔ اور انہی کے نام پر گرجوں میں مومی شمع روشن کرتے ہیں اور پھول چڑھاتے ہیں۔ ان کے مجسموں کا جلوس نکالتے ہیں۔ اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان میں اعجازی قوتیں پائی جاتی ہیں۔ مجھے اس مذہب اور بت پرستی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ اس لئے پادریوں سے میری عقیدت ختم ہو گئی۔ کہ وہ ادعائے توحید کے باوجود ان مشرکانہ رسوم کو روا رکھتے ہیں۔

اس کے بعد میں پراٹسٹنٹ فرقہ کی طرف متوجہ ہوا۔ جو اولیاء پرستی نہیں کرتے۔ اور اپنی عبادتوں میں خدا کا ذکر نسبتاً زیادہ کرتے ہیں۔ لیکن ان کی ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ یعنی عقیدۂ تثلیث جس کو میں انجیل کی ایک غلط، غیر معقول اور "حکمانہ" تاویل سمجھتا ہوں۔ مجھے اس حقیقت کا انکشاف اس وقت ہوا جبکہ میں "تاریخ کلیسا" کا مطالعہ کر رہا تھا۔ کیونکہ پہلی صدی عیسوی میں جس قدر مذاہب کلیسا کے اندر پیدا ہوئے۔ سب کے سب اسی عقیدہ کی مختلف تاویلات پر مبنی ہیں یعنی یسوع کس حد تک خدا ہے اور کس حد تک انسان؟ میرا جواب اس سوال کے متعلق یہ تھا۔ کہ یسوع خدا نہیں ہے۔ بلکہ انسان ہے۔ اور خدا نے اس کی معرفت بنی آدم کو اپنا پیغام دیا ہے۔ اگر آپ کسی ایسے شخص کو بائبل دیں۔ جس کو کلیسا کا کوئی علم نہیں۔ تو وہ یسوع اور دوسرے انبیاء میں کوئی امتیاز نہیں کریگا۔ الغرض میں اب ایسے مذہب کا پیرو تھا۔ جو بظاہر پراٹسٹنٹ فرقہ سے مشابہ تھا لیکن فرق یہ تھا کہ میں یسوع کو خدا نہیں سمجھتا تھا بلکہ اللہ کا رسول۔ اور مجھے یہ خیال بھی ہو گیا تھا کہ اگر ہم بائبل کے انبیاء کو تسلیم کر سکتے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے داعیان توحید مثلاً حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو خدا کا نبی تسلیم نہ کیا جائے۔ اس وقت میری عمر ۱۴-۱۵ سال کی ہوگی۔ جبکہ اتفاقاً چند پرانی کتابوں میں مجھے قرآن مجید کا ایک نسخہ مل گیا۔ اور مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی۔ کہ قرآنی تعلیمات میرے خیالات کے بالکل مطابق تھیں۔ چنانچہ مطالعہ قرآن کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا۔ کہ میں اسلام قبول کرونگا۔ کیونکہ اس کی تعلیمات عقل سلیم کے مطابق ہیں۔

اس کے بعد میں نے کیتھولک کلیسا کی طرف سے مرتبہ کتب در تردید اسلام مطالعہ کیں۔ لیکن مجھے صاف نظر آگیا۔ کہ جو دلائل اسلامی تعلیمات کی تردید کے لئے ان کتابوں میں پیش کئے گئے ہیں۔ وہ سراسر مہمل ہیں۔ اور کوئی سلیم الطبع انسان ان سے تسلی نہیں پاسکتا۔ اس کے بعد میں نے متی، مرقس اور لوقا کی انجیلوں کا مطالعہ کیا۔ اور مجھے ان میں کوئی بات ایسی نہ ملی۔ جو اسلامی تعلیمات کی تردید کرسکے۔ اس زمانہ سے میں اپنے آپ کو مسلمان یقین کرتا رہا ہوں۔ اور جس شخص سے میں نے اس مسئلہ پر گفتگو کی۔ میرا ایمان اسلام کی حقانیت پر زیادہ ہی ہوتا گیا۔ الحمد للہ۔

آپ کا مخلص

کمال اسے کو اسی۔ بورسکی

مورخہ ۲۰ رمئی ۱۹۴۱ء

ایڈیٹر صاحب اسلامک ریویو

پیارے اسلامی بھائی۔ السلام علیکم۔ موجودہ وحشتناک دہشت خیز جنگ میں یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ فرزندان توحید ایکبار پھر مسیحیت کی ہولناک جنگ کی آگ میں بلا ملائی نقصان جان اور معاوضے کے جھونکے جائینگے جنگ کی آگ انہیں اپنے خوفناک شعلوں کی لپیٹ میں لیکر جھلس دیگی۔ ان کے درد کا کوئی درماں نہ ہوگا۔ ان کے مصائب و آلام میں کوئی شریک نہ بنے گا۔ ان کے وطن عزیز کی تباہی و بربادی ہوگی۔ ان کے گھر خاکستر ہو جائینگے۔ وہ بے خانماں برباد پھرینگے اور کوئی انہیں پناہ نہ دیگا۔ اب وقت آن پہنچا ہے کہ شمع رسالت کے پرانے پھر محو پرواز ہوں۔ وہی پہلے سا زور بازو اور سرگرمی دکھائیں جس سے قرون اولی کے مسلمانوں کے کارہائے نمایاں کی یاد ابھی زمانے کے دلوں سے محو نہیں ہوئی۔

جرمن خطرات بار بار اسلامی دروازوں پر دستک دیکر اسکی قوتوں کو بیدار کر رہے ہیں۔ پرستاران توحید کی آزادی مذہب اور آزادی ضمیر معرض خطر میں نظر آتی ہے۔ ایکدفعہ پھر اب کعبہ کے نام لیواؤں کی مقدس سرزمین پر جنگ و جدل کے مہیب بادل چھا چکے ہیں اور یہ قتل و خونریزی کی آماجگاہ بنتی نظر آتی ہے۔ موجودہ حالات سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ جنگ انسانی خون اور قتل و غارت کا ناقابل بیان واقعہ خونچکاں ہوگی۔ فرزندان توحید کو خواب غفلت سے بیدار ہو کر اپنی منتشر شدہ قوتوں کو فوراً ایک مرکز پر جمع کر لینا چاہیئے۔ انہیں پھر رہبانیت کے مریض مسیحیوں کی طرف دست شفا بڑھا کر تسکین دینا چاہیئے۔ قرون اولی کے مسلمانوں کی طرح اب بھی ثالث بنکر برسرپیکار حکومتوں کے جھگڑوں کو مٹا دینا چاہیئے ۔۔۔۔ گذشتہ زمانوں میں اسلام صدیوں تک برسرجنگ مسیحی اقوام میں صلح وامن قائم کرتا رہا ہے اور ان کے کلیساؤں اور بیت المقدس کی حفاظت کا ذمہ دار رہا ہے۔ اب بھی باور کیا جاسکتا ہے

رب کعبہ کے نام لیوا حسب سابق موجودہ جنگ میں بھی ہوئی اقوام میں صلح آشتی اور امن و سلامتی قائم کرنے کا موجب بنیں گے
مسیحیت کو قتل و غارت اور خونریزی کے ہولناک نتائج سے محفوظ رکھنے کیلئے اسلئے مسلمانوں کو فوراً لائحہ عمل
تیار کرنا چاہیئے۔ اب وقت زیادہ سوچ بچار کا نہیں بلکہ فوری اقدام کا ہے ——— موجودہ تباہ کن
حالات متقاضی ہیں کہ صرف اسلامی مداخلت اور مزاحمت ہی عیسائیت کو موت کے منہ سے بچا سکتی ہے۔ لیکن اس
وقت کی جنگ و جدل کے سامان سے آراستہ فوری مزاحمت تو بادی النظر میں ناممکن ہے۔ مگر اسلحہ جات کے ساتھ مدد
کرنیکے علاوہ اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔ جن سے مسلمان اس مقصد کو پورا کر سکتے ہیں۔ اتحادی افواج میں اس وقت
سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مسلمان ہیں جو فوج کے مختلف دستوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ان میں سے متعدد ایسے
بھی ہیں جو قواعد جنگ، طریق جنگ اور محاذ جنگ کے حالات کا بھی تجربہ رکھتے ہیں ——— انہوں نے اس
روحانیت کی بنا پر جو اسلام نے ان کے دل و دماغ میں ودیعت کر رکھی ہے۔ اپنے دشمن کے مقابلے میں بہت
ہی کارہائے نمایاں دکھائے اور انہیں حیرت انگیز طریقہ سے زک پہنچائی ——— اب مسیحیت کی امداد سے
متعلق فوری اقدام کا ایک ہی طریقہ ہے کہ فوجی مسلمان مختلف دستوں سے اپنے کو نکال کر ایک خالص اسلامی
ڈویژن تیار کر لیں جس کا نام بھی مسلم رجمنٹ ہو۔ جو تمام عالم اسلام کی دعاؤں کے سائے تلے اسلامی ممالک
کو محوریوں کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کیلئے محاذ جنگ پر روانہ ہو جائے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کی طرف سے ایک وار کونسل کی تشکیل عمل میں آنی چاہیئے۔ جو اتحادی افواج کو
اس امر کا یقین دلاتی رہے کہ جبتک اتحادیوں کو فتح نصیب نہ ہو جائے۔ جب تک کہ تمام عالم میں امن و سکون کا
دور دورہ ہو جائے ان کی مزاحمت جاری رہیگی ——— اس کے علاوہ اس کونسل کے فرائض میں یہ
بھی ہو۔ کہ وہ اپنے فرائض کو بطریق احسن بجا لانے کیلئے تمام عالم اسلام سے مالی اور شخصی اعانت بھی حاصل کرے۔
اسکے علاوہ جنگ کے اختتام پر مسلمانوں کو مجلس اقوام میں اپنے نمائندوں کو بدیں غرض بھیجنا چاہیئے کہ وہ دنیا میں امن و
سکون قائم رکھنے کے صحیح طریقے مجلس اقوام کے مندوبین کو بتا کر اپنی ہمہ گیر دانشمندی کا ثبوت دیں۔ اس طرح
دنیا میں امن قائم ہو جائے گا جس کی بنیادیں تا ابد نہیں ہل سکیں گی ——— بس یہی ایک طریقہ ہے
جس کے ذریعہ سے مسلمان دیگر اسلامی ممالک کو موجودہ جنگ کی آگ کے ہولناک شعلوں سے محفوظ رکھ سکتے
ہیں۔ دنیا میں امن، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب قائم رکھ سکتے ہیں۔ رب عزوجل آپکا حامی و ناصر ہو۔

آپ کا محمد وارث

اسلام اور تمدّن

(از قلم عبد اللطیف خان صاحب)

میں اپنے اس مضمون کے قبل الذکر صفحات میں تحریر کر چکا ہوں کہ بلاد غربیہ کی مسیحی اقوام جبکہ علم سائنس کی جستجو میں سرگرداں تھیں۔ تو پرستاران توحید لٹریچر، سائنس۔ فلسفہ اور اسی قسم کے دیگر علوم و فنون کو پھیلانے میں ہمہ تن مصروف تھے

اسلام اور مسیحیت میں علم سائنس کا موازنہ کرتے ہوئے مسٹر ڈریپر تحریر فرماتے ہیں:۔

"مسیحیت کا بیشتر وقت خدا تعالیٰ کے صحیح تخیل اور کلیسا کے اختیارات کے تصفیہ میں صرف ہوا۔ کلیسا کا اقتدار اور معتقدین کلیسا کا یہ عقیدہ کہ انجیل ہر قسم کے علوم و فنون کا مرقع ہے۔ فطرت کے مزید رموز کے تجسس میں سد راہ ہوا"

"اگر اتفاقاً علم ہیئت یا نجوم کے کسی دقیق مسئلہ کے متعلق کبھی دلچسپی کا اظہار کیا جاتا۔ تو اسے آگسٹائن اور لیکٹینٹس کی تحریرات کا حوالہ دیکر ختم کر دیا جاتا"

مقدس مذہبی کتب کو دنیاوی علوم پر حد سے زیادہ ترجیح دی جاتی تھی۔ دنیاوی علوم کو ناپاک اور نجس سمجھ کر اس کی طرف توجہ نہ کی جاتی۔ یہی وجہ تھی کہ مسیحیت کو معرض وجود میں آئے پندرہ سو سال سے زائد عرصہ گذر چکا تھا لیکن ان میں سے ایک بھی مہندس ہیئت دان اور علم نجوم کا ماہر پیدا نہ ہوا۔

لیکن اسلام کی عمر ابھی چند سالوں سے زیادہ نہ تھی۔ اسکے ہادی برحق اور رہبر ادل کے وصال کو صرف چھ سال کا عرصہ گذرا تھا کہ اس کے پیرووں نے ۶۳۸ء میں سکندریہ کو فتح کرتے ہی علم سائنس کی طرف توجہ کی اور اسے دنیا کے اطراف و اکناف میں پھیلانے کا عزم بالجزم کر لیا۔

تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ آنحضرت صلعم کے وصال کو ابھی دو صدیاں بھی نہیں گذریں تھیں کہ خدائے واحد کے نام لیواؤں نے نہ صرف یونانی سائنسدانوں اور مدبرین کی تصانیف سے واقفیت حاصل کی۔ بلکہ اس سے پورا پورا استفادہ بھی حاصل کر لیا اور اسے بطریق احسن سراہنا بھی شروع کیا۔

مجل سوئم سے خلیفہ مامون الرشید کے خوشگوار تعلقات اور معاہدہ امن کی بنا کر مسلمانوں نے مجل سوئم سے بطلیموس کے نظریات متعلقہ ہیئت کی ایک جلد حاصل کر لی۔ اور اسکا فوراً فصیح و بلیغ عربی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔

یہ کتاب مسلمانوں کو علم ہیئت حاصل کرنے میں بہت ہی مدد و معاون ثابت ہوئی اور اسے وہ علم ہیئت کی مستند سند کے طور پر پیش کرنے لگے۔ اسی کے بنائے ہوئے اصولوں کو بنیاد تسلیم کرتے ہوئے مسلمانوں نے علم سائنس کی ترقی کی طرف اپنا قدم بڑھانا شروع کیا اور بہت ہی جلد اس کی مدد سے سائنس کے متعدد مسائل کو حل بھی کر لیا۔

دائرہ نصف النہار کی ایک قوس کو ماپ کر کرۂ ارض کی وسعت کو معلوم کیا۔ آسمان پر تمام رونق افروز ستارہ کو پہلی دفعہ بنی نوع انسان سے روشناس کرایا۔ ان کی ماہیت معلوم کی۔ اور انہیں ان کی جسامت کے لحاظ سے موسوم کیا۔ ان کے انتخاب کردہ ستاروں کے نام آج بھی کرۂ ارض کے نقشہ پر ہمیں نظر آتے ہیں۔

معدل النہار کے نقطوں کی تحقیق سے انہوں نے سال میں دنوں کی تعداد کو نہایت ہی صحت کے ساتھ دریافت کر لیا۔ لنگر گھڑی ایجاد کی۔ ستاروں کی روشنی معلوم کرنے کے آلات کی اصلاح کی۔ ہوا کے ذریعہ روشنی کے راستہ کی تصدیق کی۔ شمس و قمر کے افق کے متوازی ہونے کے مسئلہ کو واضح کیا اور بتایا کہ کیونکہ ہم انہیں طلوع و غروب سے قبل بھی دیکھ سکتے ہیں۔ کرۂ باد کی گہرائی کو معلوم کر کے بتایا۔ کہ اس خلا کا فاصلہ قریباً ۸۵ میل ہے۔ اور اسی علم ہیئت کے ذریعہ ستاروں کے روشن اور مدھم ہونے کے نظریات کی حقیقت کو بھی معلوم کر لیا۔ سرزمین یورپ میں سب سے پہلی رصدگاہ کی تعمیر بھی انہیں کے علم و فضل کی مرہون منت ہے۔

وہ اپنے علم ہیئت اور نجوم میں اس قدر ماہر تھے کہ ان کے تجربات و مشاہدات کے

نتائج سے موجودہ زمانے کے قابل ترین ہیئت دان بھی پورا پورا استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔

فرانس کے مشہور مہندس و منجم مسٹر لاپلاس بھی اپنے مشاہدات کی کتاب (System du monde) میں البتانی کی کتب کے اقتباسات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ البتانی نے مدار ارضی کی کجروی کے متعلق جو نظریات پیش کئے تھے۔ وہ یقینا ناقابل تردید ہیں۔ اس کے علاوہ مسٹر موصوف نے مدار الشمس کی کجروی کے مسائل کا بھی ابن یونس کے مشاہدات سے استدلال کیا ہے اور مشتری و زحل کے اختلافات کو بھی اپنی اقتباسات کا حوالہ دیتے ہوئے حل کیا۔

رموز فطرت کا انکشاف کرنے میں جو عرب ہیئت دانوں اور ماہرین نجوم نے خدمات سرانجام دیں۔ ان کا عشر عشیر بھی مذکورہ بالا واقعات میں پیش نہیں کیا گیا۔

اس کے برعکس مسیحیت رموز فطرت کے انکشافات کے سلسلہ میں نہایت ہی بے اعتنائی سے کام لیتی رہی۔ اسے علم و ادب کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ اس کی تمام تر توجہ خیالی عبادت، تبدیلی جوہر، ستائش کلیسا پیرٹی معجزات اور کلیساؤں کی حفاظت کی طرف مرکوز تھی۔

مسیحیت علم و ادب سے بے تعلق اور غفلت کا پندرھویں صدی تک شکار رہی پندرھویں صدی تک قطعاً اسے علم و ادب سے واسطہ نہ تھا۔ وہ اپنی ہی دھن میں مگن تھی۔ زمانے کے تغیر و تبدل سے وہ بے نیاز رہ چکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت کی سائنس ان کے لئے کسی تحریص و ترغیب کا باعث نہ ہو سکی۔ اس کے پیروؤں کی زندگی کا مقصد وحید صرف تجارت اور تجارت میں ہی دیگر اقوام سے گوئے سبقت لے جانا تھا۔ سو وہ اس مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ کرۂ ارض کی ماہیت اور شکل و شباہت کا سوال تو کولمبس کے امریکہ، ڈیگاما کے ہندوستان اور فرڈیننڈ میگیلان کے جنوبی امریکہ کے گرد چکر لگانے سے حل ہو چکا تھا۔ ان معلومات سے یورپین اقوام کی تجارت کو بہت ہی فائدہ ہوا۔ مسلمان سیاحوں اور جغرافیہ دانوں کی کرۂ ارض کی پیمائش کے متعلق مسٹر ڈیپر مزید تحریر فرماتے ہیں کہ "بحیرہ احمر کے ساحل پر شنار کے میدان میں ایک اسطرلاب کے ذریعہ دو جگہوں پر ایک ہی نقطہ کے ذریعہ نصف النہار سے قطب کی بلندی کو نہایت ہی صحت کے ساتھ پیمائش کیا گیا۔ تو ان دو جگہوں کا درمیانی فاصلہ دو لاکھ

ہشمی مکعب تھا جس کا قطر ہماری پیمائش کے مطابق ۲۲ لاکھ مربع میل کے مساوی ہوتا ہے جو یقیناً حقیقت سے بعید نہیں لیکن جب تک اس پیمائش سے کرۂ ارض کی صحیح بناوٹ کا علم نہ ہوگیا خلیفہ نے عراق میں کوفہ کے نزدیک ایک دوسری کوشش شروع کی۔

اب کی دفعہ ہیئت دانوں نے اپنی پارٹی کو دو حصوں میں منقسم کر لیا اور ہر ایک پارٹی نے ایک مرکز سے ابتدا کر کے ایک قوس کو ایک ایک درجہ تک پیمائش کیا ایک پارٹی جنوب کی طرف اسی طرح پیمائش کرتے چلی گئی اور دوسری شمال کی طرف اسی طرح بڑھتی گئی۔

ان دونوں پارٹیوں نے اپنی اپنی پیمائش کے نتائج کو گزوں میں ظاہر کیا پیمائش کے لئے شاہی گز استعمال کئے گئے۔ اور ان کے ایک درجہ کی پیمائش تقریباً ۶۶ میل کے لگ بھگ تھی۔ ان پیمائشوں سے خلیفہ مامون الرشید کو کرۂ ارض کی صحیح بناوٹ معلوم ہوگئی۔ جو کہ بنی نوع انسان کیلئے ایک گرانمایہ معلومات میں سے تھی

مشہور انگریز تاریخ دان مسٹر گبن تحریر کرتے ہیں کہ بنو امیہ کے عہد سلطنت تک عربوں کے علم و ہنر کا انحصار صرف قرآن کریم کے فصیح تراجم اور ان کے اپنے ملک کی شاعری پر ہی تھا۔

عربوں کے حالات کی مزید تشریح کرتے ہوئے مسٹر موصوف تحریر کرتے ہیں کہ متواتر امراض کے خطرات میں گھرا ہوا انسان ہمیشہ صحت بخش درمان اور عمل جراحی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے لیکن عرب معالج شاکی تھے۔ کہ اعتدال سے بڑھی ہوئی پرہیزگاری اور ریاضت نے انہیں ان کے متعدد قسم کے رسم و رواج سے محروم کر دیا ہے۔ باہمی خانہ جنگیوں اور تمدنی لڑائیوں کے اختتام پر سلطنت عباسیہ کے عہد میں مسلمانوں کے دماغ میں دنیاوی علوم کے تجسس کا خیال پیدا ہوا۔ انھوں نے ان علوم کے متعلق بنظر تعمق تجسس و تفحص سے کام لینا شروع کیا ان کے حصول کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ ان حالات سے متاثر ہو کر خاندان عباسیہ کے خلفا میں سے سب سے اول خلیفہ منصور نے ان علوم کے حصول کی طرف توجہ کی۔

خلیفہ منصور علاوہ دینی و مذہبی علوم میں ماہر ہونے کے علم نجوم و ہیئت میں بھی کافی دسترس رکھتا تھا۔ وہ اپنی تمام عمر ان علوم میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے ہمہ تن مصروف رہا۔

خلیفہ منصور کی وفات کے بعد عنان سلطنت خاندان عباسیہ کے تاجدار ہفتم المامون

کے ہاتھ آئی۔ تو اس نے بھی اپنے جد امجد کی پوری پوری تقلید کی۔ اور اس کے شروع کئے ہوئے کام کو نہایت ہی کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔

خلیفہ مامون الرشید نے تمام پرانے ماہرین علم نجوم کو اکٹھا کیا۔ اور ان کے نام مزید تجسس کے احکام جاری کئے۔

اسی طرح دیگر ممالک میں مقیم سلطنت عباسیہ کے سفیران کے نام اس علم کی کتب کو اکٹھا کرنے کے احکام صادر کئے گئے۔

قسطنطینیہ۔ ارمینیا۔ شام اور مصر کے سفیران نے یونانی فلسفہ و سائنس کی کتب کو جمع کر کے دار السلطنت میں روانہ کیا۔ اور وہ تمام کتب شاہی احکامات کے ماتحت نہایت ہی فصیح و بلیغ عربی زبان میں ترجمہ کی گئیں۔

مسلمانوں نے نہایت ہی محنت اور جانفشانی سے ان علوم کو حاصل کیا۔ اور ان سے استفادہ حاصل کرنے لگے۔ مسرت و شادمانی سے ان علوم کے علماء فضلا کے اجتماعوں ، مناظروں اور مباحثوں میں شرکت کرتے۔

علامہ ابو الفرد عنی تحریر فرماتے ہیں کہ فرزندان توحید جانتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں ساکنان خطہ ارض کو تہذیب تمدن اور دنیا کے دیگر علوم سکھانے کے لئے منتخب کیا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ اور اس کی مخلوق کے بہترین خادم تھے۔ انہوں نے اپنی زندگیوں کو بنی نوع انسان کی ذہنی و دماغی ارتقاء اور ان کی تمدنی فلاح و بہبود کے لئے وقف کر دیا۔

یہ امر قابل فخر و مباہات نہیں کہ انسان چینیوں کی طرح صنعت نقاشی یا دستکاری میں کمال حاصل کرے۔ یا ترکوں کی طرح طاقتور یا تیغ دستان کا دھنی ہو جائے۔ صنعت دستکاری میں تو شہد کی مکھی انسان سے بڑھ کر ہے۔ جس کا مخروطی چھتہ قابل دید ہوتا ہے۔ اور طاقت میں انسان سے بڑھ کر تیندوا ہے۔ جس کی طاقت کا لوہا انسان اور حیوان دونوں مانتے ہیں۔ اصل قابل فخر قابلیت تو دماغی اور دینی ترقی ہے۔ جس کے ذریعہ مسلمانوں نے سینکڑوں قسم کی ایجادات اور رموز فطرت کو عیاں کر کے دنیا پر ایک احسان عظیم کیا۔

فہم و ادراک کے معلم علم و ہنر کے علمبردار، تہذیب تمدن کے سکھانے والے، قانون سیاست
کے موجد جب ذرا راہ ہدایت سے بھٹکے، احکامات ربانی سے منہ موڑا۔ خدا اور اس کے رسول
کے احکامات کو پس پشت ڈالا۔ تو پھر اسی تنزل کے گڑھے میں گر گئے۔ پھر وہی جہل اور بربریت ان
پر سوار ہوگئی۔ اور پھر نفس پرستی کے بحر ذخار میں بھٹکتے پھرنے لگے جیسے آنحضرت صلعم کی بعثت سے
قبل تھے خلیفہ مامون کی شروع کی ہوئی تحقیقات کو اس کے جانشینوں نے جاری رکھنے کی پوری
پوری کوشش کی۔ لیکن ان کے مد مقابل افریقہ کے بنو فاطمہ اور سپین کے بنو امیہ بھی علم و فضل
اور احکامات دین کی بجا آوری میں خاندان عباسیہ سے کسی طرح کم نہ تھے۔

خاندان عباسیہ سے رشک و رقابت کے جوش میں علوم سائنس کو انہوں نے سمرقند اور
بخارا سے حاصل کیا۔ اور افریقہ میں فیض اور سپین میں کورڈوا کے مقامات پر جا کر پھیلانے لگے
نتیجہ یہ ہوا کہ آزاد اور خود مختار صوبوں کے امرا نے جب خاندان عباسیہ کی طاقت کو روبہ انحطاط
پایا۔ تو علم و ہنر کے زیور سے تو یہ آراستہ پہلے ہی ہو چکے تھے۔ اب انہوں نے تخت خلافت کا
دعوے بھی کر دیا۔ اپنے دعووں اور مطلبوں کو اور مستحکم کرنے کیلئے ان میں سے ایک سلطان
نے کالج کی تعمیر کے لئے دو ہزار پونڈ بطور عطیہ دیئے۔ اور اس کے علاوہ اس کے اخراجات کیلئے
پندرہ ہزار دینار کی مستقل آمد کی ایک مدّ وقف کر دی۔

سلطان کی اس جدوجہد کے نتائج نہایت ہی خوشگوار برآمد ہوئے۔ ہر طرف علم و ہنر کا چرچا
ہونے لگا۔ لوگ جوق در جوق حصول علم کے لئے کالج میں داخل ہونے لگے جلد ہی ایک بہت
بڑی علما و فضلا کی جماعت پیدا ہوگئی۔ سلطان کو بھی وقتاً فوقتاً ان حالات سے اطلاع دی جاتی رہی
بعض اوقات تو طلبا کی تعداد مختلف جماعتوں میں چھ ہزار سے زائد ہو جاتی جن میں امرا کے
لڑکوں سے لیکر معمولی دستکاروں کے لڑکے بھی شامل ہوتے تھے قابل اور ہونہار طلبا کو کالج کی
طرف سے بڑے بڑے وظائف دیئے جاتے۔ صنعت میں نئی ایجادیں کرنے والے پروفیسروں کی
بھی معقول معاوضوں سے حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔

ہر ایک شہر میں لٹریچر اور علم و ادب کی اشاعت کیلئے کتب تحریر کرنے کا کام بسرعت جاری
تھا۔ لٹریچر مطالعہ کرنے والے نہایت ہی سرگرمی سے مختلف جگہوں اور شہروں میں لٹریچر جمع کر رہے

تھے۔ اور عوام میں سے بعض نے تو اس قدر مختلف قسم کا لٹریچر جمع کر لیا تھا۔ کہ ایک دفعہ سلطان بخارا کے پاس جانے سے ایک ڈاکٹر نے بدیں وجہ انکار کر دیا۔ کہ اس کی کتب کو بخارا تک پہنچانے کیلئے چار سو اونٹ درکار تھے۔

بنو فاطمہ کی شاہی لائبریری میں کتب کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ جو دیگر زبانوں سے عربی میں نہایت ہی محنت سے ترجمہ کی گئی تھیں۔ لیکن انہیں حسد و بغض کے پیش نظر قاہرہ کے علماء کو دیدیا گیا لیکن اگر ہم سپین کے بنو امیہ کے خاندان کی جمع کی ہوئی کتب جن کی تعداد چھ لاکھ تک بتائی جاتی ہے۔ پر یقین کریں۔ تو وہ تعداد کوئی چنداں بڑی معلوم نہیں ہوتی۔ سپین کے دارالسلطنت کورڈوا اور اس کے گرد و نواح کے شہروں مالاگا۔ المیریا اور مرشیا میں تین سو سے زائد مصنفین تھے اور ستر سے زائد لائبریریاں سلطنت اندلسیہ کے شہروں میں تھیں۔

عربی لٹریچر قریباً پانچ صدیوں گویا مغلوں کے خاندان عباسیہ وغیرہ پر حملہ اور یورش تک ترقی کرتا چلا گیا۔ اور یہ وہ زمانہ تھا جبکہ سرزمین یورپ پر تاریکی جہل کی مہیب گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں علم و ادب کی ہوا ابھی خطۂ یورپ سے کوسوں دور تھی۔ تہذیب و تمدن کا یورپ میں نام و نشان تک نہ تھا۔

لیکن جب تہذیب و تمدن اور علم و ادب کا خورشید بلاد مغرب میں طلوع ہونا شروع ہوا۔ تو مشرق میں تاریکی کی گھٹائیں چھانے لگیں۔ اور مشرقی زبانوں کو بتدریج زوال ہوتا گیا۔ مسلمانوں کے علم نجوم کی کامیابی پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر موصوف مزید تحریر فرماتے ہیں۔ عربوں نے نہایت ہی کامیابی کے ساتھ علم نجوم کی نشر و اشاعت کی۔ جس نے انسانی دماغ کو بلند کر دیا کہ وہ سورج کے گرد دیگر اجسام فلکی کی ماہیت کو زیادہ وقعت نہ دیتے۔ ان کے خیالات بہت بلند ہو چکے تھے۔ ان کے نزدیک ایسی چیزیں بہت معمولی حیثیت رکھتیں۔ اجرام فلکی کی نقل و حرکت معلوم کرنے کیلئے رصدگاہوں سے متعلقہ قیمتی آلات خلیفہ وقت المامون کی طرف سے مہیا کئے جاتے۔ ماہرین نجوم بخاطر طیب رصدگاہوں میں بیٹھ کر مشاہدات کرتے۔ اب بھی سرزمین چلدین Choldeans کی روشن و منور افق پر ان کے کارہائے نمایاں کے حالات نہ مٹنے والے حروف میں کندہ ہیں۔ سب سے پہلے شنار اور پھر کوفہ کے میدانوں میں ہندسوں نے نہایت ہی صحت کے ساتھ کرۂ ارض کے محیط کو ماپا تو اس کی پیمائش ۲۴ لاکھ مربع میل نکلی۔ اور یہی محیط اب بھی سطح زمین کا صحیح مانا جاتا ہے۔ خاندان

عباسیہ کے عہد سے لیکر تیمور لنگ کے پوتوں کے دور سلطنت تک تارے بغیر دوربین کی مدد سے بخوبی دیکھے جا سکتے تھے۔ اور بغداد سپین اور سمرقند کے علم نجوم کے نقشہ جات تو بطلیموس کے نظریات کی تکذیب اور نظام شمسی کے متعلق مزید تحقیقات کئے بغیر منتوں تک صحیح ثابت ہوتے تھے

علم طب میں تحقیقات کے متعلق مسٹر موصوف لکھتے ہیں۔ کہ علم طب میں حیرت انگیز ترقیات حاصل کرنے کی وجہ سے عرب فخر و مباہات کرنے میں ہر طرح حق بجانب تھے۔

الرازی اور بوعلی سینا کی طبی کتب منصوریہ اور قانون یقینی طور پر یونانی طب کے موجدوں کی کتب کے ہم پلہ تھیں۔ اور ان لوگوں نے اس قدر اس طب کو رواج دیا۔ اور اسے اپنے تجربات سے کامیاب بنایا۔ کہ صرف شہر بغداد میں آٹھ سے زائد طبیبوں نے مطب کرنے کیلئے لائسنس لے رکھے تھے۔ اور نہایت ہی عزت و وقار سے خدمت خلق میں مصروف تھے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس کی توسیع و اشاعت بھی کرتے جاتے تھے۔

سپین میں کیتھولک شہزادوں کی زندگی مہلک امراض کی وجہ سے موت وحیات کے تھپیڑے کھا رہی تھی۔ بظاہر امید کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ بیم و رجا کی موجیں ہر طرف سے بڑھ رہی تھیں کہ اطالیہ کے علم طب کے سکول واقع سلرنو کے عرب طبیبوں نے دست شفا بڑھایا۔ شافی مطلق نے ان کی مدد کی۔ اور چند ہی دنوں میں وہ روبہ صحت ہو گئے۔ اس واقعہ سے تمام ممالک یورپ میں طب کا عام چرچا ہو گیا۔ اور جابجا اطالیہ اور یورپ میں اس طب کے سکول کی شاخیں قائم ہو گئیں۔

اس طرح علم کیمیا کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر موصوف فرماتے ہیں کہ عربوں نے ہی سب سے اول عرق کشی کے لئے قرابنیق کو ایجاد کیا۔ ہیولا و عنصر کی تشریح کی۔ الکحل اور تیزابات کی تخصیص اور تعلقات کا انکشاف کیا۔ زہریلی دھاتوں کو سودمند مفید اور صحت بخش دواؤں میں تحلیل کیا لیکن عربوں کے علم کیمیا میں سب سے بڑھ کر تحقیق غیر فانی فلزات کا اکسیر میں متبدل کرنا ہے جس کے لئے ان پر علم کیمیا کا عمل کرنے کیلئے انہیں ہزاروں بار کٹھالی میں ڈالنا جا مستقابل واد ہے۔

ان رموز ہائے پنہاں کو عیاں کرنے کیلئے جو خدمات انہوں نے سرانجام دیں۔ وہ واقعی قابل صد تحسین و آفرین ہیں۔

[illegible] ووکنگ مشن کی [illegible]

[illegible] ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم [illegible] زندگی [illegible]

(۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) [illegible]

[illegible] غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام [illegible]

جماعت منسلک ہیں۔ یہ برطانیہ عظمیٰ کی "مسلم سوسائٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت [اسلام] لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی اسی [قدر] مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس[۲] سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن افراد [و] خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم [سیاسیات] تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا با معنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ ان میں سے کئی تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس[۲] سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ [مغربی و] مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں [ا]س وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے ہی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک [ر]واداری نہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد [و]وکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف [امور] کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے**

قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہم خیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ آزما [دیکھ]یں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آزار کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں اشاعتِ اسلام ہمارا اوّلین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) **ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے**

دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے جس سے کل مسلمانان عالم کو دلی محبت [و] ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت [بن] چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک شمول اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج عمل [illegible] دنیا میں کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے بجاذب عالم اسلام ہے جس کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن صحیح [illegible] عالم کا [illegible] اسکو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت [illegible]

[illegible]

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے، (۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں سالانہ چندہ ۸ / ہے (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ / ہے اور ممالک غیر کیلئے ۴ / ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خرید کر یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ ان تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو شخصیت کاملہ سے روشناس کراتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دیدیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے اگر آپ سود لیں ۔ قوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ نہ بینگے و اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے ۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) قسم کی ندر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ جیسیٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے از بس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ جمع کیا جائے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے تو کوئی مشکل بات نہیں اس سے یہ مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور لئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آئندہ کیلئے کسی کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کام کیلئے فراہم کر سکتے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے) (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر رجسٹر آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلق دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان امپریسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں جسے فنانشل سیکرٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب ہونی چاہیے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England – The Imam, The Mosque Woking, Surrey, England

(۵) بنکرس۔ لائڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

تمام خط و کتابت بنام سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) ہونی چاہیے

SEPTEMBER 1942. R. L. No. 908.

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لاء لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پرچہ

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام [illegible] برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اکبر

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو برا (ہی کیوں نہ) لگے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کُل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے۔ جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں دس ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں۔ مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

Mrs. A. Yahi of Hull.
Embraced Islam on 24th June, 1941.

Mr. R. GOOD-FELLOW
(Shihab-ud-Din) of Stoke-on-Trent
Embraced Islam on 4th June, 1941

Mr. Leslie Ord Pinder of Glasgow.
Embraced Islam on 6th April, 1941.

Mr. Denys Gray of Cornwall.
Embraced Islam on 15th July, 1939.

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار کی اشاعت ووکنگ مشن کے ¼ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۸ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء - شعبان المکرم ۱۳۶۱ھ | نمبر ۹

(گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا)

اشاعتِ اسلام

بابت ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء

شذرات

پیش نظر اشاعت لانس بمبارڈیر الفریڈ وائل کے اعلان حق سے مزین و مرصع کرتے ہیں ہمیں توقع ہے کہ ان مبارک واقعات سے قارئین کرام کے جذبۂ ایمان کو خوب استقامت نصیب ہوتی ہوگی اور غیر مسلم احباب پر یہ واضح ہو جاتا ہوگا کہ نجات ابدی کا صحیح ذریعہ محض اسلام ہی ہے۔

تثلیث سے نکل کر توحید کی آغوش میں

مسٹر لانس بمبارڈیر الفریڈ وائل آف رائل آرمی کیر آف جی۔پی۔او۔ فال موئتھ کورنوال برضا و رغبت خود نہایت صمیم قلب سے اعلان فرماتے ہیں کہ میں محض خداوند وحید کی عبادت کرونگا اور حضرت محمدؐ کو خدا کا رسول اور برگزیدہ بندہ تصور کرتا ہوں علاوہ ازیں تمام انبیائے علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مساوی احترام کروں گا۔ میں خدائے ذوالجلال کے فضل و کرم سے ایک ادنیٰ مسلمان کی حیثیت سے لمحات حیات بسر کروں گا (لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ سزاوار پرستش محض ذات کبریا ہے اور محمد خدا کے رسول ہیں) اے۔ وائل۔ ۵ جون ۱۹۴۱ء

سر تاج بشریت

از جناب بدیع الکریم صاحب

گذشتہ سے پیوستہ

حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ معراج انسانیت ہی نہیں تھے۔ بلکہ وہ انسان کی روزمرہ زندگی کی قابل تقلید مثال تھے۔ آپ کا جادۂ حیات بنی نوع انسان کے لئے باعث نجات ہے۔ اور یہ وہ جادۂ حیات ہے جو قدرت کے قلب کی گہرائیوں میں سے ہو کر گزرتا ہے۔ وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو دام شام و سحر سے نکل کر خالق اکبر کے حضور میں حاضر ہوئے۔ اور جہاں خدا نے انہیں چشمۂ کوثر سے روحانیت کے جام پلائے۔ جن کا سرور ابدی تھا۔ انہوں نے فرمایا ہے:۔

"میرا پیغام مذہبی اصولات پر مبنی ہے۔ میرا عمل میرا ایمان ہے۔ اور میں سرتاپا حقیقت ہوں"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ ہفتہ تک فاقہ کشی کرنے کے باوجود اپنی معیشت کے حصول کے لئے محنت شاقہ سے کام لیتے۔ لوگ انہیں سخت سے سخت اذیتیں پہنچاتے مگر سبحان اللہ آپؐ کی زبان مبارک سے ہر نئی مصیبت اور مشکل کے وقت صرف اللہ تبارک تعالےٰ کا نام ہی نکلتا۔ اور اسی غیر فانی ذات کے نام کا ورد ہی لذت آشنائے دہن ہوتا۔ آپؐ نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر بھی خدا کے اسم مقدس کے ذکر کو نہ چھوڑا۔ اپنے اکلوتے فرزند کی موت پر دل ہی دل میں متاسف ہوتے۔ ایک بڑھیا کا بوجھ اپنی پشت پر اٹھایا۔ اپنے غلام کی بے کھٹکے خدمت کرتے رہے۔ دوستوں کی شادمانی پر خوش ہوتے اور ان کے غم میں ان کی ڈھارس بندھاتے۔ انسانی تاریخ میں کون ہے جس نے اس قدر روحانی قوت حاصل کی ہو؟ آدمی نے اپنے کاروبار میں بہت ترقی کی ہے۔ اور دنیا نے عجیب ترین تخیل حاصل کیا ہے۔ آدمی کا قلب قطعی غرور سے پھولا ہوا ہے۔ اور ترقی کی خوشیاں محسوس کرتا ہے آدمی کا صدیوں کا غبار آلود وہ دل خود اعتمادی کی دولت سے مالا مال ہو گیا۔ اور بت پرستی شرکت

کے تخت کو دیکھنے کے لئے آزاد ہو گئی۔

آدمی جو موت کو ایک راز سربستہ سمجھتا تھا۔ اس کو یکسر بھول گیا۔ کیونکہ زندگی اسقدر گہرا اور تعجب انگیز راز ہے۔ کہ موت اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ اس دار الفنا میں جہاں ہر وقت موت کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ جہاں لامحدود نفسانی خواہشات۔ خود غرضیاں اور خود فریبیاں آدمی کو پل بھر چین نہیں لینے دیتیں۔ نیکی اور پاکیزگی کی زندگی بسر کرنا کوئی کھیل نہیں ہے۔ لیکن ان سب مشکلات کا مقابلہ، اپنے والدین۔ بیوی بچوں اور عزیز و اقربا کے حقوق اور سماج کی طرف سے عائد کردہ فرائض سے عہدہ برآ ہونا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر صداقت سے لو لگانا۔ اور اس ذات ربی سے رشتہ استوار کرنا ہی زندگی کا جادۂ حقیقی اور مقصد عظیم ہے۔ اور یہی وہ شاہراہ حیات ہے۔ جو اس کے خدا نے اس کیلئے تجویز کی انہی مشکلات کے پیش نظر ہندوستان کے ایک بہت بڑے فلاسفر "ڈیو کنانڈا" نے کہا ہے:۔

"کہ ایک فاقہ کش آدمی کے لئے مذہب کی پابندی ضروری نہیں۔ پہلے اس کی بھوک دور کرو۔ پھر اسے مذہب کا درس دو"۔

درحقیقت ان حالتوں میں جب انسان کشمکش حیات کی صبر آزما ساعتوں سے تنگ آجائے۔ اور اپنے مقصد حیات کے حصول میں ناکام رہے۔ تو موت کی آغوش میں پناہ لینا زندگی کی نسبت آسان نظر آتا ہے۔ دنیا سے قطع تعلقات کر کے خلوت نشین ہو جانا۔ اور سکون حیات حاصل کرنا۔ کوئی مشکل نہیں۔ کیونکہ اس حالت میں انسان تمام فرائض اور سماج کے قوانین و ضوابط سے آزاد ہوتا ہے۔ اور آدمی رزمگاہ حیات سے دور کھڑا ہوتا ہے۔ اسے دنیا کی تباہی یا آبادی سے کوئی واسطہ اور سروکار نہیں ہوتا۔ اس کے نزدیک کسی کا ایڑیاں رگڑ رگڑ کر بھوکے پیاسے جان دے دینا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ وہ ان تمام فرائض و قوانین و ضوابط سے اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے جو اس پر معبود حقیقی کی طرف سے عائد کئے گئے ہیں۔ لیکن ایک سوشل آدمی کے لئے یہ شکست خوردہ طریق حیات ہے۔ اور غیر فطری نصب العین۔ آدمی کے لئے گھر بنا کر رہنا اور انسانی برادری سے مل جل کر زندگی گذارنا ہی صحیح مقصد حیات ہے۔ اور اسی میں انسان کی معراج پوشیدہ ہے۔ زندگی بسر کرنا موت سے زیادہ مشکل ہے، انسان کو ہر لمحہ کشمکش اور جدّ و جہد درپیش ہے۔ مشکلات و مصائب کا ایک

بحرِ ناپیداکنار اس کی نظروں کے سامنے ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ مشکلات سے جی چرانا۔ اور جدّوجہد سے بھاگنا شیوۂ مردانگی نہیں۔ بلکہ مردانگی تو مشکلاتِ حیات پر قابو پالینا ہے۔ زندگی کو موت کا غلام بنا دینا کوئی مسلک عظیم نہیں۔ بلکہ موت پر حکومت کرنا مسلک حیاتِ انسانی ہے اگرچہ یہ مہم بڑی مشکل اور کٹھن ہے۔ لیکن انسانی ارتقاء اور معراج اسی کشمکش میں پنہاں ہے ؎

بیا را بزم بر ساحل کہ آنجا نوائے زندگانی نرم خیز است
بدریا غلط و با موجش در آویز حیاتِ جاوداں اندر ستیز است

لہٰذا انسان کا صحیح مسلک اور پاکیزہ تمنا یہی ہونی چاہیئے۔ کہ حق و صداقت کی روشنی میں اپنی زندگی کے مسائل کو حل کرے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم ہی وہ شخصیت ارفع ہیں۔ کہ جنہوں نے انسان کو نصب العین سے واقف کیا۔ اور انسانی زندگی کے لاینحل مسائل اور پیچیدہ گتھیوں کو اپنی رہبری سے حل کر دیا۔ اس کی زندگی کو زیورِ مذہب سے مزیّن بنا دیا۔ وہی ذات اعلےٰ انسانیت کی نجات دہندہ ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام۔ مہاتما بدھ۔ شنکر آچاریہ اور چیتا ئب کی زندگیاں خرد کے نور سے روشن ہوں تو ہوں مگر ان کی زندگیوں کا یہ خاص پہلو نمایاں ہے۔ کہ ان لوگوں نے اپنے قول فعل سے انسان کو انسان کے درجہ سے باخبر نہیں کیا۔ ان کی زندگیوں سے ہم کوئی خاص سبق حاصل نہیں کر سکتے۔ ایک آدمی انہیں عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھ سکتا ہے۔ انہیں محبت کر سکتا ہے۔ ان کے محبت بھرے ارشادات کو جواہر ریزے سمجھ کر آنکھوں سے لگا سکتا ہے۔ لیکن ان کے خیالات کو اپنا عقیدہ قرار دے کر ان پر عمل پیرا نہیں ہو سکتا۔ وہ ہمیں یہ تو بتا سکتے ہیں۔ کہ لب سڑک پڑے ہوئے ایک کوڑھی سے کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ اور کس دردمندانہ رویہ سے اس کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔ مگر ان کی زندگیاں اور تعلیمات ہمیں یہ بتانے سے عاجز ہیں۔ کہ کس طرح خواہشات کے اٹھتے طوفانوں اور نفس پرستی کی چلتی ہوئی آندھیوں کے درمیان لقمہ حلال کمایا جا سکتا ہے، اپنی بیوی کے دل کو خوش رکھتے ہوئے خدا کی رضا کو کس طرح حاصل کیا جاتا ہے۔ اور اس طرح اس جذبہ پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ جبکہ ہم غیر اُصولی طور پر دولت جمع کرنے کا موقع رکھتے ہوں۔ پاؤں پر گرے ہوئے دشمن کو محبت بھرے کلمات سے موہ کر اسے معاف کریں۔ اور دولت کے انبار اور ہم و شان وہر کے جھگڑوں میں بیٹھ کر ان سے کس طرح بے نیاز رہا جا سکتا ہے۔ اور اس ظلمات بھت ویدوں میں رہ کر فضلے

لم یزل کی یاد سے کس طرح اپنے قلب کو آباد کیا جاسکتا ہے۔ اور اپنے اکلوتے لڑکے کی موت پر راضی برضائے خدا رہ کر اور شگفتہ چہرہ بنا کر اس جانکاہ صدمہ میں اپنی بیوی کی ڈھارس بندھا سکتے ہیں۔ تو صاحب فراش ہو کر۔ فاقہ کش بیوی اور بچوں کو پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس دیکھ کر بھی وحدہٗ لاشریک کی رضا جوئی کریں، اور مسرت محسوس کریں۔ ان روزمرہ کے واقعات اور زندگی کی فطری ضرورتوں کے متعلق ہم ان کی زندگیوں سے کوئی روشنی حاصل نہیں کرتے زندگی کے ہر پہلو میں غم و عصیاں پر فتح پانا اور اسے محبت و مسرت کی چاشنی دے کر پاکیزہ کرنا۔ اور ذاتِ کبریا کے خیال میں غرق ہو کر دل کو حریم اقدس کا مکیں بنا لینا۔ یہی وہ چیزیں ہیں۔ جنہیں بڑے آدمیوں کی زندگیوں کی جدوجہد اور ان کی زندگیوں کی کامرانیوں میں ڈھونڈنے کے لئے آدمی کا دل بیتاب رہتا ہے اور ان سے نور ہدایت پانے کے لئے مضطرب لیکن جب ہم انسانوں کے دوسرے بڑے بڑے رہنماؤں اور مصلحوں کی طرف دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں ان سوالات کا کوئی حل نظر نہیں آتا۔ انسان کی فطرتی مذہبی زندگی کے تخیل کے لئے صرف دو برگزیدہ ہستیوں کے نام لئے جا سکتے ہیں۔ ایک حضور نبی کریم صلعم اور دوسرے شری کرشن مہاراج۔ ہر دو بزرگان مذاہب نے عوام کے درمیان رہ کر اپنی اپنی اقوام کو زندگی کی صحیح شاہراہ دکھائی۔ اور نہایت ہی ارفع و اعلےٰ زندگیاں بسر کیں۔ اور عمر کر وہ راہ بندگانِ خدا کو جادۂ حق و صداقت پر چلنے کی تلقین کرتے رہے۔ اگر ہر دو بزرگانِ مذاہب کے اقوال کی وضاحت کی جائے۔ تو یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ دونوں کی تعلیمات میں ایک حد تک مطابقت ہے۔ دونوں بندگان خدا کو یہی درس دیتے ہیں۔ کہ اپنے کاموں میں خلوص اور ایثار سے کام لو۔ اور اپنے فرائض حیات کو بہ احسن طریق انجام دو گے

با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

جہاں تعلیمات میں ایک حد تک مطابقت پائی جاتی ہے وہاں دونوں بزرگان مذاہب کی زندگیوں کے واقعات و حالات میں بعد المشرقین ہے۔ شری کرشن مہاراج کی زندگی اور ان کا اخلاق ایک راز سربستہ ہے۔ اور ان کے متعلق اس قدر افسانے مشہور ہیں کہ انسان کے لئے ان کی دیوتاؤں ایسی زندگی سے صحیح واقعات کا اخذ کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ عوام کا نظریہ ہے۔ کہ وہ معصوم بچہ کی طرح بھولے بھالے تھے۔ ان کی تقلید کس طرح کی جائے بعض پڑھے لکھے ہندوؤں نے بھی آپ کی "دیش لیلا" کے روحانی تصور کی تشریح کی

سی کرتے وقت آپ کے انسانی وجود سے انکار کیا ہے۔ اور ان کے نزدیک شری کرشن کائنات کے روح رواں کا نام ہے۔ بلکہ اس ہستی عظیم کا نام ہے۔ جو تمام مخلوق کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ اور جو ہر ایک مخلوق کے دل کے لئے سرمایہ مسرت و انبساط ہے ہمارے نزدیک وہ زندگی زندگی ہی نہیں۔ جو ابلہ فریبی میں مبتلا ہو۔ اور انسانوں میں آدمیت کی روح نہ پھونک سکے۔

تاہم شری کرشن مہاراج کو اگر گیتا کی تعلیمات کے مطابق ایک انسان بھی سمجھ لیا جائے تو بھی وہ انسانیت کے نجات دہندہ یا معیار حیات انسانی نہیں قرار دیئے جا سکتے۔ اگر واقعی ان کا وجود تھا۔ تو وہ صرف ہماری حیرت و استعجاب کو بڑھاتے ہیں۔ انکی روش قابل عمل نہیں۔ اور نہ آپ کی ہستی انسانی زندگی کی کوئی رہبری کر سکتی ہے۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ خدا میری ہستی میں حلول کر گیا ہے

درحقیقت انسان نے ہمیشہ اپنے آپ کو خدا کا مجسمہ ہونے سے انکار کیا ہے۔ وہ دیانتداروں کی نجات اور بدکرداروں کی تباہی کے لئے آئے۔ اور صدیوں میں انہوں نے مذہب کی بنیاد رکھی"۔ یہ ہیں آپ کے ارشادات، اور آپ کے اعمال ایک دیوتا کی تلون مزاجی کا نمونہ ہیں۔ وہ آدمیت کی بلند شان اور شرافت کی یادگار نہیں سمجھے جا سکتے۔

دوسری طرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور اخلاق کو لیجئے۔ یہ تخیلات اور تصورات کے دھندلکے میں نہاں نہیں۔ بلکہ آفتاب عالمتاب کی طرح روشن اور منور ہیں۔ تاریخ کے اوراق کو مزین کر رہے ہیں۔ آپ کی روزمرہ زندگی کے واقعات اس قدر شرح وبسط کے ساتھ بیان کئے جا سکتے ہیں۔ کہ جس قدر انسان کی قدرت بیان ہے۔ اس تفصیل میں آپ کے روزانہ کھانوں کا شمار۔ آرام کرنے کی مکمل ساعتوں کا حساب۔ ہر مرد و زن سے گفتگو کرنے میں استعمال کردہ الفاظ بلکہ ان الفاظ کے اظہار کے اوقات اور دن بھی بتائے جا سکتے ہیں۔ غیر ممالک کے حکمرانوں کو آپ نے جو خطوط لکھے وہ اب تک محفوظ ہیں۔ جو لباس آپ نے پہنا۔ وہ آج بھی آپ بعض مسلمان گھروں میں دیکھ سکتے ہیں۔ ان باتوں میں کوئی بھی شاعرانہ تعلق نہیں۔ بلکہ تاریخ کے روشن اور غیر فانی اوراق کی زینت ہیں اور مبنی برحقیقت ہیں۔ آپ کے عہد رسالت کو گزرے آج ساڑھے تیرہ سو سال ہونے کو آئے مگر آپ کی روح عمل ابھی تک کلمہ گویان کوہ ارضی کی رگ و پے میں خونِ حیات

کی صورت پیدا کر رہی ہے۔ سینکڑوں مسلمانوں کی زندگیوں سے ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوراک اور لباس کے متعلق معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ اور صحیح صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ آپ کا پیغام حیات آفریں نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ تمام اولاد آدم کے لئے آج بھی نجات کا داعی ہے۔ مسلمان خواہ کتنی سے کتنی بڑی مصیبت اور مشکل میں مبتلا کیوں نہ ہو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنے لئے اور دنیا بھر کے مصیبت زدوں کے لئے سامان راحت و تسکین مہیا کر سکتا ہے۔ جب کوئی نادار مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کو یاد کرتا ہے کہ "الفقر و فخری" تو اس کا مصیبت زدہ دل ایک غیر فانی تسکین حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور اُسے ایک ایسا اطمینان قلب حاصل ہو جاتا ہے۔ کہ جس کی لذتوں سے صرف وہی آشنا ہو سکتا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کے واقعات سے بہترین اور درخشاں مثال پیش کی ہے۔ کہ وہ کس طرح اپنی خانگی زندگی کے فرائض کو ادا کرتے ہوئے بھی بطریق احسن مذہبی فرائض کو سرانجام دے سکتا ہے۔ اور اس کا راز حیات میں پرسکون زندگی بسر کرتے ہوئے دوسروں کے ساتھ بھلائی کر سکتا ہے اور خدائے رحیم سے رشتہ استوار کر سکتا ہے ؛

رمضان المبارک کی خاص رعایت

کتاب		قیمت		قیمت	کتاب		قیمت		قیمت
تمدن اسلام	اصلی قیمت	عہ ر	رعایتی	۱۲ر	مقالات ملیہ	اصلی قیمت	۱۳ر	رعایتی	۸ر
ینابیع المسیحیت	〃	عہ	〃	۱۲ر	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں	〃	۱۴ر	〃	۱۰ر
راز حیات یا انجیل عمل	〃	۵ر	〃	۱۲ر	مذہب محبت	〃	۷ر	〃	۳ر
موضوع قرآن	〃		〃	۲ر	اسوۂ حسنہ	〃	۷ر	〃	۵ر
تحفہ کرسمس	〃		〃	۳ر	ام الالسنۃ	〃	۱۲	〃	۸ر
توحید فی الاسلام	〃	عہ ر	〃	۸ر	خطبات عربیہ	〃	۱۲	〃	۶ر
سلک مروارید	〃	عہ ر	〃	۱۲ر	مقصد مذہب	〃	۱۳ر	〃	۲ر
ضرورت اسلام	〃	۱۲	〃	۸ر	براہین نیرہ	〃	۱۲	〃	۸ر

تکمیلِ نفس کے منازلِ مختلفہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور

قرآن کریم آیت الحمدللہ رب العالمین سے شروع ہوتا ہے۔ لفظ رب کے معنی نہ صرف خالق۔ رازق اور قیوم کے ہی ہیں۔ بلکہ یہ لفظ اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ جس پر اس زمانہ کے مسئلہ ایولیوشن (مسئلہ ارتقاء) نے روشنی ڈالی ہے۔ ہر ایک چیز میں طرح طرح کے جوہر مضمر ہوتے ہیں۔ وہ ایک ہی وقت یا ایک ہی حالت میں ظاہر نہیں ہوتے۔ بلکہ ہر چیز مختلف حالتوں میں سے گذرتی ہوئی آہستہ آہستہ اپنے جوہروں کو ظاہر کرتی جاتی ہے اور آخرکار اس چیز کے کل جوہروں کا خلاصہ اس کے آخری حالت پر پہنچنے سے ظاہر ہو جاتا ہے وہی دراصل اس چیز کی پیدائش کی علت غائی ہوتی ہے'

ایک پھل دار درخت کو ہی دیکھ لو۔ اس کے پیدائش کی علت غائی تو اس کے وہ جوہر و خواص ہیں جو اس کے پھل میں آکر ظاہر ہوتے ہیں، لیکن وہ سب کے سب استعداداً اس کے تخم میں ہی موجود ہوتے ہیں۔ یہ تخم زمین میں ڈالا جاتا ہے۔ پھر اس میں سے ایک کونپل نکلتی ہے۔ کونپل ایک مضبوط تنا بن جاتی ہے جس میں سے شاخیں پھر شاخوں میں سے پتے پھر پتوں سے پھول اور پھول سے پھل اور پھر پھل میں اس چیز کے جوہر و خواص مختلف آ پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہر ایک چیز کے تخم کو اپنے خواص مختصہ کے ظہور تک پہنچنے کے لئے سات عالموں میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ ہر ایک عالم کی کیفیت ایک دوسرے سے جداگانہ ہے۔ اور اس کی تربیت کے سامان بھی لامحالہ جداگانہ ہی ہوتے ہیں۔ لیکن ہر عالم میں وہ اسباب پہلے سے ہی مہیا ہوتے ہیں۔ اسلئے ذات باری تعالےٰ کا نام رب العٰلمین ہے لفظ رب اور لفظ عالمین گویا کل کائنات کی حقیقت کو ہمارے سامنے لے آتے ہیں۔ لفظ رب اپنے معنوں کی رُو سے جیسے کہ امام راغب نے مفردات قرآنی میں لکھا

ہے۔ اور ایسا ہی تاج العروس میں بھی لکھا ہے۔ وہ ہستی ہے جو پہلے چیزوں میں بعض استعدادیں رکھدے۔ پھر ان استعدادوں کو بتدریج حد کمال تک پہنچا دے۔ اور اس غرض کے لئے جن جن مدارج یا عالموں میں سے وہ چیزیں ہو کر گذریں۔ وہاں ان کی تربیت کا سامان بھی مہیا کر دے۔ ایسی ہستی کو رب کہتے ہیں۔ اور چونکہ ہر ایک چیز کمال تک پہنچنے کے لئے مختلف عالموں میں سے ہو کر گزرتی ہے اسلئے وہ ہستی رب العالمین کہلائی۔

انسان اس عالم زمین پر آنے سے پہلے کئی عالموں میں سے ہو گزرا ہے، اور ہر عالم میں خدا تعالےٰ نے اس کی ربوبیت کے لئے اُسے صحیح راہ پر چلایا لیکن منزلِ آخری تک ابھی بہت سے عالم اس کے آگے ہیں۔ جن میں وہ محتاج ہدایت ہے۔ لیکن جن عالموں میں سے اس نے آئندہ گذرنا ہے۔ ان کا تعلق زیادہ تر جسم سے نہیں۔ بلکہ ادراک سے ہے۔ اور اس کی آئندہ تربیت بھی دراصل اس کے ادراک کی ہی تربیت ہے۔ جس کے لئے اگر وہ کسی ہدایت کا محتاج ہے تو اس ہدایت کا رنگ بھی ایسا ہونا چاہیئے جو ذہنیات سے تعلق رکھے۔ اسلئے قرآن کریم کو جو اس آیت سے شروع کیا گیا۔ تو اس میں قرآن کریم کے نزول اور اس کے متلو ہونے کی ضرورت ظاہر کر دی گئی۔ یعنی قرآن کریم ان ہدایات کو لایا جن کے ماتحت انسان کی آئندہ عالموں میں تربیت ہونی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا ربّ العٰلمین ہونا ہی اس امر کا متقاضی ہے۔ کہ رب انسان کی ربوبیت کے سامان اس زمینی عالم میں حسب ضرورت پیدا کئے جائیں۔ اور اس میں اللہ تعالےٰ ان اسباب کو مہیا کرے جو انسان کو آئندہ عالموں میں جو ذہن اور ادراک سے تعلق رکھتے ہیں گزرنے اور وہاں کے متعلقہ جوہر ذاتی اس میں پیدا کرنے کے لئے امداد دیں۔ الہام کی ضرورت پر یہی امر ایک مضبوط دلیل ہے۔ جب جسم کی تربیت کے لئے کل کے کل سامان کائنات میں خدا تعالیٰ نے جسمی رنگ میں پیدا کر رکھے ہیں تو پھر ادراک کی پرورش اور ترقی کے لئے کیوں کوئی ذہنی اور ادراکی چیز خدا تعالےٰ کی طرف سے نہ آئے یعنی اب ہدایت ملفوظ رنگ میں قرآن کریم کے اشارات سے نظر آتی ہے۔ کہ ہر ایک چیز کے سامنے ایک لمبا سفر ہے۔ وہ اپنے کمال تک پہنچنے کے لئے مختلف عالموں میں سے گزرتی ہے۔ لیکن ہر ایک عالم میں پھر چھوٹے چھوٹے سات منازل اُس کے سامنے ہوتے ہیں۔ ہر عالم میں اس چیز کی ابتدائی حالت میں کُل چھ حالتیں استعداداً موجود ہوتی ہیں۔ ساتویں حالت میں وہ چیز کامل ہو کر پھر کسی اور عالم

میں از سرِ نو ترقی کرنے کے لئے داخل ہوتی ہے۔ ہر عالم میں ہر چیز کی پہلی حالت کا نام عربی زبان میں بلغہ رکھا گیا ہے۔ یعنی کسی چیز کی وہ حالت جس میں اس کی کل کی کل استعدادیں بغرض نشو و نما موجود ہوتی ہیں پھر وہ استعدادیں جب ظہور میں آئیں۔ تو اس حالت کا نام حالت بلوغت ہوتا ہے۔ ثمردار درخت کا تخم اس کی حالت بلغہ ہے اور جب ثمر پختگی کو پہنچتا ہے۔ تو وہ اس کی حالت بلوغت ہوتی ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم سے . . . . . یہ بھی نظر آتا ہے۔ کہ جب کسی عالم میں ایک بلغہ اپنی بلوغت کو پہنچ جائے۔ تو بلوغت یافتہ حالت آئندہ عالم میں از سرِ نو بطور بلغہ ہو جاتی ہے۔ اور پھر اس کے آگے سات اور منزلیں اس نئے عالم کی بلوغت کی ہوتی ہیں۔ پچھلی فصل میں ہم نے انسان کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے نطفہ انسانی کا ذکر کیا ہے۔ جسم انسانی کل ارضی چیزوں کی کشید ہوتی ہے۔ اور اس کشید سے نطفہ تیار ہوتا ہے۔ جسے قرآن کریم نے سلالہ طین کہا ہے اور سلالہ طین جسم انسانی کا بلغہ ہے جو بصورت نطفہ اس کی دوسری منزل ہے۔ رحم میں جا کر اور پانچ منزلیں طے کرتا ہوا۔ ساتویں منزل پر اس حالت کو پیدا کرتا ہے۔ جسے قرآن کریم نے خلقاً آخر کہہ کے پکارا ہے وہ سات حالتیں یہ ہیں۔ سلالہ۔ نطفہ۔ علقہ۔ مضغہ۔ استخوان۔ گوشت۔ خلق جدید یعنی مدرکہ۔ الغرض ہر ایک عالم میں کسی چیز کی آخری منزل پر ایک نئی چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ نئی چیز پرانے عالم کی بالغ حالتوں کو تو اپنے ساتھ نئے عالم میں لے آتی ہے۔ کیونکہ اس کی زیست ان حالتوں کے قیام پر ہی منحصر ہوتی ہے۔ وہ چیز ہے جس کا ظہور گذشتہ عالم کی ساتویں منزل پر ہوتا ہے۔ انسان رحم میں ہی جسم کی کل ترقی کے سامان پیدا کر لیتا ہے۔ اور رحم سے باہر تھوڑے عرصہ میں جسم کی تکمیل ہی کر لیتا ہے۔ اور حق الامر بھی یہی ہے کہ اس زمین پر جسم کی ترقی صرف یہ ہو کہ جسم انسانی میں کمال تک پہنچ جائے۔ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات کی اقسام مختلف سب کی سب جسم کی مختلف بلوغت یافتہ شکلیں تو ہیں۔ لیکن جسم اگر اپنے کمال تک پہنچتا ہے۔ تو یہ امر انسان کی شکل میں آکر ہوتا ہے۔ گویا جسم کی ترقی کامل طور پر انسان کی شکل ہو جاتی ہے اس سے آگے جسم کی ترقی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اب اس آخری ترقی پر جو نئی چیز پیدا ہوتی ہے۔ وہ انسان کا نفس مدرکہ ہے۔ جو رحم میں ہی پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی نئی خلقت عالم ادراک کا بلغہ ہوتی ہے یعنی جس نے آگے ترقی کرنی ہے۔ لہذا انسان اس دنیا میں جسم کی خدمت کے لئے نہیں اس

ص۔ تکمیل جسم جس چیز سے آئندہ ترقی کرنی ہوتی ہے

کی آیندہ ترقی تو اس کے ادراک کی ترقی ہے

مدرکہ انسانی کی ابتدائی کیفیت مدرکہ حیوانی سے ملتی جلتی ہوتی ہے۔ اسے قرآنی اصطلاح میں نفس امارہ کے نام سے تعبیر کیا گیا۔ میں نے ابھی ذکر کیا ہے کہ ہر عالم میں ایک چیز بلوغت کے سات منازل طے کرتی ہے۔ اور ساتویں منزل پر جاکر اس عالم کی متعلق ترقی کو حاصل کر لیتی ہے۔ اسی طرح انسان کے مدرکہ نے بھی نفس امارہ سے چل کر ساتویں منزل پر تکمیل پائی ہے۔ ان سات منزلوں کے نام قرآن کریم نے حسب ذیل تجویز کئے ہیں۔ نفس امارہ۔ نفس لوامہ۔ نفس ملہمہ۔ نفس مطمئنہ۔ نفس راضیہ۔ نفس مرضیہ۔ نفس کاملہ۔

قرآن کریم نے ہر نفس کے خط و خال بھی بیان کئے۔ اور پھر ہر ایک منزل پر اس منزل کی تربیت کے سامان بھی تجویز کئے۔ لیکن پیش ازیں کہ ہم ان امور پر زیادہ لکھیں اسجگہ ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اس چیز پر روشنی ڈال دیں۔ جس کو عامۃ الناس کی اصطلاح میں روح کہتے ہیں۔ از روئے تعلیم قرآن روح جسم سے الگ نہیں۔ نہ کوئی فالتو چیز ہے۔ نہ کسی اور عالم سے آکر جسم میں ملی ہے۔ روح جسم ہی سے نکلتی ہے۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اصل جوہر کائنات جو روح خدائی کا پہلا عکس وظل ہے اور جو دان بدن مختلف حجابوں میں مستور ہوتا ہوا زمین سے آجاتا ہے۔ جہاں یہ حجابوں سے پھر الگ ہونا شروع ہوتا ہے وہ آخر کار جسم انسانی میں آکر اس حالت کے قریب ہوجاتا ہے جیسے اُس کی ابتدائی صورت تھی۔ یعنی جسم انسانی میں وہ چیز پیدا ہوتی ہے جو روح خداوندی کے بہت اقرب ہے۔ یا یہ کہو کہ روح خداوندی یہاں آکر بہت سے حجابوں سے باہر ہوجاتی ہے اور اپنی اصل شکل کے قریب آجاتی ہے۔ روحوں کا الست کے دن رونا اسی حقیقت کا اظہار ہے۔ جسم انسان میں اس روح ازلی کی پہلی شکل جو ہے وہ ادراک انسانی ہے۔ جسے قرآن نے "خلق آخر" کہا جو جسم ہی سے نکلتا ہے۔ یہی مدرکہ اپنی کسی بالغ حالت میں وہ کیفیت اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے جس سے اس کا نام عامہ اصطلاح میں روح ہوجاتا ہے قرآن نے مدرکہ کا نام نفس بھی رکھا ہے۔ نفس کے معنی کسی چیز کی اصلیت یا جوہر کے ہیں۔ کسی چیز کی ان صفات خاصہ کو نفس کہا جا سکتا ہے کہ جن کے ہونے پر ہی وہ چیز اپنا خاص نام پاتی ہیں۔ در اصل اسی کے ظہور تامہ کے لئے وہ چیز مخلوق ہوتی ہے۔ اب اگر انسان کی کسی چیز کا نام روح ہے۔ تو وہ انسان کی ہر حالت میں اس میں موجود ہونی چاہیئے وہی مختلف منازل طے کرتی ہوئی آخر کار

اس منزل کو بھی پہنچ جاتی ہے۔ اور اس میں وہ خواص بھی پیدا ہو جاتے ہیں جس کے رو سے اُسے اس عامہ اصطلاح میں روح کہتے ہیں۔ روح دراصل نفس انسانی کی ایک بالغ کیفیت کا نام ہے۔ لیکن وہ اس شکل میں بھی موجود ہوتی ہے۔ جسے نفس امارہ کہتے ہیں۔ ہاں جس چیز کا نام عام اصطلاح میں روح ہوتا ہے۔ یعنی نفس انسانی کی وہ حالت جب اس کے کل جذبات نفس ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور نفسانی خواہشات تہذیب و تعدیل پا لیتی ہیں۔ انسان اس حالت میں اضطراراً نیکیوں کی طرف جھکتا ہے۔ اور بدیوں سے رُک جاتا ہے وہ دنیا کی لذات سے اسی قدر حصہ لیتا ہے جو جسم میں بقائے روح کے لئے ضروری ہو۔ اور باقی چیزوں سے کوئی تعلق اسے نہیں ہوتا۔ اگر ایسی حالت کا نام روح ہے۔ جیسے عام لوگ سمجھے ہوئے ہیں۔ تو یہ نفس انسانی کی بلوغت کی چوتھی حالت ہے۔ جسے قرآن نے نفس مطمئنہ سے تعبیر کیا ہے۔ اور ابھی تو اس کے آگے تین منزلیں اور ہیں۔ جن کے خاتمے پر نفس انسانی کامل ہو کر انسان کو مسجود ملائکہ بنا دیتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں نفخت فیہ من روحی کے منطوق کا صحیح نقشہ ظاہر ہونے لگتا ہے۔ جیسے قرآن کریم نے فرمایا فاذا سویتہ و نفخت من روحی فقعوا لہ سٰجدین قصہ آدم دراصل انسانی ترقیات کا اور اس کے تنزل کا ایک نقشہ ہے۔ جو ہر ایک انسان کے سامنے موجود ہے سویتہ سے مراد تکمیل جسمانی ہے۔ یعنی روح خداوندی اس وقت انسان کے جسم میں اپنی ابتدائی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ جب جسم ہر صورت میں مکمل ہو جاتا ہے۔ اور جب روح اپنا کامل جلوہ دکھانے لگتی ہے تو ملکوا لسموات والارض اس روح کے آگے جھکنے ہیں۔ اگر قرآن نے تہذیب و تکمیل نفس کی ابتدائی تعلیمات میں جسمانیات پر زور دیا اور کھانے پینے کی چیزوں کے متعلق ہدایات فرمائیں۔ تو وہ بھی اسی آیت کی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ایک صالح جسم میں ہی اعلیٰ اور روحانی ترقیات ہو سکتی ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں کمالات نفس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر پہنچکر انسانی دائرے کی بلند سے بلند قوس دائرۂ لاہوت کی نچلی قوس سے جا مماس کرتی ہے۔ صوفیائے کرام نے اس حقیقت کو حقیقت محمدیہ سے تعبیر کیا ہے قاب قوسین میں جن دو قوسوں کا ذکر ہے۔ وہ یہی انسانی اور ربانی دائرۂ قرب کی قوسین ہیں۔ اس مقام پر پہنچکر قلب انسانی کل جذبات سے پاک ہو کر تخت الوہیت بن جاتا ہے۔ انسان خدا کے اخلاق سے متخلق ہو کر صبغت اللہ میں رنگین ہو جاتا ہے۔ کرامت معجزے

اس کے ہمقرین ہوتے ہیں۔

یہاں برعایت اختصار مندرجہ بالا منازل۴ میں سے سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ مشکل منزل مقام امارہ ہے جو نسل انسانی کے بہت سے غصّے کو آگے جانے سے روک لیتا ہے۔ اور مجھے تو اس منزل میں اس وقت کُل کی کُل دنیا پھنسی ہوئی نظر آتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا پر تمدنی اور اقتصادی اثر اس قوم کا ہے۔ جن کا مذہب ہی یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان اپنی سعی سے نفس امارہ کی حدود سے باہر نہیں نکل سکتا یعنی مذہب کلیسہ جیسے کہ میں آگے چل کر بتلاؤں گا۔ یہ منزل وہی منزل ہے جب حیوانی جذبات جوش و خروش میں ہوتے ہیں اسوقت نفس ہر ایک ردی خواہش کے پورا کرنے کیلئے انسان پر جابرانہ حکومت کرتا ہے۔ اسی لئے ان کا نام قرآن نے نفس امارہ رکھا ہے یعنی بہت حکومت کرنے والا۔ نیکی بدی کی اسے تمیز نہیں ہوتی۔ کسی طرح سے ہو۔ یہ اپنی خواہشیں پوری کراکر رہتا ہے۔ جیسا کہ قرآن نے فرمایا النفس لامارۃ بالسوء خواہشات نفس یا طبعی تقاضے بالاصل تو بری چیز نہیں ہوتے۔ یہی تقاضے تو ہر قسم کے علم و عمل کا موجب اور محرک ہوتے ہیں۔ تمدن و تہذیب نے آج جو کچھ پیدا کر رکھا ہے اس کی تہ میں یہی تقاضائے نفس مضمر ہیں۔ انسان کی دستکاری و صنعت اور سائنس کے آئے دن کرشمے ان سب کو یہی ہماری جبلّی اشتہائیں وجود میں لے آتی ہیں کہتے ہیں کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ لیکن ضرورت انسانی کا سرچشمہ یہی ہمارے طبعی تقاضے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہی طبعی تقاضے ہر قسم کے جرائم کے بھی ذمّہ دار ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہمارے تقاضے جب ہمیں اسباب دفع تقاضاء کے حصول پر مجبور کرتے ہیں تو اگر اس غرض کے لئے ہم نے اپنے دل و دماغ کو اور خداداد قوتوں کو صحیح اور مناسب طریق پر استعمال کیا۔ تو دنیا اعلیٰ درجہ کی متمدن زندگی دیکھ لیتی ہے۔ لیکن اگر حصول اسباب مذکورہ بالا کے لئے انسان نے محنت سے دل چرایا اور اپنی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے اس نے دوسروں کے مکسوبات پر نگاہ رکھی اور ناجائز طریق سے ان پر قبضہ کرنا چاہا تو دنیا کا تمدن تباہ ہو جاتا ہے۔ اور بدی اور جرائم پھیلنے لگتے ہیں۔ کسی سے کوئی چیز خریدنا یا چیز مذکور کو اس سے چرا لینا بیشک دو مختلف متضاد چیزیں ہیں لیکن ان کا نتیجہ ایک ہے۔ صرف اسباب حصول نتیجہ نے ان میں فرق پیدا کر دیا ہے۔ دونوں حالتوں میں وہ چیز ایک کے قبضے سے نکل کر دوسرے کے ہاتھ

۴ نفس کی کچھ کیفیت بھی بیان کر دیتے ہیں ان سب منازل

میں چلی آئی ہے لیکن ایک صحیح طریق پر دوسری مذموم طریق پر والا انتقال قبضہ تو ہر حالت میں واقع ہوا ہے۔ اور اگر اعلےٰ تمدن کی کل مسئلہ بیع و شرئی سے ہی چلتی ہے۔ تو بیع شرئی میں انتقال قبضہ کے سوا اور کیا ہوتا ہے۔ لہذا طبعی تقاضوں یا فطرتی جذبات کو مارنا نہ صرف ایک غیر طبعی امر... اور اللہ تعالےٰ کے فعل پر نکتہ چینی کرنا ہے۔ بلکہ ان کے صحیح استعمال سے جو مفاد دنیا کو حاصل ہوتے ہیں۔ ان کا بھی استیصال ہو جاتا ہے۔ تمدن و تہذیب کی سب راہیں بند ہو جاتی ہیں جذبات کو مارنے کی تعلیم قریب قریب کل قدیمی مذہب نے دی صرف اسلام نے ہی دنیا کو اس کی تعدیل و تہذیب کی طرف متوجہ کیا یہی وجہ ہے کہ عیسوی مذہب کی یہ رہبانی صورت یورپ میں کئی صدیوں تک حکومت کرتی رہی پھر چودھویں پندرھویں صدی تک کونسا تمدن وہاں تھا۔ بلکہ یورپ نے اسی وقت ترقی کی صورت دیکھی جب کلیسا کی اس تعلیم سے اپنے آپ کو آزاد کیا۔ ہمارے جذبات نہ تو فی نفسہ ردی ہیں اور نہ ادنےٰ ہمارا اپنا فعل اور ارادہ ہی ان کو ردی یا ادنے بنا دیتا ہے۔ ان جذبات کا نام جذبات حیوانیہ رکھنا ان معنوں میں تو صحیح ہے۔ کہ یہ جذبات ہم میں اور حیوانوں میں مشترک ہوتے ہیں۔ لیکن اور بھی بہت سی باتیں ہم میں اور حیوانوں میں مشترک ہوتی ہیں۔ یہ اشتراک تو ہمیں حیوان نہیں بنا دیتا۔ ہاں جب ان جذبات کی تسکین کے لئے ہم وہ راہ اختیار کریں جو حیوان اختیار کرتے ہیں۔ تو یہ تو ہمارا اپنا فعل ہے کہ جو ان جذبات کو جذبات حیوانی بناتا ہے۔

دنیا میں کوئی بھی چیز بذات خود بری نہیں خدا کی طرف سے جو چیز آئی وہ خیر محض ہے قرآن نے یہی تعلیم دی ہے۔ آگ کو رحمت یا لعنت بنا لینا انسان کے اپنے فعل کا نتیجہ ہے۔ آگ کا اس میں کیا قصور ہے اس سے خواہ کسی کا گھر پھونک دو۔ یا اس سے کھانا پکالو۔ ان جذبات شہویہ کے علاوہ جو دراصل عیسائی مذہب کی ان رہبانہ تعلیمات کا موجب ہوئے۔ ہمارے اور بہت سے علمی۔ عملی۔ ادراکی۔ ذوقی جذبات بھی ہیں وہ سب کے سب اپنے کسی رنگ میں ہمارے لئے لعنت ہو سکتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ رحمت ہی رحمت ہیں وہ کسی مقصد اعلیٰ کے لئے ہماری طبیعت میں رکھے گئے ہیں۔ مثلاً انسان طبعاً چاہتا ہے۔ کہ لوگ اسے اچھی نگاہوں سے دیکھیں۔ اور تو اور انسان خود اپنی نگاہ میں اپنے آپ کو اچھا دیکھنا چاہتا ہے۔ اسے اپنی ہر ایک بات محبوب نظر آتی ہے۔ آئینہ

کے سامنے کھڑے ہو کر ایک بدصورت سے بدصورت آدمی بھی اپنے چہرہ میں کوئی نہ کوئی خوبصورتی دیکھ لیتا ہے۔ یہ جذبہ جو خودداری یا خودعزتی ایسے شریعت تقاضا کی روح رواں ہے۔ انسان میں اسلئے رکھا گیا۔ کہ وہ اعمال حسنہ اور کسب کمال کی طرف متوجہ ہو، اور اس طرح اپنے آپ کو دوسروں کی نگاہ میں عزیز ممدوح اور قابل تعریف بنائے۔ جس سے اس کا وجود اس کے لئے اور دوسروں کے لئے باعث رحمت ہو جائے لیکن یہی وہ تقاضا ہے جو انسان کو خودبین خودنما خودپسند بنا دیتا ہے جس پر وہ ہر قسم کے اکتسابات کمال سے رُک جاتا ہے یہی خودپسندی اور خودنمائی اس میں عیب چینی پیدا کر دیتی ہے۔ نکتہ چینی کا جذبہ بھی مذکورہ بالا جذبہ کی طرح ایک عمدہ مقصد کے لئے ہی فطرت انسانی میں رکھا گیا تھا اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ انسان ایک طرف تو اپنے عیبوں کو بغرض اصلاح دیکھے کیونکہ اپنے عیب سے ناواقف رہنا انسان کو مدارج عالیہ کے حصول سے روک لیتا ہے۔ دوسری طرف چونکہ جذبہ خودعزتی کا غلط استعمال یا اس کی کریہہ سے کریہہ شکل یعنی خودبینی انسان کو اپنے عیوب سے ناواقف رکھتی ہے۔ اسلئے ہماری اصلاح اسی طرح ہو سکتی تھی۔ کہ کوئی دوسرا ہمیں ہمارے عیب سے اطلاع دے۔ لیکن ان جذبات کا صحیح استعمال اعلیٰ درجہ کی حکمت و فطنت و پاکیزگی نفس چاہتا ہے۔ اس پر ایک نہایت ہی لطیف بحث حضرت امام غزالی رحہ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں فرمائی ہے۔

علی العموم یہ دونوں جذبے بداستعمالی میں آکر انسان کو عیب چین اور معائب شمار بنا دیتے ہیں۔ نیک نگاہ سے دوسروں کے عیب دیکھکر انہیں بغرض اصلاح اطلاع دینا تو انسانوں کو اعلےٰ درجہ کے اخلاقوں سے آراستہ کر سکتا ہے۔ لیکن یہی باتیں انسانوں میں زیادہ تر فساد اور تکلیف کا موجب ہو رہی ہیں، مثلاً ہنسی مذاق کا جذبہ۔ اس کا استعمال اسی حد تک جائز ہے جس حد تک کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ جذبۂ مذاق تو اسلئے پیدا ہوا کہ ہموم و غموم کے وقت انسان کے اندر خوش مزاجی پیدا کر دے۔ اور انسانوں کو اس افسردگی سے بچائے جو ہم میں آٹھوں پہر کی سنجیدہ مزاجی پیدا کر دیتی ہے۔ لیکن یہی جذبۂ مذاق حدود اعتدال سے باہر ہو کر انسان کو پرلے درجے کا خودبین اور دوسروں کا عیب جو بنا دیتا ہے مذاق کی بدنما شکل کسی دوسرے کو اُلّو بنانا ہوتا ہے۔ اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ سننے والے یا دیکھنے والے دوسرے پر ہنسیں۔ کسی کا مذاق اُڑانا دراصل اس کی کمزوری کی طرف دوسروں کو متوجہ

کرنا ہوتا ہے۔ کمزوریاں ہی دراصل کمین غصے اور کمین ہنسی کا موجب ہوتی ہیں۔ تمسخر کرنے والے کی نگاہ ہمیشہ دوسروں کے عیب اور کمزوری پر ہوتی ہے۔ اس سے نہ صرف اس میں عیب شماری اور نکتہ چینی ہی آجاتی ہے۔ بلکہ اس کے اپنے عیب اس کی آنکھوں سے چھپ جاتے ہیں۔ اور وہ خودنما خود پسند اور خود بین ہو جاتا ہے اور اگر ایسا انسان اپنی زندگی میں اتفاقاً کسی کامیابی کا منہ بھی دیکھ لے۔ تو اس میں نخوت غرور اور خود آرائی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے ان سارے عیوب کو ایک ہی جگہ اسی لئے جمع کر دیا۔ کہ سب ایک دوسرے کے مؤید اور موالد ہوتے ہیں۔

دردِ دل

از جناب قمر الدین احمد صاحب

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیان

۱۔ پتھر دلوں کے سجدے بیسود اور زمین پر سر مارنے کے برابر ہیں۔ عبادت گذاریاں حسنِ سلوک اور حسنِ معاملہ کے دوش بدوش رہیں تو کچھ معنی رکھتی ہیں۔

۲۔ خدا کو جنگلوں میں ڈھونڈنے کی بجائے آبادیوں میں تلاش کرنا چاہیئے۔ جوگی پہاڑوں میں سر ٹکراتا ہے۔ بھوگی گلیوں میں موہن پاتا ہے۔

۳۔ تارک الدنیا جنگلی پھول کی مانند ہے۔ نہ تو کسی کو اس کا کانٹا چبھا اور نہ کوئی رنگ و بو سے بہرہ اندوز ہوا گویا وہ عذاب دوزخ سے تو بچ نکلا مگر جنت الفردوس سے محروم ہو گیا۔

۴۔ اللہ اللہ کی تسبیح کرنے رام رام کی مالا جپنے سے اس کی خوشنودی حاصل نہیں ہو سکتی۔ عبادتِ لفظی سے خدا مطمئن نہیں ہو سکتا انسان کے دکھ درد میں شرکت، آڑے وقت اس کی امداد و اعانت جملہ عبادات کا نچوڑ ہے۔

۵۔ کسی کا حق دبانے، کمزور پر ظلم ڈھانے سے زمین کانپتی ہے۔ عرش ہلتا ہے۔ خدا کا غیض و غضب جوش مارتا ہے حتیٰ کہ فرشتوں کے دل دہل جاتے ہیں۔

۶۔ خدا کی رحمت کے انمول موتی یتیم بچے کے آنسو بن کر خاک میں گم ہو جاتے ہیں۔ کوئی ہے

جو اس در رحمت کے خزانے کو اپنے گھر لے جائے۔ بچوں کی طرح پرورش کرے اور زیور علم سے سجائے۔

۷۔ جس گھر میں یتیم بچہ پرورش پاتا ہے۔ وہاں خدا کی بخشش شبنم صبح کی طرح گرتی ہے۔

۸۔ زاہد تیرے لاکھ برس کے ریائی سجدے اور رحمت خیز آسن اللہ میاں کے ہاں اتنے مقبول نہیں جتنی کہ ایک یتیم بچے پر ایک محبت بھری بے لاگ نگاہ یا اُس پر ایک کوڑی کا خرچ۔

۹۔ جس کا دل اہل محلہ۔ اہل شہر۔ اہلِ ملک بلکہ اہلِ دنیا کی مصائب سے نہیں پسیجتا وہ دوزخ کا ایندھن ہے۔

۱۰۔ فتنہ فساد کا خوگر محنت سے پہلو تہی کرنے والا غیر کا حق دبانے والا جہنم کی انتہائی گہرائیوں میں پھینکا جائے گا۔

۱۱۔ جو لوگ بنی نوع انسان کی علمی اور عملی امداد میں کوشاں رہتے ہیں ان کے دکھ درد میں شریک رہتے ہیں یقیناً باغ رضواں کے حق دار ہیں۔

۱۲۔ عمل صالح کبوتر کی طرح دلآویز اور بچوں کی طرح معصوم صورت اختیار کر کے خدا کے بندوں کی خوشیوں میں اضافہ کرتے ہیں۔

۱۳۔ اس نماز اور پوجا کی خواہش کرنی چاہیئے۔ جس سے خدمت خلق کا جوش بڑھے۔ لوگوں میں عدل و انصاف کرنے کی صلاحیت پیدا ہو اور زندگی اہل دنیا کے لئے مفید ثابت ہو۔

۱۴۔ سچ۔ پوچھیں تو عبادت بذاتِ خود نیکی نہیں بلکہ ذریعہ نیکی ہے

کسب سلوک اور اس کی راہیں

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ o اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ o

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور

ترجمہ:۔ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی اعانت طلب کرتے ہیں ہم کو صراط مستقیم کی ہدایت دے۔

قرآن نے نازل ہو کر انسان کے نصب العین کو کس قدر رفعت و وسعت دی ہے۔ جس کے حصول سے وہ نہ صرف اخلاق و روحانیت کی اونچی سے اونچی چوٹی پر جا متمکن ہوتا ہے بلکہ اس منزل عالی تک پہنچتے پہنچتے اس کی کل ضروریات بھی پوری ہو جاتی ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہر ایک قوت بھی رو براہ ہو جاتی ہے۔ وہ نصب العین یہ ہے کہ انسان خدا کا خلیفہ بن کر اس کائنات پر اس کی طرف سے حکومت کرے۔ یوں تو ہر مذہب و ملت نے مبہم طریق پر اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کسی نے میدان انسانیت میں وشنو کے اوتار دیکھے کسی نے انسان کو خدا کی تصویر سمجھا۔ لیکن قرآن مقدس نے نہ صرف بیّن سے بیّن الفاظ میں اس منزل عالی کو واضح کر کے وہاں تک پہنچنے کی کھلی کھلی راہیں ہی بتا دیں۔ بلکہ اُن راہوں سے بھی متنبہ کر دیا جو انسان کی ملکوتی صفات کو بیکار کر کے اس کی بہیمیت (خواہشات حیوانیہ) اور سبعیت (درندگی) کو اس پر غالب کر دیتی ہیں اور اس طرح اسے اسفل السافلین تک پہنچا دیتی ہیں۔ پھر سب سے بڑھکر یہ احسان کیا کہ ان سب باتوں کو اجمالی طور سے سورۂ فاتحہ میں رکھکر اس الہامی دعا کو اس کا پانچ وقتہ وظیفہ ٹھیرا دیا۔

اس امر کی تشریح تو ہو چکی کہ خلافت آلہیہ کا وارث وہی ہوتا ہے جو مذکورہ صفات اربعہ کو بطور ظل اپنے اندر پیدا کرے۔ بالفاظ دیگر ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت، مالکیت، وہ چار ربانی قالب ہیں جن میں سے انسان نے اپنی کل کی کل استعدادوں کو جنہیں اس کی بہیمیت و سبعیت بھی شامل ہے ڈھال لینا ہے۔

انسان کی ارتقاء چونکہ حیوانیت سے ہوئی ہے۔ وہ اپنی موجودہ بہیمیت اور سبعیت کو بطور ورثہ اپنے ساتھ لایا ہے۔ یہ بہیمی اور سبعی جذبات اس کی فطرت میں اسے جہد للبقاء میں مدد دینے کے لئے رکھدیئے گئے ہیں۔ ہماری تمام حرکات و سکنات ایسے ہی ہماری سب کوششیں عمل میں آہی نہیں سکتیں۔ اگر ہمیں بعض ضرورتیں لاحق نہ ہوں یہ ضروریات اپنی ابتدائی شکل میں وہی خواہشاتِ نفس ہیں جن کو بہیمیت سے تعلق ہے۔ بالمقابل ہمارے چاروں طرف وہ قوتیں بھی آٹھوں پہر کام کر رہی ہیں جن کے ضرر سے بچنے پر ہی ہم زندہ رہ سکتے ہیں۔ ایک طرف تقاضات . . . . . نفس ہمیں طلب منفعت میں مصروف رکھتے ہیں تو دوسری طرف ہم مذکورہ بالانقصانات سے بچنے کے لئے طرح طرح کی کوشش پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ گویا جد و جہد زندگی میں جلب (حصول) منفعت و دفع مضرت وہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ جس پر چلنے کے بغیر ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ اب اگر جلب منفعت کا محور بہیمیت ہے تو دفع مضرت کی سرگرمیوں کی محرک ہماری سبعیت ہے۔ اور یہی دو طبیعتیں ہمارے اندر قوائے شہویہ (لوبھ) و غضبیہ (کرودھ) کی شکل میں ظاہر ہوئی ہیں۔ لہذا انسان میں ان دو قوتوں کا ہونا تو ضروریات سے ہے۔ ہاں انسان کامل وہی ہوتا ہے جو ان دو حیوانی قوتوں پر قابو پالے۔ اور ان سے حسب ضرورت کام لے۔

ماہران نفسیات آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کے کل قوائے نفسیہ خواہ وہ اخلاق حسنہ کی شکل میں ظاہر ہوں یا وہ اخلاق ذمیمہ بن جائیں۔ ان سب کا سرچشمہ یہی دو قوتیں ہیں۔ یعنی نخل انسانی کی کل کی کل شاخیں لوبھ (قوائے شہویہ) اور کرودھ (غضب) کی ہی مختلف شکلیں ہیں۔ ان ہی دو جذبات طبیعہ نے طرح طرح کی تعدیل تہذیب کے ماتحت آکر آخر کار ان چار قالبوں میں ڈھلنا ہے جن کا میں نے اوپر ذکر کیا۔

جب تک کوئی چیز سرمہ سا نہ ہو جائے اور اگر وہ چیز دھات کی قسم میں سے ہے آگ پر پگھل کر پانی کی طرح پگھل نہ جائے وہ کامل طور پر کسی قالب میں ڈھل نہیں سکتی۔ انسان کے مذکورہ بالا مقام علیٰ پر پہنچنے سے پہلے اپنے کل کے کل جذبات حیوانیہ کو بھی گویا پیس کر سرمہ سا دیا جاتا ہے تو پھر وہ ان ربانی قالبوں میں ڈھل کر خدا کی تصویر بن جائے گا۔ اگر قرآن کریم نے اس طریق عمل کا نام عبادت رکھا ہے تو عبادت کے لفظی معنی ذُل یعنی پسِ جانا ہے۔ یوں تو اصطلاحاً اور کتابی عبادت کے لئے قیام قعود رکوع۔ سجود یا ہاتھوں کا باندھنا۔ یا انہیں کھڑا کرنا۔ اور

ان حرکات و سکنات کے ساتھ چند ماثورہ کلمات کا پڑھ لینا ہر مذہب و ملت نے تجویز کر دیئے ہیں۔ لیکن ان کی غرض و غایت بھی یہی ہے۔ عبادت کے ابتدائی معنی تو پس جانے کے ہیں۔ مگر اس کے دوسرے معنی وہ کامل اطاعت انقیاد ہے جب انسان اپنے خیالات اور اپنے ارادوں سے قطعاً الگ ہو کر اپنے حاکم یا معبود کی منشاء و حکم پر چلے یعنی اپنے ارادے اور اپنی منشاء کو معبود کی منشاء میں متبدل کر دے۔ اس کا ہر قول و فعل خدا کے قول اور فعل کے ماتحت ہو۔ وہ بے جان کی طرح ہو کر دوسرے کے ہاتھ میں چلا جائے یہی وہ مقام ہے جس کی طرف قرآن پاک کی ایک اور آیت نے اشارہ کیا ہے بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ (سورۂ بقر) یعنی انسان اپنے نفس پر ایک قسم کی موت وارد کر کے خدا کی منشاء کے مطابق چلنے (اسلم) پر مستعد ہو جائے۔ اور پھر اس ارادے کو عمل میں بھی لے آئے۔ اس قسم کے انسان کا نام قرآن کریم نے مسلم و محسن رکھا ہے اور ان ہی دو صفات کے مجموعے کا نام مومن ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ اس قسم کا انقیاد تام۔ آزادی رائے و عمل پر چھری پھیر دینا ہے۔ اگر آزادی کے معنی وہ آزادی ہے جس کا نام مادر پدر آزاد ہے تو اس آزادی پر جتنی جلدی چھری پھر جائے بہتر ہے۔ اور اگر آزادی جائز کو اپنے کاروبار میں برتنے کے لئے اس علم حقہ کے حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ جو ہر قسم کی خطا سے پاک ہو۔ اور وہ علم ہمارے کل اعمال کا محرک ہو۔ جن اعمال کے کرنے میں ہم ہر قسم کے خوف اور طعنہ سے نڈر ہو کر امور زندگی میں آزادی کے ساتھ گامزن ہو جائیں تو یہ وہ آزادی ہے جس کے لئے قرآن کریم باواز بلند تلقین کر رہا ہے کیونکہ اسی علم و عمل کا نام ایمان ہے۔

اس قسم کے پس جانے یا اپنے جذبات کو ربانی قالب میں ڈھالنے کا نام عبادت ہے اور حقیقی عبد اللہ بھی وہی انسان کامل ہے جو مردہ کی طرح ہو کر اپنے معبود کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے۔ وہ جو کرتا ہے خدا کے حکم کے ماتحت کرتا ہے۔ جو بولتا ہے وہ بھی منطوق الٰہی کے ماتحت ہوتا ہے ہاں اس مقام پر پہنچنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس راہ میں قدم قدم پر لغزش ہے۔ اس مقام پر پہنچنے تک بیسیوں اخلاقی اور روحانی جنگلوں۔ پہاڑوں۔ دریاؤں اور جھیلوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ اور یہ وہ کٹھن راستہ ہے کہ جس کا ہر ایک قدم ہادی برحق کی اعانت چاہتا ہے۔ اسی لئے سورۂ فاتحہ نے اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے بعد اِیَّاکَ

نَسْتَعِیْنُ کہا۔ ان منازل کے طے کرنے میں بیسیوں راہیں ہیں جو ٹیڑھی، الٹی۔ طویل اور گم گشتگی منزل کیطرف جاری ہیں۔ ہمیں تو اس سلوک میں کسی ایسی راہ کی ضرورت ہے جو مختصر سی مختصر ہو۔ اور سیدھا ہمیں منزل مقصود کی طرف لے جائے۔ اسی رستے کے لئے ہمیں ہدایت ربی کی ضرورت ہے۔ اور اسی پر قائم رہنے کے لئے ہم اعانت کے طالب ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے بعد اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہتے ہیں۔ جسے یہ راہ مل گئی اور وہ اس پر گامزن ہوا وہی نصب العین مقام پر پہنچ گیا۔

ایک ضروری اخلاقی سبق

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝

ساری نماز تو با جماعت نہیں پڑھی جاتی۔ فرائض کے سوا سنتیں اور نوافل انسان تنہا ہی پڑھتا ہے۔ لیکن الفاظ بالا (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی اعانت طلب کرتے ہیں ہم کو راہ مستقیم دکھلا) تو کسی فرد واحد کی طرف سے نہیں بولے جاتے، یہاں تو صیغہ جمع استعمال کیا گیا ہے۔ اس میں جو زبردست اخلاقی سبق تھا اسے ہم بدقسمتی سے بھول گئے۔ ایک یہ امر ہے کہ ہم جناب باری میں صرف اپنے لئے ہی دعا نہ کریں۔ بلکہ اوروں کے لئے بھی دعا کریں۔ صرف اپنے لئے ہی اعانت طلب نہ کریں اور نہ اپنے کاروبار کے لئے کسی صحیح راہ کے جویا ہوں بلکہ یہ دونوں باتیں اوروں کے لئے بھی چاہیں۔ اور پھر نہ اُن کے ساتھ مل کر ہی بلکہ ایسے وقت بھی جب وہ موجود نہ ہوں۔ کیا اس میں یہ اشارہ نہ تھا کہ تم کسی معاملہ میں بھی صرف اپنی بھلائی کے خواہاں نہ ہو۔ بلکہ بھلائی و بہبودی کی راہیں پہننے میں یا اُن کے حصول میں اپنی ہی طرح دوسروں کا بھی خیال رکھو۔ اگر ہم ایسا کرتے تو کیوں ہم میں نفاق تشتت پیدا ہوتا ہے۔ دعا آخر ایک سفارش ہی ہے۔ اور سفارش کنندہ کو ہمیشہ اس شخص سے محبت و انس پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے حق میں سفارش کرے، اور سورہ فاتحہ کا یہ حصہ تو ہمیں دوسروں کی غیر حاضری میں ان کے لئے انہی فوائد کے طلب کرنے کی ہدایت کرتا ہے جو فوائد کہ ہم اپنے لئے مانگتے ہیں۔ یہ تو باہمی معاونت اور حقیقی خلت و اخوت کا ایک سبق ہے جو پانچوں وقت نمازوں میں ہمیں ملتا ہے، ہماری نمازیں کیوں بے تاثیر نہ ہوں جب ہمارے اعمال ہمارے قول کے خلاف ہیں۔ خدا کی جناب میں تو ہم دوسروں کے مفاد

کے لئے آٹھوں پہر دست بدعا ہوں۔ اور عملاً ان کے گلے کاٹنے کے لئے تیار ہوں۔ یہ کس قسم کی منافقانہ زندگی ہے جس میں ہم پڑ گئے ہیں: اگر آج بھی ان اشارات ربی پر عمل کر کے ہم عملاً دوسروں کے مفاد کے لئے ایسا ہی کوشاں ہو جیسی اپنی ذات کے لئے کوشش کرتے ہیں تو پھر ہم میں وہ قومیت پیدا ہو سکتی ہے کہ جس کی اقلیت پر ہزار اکثریتیں قربان ہو سکتی ہیں اقلیت کوئی چیز نہیں۔ اتحاد و اخوت ہی تھوڑوں کو بہتوں پر غالب کر دیتی ہے۔ اور یہ وہ بات ہے جس کا وعدہ قرآن مجید بھی کرتا ہے كَمْ مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً ۔ اس سے بھی بڑھکر ایک اور سبق سورۂ فاتحہ نے ان الفاظ میں ہمیں سکھلایا۔ گویا رب اسلام یہ دعا سکھلا کر ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ اس کی جناب میں دعا کے منظور ہونے کے دو ہی راستے ہیں۔ یا انسان ایک جماعت کو اپنے ساتھ لیکر کسی غرض کو خدا کی جناب میں متحدانہ رنگ میں پیش کرے یا جو مانگے وہ اپنے لئے ہی نہ مانگے بلکہ جماعت کے لئے مانگے۔ بالفاظ دیگر خدا کی جناب میں کسی خودغرض یا کسی خودپرست کی شنوائی ہی نہیں۔ جو شخص صرف اپنی ذات کے لئے کچھ مانگتا ہے۔ اس کی باتیں چنداں شنوائی کے قابل نہیں ہوتیں۔

یاد رکھو یہ وہ سبق ہے جو ہمیں اپنی پولٹیکل جدوجہد میں بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ نفس انسانی اپنی پہلی صورت میں اللہ تعالےٰ کی ایک عکسی تصویر ہے۔ یوں تو ہر ایک انسان استعداداً خلیفۃ اللہ ہے اور اس کے جذبات اپنی شکل محمود میں صفات الٰہیہ کا ہی عکس ہے۔ لیکن شاہانِ وقت ظل اللہ کہلاتے ہیں۔ جب خدا کی جناب میں ایک مسلم کی درخواست ایک جماعت کی طرف سے ہی سُنی جا سکتی ہے۔ تو ہم سیاسی حکام کے سامنے یکہ و تنہا جا کر اپنی جمعیت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کس طرح کسی امر کے حصول میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جب کسی مسجد میں ایک ہی وقت نماز کی دو جماعتیں یا اس سے زیادہ جائز نہیں تو پھر پولٹیکل حکام کے آگے تم الگ الگ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کس کامیابی کے متمنی ہو رہے ہو۔ ہم کیوں ان سُنن الٰہیہ سے سبق نہیں لیتے۔ اگر اتفاق و اتحاد کے یہ آداب صرف نماز ہی کے لئے تھے۔ تو یہ کوئی بڑی بات نہ تھی۔ نماز نے یہ باتیں تو ہمیں اسلئے سکھائیں کہ ہم روزانہ زندگی میں بھی ان آداب کا لحاظ کریں اور یہ تو آج بالبداہت نظر آ رہا ہے کہ گورنمنٹ کے ہاں ہماری آواز وہ قدر و قیمت نہیں پاتی۔ جو ہم سے سینکڑوں گنا کم سکھ اصحاب کی آواز کو نصیب ہے وہ چند لاکھ نفوس اور ہم کروڑوں کی تعداد میں وہ تو جو چاہیں گورنمنٹ سے منوالیں اور ہماری کوئی

سنتا ہی نہیں۔ کیا یہ گورنمنٹ کا قصور ہے، گورنمنٹ تو اخلاق الٰہیہ پر کام کر رہی ہے۔ جب ہمارا خدا بھی جماعت کی ہی آواز کو سننا پسند کرتا ہے تو گورنمنٹ کیوں کروڑوں کی آواز پر کان دھرے جو چند لاکھ نفوس کی سی طاقت نہیں رکھتی۔

اتفاق و اتحاد چھوڑ۔ ہم تو ایک دوسرے کے دشمن ہیں اختلاف رائے جو بقول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجب رحمت ہونی چاہیئے تھی آج ہم میں موجب عداوت ہو رہی ہے کسی کی رائے سے اختلاف کرنا تو بری بات نہیں یہ تو ورثہ انسانیت ہے۔ لیکن آج جو اس خاصہ انسانیت کو استعمال کرے وہ دوسرے کی نگاہ میں مقہور و مغضوب ہو جاتا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ہم دوسروں کی رائے کی عزت کرتے لیکن ہم اُن کے اختلاف کا جواب غلیظ الفاظ سے دیتے ہیں۔ کیا برادران وطن میں اختلاف نہیں ہوتا کیا آج بھی ایک ہی گھر کے دو مقتدر ممبروں میں پولٹیکل اختلاف نہیں موتی لال نہرو۔ اور اُن کے صاحبزادے جواہر لال نہرو میں پولیٹکل اختلاف تھا۔ لیکن وہ ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ ایک ہی پلیٹ فارم پر ایک دوسرے کے مخالف تقریریں کرتے تھے۔ مگر پھر بھی ان کی محبت میں فرق نہیں آتا۔ وہ تو اسلام کی اس صداقت سے کہ اختلاف رحمت ہوتا ہے مستفیض ہو رہے تھے۔ اور ہم اسے چھوڑ کر خسران کی طرف جا رہے ہیں۔ ہم اس بات کی توقع ہی کیوں کرتے ہیں کہ دوسرے ہماری رائے کو مانیں۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ بعض امور میں کثرت رائے بھی کوئی چیز نہیں ہوتی خصوصاً جب قلت کی حمایت میں تجربہ اور بصیرت ہوتے تھے۔ پھر بھی اختلاف کی عزت کر کے خلوص و محبت کے ساتھ ایک امر مشترک کے لئے کوشاں ہونا اسلام نے سکھلایا ہے لیکن آج اگر اسلامی باتوں سے ہم نے موڑ لیا۔ تو کیا ہندو برادران کا طرز عمل ہمارے لئے ایک سبق نہیں۔ وہ بھی اختلاف رائے پر ایک دوسرے کے مقابل آجاتے ہیں۔ لیکن اغراض قومی کے حصول میں پھر وہ متحد ہو جاتے ہیں۔ کسی با جماعت نماز میں کل کے کل مقتدی تو ایک ہی خیال کے نہیں ہوتے۔ لیکن رب العالمین کی جناب میں تو ایک متفقہ آواز سے ہی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کہتے ہیں۔ وقتی گورنمنٹ کے سامنے کیوں ہم میں یہ ڈھنگ پیدا نہیں ہوتا۔

آج تو بدقسمتی سے سیاسی اختلافات ہمارے شیرازۂ قوم کو پراگندہ کر رہے ہیں لیکن ان اختلافات و فسادات کی عادت تو مدت سے ہم میں پیدا ہو چکی ہے۔ اور عجیب بات

یہ ہے کہ اس باعث ہماری جہالت سے وہی مذہب ہو گیا ہے جو اخوت جیسی نعمت دنیا میں لایا (فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا) وہی مذہب جس کی ایک ایک بات اتحاد و اتفاق کی جان تھی وہ فرقی تنازعات کے باعث کلمہ گوؤں کو ایک دوسرے کا دشمن بنا رہا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اسلامی فرقی تنازعات تو اصولًا کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ یہ ایک لمبی بحث ہے۔ اور اس موضوع پر میں نے آٹھ سال ہوئے ایک مستقل کتاب[1] لکھی تھی۔ میں یہاں صرف اس وسعت قلب اور روح اتحاد کا ذکر کرتا ہوں جسے تعلیم قرآن نے قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں پیدا کر کے انہیں غیر مسلموں کی نگاہ میں بھی ہر دلعزیز کر دیا۔ اور یہی اس کے اسلام کا موجب ہو گئی۔ تنازعات مذہبی میں عیسائی اور یہودیوں کے ساتھ جس اصول پر ایک مسلم کو پابند ہونے کی تعلیم قرآن نے دی وہ آج وہاں موجود ہے۔ غیر مسلموں سے تو ہم کیا سلوک کریں گے۔ کاش ان احکام کی بجا آوری میں ہم ایک کلمہ گو سے ہی وہ معاملہ برتیں جس کے لئے قرآن کریم نے ایک یہودی اور عیسائی کے مقابل ہمیں تلقین کی۔ مذہبی تنازعات و جدال تو ایک طبعی بات ہے لیکن باہمی فساد و مخاصمت کے مٹانے کے لئے مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے کہ تم عیسائیوں اور یہودیوں کو یہ کہو۔

اتحاجوننا فی اللہ وھو ربنا وربکم ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم ونحن لہ مخلصون ہ

پ۱ ۱۳۲ (یعنی اے عیسائی اور یہود دوستو تم جو ہم سے مذہبی امور میں برسر جدال ہو آخر کس لئے۔ ہمارا اور تمہارا رب تو ایک ہی ہے۔ اسی کی پرستش کا نام مذہب ہے۔ ہم بھی اسی رب کے ساتھ اخلاص رکھتے ہیں۔ اگر تعلیم مذہب نے اعمال مختلف پیدا کر دیئے تو پھر کیا ہوا تمہارے اعمال تمہارے ساتھ اور ہمارے اعمال ہمارے ساتھ۔ کوئی کسی کے اعمال کا جوابدہ نہ ہوگا۔ ولا تسئلون عما کانوا یعملون ہ پ۱ ۱۳۵ تم اپنے اعمال کے نتائج بھگت لوگے ہم اپنے اعمال کے نتائج بھگت لیں گے (لکم دینکم ولی دین) پھر تنازعہ کس بات کا۔ یہ وہ محبت بھری اپیل ہے۔ جو ہر قسم کے کینے اور غصے کو فرو کر کے مخالفت و عداوت کو امن و آشتی میں بدل سکتی ہے۔ جب معبود کل مخلوق کا ایک ہے۔ جس کی ربوبیت کے سامان (ھو ربنا وربکم) سب کے لئے یکساں ہیں۔ اس نے پرورش اور کامیابی کی راہیں سب پر ایک طرح کی کھول دی ہیں اور انہی راہوں پر چلنے کا نام مذہب یا عبادت ہے، تو پھر فساد کیوں ہو!

[1] اس کتاب کا نام "اسلام میں کوئی فرقہ نہیں" ہے۔

خصوصاً جب اس کے سامنے ہر ایک جدا جدا اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ قرآن کی اس تعلیم کی رو سے اگر ایک رب کا اشتراک متخاصب عنصر میں یگانگت پیدا کرنے کے لئے کافی ہے تو پھر وہ قوم اپنی حالت پر خود غور کرلے۔ جس کے افراد میں ایک بات چھوڑ کئی ایک باتیں مذہباً مشترک ہیں۔ اگر اس اشتراک و مجانست کے ہوتے ہوئے، وہ قوم افتراق و شقاق کا شکار بن رہی ہے تو یاد رکھو کہ وہ قوم اب من حیث القوم دنیا میں نہیں رہ سکتی۔ اس متفرق گلے کے کھا جانے کو مختلف قسم کے بھیڑیئے پیدا ہو چکے ہیں۔ قرآن کے نزدیک تو مذہبی اختلاف کی شدت کو کم کرنے کے لئے صرف یہ کہدینا کہ تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے کافی ہے۔ بالمقابل یہاں تو ایک فرقہ والا دوسرے فرقہ والوں کو کہہ سکتا ہے کہ تمہارا اور ہمارا رب تمہارا اور ہمارا نبی، تمہارا اور ہمارا قرآن، تمہارا کعبہ اور ہمارا کعبہ۔ تمہارے مذہب کے ارکان اور ہمارے مذہب کے ارکان۔ تمہارے اعمال کے لئے اسوہ اور ہمارے اعمال کیلئے اُسوہ۔ الغرض جو جو امور تکمیل مذہب کے لئے ضروری ہیں۔ ان سب میں ہم متحد و مشترک ہیں۔ اور آج تو تم یہ بھی کہنے لگ گئے ہو کہ یہ فرقی تنازعات فروعات میں سے ہیں، اور پھر تنازعہ کس بات کا۔ یہ اختلاف و افتراق کیوں ہے۔ بالمقابل ہندو مذہب تو فساد و اختلاف کا سرچشمہ ہے اس کے ماتحت مختلف فرقے ہیں۔ مختلف مذہب ہیں۔ پھر اتحاد قومی کے لئے اور دراصل یہی مذہب کی جان ہونی چاہیئے وہ مذہب چھوڑنے کو تیار ہیں۔ ان کے لیڈر قومی سنگھٹن کے لئے تمام مذہبی حدود کو پامال کرنے پر آ چکے ہیں۔ لیکن ہمیں تو یہ ضرورت نہیں۔ ہمیں تو اتحادِ قومی قوم کے لئے مذہب میں سے ایک شوشہ بھی چھوڑنے کی حاجت نہیں۔ اسلام تو اتحاد قومی کی روح رواں ہے، پھر ہم کہاں کے مسلمان جو بات بات پر ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے ہیں۔ کسی ہندو باریک بین نے کیا پتہ کی بات کہی ہے اسلام اگر اپنے فلسفہ کی بناء پر ہندوستان میں داخل ہوتا تو اسے کوئی کامیابی نصیب نہ ہوتی کیونکہ ایک نہ ایک قسم کا فلسفہ تو ہندو مذہب میں پہلے ہی سے موجود تھا۔ لیکن اسلام نے اگر یہاں آکر ہندو مذہب پر غلبہ پایا تو وہ اس کی اخوت عامہ تھی۔ آج وہ اخوت اسلام میں نہیں۔ آج مبلغان اسلام کس بات کو پیش کر کے ہندوؤں کو اسلام کی تبلیغ کر سکتے ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں۔ بلکہ اس پر ایک اور بات ایزاد کرنی چاہیئے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہندو مذہب کو کسی رنگ میں اب اسلام کی ضرورت نہیں کیونکہ ہندو اصحاب نے اپنے مذہب کے نقص کو سمجھ لیا ہے۔

اور اس ناقص اور نقصان رساں تعلیم سے تبرا کر لیا ہے جس نے ہندو قوم میں ذات پات کی امتیاز کو پیدا کر کے ان کے قومی استحکام کو تباہ کر رکھا تھا۔ انہوں نے اسلام سے قومی سنگھٹن کا سبق لیا ہے۔ اب وہ کیوں مسلمان ہو کر ایک ایسی قوم کے ممبر بنیں جن میں اتفاق کا نام نہیں جو ذاتیات اور نفسیانیت پر اتحاد و استحکامِ قومی کو ہر آن واحد میں قربان کرنیکو تیار ہیں اور جو اپنے نفاق کے باعث عنقریب صفحۂ ہستی سے مٹنے والے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

تہذیب حاضرہ پر مذہب کے احسانات

از جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب

اب یہ موضوع زبان زدِ خلائق بنا ہوا ہے کہ موجودہ تہذیب حالت نزع میں ہے۔ اور چند دنوں کے بعد اس کا نام و نشان صفحۂ دہر سے نقش غلط کی طرح مٹ جائے گا، اس کی ہستی لوح جہان پر باقی نہیں رہے گی۔ اور اس کا تخیل بھی عوام کے دماغوں سے نکل جائیگا۔

لیکن مذکورہ بالا خیالات کے ہوتے ہوئے یہ جاننا ازبس ضروری ہے کہ جب ہم تہذیب تمدن کے الفاظ کو استعمال کرتے ہیں تو ان کا صحیح مفہوم اور مطلب کیا ہوتا ہے؟

ان الفاظ کو وسیع معنوں میں استعمال کرنے سے ہمارا مطلب لٹریچر، فلسفہ اور سائنس سے نشوونما پذیر اور ترقی یافتہ تمدن سے ہوتا ہے۔ ان امور کو یہاں بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ انسانی استعدادیں اپنی نمائش اور مظاہرہ کے لئے موزوں موقعہ اور محل کی متلاشی اور منتظر رہتی ہیں لیکن انہیں معاشرتی حالات کی ناسازگاری ایسا کرنیسے مانع ہوتی ہے۔

ہمیں اپنی تہذیب کی بقا کے لئے باہمی تعاون کو قائم کرنے کے اور انفرادیت اور اشتراکیت کے تنازعوں کے تصفیہ کے لئے ایک سلسلہ لامتناہی شروع کرنا پڑے گا۔ اور ان تمام تنازعوں کے مٹ جانے کے بعد ہماری تہذیب کو بقا حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس تہذیب کی نشوونما کے لئے کامل پرسکون فضا، زندگی اور املاک کی کفالت اور

اور سب سے اہم عوام کی طرز بود و باش میں اخلاص و محبت اور روزمرہ لین دین میں خوش خلقی کا پیدا ہونا نہایت ضروری ہے۔

درحقیقت یہی باتیں ہیں جو ہماری تہذیب کی نشو و نما اور ترقی کے لئے ممد و معاون ہو سکتی ہیں اور اسی موضوع پر آج ہم اس مضمون میں اظہار خیالات کریں گے۔

مضمون ہذا کو شروع کرنے سے قبل یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ انسان کی فطرت میں سوچ بچار کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اور اس کی ہستی ہمیشہ تفکر و تفحص میں محو رہنے کی عادی ہے اور وہ اس حد تک تو مہذب اپنے کو سمجھتا ہے کہ غور و فکر کی طاقت اسے رب عز و جل کی طرف سے نہایت ہی بہترین صورت میں عطا ہوئی۔ لیکن شومئے قسمت سے اگر وہ ہستی باری تعالیٰ کی طرف سے عطا کی ہوئی فکر و تفحص کی طاقت کو بروئے کار لا کر اپنے کو زیادہ مہذب شائستہ بنانے کے لئے قدم اٹھاتا ہے تو اس کے اس فعل کو ہم تہذیب کی طرف قدم بڑھانے پر محمول کرتے کرتے ہیں اور اسے یہ اقدام روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے واقعات کو بہتر بنانے کے لئے چاروناچار کرنا ہی پڑتا ہے۔ لیکن یہ بیان کرنا نہایت ہی افسوسناک ہے کہ موجودہ تہذیب جو انسان کے لئے ترقی کے وسائل اور ذرائع پیش کرتی ہے اس کے دور رس نتائج نہایت ہی مہلک اور انسان کو بے بس کر دینے والے ہیں، ان پر گامزن ہو کر انسان کو سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور انسان کے دل و دماغ میں کفر و الحاد، ظلم و تشدد، یاس و حرماں اور مایوسی و نامرادی کے مہیب خیالات پیدا ہو کر اسے مرض الموت ایسی موذی مرض میں مبتلا کر کے کہیں کا نہیں رہنے دیتے وہ یاس و حرماں کی تاریکی میں بھٹکتا اور ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ اسے اس تاریکی سے نجات حاصل کرنے کا صحیح راستہ نظر نہیں آتا۔ ان حالات میں اسے ضرورت پیش آتی ہے کہ روحانیت کی شمع ہدایت اس کی رہبری کے لئے بڑھے اور اس کے تیرہ و تار ماحول کو روشن کر کے اس کی شام غم کو صبح امید سے بدل دے ان حالات میں یہ بالکل واضح ہے کہ موجودہ تہذیب کے پنپنے کے لئے مذہب اور روحانیت کا دخل ضروری اور لازمی ہے ورنہ اس کی ترقی اور نشو و نما کے لئے یقیناً کوئی گنجائش نہیں۔

یہ معلوم کرنا یقیناً خالی از دلچسپی نہیں کہ تہذیب و تمدن کی ترقی کا ہر اقدام مذہبی جوش و خروش کا مرہون منت ہے۔

اٹلی کے مفکر اعظم مسٹر یوسف میزانی نے کرۂ ارض کے تمام مؤرخین کو چیلنج دیا کہ وہ تاریخ

عالم میں سے کوئی ایسی سماجی یا تمدنی جدوجہد کی مثال پیش کریں جسکا ماخذ مذہبی جذبہ نہ ہو لیکن ان کے چیلنج کو منظور کرنے کی مؤرخین عالم میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی۔

تمام ایسی تمدنی اور سماجی جدوجہد جن کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ انسان کے لئے ابتدائے آفرینش سے اس فانی اور چند روزہ دنیا میں اللہ جل شانہٗ کی طرف سے مقدر کر دی گئی تھیں، ان کا وجود بھی مذہبیت کا ممنون اور احسانمند ہے۔ اور یہ امر بھی مذہب ہی کی ہستی نے انسان پر واضح کیا۔

اندریں حالات یہ خیال کرنا تعجب انگیز نہیں کہ برطانیہ عظمٰی کے مفکر اعلٰی مسٹر ڈین انج نے نہایت ہی رنج و غم کے ساتھ یہ محسوس کیا کہ موجودہ انگریزی لٹریچر میں انسان کے لئے یاس و حرماں اور مایوسی و نامرادی کے سوائے اور کچھ نہیں۔ اگر لٹریچر انسان کے دلی خیالات کا انکشاف اور اظہار کرتا ہے تو آج تمام یورپ یقیناً یاس و حرماں کے بحر بیکراں میں بہا چلا جا رہا ہے۔ وہ تمدنی ارتقاء سے محروم ہو چکا ہے مذہب اور روحانیت کا احساس اس کے فہم و ادراک سے کوسوں دور ہے۔

تاریخ عالم کے اوراق شاہد ہیں کہ جن حالات سے آج دنیا دوچار ہو رہی ہے ایسے متعدد واقعات گذشتہ زمانوں میں بھی پیش آتے رہے ہیں۔

بدقسمتی سے تاریخ عالم کے متعلق ہمارا علم بہت محدود ہے اور ہمارے بیانات کی صداقت کا استدلال انہی واقعات پر کیا جا سکتا ہے جن پر گذشتہ زمانہ کی تاریخ کے اوراق روشنی ڈالتے ہیں نسل انسانی کے نجات دہندہ اور اسلام کے برگزیدہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کرۂ ارض پر انسانی تاریخ کے صحیح زمانہ کو بنی نوع انسان پر واضح کیا اور آپ ہی کی ہستی والا تبار تھی جس نے نئی تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھی اور وہی موجودہ زمانہ میں بھی جلوہ فرما ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد بنی نوع انسان کے قلوب میں مذہبی احساسات کا پیدا کرنا تھا۔ انسان ایسی تحریکوں سے مایوس و ناامید ہو چکا تھا۔ ان پر کوئی مذہبی تحریک اثر انداز نہیں ہوتی تھی۔ خدا تعالےٰ کی ہستی کا تصور بھی ان کے دل و دماغ سے اٹھ چکا تھا۔ کفر و الحاد کے قعر مذلت میں گری ہوئی اقوام میں سے صرف عربوں کی ایک ایسی قوم تھی جو وحشت و بربریت اور سنگدلی میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔ ان کے مظالم کو دیکھ کر روح کانپ اٹھتی اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے ان لوگوں میں مذہبی خیالات کا پھیلانا اور ہستی

باری تعالٰی کا تخیل قائم کرنا نہایت ہی دشوار تھا۔ لیکن آنحضرت صلعم نے آن واحد میں ان کی کایا پلٹ دی۔ وہ عرب قوم جو مذہب اور تہذیب و تمدن سے کوسوں دُور تھی دلدادہ تہذیب اور علم بردار مشعل ہدایت بن گئی اور آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں عرب کی تیرہ و تار سرزمین کو ماہ منور کی طرح روشن کر دیا۔ اور ان وحشی و بربریت پسند اقوام کو ایسا مذہبی سبق سکھایا۔ جو انہوں نے ابتدائے ازل سے نہیں سیکھا تھا۔ انہوں نے نہ صرف خطہ عرب کو ہی اپنے خیالات اور علوم و فنون کی جولانگاہ بنایا بلکہ اہل یورپ کو سائنس اور علم کیمیا ایسے نادر علوم سے بھی بہرہ ور کر دیا۔ اور یہی علوم آج موجودہ تہذیب کے سنگ بنیاد ہیں۔

یہ جاننا بھی باعث مسرت و دلچسپی ہے کہ فرزندان توحید نے نہ صرف اہل یورپ کو فزکس اور کیمسٹری ایسے نادر علوم ہی سے واقف کیا بلکہ انہیں اپنے مذہبی خیالات، اسلامی عقائد اور اصولوں سے بھی آگاہ کر دیا۔ سرزمین یورپ میں کلیسا کے صاحب اقتدار لوگوں کی حد سے بڑھی ہوئی طاقت کے خلاف عوام کے احتجاج کی رُوح کو بھی اسلام کے معقول اور جمہوری اصولوں نے ہوا دی اور عوام اہل کلیسا کے خلاف بھڑک اُٹھے اور انہوں نے بائبل کو خود سمجھنے اور پڑھنے کا مطالبہ کیا۔ ان تمام لوگوں کی اضطراری و بیقراری کا باعث صرف مذہبی جوش و خروش ہی تھا۔

اہل یورپ کے لئے آج بھی تھوڑا سا روحانی جذبہ اور مذہبی جوش ان کی کایا پلٹ کر ان کو قعر مذلت سے نکال کر بام عروج پر پہنچا سکتا ہے۔

کفر و الحاد کی سرزمین میں پرورش پائے ہوئے اور اصنام پرستی میں غیر محدود عرصہ تک زندگی بسر کرنے والے سادہ لوح انسانوں کو تثلیث نے گھیر رکھا تھا رومن کیتھولک کے سحر آفریں عقائد نے انہیں محو خواب کر رکھا تھا۔ ان لوگوں کو کبھی کسی روحانی آدمی سے ملنے کا موقع نصیب نہ ہوتا تھا۔

یورپ کی سرزمین میں سب سے پہلے تحریک پروٹسٹنٹ خیالات کی تھی جس نے پادریوں اور عوام میں تعلق پیدا کرنے کی سب سے پہلے کوشش کی۔ باوجود کلیسا کے ارباب حل و عقد نے مذہب کو ایک راز بنائے ہوئے رکھا تھا اور وہ اسے عوام تک پہنچنے نہیں دیتے تھے لیکن پھر بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی شخصیت کو ان کی روایات اور اُن کے اُسوہ حسنہ کے ذریعے سمجھنے کے ارادوں نے عیسائیت کی تاریخ میں بہت سے اہم تاریخی واقعات پیش کر دیئے

اور انہی واقعات نے عوام میں اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ انسان سے تعلق پیدا کر دیا۔ کلیسا کے پیچیدہ نظریات اور دقیق مسائل کو چھوڑ کر صرف رب عزّوجل کے فرستادہ نبی سے تعلق پیدا کرنے کا یہ ان لوگوں کا پہلا اقدام تھا۔ لیکن انہیں اس اقدام میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی اور ان کی فضیلت اظہر من الشمس ہو گئی۔

ایک زندہ قوم جس کے دل و دماغ میں تخلیق کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہو۔ اسے ایسے خیالات کی تلقین ہی بہت کافی ہے اور وہی ان کی تقدیر کا پانسہ پلٹ سکتی ہے۔

گو مارٹن لوتھر پر کردگار عالم کی طرف سے کوئی وحی اور الہام نازل نہیں ہوا تھا۔ لیکن وہ حالات کا جایزہ کر کے خود ہستی باری تعالیٰ کی طرف رجوع ہوا۔ اور تھوڑے سے غور و تفحص کے بعد ہی اس نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کو پہچان لیا اور جرمن قوم کو پروردگار دو جہان کے برگزیدہ اور مقدس مصلح حضرت مسیح علیہ السلام سے تعلق پیدا کرنے کی تلقین شروع کی ان لوگوں کے لئے مارٹن لیوتھر خدا تعالےٰ کا فرستادہ انسان تھا۔ جو اس کا پیغام راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے انسانوں کے لئے لیکر آیا تھا۔ جب ان لوگوں نے مارٹن لیوتھر کے بتائے ہوئے اصولوں کو ذہن نشین کر لیا تو وہ اس وقت کی تمام تمدنی اور سماجی جدوجہد کو مذہبی نقطہ نگاہ سے پرکھنے لگے۔ اس سے قبل یہ قوم کبھی مذہب کی طرف اس قدر جوش و خروش اور مستعدی سے راغب نہیں ہوئی تھی جس قدر کہ مارٹن لوتھر کے پیدا کئے ہوئے انقلاب کی وجہ سے راغب ہو گئی۔

اس دَور اور اس زمانہ میں گو فرزندان توحید سیاسی لحاظ سے روبہ انحطاط تھے لیکن وہ پھر بھی عیسائیت کو خواب غفلت سے بیدار کر کے روحانیت کی طرف متوجہ کر رہے تھے۔ اور واضح کر رہے تھے کہ مذہبی نقطہ نگاہ سے تہذیب کا مذہب کے بغیر دنیا میں قائم ہونا ناممکن ہے۔ اس ہستی ناپائدار اور زندگی چند روزہ کا سراب اس قدر دلکش اور خوبصورت ہے کہ اگر ہم ضبط نفس کی خاطر کسی قسم کی جدوجہد کریں تو موجودہ دور میں ہم اپنی زندگی کو خوشگوار نہیں بنا سکتے۔ اور نہ ہم تمدن کی بقا کے لئے نفس کی قربانی کر سکتے ہیں۔

ہمیں تمدن کو حیات جاودانی بخشنے کے لئے عوام کے جذبات کا پورا پورا احترام کرنا پڑتا ہے۔ اگر ہم صرف اپنی بہتر و بہبود۔ اپنی آسائش اور اپنی حفاظت کے خیال کو لئے ہوئے

زندگی بسر کرنے کا تہیہ کرلیں تو یہ صرف ایک تارک الدنیا اور غیر متمدن لوگوں کی سی زندگی ہے جسے عوام کیساتھ کوئی تعلق اور واسطہ نہ ہوگا، ہوگی

ایک متمدن انسان کو اپنے عزیزو اقارب اہل شہراور اہل ملک کے لئے زندہ رہنا پڑتا ہے۔ وہ ملک کے لئے اپنی جان عزیز تک کو قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ اور اپنی جان سے زیادہ اسے اپنے ملک اور شہر کی حفاظت کرنا پڑتی ہے۔

یورپ کے پروٹسٹنٹ خیالات کے لوگوں نے یہ تمام نظریات حضرت مسیح علیہ السلام سے روحانی اور مسلمانوں سے معاشرتی تعلقات پیدا کر کے حاصل کئے۔ اوّل الذکر تعلق زیادہ موثر ثابت ہوتا۔ اگر ان لوگوں نے حضرت مسیح کے متعلق خدا کے بیٹا ہونے کا نظریہ پیش نہ کیا ہوتا۔ آخر الذکر تعلق نے مسیحیت میں جن باتوں کی کمی محسوس کیجارہی تھی انہیں پورا کردیا۔

گو فرزندان توحید کو یورپین اقوام کے مقابلے میں اقتصادیات اور سیاسیات میں ناکامی ہوئی لیکن اگر معاشرتی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو اہل یورپ اسلام کے مرہون منت ہیں، یورپ پر مسلمانوں کے تمدنی اور معاشرتی تاثرات اور احساسات کے ذکر سے تاریخ کے اوراق پٹے پڑے ہیں بدیں وجہ انہیں یہاں دوہرانے کی ضرورت نہیں۔

یونانی فاتحین کی رومن پر تباہی و بربادی ظلم و ستم اور وحشت و بربریت کی مثالیں عام دیکھنے میں آتی ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے متعلق کوئی مثال ایسی پیش نہیں کی جاسکتی جس سے یہ واضح ہو کہ انہوں نے فاتح ہونے کی صورت میں مفتوح قوم کو ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنایا ہو۔ صرف اہل عرب کا ترک قوم کو فتح کرنے کا ایک واقع ہے لیکن اس میں بھی جبروتشدد کا کہیں نام نہیں۔

مسلمان جب سے بحیثیت ایک مذہبی قوم معرض وجود میں آئے ہیں ان کی تاریخ سے کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہو کہ انہوں نے دنیا میں کسی قسم کا ہنگامہ بپا کیا ہو۔ وہ اپنی ابتدائے آفرینش سے نہایت ہی خوش اسلوبی سے زندگی بسر کرتے رہے ہیں اور باوجود اپنی سیاسی بے ضابطگی اور بدنظمی کے وہ بدستور تہذیب و تمدن میں ترقی حاصل کرتے جارہے ہیں۔ لیکن اس تہذیب و تمدن کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ انیسویں صدی کی زندہ اور تہذیب و تمدن کی علمبردار سچی قوم اختتام پذیر ہے۔ اگر ان حالات کا بنظر تعمق مطالعہ کیا جائے تو یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ مغربی تہذیب

میں اس وقت بہت سی خرابیاں پائی جاتی ہیں جن پر عمل کرنا سوائے اپنے کو تباہی اور بربادی میں ڈالنے کے کچھ نہیں۔

اس کے علاوہ مسلمانوں نے بھی بحیثیت قوم کسی ایسی چیز کو پیش کرنا اور حاصل کرنا بالکل ختم کر دیا ہے جس سے وہ خود یا دوسری اقوام یعنی مسیحی اقوام حاصل کر کے فائدہ اٹھا سکیں۔ مسلمان بھی آج اہل یورپ کی طرح مذہب۔ روحانیت اور شریعت کے احکامات کو چھوڑ کر لامذہبیت کی طرف راغب ہو چکے ہیں۔ یہ امر کوئی تعجب انگیز نہیں کہ کوئی قوم روحانی نظریات کو قائم کر کے روحانیت کو دنیا میں پھیلاتی چلی جائے اور دوسری قوم اس سے روحانی خیالات کو حاصل کر کے ان پر اپنے تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھ لے۔ اور نہ یہ خیال کرنا حیرت انگیز ہے کہ اول الذکر کی بجائے آخر الذکر کو زیادہ کامیابی حاصل ہو۔

حقیقت میں اسلام کو زندگی کے تین مراحل میں سے گذرنا پڑا۔

اوّل اسلام کی ابتداء اپنے دامن میں روحانیت کے ایک بحر بیکراں کو لئے ہوئے ہوئی اور اس کا سیلاب مشرق و مغرب کی زمینوں کو سیراب کرتا چلا گیا۔ لیکن اوّل اوّل اسے اس دور کے تہذیب و تمدن میں کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ ہوئی لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد روحانیت کا زور کچھ کم ہوتا گیا اور وہی لوگ تہذیب و تمدن اور معاشرت میں ترقی کرتے چلے گئے۔ مگر اس دور کو بھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ دنیاوی جاہ و جلال اور عزت و وقار بھی جاتا رہا اور پھر مسلمانوں کو روحانیت کی کٹیا میں پناہ گزین ہونا پڑا۔ یہ ٹھوکر انہیں ایک کامیابی کی صورت میں نظر آئی اور اس کامیابی کو انہوں نے دل و جان سے عزیز رکھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا مسلمانوں کے لئے یہ امر یقیناً نا ممکن تھا کہ مغربی تہذیب کی رو میں وہ زندہ بچ سکتے۔

ایک مغربی تہذیب کے دلدادہ کے لئے یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہوگی لیکن جن لوگوں نے روحانیت کے گوہر گرانمایہ کو حاصل کر لیا ہے اُن کے لئے دنیاوی تہذیب و تمدن پر پشہ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔

اگر موجودہ دور کے مہذب و متمدن اشخاص کو صحیح معنوں میں روحانیت کی برکات و فیوض کا علم ہو جائے اور انہیں معلوم ہو کہ روحانی تماش کے انسان پر اللہ تعالےٰ کے کس قدر انعامات و اکرامات ہوتے ہیں تو وہ روحانی ماحول میں ایک لمحہ بسر کرنے کے لئے

اپنی تمام تہذیب و تمدن کو قربان کرنے سے کبھی دریغ نہ کریں۔

اب ہم پھر اپنے مذکورہ بالا دلائل کی طرف لوٹتے ہیں۔ کسی تہذیب آموز تحریک کے پیش نظر عوام کے جوش و خروش کی لاانتہا مثالیں بیان کی جا سکتی ہیں قارئین کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کے جوش اور ولولہ کے مظاہرے ایک ہی نوع اور ایک ہی قسم کے نہیں ہوتے ان میں سے بعض مبنی بر حقیقت ہوتے ہیں اور بعض حقیقت کا عکس۔ اسی لحاظ سے ان کے حالات و کوائف میں بھی فرق ہوتا ہے۔ اصل جوش و خروش کا مقام دیکھنا ہو۔ تو وہ طلوع اسلام کا زمانہ ہے جبکہ آسمانِ عالم پر تاریکی کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں ہر قسم کے گناہوں سے رب عزوجل کی مقدس اور پاک زمین ملوث ہو چکی تھی۔ انسانیت سوز مظالم کا مظاہرہ کیا جا رہا تھا۔ توحید کا سورج طلوع ہوا تاریکی کی مہیب گھٹائیں چھٹ گئیں تو نور ہدایت کی شمع نے چاروں طرف اجالا کر دیا توحید کی صدائیں ہر طرف گونجنے لگیں۔

اگر آغاز اسلام کے زمانہ کا بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو یہ انسانیت کو بنیادی اور ہمہ گیر تمدنی حرارت بخشتا ہے اور غیر حقیقی اور مصنوعی جوش انسانیت کو منزل مقصود کی طرف لے جانے میں ممد و معاون نہیں ہوتا۔ وہ ایک وقتی جوش ہوتا ہے جس سے انسانی قلب کچھ وقت کے لئے گردو نواح کے حالات سے متاثر تو ہو جاتا ہے مگر ان حالات کے ختم ہو جانے سے وہ جوش بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اگر مؤخر الذکر کی مثال دیکھنی ہو تو دور نہ جایئے ہندوستان کی برہمو سماج تحریک کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے۔

راجہ رام موہن رائے کی جد و جہد ہندو دھرم کو کچھ عرصہ کے لئے تو اپنے آغاز کی طرف لے گئی اور وہ زمانہ پیش کیا جبکہ ہندو مت کی تحریک بام عروج پر تھی۔ اس وقت یہ حقیقی حرارت نہ تھی۔ یہ ایک رنگ سراب تھا جو کچھ وقت کے لئے آنکھوں اور دلوں کو مسرور تو کرتا رہا مگر اس کا اثر تا دیر ثابت نہ ہوا۔ کہنے کو ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ وہ مارٹن لیوتھر اور اس کی جماعتوں سے زیادہ پر جوش اور پر حوصلہ ثابت ہوا۔ اس کی اٹھان تو حقیقت میں قابل داد تھی۔ لیکن انجام ہماری نگاہوں میں ہے۔

ہمیں اس سے تو انکار نہیں کہ راجہ صاحب کی اصلاحی تحریک ان سے بہت مختلف تھی جنہوں نے اسے برسر میدان ترقی دی۔ مگر راجہ صاحب خود بھی دیرینہ و پارینہ ہندو

روایات کے پابند رہے اور ہندوؤں میں اپنی عظمت اور عزت کا سکہ بٹھانے کے لئے ہندو مذہبی کتابوں سے ہی گیت الاپتے رہے انہوں نے دیگر مذاہب کی کتب مقدسہ کی طرف دھیان نہ کیا۔ اور اپنے پیشرفتہ بزرگ گورونانک کی طرح روایات کی پامال شدہ شاہراہ نہ چھوڑی اور نہ ہی انہوں نے اپنے اعلان کردہ مذہبی نظریہ میں کسی قسم کی تنگدلی کا دخل نہ ہونے دیا۔ پھر بھی اسے ہندو عوام میں پھیلانا دشوار اور پرخطر ہو گیا اس وقت اس تحریک کی حمایت ایک زبردست روحانی جذبہ سے کی جانی چاہیئے تھی۔ لیکن روحانی جذبہ کا یہاں فقدان تھا۔

گو اس تحریک کے بقیہ حالات ہمارے دلائل کے لئے ضروری نہیں لیکن۔ ہم قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے، کچھ یہاں پیش کرتے ہیں۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ یہ تحریک آغاز پذیر ہوئی بلکہ مغربیت نے اہل ہنود کے قلوب پر اپنا رنگ جمانا شروع کیا۔ اور مغربی تہذیب ان لوگوں کے دلوں میں گھر کرنے لگی۔ ہمارا اس سے یہ مطلب نہیں کہ مسیحیت نے صاف اور صریح انداز میں برہمو مذہبی نظریہ کو چند اصول مستعار دیئے۔ بلکہ ہمارا اس کے بیان کرنے سے یہ مقصد ہے کہ مغربی تعلیم کی روشنی میں انہوں نے بہت کچھ حاصل کیا۔ اور ان کے مندرجہ ذیل دو اصول ثابت کرتے ہیں کہ انہوں نے اسلامی تعلیمات کی طرف بھی رجوع کیا اور اس سے بھی بہت کچھ حاصل کیا۔

(۱) سماج کا مضبوط اتحاد پر پورا ایمان

(۲) تمام بانیان مذاہب کے احترام کے جذبات

مذکورہ بالا دونوں اصول یقینی طور پر مذہب اسلام کے ہیں۔

اگر اسکے متعلق معترض اعتراض کرے کہ برہمو سماج کی ہستی ان دونوں معرض وجود میں نہیں آئی تھی۔ بلکہ ہندوستان میں مسلمان حکمران تھے تو سماج نے یہ اصول کہاں سے لئے؟

اس کے جواب میں صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اسلام نے اپنے سنہری اصولوں کے پیش نظر اپنے عقائد ٹھونسنے میں زبردستی نہیں کی۔ اگر کسی وقت بعض جوشیلے واعظوں اور مبلغوں کی طرف سے سختی ظہور میں آئی بھی تو اسے رحمدل اور اخوت کے پتلے مسلمان حکمرانوں نے اپنی حسن تدبر اور حسنِ عمل سے کلیتہً صاف کر دیا۔

اس کے برخلاف مسیحیت ہندوستان میں ایک طرف تو آتشین روح اور دوسری طرف

متعصبانہ دماغی آزادی لیکر نمودار ہوئی - اس دوہرے حملہ کے مقابلہ میں ہندوؤں کے دل پر تو ردعمل ہوا وہ یہ تھا کہ وہ اس حملہ کی تاب نہ لا سکے - اور گھبرا گئے کہ مبادا انہیں تثلیث کا پیرو نہ بنا دیا جائے - لیکن جب انہوں نے دماغی توازن قائم کیا اور انہیں آرام و سکون کا سانس لینا نصیب ہوا تو سوچا کہ اسلام کی طرف بھی متوجہ ہونا چاہیئے - انہیں اسلام میں ایک مضبوط عسکریت نظر آئی اور معلوم ہو گیا کہ یہاں سے اوزار اور ہتھیار مہیا ہو سکتے جن سے وہ ہندومت کو نہ صرف تثلیث کے تباہ کن حملوں سے بچا سکتے ہیں بلکہ اس خرابی کفر و الحاد اور ضلالت سے بھی اپنی حفاظت کر سکتے ہیں جس کی طرف مغربی مادیت قدرتی طور پر منتج ہوتی ہے -

پس یہ مغربیت ہی کا اثر تھا جس نے برہمو سماج کی داغ بیل ڈالی - ہمیں اس بحث میں جانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ برہمو سماج نے کیا کچھ کیا - لیکن ان واقعات کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں مذہبی اضطرابی اور بے چینی ہی تھی جس نے مختلف اوقات میں مفکر و مدبر اور برگزیدہ انسانوں کو پیدا کیا - اور یہ روحانی جوش و خروش ہی تھا جس نے تمدنی جد و جہد کو بھی منصۂ شہود پر ظاہر کیا جس نے ٹیگور کو بام عروج پر پہنچا کر بنگال کی شہرت کو چار چاند لگا سکے - اور جس نے برہمو سماج کی تحریک کو شاہراہ ترقی پر گامزن کیا

ان مذہبی جوش و خروش کی چند مثالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس جذبہ نے تمدنی جد و جہد کا بیج بو کر تھوڑے ہی عرصہ میں اچھے ثمرات پیدا کر دیئے - اگر انہی مثالوں سے مذہبی قوانین کا استدلال کیا جائے تو یہ تسلیم کرنا خلاف عقل اور خلاف انصاف نہ ہوگا کہ موجودہ تہذیب تمدن کی ماخذ وہی مذہبی تحریک اور روحانی جذبہ تھا جو غار حرا کے ایک دور دراز گوشہ سے مشعل ہدایت لیکر آج سے قریباً ساڑھے تیرہ سو سال قبل تاریک دنیا کو منور کرنے کے لئے اُٹھا -

ہمارے اس بیان کو تسلیم کرتے ہیں اب کسی شخص کو پس و پیش اور لیت و لعل نہیں کرنی چاہیئے کہ وہ قوم جو مذہبی اور روحانی تخیلات کو لوگوں کے قلوب میں پیدا کرتی ہے - وہ بعض اوقات تہذیب و تمدن کی علمبردار بھی ہوتی ہے - لیکن لوگ بعض زمانوں اور بعض قوموں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختص کر لئے جاتے ہیں جو کہ روحانی اور تمدنی اصلاح - یعنی دونوں کام سرانجام دیتے ہیں -

ہماری اس تمام بحث کا مقصد صرف یہی بیان کرنا ہے کہ موجودہ تہذیب کو صرف نئی زندگی ہی مقدر ہوئی ہے یہ تہذیب از سر نو معرض وجود میں نہیں آئی۔

ہم ایسے لوگوں کی جماعت کے متلاشی ہیں جو ہمارے سامنے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی سی زندگی کا نقشہ پیش کرے اور بتائے کہ روحانیت میں زندگی بسر کرنے کے تخیلات اور نظریات جنہیں متعدد ہادیان برحق نسل انسانی کے لئے وراثت چھوڑتے رہے ہیں فرزندان توحید ہی بجا طور پر اس ورثہ کے جائز وارث اور حق دار ہیں۔

اگر وہ میراث اس وقت ہمارے تصرف و قبضہ میں حقیقی طور پر نہیں ہے تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہم نے قرآن کریم سے اپنا تعلق بہت کم کر لیا ہے۔ جو اس گراں مایہ خزانہ کا صحیح اور زندہ محافظ ہے۔

ہر صورت میں نئے نظام میں آنیوالی تہذیب و تمدن کی بنیاد صرف روحانیت پر ہی مبنی ہوگی اور اس کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ واضح الفاظ میں اعلان فرماتا ہے۔

پس ہم نے تمیں ایک حق پسند انسان پیدا کیا ہے تاکہ پیغمبر صلعم تمہارے لئے شہادت دے اور تم دیگر لوگوں کے لئے شاہد ہو"

اس عبارت میں جس لفظ کا ترجمہ گواہ کیا گیا ہے وہ عربی کا لفظ شاہد ہے جسکے عربی لغت میں معنی ہیں وہ شخص جو اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر کچھ بیان کرے۔

ہر نماز کے وقت ہم دنیا کی کروڑ ہا مساجد کے میناروں سے یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کی ہستی کے شاہد ہیں یا دوسرے الفاظ میں اسے یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ جس طرح پیغمبر اسلام نے اپنی زندگی میں رب عزّوجل کی ہستی کو پہچان لیا تھا ہم نے بھی اپنے تجربات اور مشاہدات سے اس ہستی باری تعالیٰ کو پہچان لیا ہے . . . .

. . . . پس یہی اصول واضح اور صاف ہے اور اسی حقیقت سے انسانی تہذیب و تمدن کی تمام مشکلات حل ہوسکتی ہیں ۔

پروڈصو ۔ مورخہ ۲۷ رجون ۱۹۴۱ء

میرے پیارے اسلامی بھائی ۔

میں نے اپنے گذشتہ خطوط میں ایوری بوڈیز ویکلی (Body's Weekly
اور کیتھولک آرگنایزیشن (Catholic Organisation) کی
کتب متعلقہ ہیتھن مشن (Heathen Mission) کے خط کا تذکرہ کیا تھا ۔

گو میں نے انہیں جواب کے لئے اپنا پورا پتہ اور ٹکٹ لگا کر لفافہ ارسال کیا تھا
لیکن انہوں نے میرے خط کا کوئی جواب نہیں دیا ۔ مجھے اب یہی فرض کرنا چاہیئے کہ میرے
معقول اور مدلل استفسارات کا جواب اُن کے پاس نہیں ۔

میں نے چپنگ نارٹن (Chipping Norton) کے مسٹر میکڈرموٹ
کو بھی ایک خط لکھا ۔ جس میں عیسائیت کے کفر و الحاد کی طرف راغب ہونے کے علاوہ یہ بھی
تحریر کیا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے اللہ تعالیٰ کا آخری پیغمبر تسلیم کیا ہے مسٹر
موصوف کا جواب مجھے نہایت ہی دوستانہ موصول ہوا ہے لیکن اس میں انہوں نے مجھے
تحریر کیا ہے کہ میرا یہ اقدام حضرت مسیح علیہ السلام کے ترقی پذیر عقائد کے مفہوم کو غلط سمجھنے کا
نتیجہ ہے ۔ اور مجھ سے انہوں نے اس پر مزید غور کرنیکا مطالبہ کیا ہے ۔ اور میرے اس
فعل کو وہ غلط قرار دے رہے ہیں ۔ مسٹر موصوف تحریر کرتے ہیں کہ انہوں نے بھی اسلام
کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں ۔ اور انہیں نہایت ہی دلچسپ اور موثر پایا ۔ لیکن حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے افعال و اقوال میں بہت سا تضاد پایا ۔ جس سے اُن کے دعویٰ
نبوت کی تکذیب ہوتی تھی ۔ اس کے علاوہ مسٹر موصوف نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ پیغمبر کی تعلیمات
کی تعبیریں ذہنی تیقن اور اطمینان پیدا نہیں کرتیں ۔ اور اسلامی علم و عمل کے ماخذ کا تنقیدی
تجزیہ جو اب کیا جا رہا ہے بہت جلد اپنا گہرا اثر دکھائے گا ۔ دیرینہ اور روایتی اسلام کو اگر
رہنا منظور رہوا ۔ تو اپنی بقا کے لئے اسے بہت تنگ و دو کرنا پڑے گی ۔ مسٹر موصوف کے
خط کے سب سے دلچسپ یہی اقتباسات تھے جو میں نے آپ کو تحریر کر دیئے ہیں ۔ ان کا شکریہ
ادا کرتے ہوئے میں نے فوراً انہیں تحریر کیا کہ آنحضرت صلعم کی تعلیمات اور افعال و اقوال

میں نامطابقت کا لفظ پڑھکر میرے حیرت و استعجاب کی انتہا نہ رہی۔ میں بہت ہی متحیر ہوا۔ کیونکہ میں تعلیمات کا بذات خود مطالعہ کیا ہے اور اسے ہر لحاظ سے بے عیب پایا ہے۔ وہ میرے خط کا جواب شاید ہی دیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ کیتھولک عقیدہ کے عیسائیوں سے تعلق رکھتے ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ چرچ ہر ایک قسم کے نقائص سے مبرا ہے۔ سوا اسے میں مسٹر موصوف سے آنحضرت صلعم کی تعلیمات کی تصریحات میں تضاد کے متعلق کچھ اور جاننے کی توقع رکھتا ہوں

میں یہ خط اختتام پذیر کرتے ہوئے آپ سے بہت جلد دوسرے خط کی امید رکھتا ہوں

اسی اثنا میں اپنے تئیں ان برکات کے قابل بنانے کی کوشش کروں گا جو اسلام قبول کر کے حال ہی میں حاصل کی ہیں۔

آپکا اسلامی بھائی:۔ عثمان سمتھ

گوشوارہ آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

بابت ماہ جولائی ۱۹۴۲ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے
۲/۷/۴۲	۵۲۸	عالیجناب ذکی صاحب	۰	۰	۱۰
۳/۷/۴۲	۵۳۰	" عنایت علی خانصاحب	۰	۰	۱
۴/۷/۴۲	۵۲۳	" علی احمد خاں صاحب دانشمن	۰	۰	۵
۷/۷/۴۲	۵۴۸	" ایم مبارک علی صاحب	۰	۰	۴
۸/۷/۴۲	۵۵۱	" عبدالحق صاحب	۰	۰	۵
۹/۷/۴۲	۵۵۷	" محفوظ الکریم صاحب	۰	۰	۲
"	۵۵۸	حسب وصیت سیٹھ قاسم علی جیراج بھائی صاحب	۰	۰	۱۰۰
۱۰/۷/۴۲	۵۶۳	عالیجناب فخرالدین صاحب	۰	۰	۲۵
۱۱/۷/۴۲	۵۷۱	" مسٹر اے۔ نواز	۰	۰	۱۰
۱۳/۷/۴۲	۵۹۳	" بیگم عباس علی بیگ	۰	۰	۱۰
۲۰/۷/۴۲	۶۸۸	" خواجہ عبدالغنی صاحب	۰	۰	۱۰
	۶۸۹	" نذیر احمد صاحب	۰	۱۰	۰

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے
۲۲/۷/۴۲	۷۰۸	عالیجناب محمد ہاشم صاحب	۰	۰	۲۰
"	۷۰۹	" محمد یونس صاحب	۰	۱۲	۱۹
۲۴/۷/۴۲	۷۱۸	شہزادی حمیدہ بیگم صاحبہ	۰	۸	۲۵
"	۷۱۹	عالیجناب لفٹننٹ کرنل۔ بی عبدالغفار صاحب بہادر	۰	۰	۲
۲۵/۷/۴۲	۷۲۵	عالیجناب ایس۔ اے جعفری صاحب	۰	۴	۳۰
"	۷۲۵	" خانصاحب محمد رضی الدین صاحب	۰	۰	۲۵
۲۷/۷/۴۲	۷۳۹	" خانصاحب حافظ عطاءاللہ صاحب	۰	۰	۱۰
۲۹/۷/۴۲	۷۴۹	" سلطان احمد صاحب سلطانی	۰	۰	۲۰۰
"	۷۵۰	" ڈاکٹر ایل۔ آر خاں صاحب	۰	۰	۵
"	۷۵۱	جنابہ بیگم جے۔ ڈی۔ لال جی	۰	۰	۲۵
۳۰/۷/۴۲	۷۷۹	جناب آصف بخش صاحب	۲	۰	۱۸
۳۱/۷/۴۲	۶۸۸	" ڈاکٹر ظہورالدین صاحب رضوی	۰	۰	۵

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے	تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے
		میزان	-	۴	۵۶۷			فروخت کتب . . .	۹	۱۱	۳۲۲
		فروخت اسلامک ریویو	۰	۱۴	۶۱۰			. . .			
		,, اشاعت اسلام	-	۸	۴۵				۹	۱۵	۱۵۶۸
		,, ووکنگ گزٹ - - -	-	۴	۲۲						

گوشوارہ خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔

بابت ماہ جولائی ۱۹۴۲ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۱ $\frac{7}{42}$	۲۶، ۲۷، ۲۸	تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ جون ۴۲ء	۰	۱۳	۵۸۸
۱ $\frac{7}{42}$	۳۰، ۳۱	کرایہ کتب خانہ، و دفتر و گودام بابت ماہ جون ۴۲ء	۰	۰	۴۵
۸ $\frac{7}{42}$	۳۲، ۳۳، ۳۴	آفس امپرسٹ خرچ محصول ڈاک۔ خرید کتب طباعت سرکلر و اپیل۔ خرید کاغذ خرید لفافہ جات۔ بل بجلی۔ متفرقات وغیرہ وغیرہ	۹	۶	۸۹۰
۱ $\frac{7}{42}$	۲۹	الاؤنس	۰	۰	۳۰
		میزان	۹	۳	۱۵۵۴

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبہ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتماب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمٰی کی مسلم سوسائٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) مشن کے آرگن ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات ۔ (۱) مشن کی اکیس۲۱ سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کرچکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کرچکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس۲۱ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جاچکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہوچکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہوچکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہوچکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک رواداری نہ فضا پیدا کردی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شکوک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کرکے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں معہ اپنے فوٹو کے روانہ کردیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام معہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کردیا جاتا ہے۔

(۷) انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ بعد اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہوگئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کرلیں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں مٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کرلیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کرسکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کرلے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آراء کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہوکر مسلمانوں کے لئے اسلامی دردواحساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعتِ اسلام** ہمارا اوّلین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہوچکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کرکے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلاد اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہوسکتی ہے:
(۱) عطیات علیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کردیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا ہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِ خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعیان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ہے اور ممالک غیر کیلئے ۴ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کراکر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ ان تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جاسکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاوے گی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہوجاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زرِ کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کرکے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کاملہ سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہوسکتا ہے۔ اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاوے گی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بعینٖہ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ)
ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایہ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے سر انجام ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہوکر آئندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کرسکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم ونسق
یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔
(۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام
(۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہوکر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کردی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کردیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتری ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔
Address in England :- The Imam, The Mosque, WoKing, Surrey, England.
(۵) بنکرس۔ لائڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)۔

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

OCTOBER 1942. R. L. No. 908.

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لاء لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عـہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے از ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور - پنجاب - انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　اللہ اکبر　　نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِيْٓ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے

لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان　　مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کُل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) **تشکیلِ مشن**۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) **اغراض و مقاصد**۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) **تبلیغی مسلک**۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) **مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع**۔ (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ، امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں دو ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں۔ مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اکبر

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ {آل عمران آیت ۱۰۴}

ترجمہ۔ اور چاہیے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو برا (ہی کیوں نہ) لگے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام **ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ** ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دوبار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے۔ جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء۔ کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ڈیڑھ ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں۔ مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے ❊❊

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۸ | بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ء م رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ | نمبر ۱۰

(گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ ۱۹۴۲ء ... شائع ہوا)

اشاعتِ اسلام

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ء

شذرات

اشاعتِ پیشِ نظر مندرجہ ذیل نومسلم حضرات کے اعلاناتِ حق سے مزّین و مرصّع کرتے ہیں۔ ان میں چند ایک حضرات کی تصاویر گذشتہ اشاعت میں ہدیۂ قارئین کر چکے ہیں ہمیں یقین ہے کہ ایسے مبارک واقعات سے قارئین کرام کے جذبۂ ایمان کو خوب تقویت پہنچتی ہوگی اور غیر مسلم احباب پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نجاتِ دائمی کا صحیح ذریعہ اسلام ہی ہے۔

نمبر ۱

مسٹر ایل۔ ڈبلیو ہیرلڈ سکو سے آف آش چرگلاسکو برضا و رغبتِ خود نہایت صمیمِ قلب سے اعلان فرماتے ہیں کہ میں محض خداوند وحید کی پرستش کروں گا، اور حضرت محمدؐ کو خدا کا برگزیدہ بندہ اور پیغمبر تصور کرتا ہوں، دیگر انبیائے علیہم السلام کا مساوی احترام کروں گا۔ میں خداوندِ قدیر کے فضل و کرم سے ایک ادنٰی مسلمان ہونے کی حیثیت سے

(باقی برصفحہ ۳۶۵)

مسجد ووکنگ میں تقریب عیدالاضحیٰ

سنہ ۱۳۶۰ھ

مسجد شاہجہان ووکنگ میں عیدالاضحیٰ سنہ ۱۳۶۰ھ کی تقریب سعید مؤرخہ ۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۴۱ء بروز اتوار نہایت ہی تزک و احتشام سے منائی گئی۔

تقریب عیدالبقر سے کچھ دن قبل جاڑا انتہائی جوبن پر تھا۔ سردی شدت کی پڑ رہی تھی۔ برف و کہر نے چلنے پھرنے کے تمام راستے مسدود کر رکھے تھے۔ ایسے حالات میں یہی گمان اغلب تھا کہ ووکنگ اور اس کے گرد و نواح کے فرزندان توحید نماز عید میں شاید شریک نہ ہوسکیں گے۔

لیکن برطانیہ عظمےٰ کے مسلمانوں کی یہ انتہائی خوش قسمتی تھی کہ عید کی بہجت آفریں مسرت و شادمانی کی نوید جانفزا لیکر نمودار ہوئی۔ مایوسی کے سیاہ بادل پھٹ گئے۔ عید کی مسرت آفریں صبح کا خورشید اپنے دامن میں ہزاروں قسم کی خوشیاں لئے ہوئے کنج مشرق سے طلوع ہؤا۔ دھند غائب۔ کہر کافور اور برف پگھلنی شروع ہوگئی۔ سورج کی سنہری و روپہلی کرنیں حسین اور نازک اندام پریوں کی طرح فراز کوہ پر پڑتی ہوئی برف میں رقصاں ہوئیں ان کے لباس رنگین کی جھلک سے آنکھوں میں چکاچوند اور دل میں امنگیں پیدا ہونی شروع ہوئیں، تو اس دل کش و دلآویز منظر سے لطف اندوز ہوتے ہوئے پرستاران توحید عید کا سجدۂ شکر بجالانے اور حضرت خلیل اللہ کی عدیم النظیر قربانی کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے کشاں کشاں سوئے مسجد روانہ ہوئے۔ اور بہت سے احباب مسجد میں نماز عید سے قبل ہی پہنچکر دیگر دوستوں سے تبادلہ خیالات میں مصروف ہو گئے۔

نماز عید کے لئے سر سالار جنگ میموریل ہاؤس کے بالمقابل سرسبز و شاداب سبزہ زار میں نہایت ہی شاندار شامیانہ نصب تھا۔ جنہیں اراکین مسجد ووکنگ نے موسم کے مطابق

برقی گلخنوں سے گرم کر رکھا تھا۔

مہمانوں کی آمد صبح دس بجے سے ہی مسجد میں شروع ہو چکی تھی، اور نماز عید کے معینہ وقت گویا ½ ۱۱ بجے تک سینکڑوں کی تعداد دلدادگان توحید عبودیت الٰہی کا اقرار کرنے سنت خلیلی کے اعادہ کے مظاہرہ کی غرض سے احاطہ مسجد میں جمع ہو چکے تھے۔ ان کے علاوہ اس بزم توحید میں شرکت کیلئے ہندوستانی فوج مقیم انگلستان کے تیس آفیسر اور سپاہی اپنے کمانڈر کرنل آر۔ ڈبلیو ہلز۔ ایم۔سی کی اجازت سے رسالدار میجر محمد اشرف خاں۔ آئی ایم۔او۔ کی معیت میں رونق افروز مسجد ووکنگ ہوئے۔

سابقہ روایات کے مطابق امسال بھی تمام مشرقی ممالک کے مسلمان اپنے مغربی مسلمان بھائیوں کے دوش بدوش کھڑے نماز عید ادا کر رہے تھے۔

عید کی دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد مولانا عبدالمجید صاحب امام مسجد ووکنگ نے خطبہ عید کا آغاز کیا۔ تو تمام حاضرین ہمہ تن گوش ہو کر اسے سننے کیلئے اس وسیع و عریض شامیانہ کے تلے فرش پر بیٹھ گئے۔

امام صاحب موصوف نے خطبہ عید میں اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے اخوت اسلام پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔ کہ اسلام بلا امتیاز قومی، نسلی، لونی، اور ملکی ہر ایک مسلمان کو اخوت کا زرین سبق سکھاتا ہے۔

تاریخ اسلام کے اوراق شاہد ہیں کہ مسلمانوں نے اس سنہری اصول کو ہمیشہ اپنا طغرائے امتیاز بنائے رکھا اور کسی بھی اسلامی سلطنت نے اپنے انتہائی عروج تسلط کے زمانہ میں بھی اسے ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ یہی وجہ تھی کہ دیگر اقوام عالم مسلمانوں کی یکجہتی۔ باہمی اتفاق و سلوک سے ہمیشہ متاثر رہیں اور کسی کو بھی ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی جرأت نہ ہوئی، اسلام کی عالمگیر اخوت کا یہ عدیم النظیر مظاہرہ ایام حج میں سرزمین مقدس یعنی مکہ معظمہ میں قابل دید ہوتا ہے جبکہ دنیا کے تمام حصص سے مسلمان جوق در جوق اپ کعبہ کے حضور اظہار عقیدت پیش کرنے کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ اسلام کے اس عالمگیر اصول کو دنیا کے دیگر ممالک میں سے ابھی تک کوئی نہیں سمجھ سکا۔

حج کے مبارک موقعہ پر لوح زمین کے تمام ممالک کے مسلمان ایک ہی قسم کا نہایت ہی سادہ اور پاکیزہ لباس زیب تن کرتے ہیں ۔ آقا و غلام، مفلس و نادار، تونگر و محتاج اور شاہ و گدا کے امتیازات کو یکسر مٹا کر مساوات کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر ایک مسلمان ایک دوسرے سے مہر و محبت ، الفت و یگانگت اور برادرانہ سلوک کرتا ہے اور مشرق و مغرب ، شمال و جنوب کے دور دراز ممالک کے مسلمانوں کا برادرانہ سلسلہ اور تعلق شروع ہو جاتا ہے۔ اور ان تعلقات کی خلیج اس قدر وسیع و عریض ہو جاتی ہے کہ ایک عربی مسلمان ہندی مسلمان کو بھائی ۔ اور ہندی ایرانی کو حقیقی بھائی سمجھتا ہے۔ کہیں افریقی مسلمان برمی مسلمان سے مصروف گفتگو نظر آتا ہے ۔ تو کہیں کابلی ترکی مسلمان سے باتیں کرتا ہوا پایا جاتا ہے ۔ غرض اس مقدس موقعہ پر بین الاقوامی اخوت کا وہ شاندار نظارہ دیکھنے میں آتا ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی مذہب اور کسی قوم میں نظر نہیں آتی ۔

عالمگیر اخوت کے عقائد کو نشو و نما دیکر اور شش جہت عالم میں پھیلا کر اسلام نے نوع انسان کی صحیح معنوں میں ایک نمایاں خدمت کی اور نسل انسانی کی محافظت کا باعث ہوا ہے اور حقیقی معنوں میں انفرادیت کے عزت و احترام اور قدر و منزلت کو عوام کے قلوب میں کما حقہ پیدا کر دیا ہے۔

مسیحیت نے بھی جب سے انفرادیت کے احترام کو ملحوظ رکھنے کے خیال کو ہوا دینا شروع کی ہے اور اس کے پھیلانے میں وہ بھی اسلام کا رفیق کار ثابت ہو رہا ہے ۔

امام صاحب موصوف نے تمام حاضرین کو عید مبارک کہتے ہوئے خطبۂ عید اختتام پذیر کیا تو حاضرین میں سے ہر ایک، ایک دوسرے سے مصافحہ و معانقہ کے لئے اٹھا اور گلے مل مل کر عید کی مسرت کا اظہار کیا جانے لگا ۔ ہر طرف مبارک مبارک کا شور برپا ہو گیا ۔ اور مسرت و شادمانی کی دلکش اور شیریں صداؤں سے فضائے دہر گونج اٹھی ، ہر ایک مسلمان کا چہرہ خنداں و شاداں نظر آتا تھا ۔ اور ان کے چہروں سے خوشیوں کے بے پناہ ہجوم کے آثار نمایاں تھے آنکھیں مسرت سے روشن اور دل شاد تھے، اس مسرت افزا ہنگامہ کا شور ذرا کم ہوا تو یہ مقدس مجمع ایک دوسرے شامیانہ کی طرف کشاں کشاں روانہ ہوا ۔ جہاں

ان کی خاطر و مدارات انواع و اقسام کے ہندوستانی کھانوں سے کی گئی۔

کھانے سے فراغت پانے کے بعد چونکہ بعض احباب نے دور دراز مقامات کو جانا تھا۔ بدیں وجہ وہ جلد رخصت ہو گئے، لیکن ان میں سے متعدد باہمی تبادلہ خیالات میں مصروف تھے۔ ۵ بجے شام کے قریب یہ پُرلطف اور یادآفریں محفل برخواست ہوئی، اور تمام احباب ایکدوسرے کی محبت و الفت کے نہ مٹنے والے نقوش دلوں پر لئے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہونے اور عیدالاضحیٰ کی یہ مبارک تقریب ہر لحاظ سے کامیابی و کامرانی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ اور پھر حسب معمول روزانہ کام شروع ہو گیا:

سرتاج بشریت

از جناب بدیع الکریم صاحب۔ ایم۔ ایس۔ سی

گذشتہ سے پیوستہ

محبوب کبریا۔ مخبر صادق اور ہادی برحق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ اور پرخلوص زندگی اور عدیم النظیر کیرکٹر نے آپ کو نسل انسانی کا بہترین نمونہ بنا دیا۔

آپ کی فطرتی زندگی کے نقش قدم پر گامزن ہو کر انسان بام عروج پر پہنچگیا۔ آپ کی تقلید ہی انسان کو ترقی کی ہر شاہراہ پر لے گئی آپ کے اسوۂ حسنہ نے ہی زندگی کی ہر کٹھن منزل میں ہماری رہنمائی کی۔ اور آپ کے وضع کئے ہوئے اصول زندگی ہی ہمیں ارتقائی منازل تک پہنچانے کا موجب بنے

اگر آنحضرت صلعم کی زندگی کے ابتدائی حالات کو بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ آپ نے شاہراہ ترقی کی طرف اس طرح آہستہ آہستہ قدم اٹھایا جیسے کنول کی کلی کھلتے کھلتے ایک خوشنما پھول کی صورت اختیار کر لیتی ہے، آپ کامل ہستی بھی آہستہ آہستہ نسیم صبح کے خوشگوار جھونکوں سے شگفتہ ہونا شروع ہوا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ گلشن عالم میں ایک خوشنما پھول بن کر باعثِ رونق چمن ہوئے۔

آنحضرت صلعم کو تمام روحانی مدارج رب عزوجل کی طرف ایک ہی دفعہ حاصل نہیں ہوئے۔ بلکہ یکے بعد دیگرے اللہ تعالےٰ کی طرف سے احکامات آلہٰی وحی کی صورت میں نازل ہوتے رہے جنہیں آپ من وعن ہی بنی نوع انسان کے سامنے پیش کر دیتے آپ نے روحانیت کا یہ مقام بلند نہ نفس کشی سے حاصل کیا نہ ریاضت سے بلکہ آپ نے متاہل زندگی ہی سے سب کچھ حاصل کیا، اور دنیا کے سامنے ثابت کر دیا کہ ایک گرہستی اور متاہل زندگی بسر کرنے والا انسان بھی رب جل شانہٗ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔

ہم کیونکر یقین کر سکتے ہیں کہ آپ یا میرے جیسا انسان بھی ترقی کر کے آنحضرت صلعم جیسا روحانی مقام حاصل کر کے چشمہ ہدایت سے سیراب ہو سکتا ہے؟ اس کے متعلق کونسے حقائق اور کونسے دلائل ہمیں مطمئن کر سکتے ہیں؟ کیا روحانیت کے بلند درجات حاصل کرنا صرف آپ ہی کے لئے مقدر تھا؟ کیا میں بھی ایسے ہی بلند مقامات حاصل کر سکتا ہوں؟ مذکورہ بالا تمام سوالات کے جواب جو ہمیں حضرت بدھ۔ حضرت مسیح علیہ السلام، سری کرشن مہاراج شنکر اچاریہ، اور چیتنیا مہاراج کی زندگیوں سے حاصل ہوئے ہیں نہایت ہی مایوس کن اور یاس انگیز ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام اور سری کرشن مہاراج تو ابتدائے آفرینش سے ہی برگزیدہ اور مقدس انسان تھے آپ نے ایام طفولیت میں ہی متعدد معجزات دکھائے۔

یہانتک ہمیں معلوم ہے۔ انہوں نے تکمیل زندگی، حصولِ مقصد اور روحانی منازل حاصل کرنے میں بتدریج قدم نہیں اٹھایا۔ بلکہ یہ تمام انعامات واکرامات انہیں روز اوّل ہی سے عطا کر دئے گئے تھے مکرمات آلہٰی اور انعاماتِ ربانی کا ایک سیلاب امڈا اور انہیں سیراب کر گیا، لیکن ہم یہ وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ سیلاب کیسے امڈا اور یہ بارش کیونکر ہوئی؟

شنکر آچاریہ بچپن سے ہی بہت بڑے عالم اور مبلغ تھے۔ آپ میں علم وادب کی تمام خوبیاں نیمروز کیطرح درخشاں تھیں۔ ایک معمولی قماش کا آدمی اتنی کم عمر میں اتنی روحانی ترقی حاصل نہیں کر سکتا جتنی آپ نے کی۔

چیتنیا مہاراج نے حصول علم کے لئے نہایت ہی جدوجہد اور جانفشانی سے کام لیا تب

جا کر انہیں کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب ہُوا۔ آپ نے روحانیت کی دولت سے مالا مال ہوتے ہی دنیاوی زندگی کو خیر باد کہا اور اپنی والدہ اور رفیقۂ حیات کو جدائی کے رنج و محن کے گرداب میں چھوڑ کر تو احکامات ربانی کی نشر و اشاعت کے لئے گھر سے رخصت ہو گئے، وہ کونسی کشش اور کونسی تحریص تھی جس نے تمام دنیاوی آرام و آسائش کو چھوڑ کر آپ کو دشت و صحرا کی صعوبتیں برداشت کرنے پر مجبور کیا۔ یہ راز یقیناً انسان کے ناقص فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔

حضرت بدھ علیہ السلام کی زندگی کے ابتدائی ایام سے ہی شرافت و نجابت کا ظہور ہوتا رہا لیکن اس کی تکمیل اور انکشاف قانون قدرت کے مطابق نہیں ہُوا۔

بنی نوع انسان کے مصائب و آلام سے آپ کا دل اندر ہی اندر متاثر ہو رہا تھا مظلوم بندوں کی دلسوز اور جگر پاش آہوں نے سدھارتھا (بدھ) کے تن بدن میں آگ لگا دی۔ وہ مخلوق خدا پر ظلم ہوتے دیکھکر بیتاب ہوگیا مفلسوں کی فاقہ کشی، غریبوں کی چیخ و پکار، ناداروں کی آہ و زاری اور محتاجوں کی فریاد نے آپ کو ماہئ بے آب کی طرح مضطرب کر دیا، آپ کو اپنے آرام و آسائش کی سدھ بدھ نہ رہی،

ناز و نعم میں پلا ہوا سدھارتھا (بدھ) رفیع الشان محلات اور سامان عیش و طرب میں پرورش پایا ہوا شہزادہ، شاہی دماغ اور شاہی خیالات۔ شاہی عادات اور شاہی بود و باش رکھنے والا انسان جو اپنی زندگی کے ابتدائی ایام میں رنج و محن اور مصائب و آلام سے کبھی دوچار نہیں ہُوا تھا۔ دکھ درد جس کے وہم و گمان سے کوسوں دور تھا، بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے نفس کشی کی سختیاں برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہوگیا۔ اور حصول مقصد اور تکمیل زندگی کے لئے عبادت و ریاضت سے بیگانہ مجسّمۂ ریاضت بن گیا۔

ایک عام آدمی یہ تصور کر کے کانپ اُٹھتا ہے کہ ایک نازک مزاج اور نازک خیال ناز و نعم میں پلا ہُوا اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے والا انسان کیسے دنیا سے کنارہ کشی کر کے حصول مقصد کی ایک موہوم سی امید کو لئے ہوئے مصائب و آلام کا شکار ہوا۔

یہ امر انسان کے اپنے اختیار میں نہیں کہ اپنی خواہش کے مطابق ترقی کر کے اپنے نفس کو نور تجلی سے منور کرے۔ یہ تو حدود انسانی کی سرحد ادراک سے بعید ہے۔ جب تک کہ

خدا تعالےٰ کی نظر عنایت کسی خاص بندہ پر نہ ہو اُس وقت تک انسان مقاماتِ روحانی حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ایسی عنایات کے لئے رب عزّوجل کسی خاص بندے کو مختص کر لیتا ہے۔

پس یہی ایک سبق ہے جو ہم اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ انسانوں کی زندگیوں سے حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن آنحضرت صلعم کی زندگی، آپ کی روحانی بزرگی و برتری، تکمیل زندگی کے راستے میں آپ کی بتدریج ترقی شاہد ہے کہ ایک مفلس و نادار، بے خانماں و بے گھر، بے یار و مددگار جس کی ترقی کے بظاہر کوئی امکانات نہیں تھے، خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے ترقی کرتے کرتے روحانیت کے انتہائی بلند مقامات پر پہنچ گئے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بانیان مذاہب اور پیغمبران برحق خدا تعالےٰ کے خاص احکامات اور پیغامات کو بنی نوع انسان تک پہنچانے کے لئے مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ اور یہ پیغامات اللہ تعالیٰ انبیائے کرام کو وقتاً فوقتاً بذریعہ وحی دیتا رہتا ہے، تاکہ وہ غفلت کی نیند سوئے انسانوں۔ خالق کو بھولی ہوئی مخلوق اور قعر مذلت میں گرے ہوئے بندوں کو پیغامِ سروش سنا کر بیدار کریں۔

آپ ابتدائے آفرینش سے زندگی کے ہر مرحلے پر غور و فکر کرنے کے عادی ہو چکے تھے۔ آپ کو بسا اوقات مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن آپ نے ہمت نہ ہاری نسل انسانی کی بہتری و بہبود کے لئے ثابت قدمی اور استقلال سے جد و جہد کرتے گئے بالآخر آپ کو نمایاں کامیابی ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کا وہ تاج زرین عطا فرمایا جو ازل سے آج تک کسی نصیب نہیں ہوا تھا۔

آنحضرت صلعم کی پہلی زندگی جس پر مستقبل کے شاندار محل کی بنیاد رکھی گئی اور کامیابی و کامرانی اور فتح و نصرت آپ کو نصیب ہوئی باعث تھی کہ کردگار عالم نے آپ کو بنی نوع انسان کا نجات دہندہ منتخب فرمایا اور آپ پر تمام نسلِ انسانی کی اصلاح کی ذمہ داریاں عائد کر دیں۔

اگر آنحضرت صلعم کے ارتقائی منازل طے کرنے کی تاریخ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ کی زندگی روحانیت کی بتدریج نشو و نما کا مظہر تھی۔ نبوت پر آپ کا کوئی موروثی حق نہیں تھا۔ اور نہ [illegible] آپ کی وراثت میں تھی بلکہ یہ سب آپ کی مسلسل عبادت، ہستی باری تعالےٰ

پر آپ کا غیر متزلزل اعتقاد ۔ نسلِ انسانی کی فلاح و بہبود کے لئے ہمت و استقلال اور رموز قدرت کے متعلق تجسس و تفحص تھا جس کے صلہ میں اللہ تعالے نے آپ کو نبوت کے عظیم الشان انعام سے سرفراز کیا۔

ایامِ طفولیت کی تکالیف، مصائب و آلام مفلسی و ناداری اور بے یارومددگاری نے آپ کے دل و دماغ کو صیقل کر کے ماہ کامل کی طرح منور کر دیا۔

آپ کے والد بزرگوار کا انتقال آپ کی ولادتِ سعادت سے قبل ہی ہو چکا تھا والدہ محترمہ نے بھی آپ کی پیدائش کے چند ہی سال بعد وفات پائی۔ اور آپ کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے کر عدم آباد میں جا بسیں۔ اس یتیمی و بے بسی کی حالت میں آپ کو اپنے متعدد عزیز و اقارب کے ہاں رہنا پڑا۔ اس بے سروسامانی نے آپ کے سینے میں ایک حساس دل اور اس دل میں بنی نوع انسان کی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھر دی۔

ہر ایک دکھ درد کو اپنا سمجھ کر اس کے مداوا کے لئے فوراً تیار ہو جاتے اور اس وقت تک دم نہ لیتے جب تک کہ اس شخص کو اس تکلیف سے نجات نہ ہو جاتی۔

عہدِ یتیمی میں بے سروسامانی اور دکھ درد کی تکالیف نے آپ کے نازک دل پر ایسے گہرے نقوش چھوڑے جس نے آپ کے دل و دماغ میں جذبات مہر و محبت کو پیدا کر دیا۔ مفلسی ناداری کے تلخ تجربات نے آپ پر یہ واضح کر دیا تھا کہ ایک بے خانماں اور بے سروسامان یتیم بچہ کو کن کن مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور کیسے کیسے مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اسلئے آپ کے دل میں دنیا کے تمام یتامے کے لئے گہری ہمدردی کے احساسات پائے جاتے تھے کسی یتیم کو تکلیف میں پا کر آپ کی نظروں میں اپنے عہدِ یتیمی کا نقشہ کھچ جاتا۔ اور وہ اس کی مدد کے لئے بیتاب و بیقرار ہو جاتے۔ ان واقعات سے یہ اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ دورِ یتیمی میں آپ کو کیسے کیسے ظلم و تشدد کا سامنا کرنا پڑا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ عرب و عجم کا شہنشاہ جس کے تسلط و تصرف میں دنیا کے عظیم ترین خزانے تھے۔ جس کے ادنےٰ اشارے پر فرزندانِ توحید اپنے گھر بار لٹانے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ قیصر و کسریٰ ایسی طاقتور حکومتیں جس کا نام سنتے ہی کانپتی تھیں، اپنی قوتِ و یبوت کے

لئے اپنے ہی ہاتھوں کا کمایا ہوا کھاتا تھا۔ اور جب اپنے ہاتھوں کا کمایا ہوا میسر نہ آتا تو بن کھائے کئی کئی دن گذر جاتے ایسے متعدد واقعات ہیں جبکہ آپ نے پیٹ پر پتھر باندھ کر گذار دیا۔ بھوک کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کیلئے کئی کئی دن آپ کے نقش قدم پر مال و دولت نچھاور اور زر و جواہر تصدق کئے جاتے۔ اور دنیا کے بڑے بڑے شہنشاہوں کے محلات آپ کے قدوم میمنت لزوم سے برکت پاتے لیکن آپ خود کھجور کے خشک پتوں کی کرخت اور سخت صفوں پر رات بسر کرتے تاکہ گذشتہ زندگی میں جو راتیں آپ نے خالی فرش پر ہی گذاری تھیں ان کی یاد آپ کے دل میں تازہ رہے۔

آپ کے چچا ابو طالب کی آنکھیں پرنم ہو جاتیں جب آپ دیکھتے کہ عرب کا در نایاب اور دودمانِ قریش کا گوہر تابناک خدیجہ کی ایک حقیر ملازمت پر مامور رہے۔ اور صحرائے عرب کی آتش بار دھوپ میں بھیڑیں چراتا، تجارتی قافلوں کیساتھ لق و دق جنگلات کی مصیبتیں اٹھاتا اور دشت و جبل کے نشیب و فراز میں صرف روزی کمانے کیلئے بھٹکتا پھرتا ہے۔

دکھی اور مظلوم انسانوں کی حالتِ زار نے آپ کے دل کو زخمی کر دیا۔ ستم رسیدہ اور مظلوم آدمیوں کے لئے آپ کے دل سے ہمدردی کا چشمہ پھوٹ پڑتا اور ایسا معلوم ہوتا کہ گویا ایزد متعال خود انسانوں کی مدد کے لئے زمین پر اتر آیا ہے۔

چونکہ آپ کے سپرد یتیموں اور بیکسوں، مفلسوں اور ناداروں، مصیبت زدوں اور مظلوموں کو دکھ درد سے نجات دینے کا کام سپرد تھا۔ بدیں وجہ رب عزّ وجل نے آپ کو ابتدائے آفرینش سے مفلسی و ناداری کا سبق سکھایا۔ تاکہ آپ کے سپرد جو کام کیا جانے والا تھا اسے آپ بطریق احسن سرانجام دے سکیں۔

پیہم مشکلات نے آپ کے دماغ کو منور اور آپ کے دل کو موجب ہمت و استقلال بنا دیا تھا۔ مسلسل دکھ درد سے آپ کا دل مہر و محبت کا مجسمہ بن چکا تھا۔ آپ ہی کی ذات والاصفات تھی جس نے مفلسی کو طغرائے امتیاز سمجھا۔

آپ کے تقدس مآب دل سے نکلے ہوئے الفاظ نے دولت کے نشے میں اکڑی ہوئی گردنوں کو جھکا دیا۔ امارت کے تکبر و غرور کا سر نیچا کیا۔ غربت کو امارت سے ممتاز کر دیا۔ اور مفلس و نادار انسانوں کو ذلت کے گڑھے سے نکال کر بام عروج پر پہنچا دیا۔

آنحضرت صلعم عنفوان شباب میں قدم رکھتے ہی دنیا کے سامنے بنی نوع انسان کی سوسائٹی کے ایک قدرتی نمائندہ کی حیثیت سے ظہور پذیر ہوئے، آپ نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ نہایت ہی احسن طریق سے گذارا اور اسے دنیا کے لئے ایک بہترین نمونہ چھوڑا۔ نہ تو آپ کو کسی نے دولت و اقتدار کے نشے میں تغافل شعار پایا اور نہ کبھی انتہائی عسرت کے ایام میں کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے دیکھا۔ اور نہ کبھی غربا کا خون چوس چوس کر دولت اکٹھی کرتے پایا بلکہ آپ اپنی ضروریات زندگی کے لئے نہایت ہی محنت و مشقت کرتے پائے گئے۔ مکہ کی گلیوں میں آپ کے پاؤں سے پڑے ہوئے گڑھے شاہد ہیں کہ آپ کس قدر محنت و جانفشانی سے اپنی روزی خود کماتے تھے۔ آپ کا جسم محنت و جفاکشی کے لئے نہایت مضبوط، آپ کی پیشانی مبارک اعتماد النفس کی وجہ سے کشادہ، رخِ انور صبح کے تازہ پھول کی طرح شگفتہ اور آپ کا دل قناعت کے گوہر گرانمایہ سے ہمیشہ مسرور و خنداں تھا۔

بحیثیت تاجر آپ کو دنیا کے متعدد حصص اور ان کے باشندوں سے ملنے کا موقع ملا جس سے آپ کے تجربات میں نمایاں طور پر اضافہ ہوا۔

سرزمین عرب مصیبت کے ایک پُر آشوب سیلاب میں بہی چلی جاتی تھی۔ بدترین گناہ علانیہ طور پر کئے جاتے تھے۔ آپ ان ہولناک مناظر کی تاب نہ لا سکے۔ گناہوں کو منظر عام پہ دیکھ کر آپ کا بدن کانپ اٹھا۔ اور بیتاب ہو گئے، اور فوراً ان کے انسداد کے لئے کمر ہمت باندھ لی۔ اور اللہ تعالےٰ کے پیغامات کو، عصیاں سے ملوث انسانوں کو سنانا شروع کیا۔

آنحضرت صلعم بیماروں کی تیمارداری، بیکسوں کی دادرسی اور زخمیوں کی مرہم پٹی اور ان کی خدمت نہایت ہی خندہ پیشانی سے فرماتے۔ عربوں کی خونریز جنگوں کا تصفیہ بھی اکثر آپ کے ہی ہاتھوں ہوتا۔

آپ کی وہ تبسم کناں آنکھیں جو کبھی بچوں کے ساتھ مسرت و شادمانی سے چمکتیں، بیماروں اور مریضوں کے بستر پہ بیٹھ کر ہمدردی کے آنسو بہاتی ہوئی بھی نظر آتیں۔

آپ کو برسرِ پیکار قبائل میں صلح و امن قائم کرنے کی وجہ سے شہزادۂ امن اور پیغامبر سلامتی کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا۔ لوگ اکثر آپ کے پاس امانتیں جمع کرتے اور آپ

کو لین دین کے معاملے میں نہایت ہی دیانتدار امین پاک الامین کے معزز خطاب سے سرفراز کرتے۔ یہ وہ خطاب تھا جو سرزمین عرب کے باشندوں میں سے کسی کو بھی ابتدائے آفرینش سے نصیب نہیں ہوا تھا۔

آنحضرت صلعم کی اعلیٰ تعلیمات۔ روشن خیالات اور بلند تخیلات کے تاثرات سے بنی نوع انسان کی اخلاقی، ذہنی اور تمدنی حالت کو یکسر بدل دیا۔ آپ کی ابتدائی زندگی میں عفو و بخشش اور خلائق دوستی نے بھی آپ کو سارے عرب میں بلند و سرفراز کر دیا۔ وسیع و عریض آسمان کے سایہ تلے، لق و دق صحراؤں کے میدانوں میں، بلند و بالا پہاڑوں کے سرسبز و شاداب سبزہ زاروں میں صانع حقیقی نے مشاہدات قدرت اور رموز فطرت کے مطالعہ کے لئے سامان بہم پہنچا رکھے ہیں جنہیں دیکھ کر اُس مالک دوسرا کی حمد و ستائش کرنے کو بے اختیار جی چاہتا ہے۔

جب آنحضرت صلعم ابھی دنیا و مافیہا کے جھنجھٹوں سے بیگانہ اور تفکرات خانگی سے بے پرواہ ابھی کھیل کود میں مصروف تھے۔ تو بنی نوع انسان کی زبوں حالی کو مشاہدہ کرتے انہیں ظلم و ستم کا تختہ مشق بنتے دیکھتے۔ تو آپ دل پسیج جاتا۔ اس بربریت اور گناہوں کے مظاہرات سے آپ کا دل بہت متاثر ہوا۔ آپ انہیں خیالات میں ہمیشہ متغرق رہتے کہ کس طرح انسان کو گناہ سے نجات دلائی جائے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ خالق حقیقی نے انسان کی تخلیق محض عیش و عشرت اور مسرت و شادمانی کی زندگی بسر کرنے کے لئے نہیں کی بلکہ اس کی پیدائش کا مقصد اس سے بہت بلند تر ہے۔ سن بلوغت کو پہنچتے ہی آپ کا دل ایسے خیالات کی آماجگاہ بن چکا تھا۔ آپ ذرا جوان ہوئے تو فرض کی آواز نے آپ کو پکارا۔ آپ بیتاب ہو گئے۔ موت و حیات کے دقیق مسائل نے آپ کو یہ جاننے کے لئے بیقرار کر دیا کہ میں کیا ہوں۔ اس دنیا نے ناپید کنار کی تعمیر کا کیا مقصد ہے؟ ـــ اور اس دنیا اور میری زندگی کے مابین کیا تعلق ہے؟ گناہ و معصیت کی معمورہ اور رنج و محن سے بھرپور دنیا میں میری زندگی کا کیا مقصد ہے؟

آنحضرت صلعم یہ تو جانتے تھے کہ آپ کی زندگی کا مقصد وحید توحید باریتعالیٰ کو قائم

کرنا اور اس دنیا کو گناہوں سے پاک کرنا ہے۔ لیکن یہ مشکل ترین ذمہ داری اور اہم ترین فرض تھا۔ آپ ان مسائل کے متعلق سوچتے اور پہروں غور فرماتے ہوئے روحانیت کے بہت بلند و بالا مقام پر جو اس دنیا کے شور و ہنگامہ سے دور اور بہت دُور مادیت پرست انسانوں کی نظروں سے اوجھل ہے پہنچ جاتے۔

آپ کے دن محنت و مشقت اور راتیں حقیقت کے چہرہ سے نقاب کشائی اور حقدانیت کے تجسس میں بسر ہوتیں۔ فطرت کے امور کو جاننے کے لیے آپ راتوں کو بھی اس مالک حقیقی کی عبادت میں مصروف رہتے۔

بنی نوع انسان کو مصائب و تکالیف اور غلامی کے پھندوں سے آزاد کرنے والا نجات دہندہ خود بھی سچائی و روشنی کا متلاشی رہتا۔ اور ایک عام آدمی کی طرح اس کی جستجو میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رکھتا۔

آپ دیگر ہادیان مذاہب کی طرح کنج تنہائی میں خلوت نشین نہ ہوتے بلکہ اس مکر و فریب کی حسین دنیا میں رہتے ہوئے بھی عبادت میں مشغول اور سچائی کی جستجو میں مصروف رہتے۔ گو آپ غار حرا کی عمیق گہرائی میں عبادت کیا کرتے تھے لیکن اس عمیق ترین گہرائی سے معرفت الٰہی کے کوہ فراز پر پہنچکر چشمۂ روحانیت سے سیراب ہو گئے۔ آپ روحانیت کے انتہائی بلند مقامات پر پہنچکر بھی متاہل زندگی کو نہایت ہی خوشگوار طریقہ سے گذارتے رہے۔ فلاکت زدوں کی دلجوئی، بیماروں کی تیمارداری، بیوی بچوں کے حقوق کی ادائیگی نہایت ہی احسن طریق سے کرتے۔ اور ایک اوسط درجہ کے آدمی کی طرح گھر میں بیوی بچوں کے درمیان کچھ وقت گذار کر پھر عبادت الٰہی کے لئے غار حرا میں تشریف لے جاتے۔ اسی طرح آپ نے اپنی زندگی کے پندرہ سال کا طویل عرصۂ حیات عبادت اور فطرت کے رموز کے مطالعہ میں گذار دیا۔ آپ کا دل لمحہ بہ لمحہ حمد و ستائش ربانی سے نہایت ہی پاک اور صاف ہو گیا اور تفکر و تفحص کے احساسات بڑھتے گئے۔ اور دل کا شگفتہ کنول چشمہ ہدیٰ سے اور بھی شاداب ہو گیا۔

آنحضرت صلعم عہد طفولیت کو خیرباد کہکر شباب کی طرف قدم اٹھا چکے تھے۔ آپ کی زندگی اب غار حرا کی طرح نہایت ہی سنجیدہ اور متین ہو گئی تھی۔ دن رات عبادت اور اللہ تعالیٰ سے

تعلق نے آپ کو اور بھی پرسکون بنا دیا تھا۔ اور آپؐ کے دل و دماغ میں نیک و بد کے امتیاز کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد آپؐ پر تجلّی ربّانی کا نزول شروع ہوا۔ وہ تجلّی اور نور جس نے آپؐ کو اشرف الانسان کا لقب عطا فرمایا۔ اور تمام انسانوں سے آپکو افضل و اعلیٰ بنا دیا۔ جب آپ عہدِ شباب کے مضطرب اور بےچین لمحات کو طے کر کے اپنی عمر کی چالیسویں بہار میں پہنچے۔ جہاں قدرتی طور پر جوانی کے پرجوش جذبات پرسکون ہو جاتے ہیں۔ دنیا کے لالچ و طمع کی تحریص انسان پر زیادہ اثر انداز نہیں ہوتی۔ اور جبکہ انسان اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر نیک و بد میں بخوبی تمیز کر سکتا ہے۔ اس وقت علم و صداقت کے ماہِ کامل کی سنہری شعاعوں نے آپ کے دل پر منعکس ہو کر اسے منور کر دیا۔ آپ کا دل صداقت کی روشنی سے شب چہاردہم کے ماہتاب کی طرح چمکنے لگا۔ شمع ہدایت آپ کے دل میں تجلّی پذیر ہوئی۔ سکون، اطمینان، عرفان الٰہی کے گنج گرانمایہ لیکر نمودار ہوا۔ حقیقی صداقت کے خورشید نے سنہری کرنوں کا تاج پہنایا۔ اور آپؐ کے دل و دماغ پر حقانیت و صداقت کے علمبردار مذہب اسلام نے ایسے تاثرات ڈالے اور اس کی ایسی حسین و دلکش تصویر پیش کی جو نسل انسانی کیلئے ابدالآباد تک مشعل راہ ثابت ہوئی۔

صداقت کی پہلی جھلک نے آپ کو متحیر و حیران کر دیا۔ صوت ربّانی اور الہاماتِ الٰہی سے آپ کا جسم تھرا گیا آپؐ مشوش و حیران کانپتے ہوئے گھر لوٹے۔ اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ مجھے کپڑوں میں لپیٹ دو۔ مجھے سردی محسوس ہوتی ہے۔

وحی الٰہی کی بارش سے آپ کے بدن پر لرزہ طاری تھا۔ چونکہ آپؐ کی فانی آنکھیں جلوہ ربّانی کو دیکھنے کی عادی نہیں تھیں۔ آپ گھبرا گئے۔ اور اس گھبراہٹ کی حالت میں گھر پہنچے۔ اللہ تعالےٰ سے اوّلین ملاقات کا یہ منظر نہایت ہی حسین و دلکش تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ نسیم صبح اٹکھیلیاں کرتی ہوئی پھولوں کی نازک پنکھڑیوں کو کھول رہی ہے۔ اور سبز و شاداب اشجار کو مسرت و شادمانی سے گلوں کا تاج زریں پہنانے کے لئے رقص و سرود میں مدہوش جھومتی جھامتی بڑھی چلی آتی ہے۔ عطر عنبر سے لبریز حسین اور نازک کلیاں شگفتہ ہونے کے لئے بیقرار ہیں۔ انہیں نسیم کی آمد کی اطلاع مل چکی ۔۔۔۔۔ اسی طرح اس کی

آمد کا انتظار کر رہی ہیں جیسے کوئی عروس نوشباب سہاگ میں اپنے محبوب کے انتظار میں مضطرب بےچین تو ہو لیکن اس کی آمد پر لجاتی۔ شرماتی اور ہچکچاتی کبھی گھونگھٹ اٹھائے اور کبھی ڈال دے کبھی آنکھیں کھولے اور کبھی بند کرے۔ وہ محبوب کے گلے ملنے کیلئے بیتاب تو ہو لیکن نسوانی حجاب بار بار اسے مانع رکھے اور وہ رک جائے۔ اور آخر مجبوری دل اسے اس قدر بیتاب کر دے کہ بے اختیار ہو کر اس سے گلے لپٹ جائے اور حسن و عشق کے حسین سفینہ میں سوار ہو کر محبت کے بحر بیکراں میں بہ جائے۔ اس طرح نازک کلیاں نسیم صبح سے گلے مل مل کر خوشیوں کا اظہار کر رہی تھیں۔ (باقی وارد)

آنحضرت صلعم کی حیات مطہرہ

اور مذہب حقہ پر ایک نئی جھلک

از قلم ڈاکٹر جیولنز سے۔ جولسن۔ ایم۔ ڈی۔ ایف۔ آر۔ سی۔ ایس

کوپرنیکس اور گلیلیو کی تحقیق سے قبل بنی نوع انسان کے قلوب میں یہ نظریہ جاگزیں ہو چکا تھا کہ اس زمین کے علاوہ کسی دوسرے عالم کی ہستی معرض وجود میں نہیں۔ اور باوجود ہمارے نظام زندگی میں شیطان اور اس کے حواریوں کی طاقت کارفرما ہونے کے بھی وہ براہ راست رب عزوجل کی پناہ و حفاظت میں ہے۔ ان نظریات کے متعلق جو معلومات اور تحریرات سکندریہ کی یونیورسٹی اور عجائب گھر میں موجود تھیں وہ جہالت اور ارباب کلیسا کی ناقابل فہم زبان کے پردوں میں مستور تھیں۔ اگر فلاسفروں نے کبھی اسے منصۂ شہود پر لانے کی کوشش بھی کی تو انہیں کلیسا کے صاحب اقتدار لوگوں نے اپنی طاقت و عظمت کو معرض خطر میں پاتے ہوئے فوراً ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنا دیا۔ اور طرح طرح کی سزاؤں اور ایذاؤں سے انکی کمر ہمت توڑ دی تاکہ ایسا اقدام کرنے کی آیندہ کسی کو جرأت نہ ہو۔

اہل کلیسا کے نظریات اور عقاید کے مطابق یہی زمین صفحۂ ہستی کے تمام عالمین کا مرکز تھی

اور اسی کے گرد تمام سیارے اور ستارے، چاند اور سورج گھومتے تھے، اور انہیں کی شکل و صورت ایک طشتری کے مشابہ تھی، جس کے کناروں پر ناقابل رسد بلند و بالا پہاڑ تھے۔ وہ اندر سے کھوکھلے تھے۔ اس خلا میں شیطان اور اس کے چیلے مقیم تھے، اس کے نیچے ایک عمیق ترین غار تھی، جس میں سوائے تاریکی و ظلمت کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا، اس غار میں دوزخ واقعہ تھا، جس میں گنہگار اور وہ لوگ جو اہل کلیسا کے مخالف ہوتے انہیں شیطان اور اس کے کارندے ہمیشہ کے لئے اس عمیق و تاریک غار میں پھینک دیتے ہیں وہ سطح زمین پر بھی اسلئے پھرتے رہتے ہیں تاکہ جو لوگ کلیسا کے خیالات کے مخالف نظر آئیں۔ وہ انہیں اٹھا کر لے جائیں اور ان غاروں میں ہمیشہ کے لئے دھکیل دیں، ایسے نظارے آج بھی پیسا Pisa کی خانقاہ کے در و دیوار پر منقش نظر آتے ہیں۔ اور ہمارے بیانات کی تصدیق کرنے کے لئے آج بھی ہر ایک انسان دیکھ سکتا ہے کہ کس پوری تفصیل کے ساتھ پیسا کی خانقاہ کی دیواروں پر ان واقعات کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

اسی مرقع تصاویر میں ایک جگہ دکھایا گیا ہے کہ چرخ نیلی فام کے اوپر خلد بریں ہے۔ اور تینوں خداوندان اپنے اپنے تختوں پر جلوہ فگن ہیں اور ان کے گرد فرشتے نہایت سریلی آوازمیں ستاروں پر نغمے الاپ رہے ہیں، اور ان کے عقب میں بہترین متبدین ہیں جن پر مقدس روحیں بیٹھی ان سحر آفریں اور وجد آگیں نغموں سے لطف اندوز ہو رہی ہیں۔ اور راگ و نغمہ کے اختتام پذیر ہونے پر دائمی اور لازوال خوشبو والے اور معطر گلدستوں کی جاں بخش اور روح افزا خوشبوؤں سے لطف حاصل کرتے ہیں، اور ان لوگوں کے قلوب میں کبھی اس امر کا وہم و گمان بھی نہیں گذرتا کہ کبھی اس نعیم کی زندگی سے وہ اُکتا بھی جائیں گے، اور کبھی یہ جنت کی زندگی کی طرح ناقابل برداشت بھی ہوگی۔

مذکورہ بالا تخیلات کے پیش نظر مصری لوگوں نے کلیسا کے مجوزہ روزگار اور مضحکہ خیز نظریۂ تثلیث کو کلیسا کے ارباب حل و عقد کے سامنے پیش کر کے ان سے اس امر پر سمجھوتہ کر لیا کہ آئندہ وہ بجائے حضرت مریم کی پرستش کے دہ Isis اور اسکے بیٹے Horus کی پرستش کو دوبارہ جاری کر دیں گے۔

یہ تعجب انگیز اور محو حیرت و استعجاب کرنے والی بات ہے کہ وی آنہ Vienna کے سینٹ سٹیفن گرجہ میں حضرت مریم کا ایک قدآدم مجسمہ بنا ہوا ہے۔ جس میں حضرت مریم کو ایک سیاہ رنگ کی عورت کی شکل میں سیاہ فام بچے کو گود میں لئے ہوئے ظاہر کیا گیا ہے، اور انہیں ایک متساوی الاضلاع تکون کی شکل کا لباس زروجواہر کی گلکاری سے مرصع پہنایا ہوا ہے تاکہ تثلیث کے نظریہ کی اس سے وضاحت کی جائے۔ اور اس تکون کا ایک کونہ انکی گردن کا کالر بناتا ہے۔

میں نے اس مجسمہ کی تصویر کو اسی کلیسا کے دروازہ پر سے خریدا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس مجسمہ کا تخیل انہوں نے ابے سینیا یا مصر سے حاصل کیا ہے جس کے قرب وجوار میں نیوبیا Nubia کا علاقہ ہے جس کے باشندے دنیا بھر کے باشندوں سے زیادہ سیاہ فام ہوتے ہیں۔

نیسٹر بشپ آف انیٹوک اور سیرل بشپ آف سکندریہ کے مابین جھگڑا

۴۲۲ء عیسوی کا دور دورہ تھا اور کانسٹنٹائن (Constantine) نے سلطنت روما کو مسیحیت میں داخل کئے ابھی یکصد سال ہی گذرا تھا کہ شہنشاہ تھیوڈوسٹیس (Theodosius) نے بشپ نیسٹر کو اسقفوں کی جماعت کے جلسہ میں شرکت کرنے کے لئے قسطنطنیہ میں مدعو کیا۔

چونکہ کفر و الحاد اور اللہ تعالےٰ کے انکار سے اس کی ہستی کو انسانی شکل وصورت میں پیش کرنے کا عقیدہ زیادہ ہر دلعزیز ہو چکا تھا۔ اسلئے نیسٹر نے اس مجلس میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا۔

انہیں وجوہات کی بنا پر اس کے اور اسکندریہ کے بشپ سیرل کے مابین ایک خوفناک جنگ کا آغاز ہو گیا۔ اور اس کی خلیج دن بدن وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی۔

سیرل نے یہ تہیہ کر لیا کہ آیندہ خدا کے بیٹا، حضرت مریم کی پرستش اور حضرت مسیح کی پرستش ہی ہر ایک فرد بشر کے لئے راہ نجات ہے، اور اسی عقیدہ کو اختیار کر کے انسان خداوند کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس نیسٹر کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح اور اس کی والدہ کی پرستش ہرگز نہیں ہونی چاہیئے۔

نیسٹر نے قسطنطنیہ کے سب سے بڑے کلیسا میں دنیا کے حقیقی شہنشاہ اور غیر فانی خداوند کی صفات : وخوبیاں بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ خداوند کی والدہ ہو۔

ان دنوں مذہبی خیالات کو نہایت اہمیت دی جاتی تھی۔ اور عوام ان کے متعلق اس قدر دلچسپی کا اظہار کرتے تھے، اور انہیں دل و جان سے عزیز رکھتے تھے، کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے ــــ تھوڑے ہی دنوں میں نتیجہ یہ ہُوا کہ ایسے سوالات زبان زد خلائق عالم بن گئے اور قسطنطنیہ کے زاہد و عابد اور تارک الدنیا لوگوں کی مدد و اعانت سے عوام نے مریم مقدس کی حمایت میں ہتھیار اٹھا لئے اور یہ لڑائی اس قدر وسعت اختیار کرگئی کہ شہنشاہ کو ایفیسس (Ephesus) کے مقام پر اس جھگڑا کے تصفیہ کے لئے ایک خاص کونسل کا انعقاد کرنا پڑا۔

اسی اثنا میں سیرل نے شاہی دربار کے خواجہ سرا کو بہت بڑی رشوت دے کر شہنشاہ کی خواہر کی حمایت حاصل کرلی۔ یہ اس زمانہ کا سب سے بڑا بد نیت اور بدمعاش آدمی تھا یہ حمایت حاصل کرتے ہی مجوزہ کونسل کی طرف بھاگا۔ اور کرسیٔ صدارت کو خود سنبھالتے ہوئے حکم دیا کہ شاہی فرمان کو شام کے بشپ کی آمد سے پیشتر ہی پڑھکر عوام کو سنا دیا جائے۔ چنانچہ فرمان کو پڑھ کر سنا دیا گیا اور نیسٹر کی طرف سے جس قدر دلائل تھے انہیں سننے سے انکار کر دیا۔

جب شام کا بشپ آیا تو وہ ان حالات کو سن کر حیران ہوگیا۔ چنانچہ اس کی صدارت میں اس کے حامیوں نے ایک جلسہ بطور احتجاج منعقد کیا۔ جو ایک ہولناک اور تباہی خیز غدر پر منتج ہوا۔ اور بہت سے مفلس، نادار اور غریب و بیکس انسانوں کی جانیں ضائع ہوگئیں۔ ملک میں چاروں طرف بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس بغاوت کی آگ کو ٹھنڈا کرنا حکومت کے لئے دشوار ہوگیا۔ حکومت نے ان تمام واقعات کا ذمہ دار نیسٹر کو قرار دیا اور ہمیشہ کیلئے ملک بدر کر دیا۔

نیسٹر کی جلاوطنی کے ایام میں اس کے پیروؤں، ہمخیالوں اور معتقدین نے شام۔ عرب۔ ہندوستان اور مصر میں اس کے خیالات اور عقائد کی اشاعت کے لئے مراکز کھول دیئے۔

شامی لوگوں نے ارسطو کے فلسفہ کی تجدید کی اور اسے شامی اور عربی زبانوں میں ترجمہ کرکے اشاعت کرنا شروع کیا۔

یہ مذہبی انقلاب مہذب دنیا کے بہت بڑے حصہ کو احاطہ کئے جا رہا تھا، دنیا کی مذہبی اقوام کے خیالات میں تبدیلی ہوتی جا رہی تھی۔

اوّل اوّل تو مسیحیت کے مذکورہ بالا عقائد کی اہل ایران نے عارضی طور پر نفی کر دی، اور ثانیاً عربی اقوام میں ان اصولوں نے ایک بڑی اصلاح کا آغاز کر دیا۔

اگر ہم ارسطو کے نام کو نظر انداز کر دیں، تو ہمیں یہ یقیناً تسلیم کرنا پڑے گا کہ سائنس اور سائنس کی تمام تحقیقات عربوں کی عقل روشن کی مرہون منت ہیں اور انہی کی علمی تحقیقات کی وجہ سے لٹریچر خلیفہ الحکم کے عہد میں اس قدر ترقی کر چکا تھا کہ خلیفہ مذکور کی کتب کی فہرست چالیس جلدوں پر مشتمل تھی۔

سائنس ان دنوں ہر لحاظ سے ترقی کرتے ہوئے بام عروج پر پہنچ چکی تھی۔ عربی خلفاء میں سے ایک نے الجبرا کے متعلق ایک مبسوط اور ضخیم کتاب تصنیف کی خلیفہ ہارون الرشید نے ہومر (Homer) کے فلسفہ کو شامی زبان میں ترجمہ کر کے اس کی نشر و اشاعت کا باعث ہوا۔ اس کے علاوہ انہوں نے سپین میں رصدگاہوں کا جال پھیلا دیا۔ جن میں عملی طور پر نجوم کے متعلق تحقیقات شروع ہو گئی۔ اور ان ماہرین ہندسہ و نجوم نے نہایت ہی صحت کیساتھ مدار الشمس کی کجروی کا فرق عملی طور پر معلوم کر لیا۔

عرب ہیئت دانوں کی تحقیقات کے مطابق یہ دائرہ ۳۵ ۳۳ ۲ درجے تھا۔ جو کہ دو مقامات پر خط استوا کو کاٹتا تھا۔

اس کے علاوہ عربوں نے صفر کو ایجاد کر کے حساب کے تمام قواعد کو قابل حل اور ممکن بنا دیا۔ اس سے قبل رومن ہیئت دان باوجود بہت سی جد و جہد کے بھی حساب کے جمع کے طریقہ کو حل نہ کر سکے۔ یہ طریقہ ان کے نزدیک ناممکن اور ناقابل عمل تھا۔

عربوں نے پنڈلم (Pendulum) گھڑی ایجاد کر کے اوقات کے معلوم کرنے میں ایک بہت بڑی آسانی پیدا کر دی۔

شہنشاہ اوتھو سوئم نے اپنے ایک عزیز دوست کو خط لکھتے ہوئے بر سبیل کسر النفسی اور بطبع ظرافت صفر کے عدد کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا۔ کہ صفر جو عدد ۹ کے بعد آتا ہے اگر

اسے دوسرے ہندسوں کیساتھ لگا دیا جائے تو وہ ان کی مقدار کو دس گنا زیادہ کر دیتا ہے اور میں بھی حقیقت میں ان عددوں کے آخری عدد یعنی صفر کی مانند ہوں۔

آنحضرت صلعم کی تعلیمات کے تاثرات میں سب سے زیادہ مؤثر یہ امر تھا کہ آپؐ ہر متلاشی حق اور تحقیق علم کرنے والے کو خوش آمدید کہتے، اس کی حوصلہ افزائی فرماتے اور اس کی ہر طریقہ سے آؤ بھگت کرتے تحقیقات میں جہاں تک ہو سکتا آسانیاں بہم پہنچاتے۔ قطع نظر اس کے کہ کوئی یہودی النسل ہو یا اصنام پرست۔ کیتھولک خیالات کا دلدادہ ہو یا آزاد خیال یہاں تک کہ آپؐ دہریہ اور خدا تعالےٰ کی ہستی کے منکر اشخاص کو بھی وہی مراعات مرحمت فرماتے جو کہ ایک علمبردار توحید کو دی جاتیں۔ غرضیکہ جو بھی آپؐ کے پاس اپنے دل و دماغ کی اصلاح کے لئے حاضر ہوتا۔ آپؐ اس کی آؤ بھگت اور خاطر و مدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے۔ اہل کلیسا کے صاحب اقتدار لوگوں کے مقابلہ میں آپؐ کا حسنِ سلوک کس قدر بلند و اعلےٰ تھا۔

ایسی آزادی آج سرزمین یورپ جو آزادی اور آزاد خیالی کے طبل کو ہر چہار اطراف پیٹ رہی ہے نظر نہیں آتی۔ اور متعدد مغربی ممالک میں تو آزاد خیالی کا تو نام بھی کہیں نظر نہیں آتا پس ہم دیکھتے ہیں کہ نیسٹر کی شکست نے اُن کے خیالات میں نمایاں تبدیلی کر دی اور خود مایوس و ناامید ہو گیا۔ اس نے اور اس کے معتقدین نے سینٹ میتھوز (Matthews) کی تحریرات اور اقوال کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کے شجرۂ نسب کو حضرت مریم کے خاوند یوسف کے شجرۂ نسب کے مطابق بنا لیا (متی ۔ ۱۱۶) اور اس کے اقوال پر یہ عقیدہ بھی قائم کر لیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہاں سے نبوت کا انعام حاصل کر لیا؟ اور کہاں سے یہ معجزات حاصل کئے؟ کیا اس کی ماں مریم نہ تھی اور جیمز۔ سائمن۔ یوسف اور یہودا بھائی نہ تھے؟ کیا وہ ہم میں رہتے سہتے نہیں تھے۔ تو پھر انہوں نے یہ نبوت کا انعام کہاں سے اور کیونکر حاصل کر لیا۔ یہ عقائد اور خیالات ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت مریم کا ایک نئی ملکہ بننے ہوتے اور ہمیشہ دوشیزہ رہنے کا خیال محض ایک افسانہ ہے اس عقیدہ کے اوپر ایک لمحہ کے لئے یقین نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت مریم ہمیشہ دوشیزہ رہیں (متی ۱۳-۵۶)

ان عقائد نے نیسٹر اور اس کے پیرووں پر ایک نئے تشدد کا دروازہ کھول دیا۔ اور انہیں ظلم و ستم کا تختہ مشق بنایا جانے لگا۔ بیزنطین سلطنت کے شہنشاہ موریس نے نیسٹورین خیالات وعقائد کی تائید و حمایت کی اور ان کی ہر طرح سے اعانت کرنیکے لئے کھڑا ہو گیا۔

اس ہنگامہ کے آغاز ہوتے ہوئے رومن کے عسکری نظام میں ایک ہولناک غدر نمودار ہوا جس کا سرغنہ فوکس نامی ایک فوجی سردار تھا۔ اس نے اس قدر طاقت حاصل کرلی کہ موریس اسکے ہاتھوں گرفتار ہو کر اپنے پانچ بھائیوں کی آنکھوں کے سامنے قتل کر دیا گیا۔

اس انسانیت سوز۔ دردناک اور رونگٹے کھڑے کر دینے والے قتل کے بعد بھی ان کی آتش انتقام ٹھنڈی نہ ہوئی اور یکے بعد دیگرے موریس کے پانچ بیٹوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار کر موریس کی ملکہ کو بھی نہایت ایذا رسانی اور بیدردی سے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

ایسے وحشت و بربریت اور ظلم و تشدد کے مظاہرات اگر تیمور کی بیرحم اور خونخوار آنکھیں دیکھ لیتیں۔ تو اس کا دل بھی رحم سے پسیج جاتا۔ لیکن ان درندہ صفت انسان نما رومن کے دل پتھر ہو چکے تھے۔ رحم ان کے لوح دل سے نقش غلط کی طرح مٹ چکا تھا۔ ان کی نگاہیں بیگناہ انسانوں کا خون ہوتے دیکھتیں۔ لیکن ان کے دل میں رحم پیدا نہ ہوتا۔ وہ مسکراتے اور قہقہوں کی گونج میں چلانے والوں کی چیخ و پکار کو مدغم کر دیتے۔

جب ان واقعات کا علم روم میں پوپ گریگری کو ہوا تو وہ مسرت و شادمانی سے پھولا نہ سمایا اور اسی خوشی میں دست بدعا ہو کر خداوند یسوع سے یوں متدعی ہوا۔ کہ اے خداوند عالم فوکس کو دشمنوں کے مقابلے میں کامیاب و کامران کیجیو۔ اس کے بدخواہ اور دشمن خائب و خاسر ہوں۔ وہ دشمن کے مقابلے میں فتح و نصرت کے شادیانے بجاتا ہوا بام عروج پر پہنچ جائے۔ ان دعاؤں کے مانگنے اور ایسے خیالات رکھنے کے باعث اُسے یونیورسل پوپ کا خطاب دیا گیا۔ جب موریس اور اسکے خاندان پر وحشتناک مظالم اور بربریت کی خبر اس کے عزیز دوست ہیرکیس کو پہنچی تو وہ سیخ پا ہو گیا۔ اس کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور وہ فوراً اہل ایران کے خلاف برسرپیکار ہونے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور انہیں ایسا مزہ چکھایا کہ ان کے اپنے کئے ہوئے مظالم ہی ان کی آنکھوں کے سامنے زندہ تصویر

پیش کرنے لگے۔ عوام الناس گڑگڑا کر مقدس کنواری مریم کے آگے اس مصیبت سے نجات کی دعائیں مانگتے۔ دن رات گریہ وزاری کرتے۔ لیکن ان کی دعائیں مستجاب ہوتی نظر نہیں آتی تھیں۔ وہ بار بار دعائیں مانگتے۔ روتے اور چلاتے۔ لیکن ان کی دعائیں بے اثر ثابت ہوتیں۔ وہ صورت سیماب تڑپتے۔ مضطرب ہوتے۔ اور حیرت و استعجاب کے گڑھے میں گر جاتے کہ کیوں مقدس مریم اس وقت ہماری اعانت سے منہ موڑے ہوئے ہے۔ ایرانیوں نے مسیحیت کے بہت سے مقدس مقامات۔ بیت اللحم Calvary اور (Gethsemane) پر تصرف و تسلط جما لیا۔ اور تمام بیش قیمت اور مقدس متبرک اشیاء یہاں تک کہ حقیقی صلیب، اس کے کیل اور کانٹوں کا تاج بھی لے گئے۔

اس شکست کے بعد ہزیمت خوردہ اہل تثلیث کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ ان کے اعتقادات متزلزل ہو گئے اور انہیں دعاؤں اور معجزات پر بھی ایمان نہ رہا۔

جب مسیحیت کی دنیا مایوسی و نامرادی کے بحر بیکراں میں بہی چلی جاتی تھی۔ یاس و حرماں کی موجوں کے تند تھپیڑے ان کی کشتی عقائد کو ڈگمگا رہے تھے۔ نا امیدی کے تلاطم نے ان کے سفینۂ حیات کو معرض خطر میں ڈال رکھا تھا۔ ہر طرف تیرہ و تار گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ اس عالم ظلمات میں امید کی کرن نظر آئی۔ افسردہ و پژمردہ قلوب میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ محبوب کبریا۔ ہادی برحق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ منور بن کر تشریف لے آئے۔ تاریکی کے پردے چھٹ گئے۔ ظلمات کی گھٹائیں پھٹ گئیں۔ امید کا سورج طلوع ہو گیا۔ اور مہذب دنیا کی کایا آن واحد میں پلٹ گئی متردد و متذبذب قلوب کو تسکین ہو گئی اور ان کی تقدیر کا پانسہ پلٹ گیا۔

(باقی دارد)

تثلیث سے توحید کی طرف

از قلم عبدالرزاق سلیا صاحب

(گذشتہ سے پیوستہ)

توحید و وحدانیت کا دلدادہ مسلمان جب رب عزّ وجلّ کے حضور مجسمہ عجز و نیاز ہو سر تسلیم خم کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے، تو سب سے اوّل اس کی زبان پر یہ الفاظ رواں ہوتے ہیں "یقیناً میں نے کیا ہے اپنا رُخ اس کی طرف۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ یکسو ہو کر۔ میں مشرکوں سے نہیں ہوں"

میری عبادت اور میرا ایثار، میری اطاعت اور میری قربانیاں، میری موت اور میری حیات یقیناً اس خالق کائنات اور رب العالمین کے لئے ہیں جو وحدہٗ لاشریک ہے اس کا کوئی ثانی اور ہمسر نہیں، میں اسی کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہوں اور اسی کے آگے سر تسلیم و نیاز خم کرتا ہوں۔

یہ الفاظ نہایت ہی شاندار، غیر مبہم، اور واضح ہیں اور انہیں بنظر عمیق مطالعہ کرنے کے بعد یہ اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ ایسے الفاظ ایک حق پرست عابد اور زاہد کے قلب پر کیسے تاثرات ڈالتے ہیں، مذکورہ بالا الفاظ کو ادا کر کے ایک عبادت گذار مسلمان نہایت آہستگی سے اپنے ہاتھ کانوں تک اُٹھاتا ہے جس سے یہ امر واضح طور پر آشکارا ہو جاتا ہے کہ وہ دنیا اور دنیا و مافیہا کے تمام جھنجھٹوں سے آزاد ہو کر کردگار عالم اور قادر مطلق کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے بصد دل و جان حاضر ہے۔

اپنے خالق کے حضور حاضر ہونے کا یہ طریقہ اور یہ انداز بلا شک و شبہ ایسا ہے جس سے توجہ، احترام، اطاعت اور فرمانبرداری پھوٹ پھوٹ پڑتی ہے، جب پورے انہماک اور توجہ کیساتھ ایک عابد اپنے معبود کی سرکار میں متوجہ ہو جاتا ہے پھر اسے

رہتی۔ اس کے تخیلات کی دنیا اس مادی دنیا سے بالکل بیگانہ ہوتی ہے، یہ حالت اس پر ایک وجدانی کیفیت طاری کر دیتی ہے، جسے بیان کرنے سے اس کی زبان یکسر قاصر ہوتی ہے۔

تکبیر کہکر سینے پر ہاتھ باندھنے سے نماز کے اختتام پذیر ہونے تک بظاہر چپ سادھے لیکن دل ہی دل میں اپنے معبود حقیقی سے لو لگائے چپکے ہی چپکے اظہار عقیدت پیش کرتا رہتا ہے۔ اس دوران میں وہ نہ تو اپنی جگہ سے سرکتا ہے، اور نہ کسی دوسری طرف متوجہ ہوتا ہے {بجز وضو ٹوٹنے کے} یقیناً یہی طریقہ اپنے خالق ازلی اور معبود حقیقی کے حضور رسائی حاصل کرنیکا بہترین ہے

اسلام میں نماز بستر مرگ پر بھی چھوڑنے کی اجازت نہیں، بیماری کی حالت میں بھی حکم ہے کہ نماز کو اشاروں کے ذریعہ ادا کیا جائے۔ نماز ادا کرتے ہوئے کوئی تلوار کھینچکر نماز گذارنے والے کے پیچھے اس کی جان لینے کے ارادے سے بھی آکھڑا ہو۔ جب بھی اللہ کیطرف سے ثابت قدم اور قوی دل رہنے کا حکم ہے، اور اس وقت بھی اللہ تعالیٰ مایوسی و نا امیدی سے روکتا ہے، کیونکہ ایک مایوس انسان باغی ہوکر اپنی جان ضائع کر بیٹھتا ہے۔

ایسے دلکش و دلنشین تخیلات کو دماغ میں لئے ہوئے کسی سادہ اور زیبائش سے مبرا مسجد یا کھلی فضا میں ایک حق پرست انسان دل کو سعادت و فلاح کی امید میں لگا کے بلا تخصیص و امتیاز شاہ و گدا اپنے امام یا رہنما کے پیچھے کھڑے ہو کر اللہ اکبر (اللہ ہی سب سے بڑا ہے) کہتا ہوا اپنے سینے پر ہاتھ باندھ لیتا ہے۔

انسان کے افعال و کردار ہی اس کے اعمال و اخلاق کے بہترین شاہد اور مظہر ہوتے ہیں پس اسلامی عبادت یا نماز میں بعض ایسی جسمانی حرکات و سکنات ہیں جس سے یہ واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اور کیا کر رہا ہے۔ ہاتھوں کو کانوں تک لیجانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ عابد معبود حقیقی سے شیطان کے ترغیب دلائے جانے سے محفوظ رہنے کی استدعا کرتا ہے اور ہاتھ کانوں سے نیچے لیجانے میں یہ مصلحت مضمر ہے کہ اس نے تمام دنیاوی اغراض سے کنارہ کشی کرلی ہے اور اب شہنشاہ دوسرا اور رب العالمین کے حضور نہایت ہی عجز و انکسار سے ہاتھ باندھے اس کے احکامات کا منتظر کھڑا ہے۔

تکبیر کہتے ہی عبادت گذاری کی زبان پر اپنے خالق کی تحمید و ستائش کا ایک دریا رواں ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس دریا میں اس قدر مستغرق ہو جاتا ہے کہ محمودیت مجسّم اس کی نگاہوں کے سامنے جلوہ افروز ہوتی ہے۔ اور وہ اس کی حمد و ثنا اور تعریف و توصیف کرتے کرتے بے خود ہو جاتا ہے، اس کی زبان سے یہ الفاظ بے اختیار نکلتے ہیں "اے رب عزّوجل تو پاک ہے، تیرے ہی لئے سب تعریفیں ہیں، تیرا ہی نام برکت والا ہے، اور تیری شان سب سے اعلیٰ ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں"۔ جب ایک عبادت گذار کی زبان ایسے خیالات کا اظہار ہوتا ہے، کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی لائق حمد و ستائش ہے۔ تو اس کے دل و دماغ میں توحید یزدانی کے احساسات کوٹ کوٹ کر بھر جاتے ہیں۔ اس کے دماغ میں سوائے وحدہٗ لاشریک کی ذات کے تخیل کے کسی دوسرے معبود کا تصور بھی پیدا نہیں ہوتا بعدہٗ سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔ یہ دعا یسوع مسیح کی صلوٰۃ ربانی سے قدرے مشابہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ فاتحہ اپنے مفہوم اور معانی میں زیادہ واضح اور کامل و اکمل ہے اور اس کی ندرت معانی سے زیادہ اس کے معانی کی تعبیر میں پائی جاتی ہے۔ سورۃ فاتحہ کا ایک ایک لفظ پڑھنے والے کے دل کو بتدریج روشن کرتا چلا جاتا ہے اور ہستی باریتعالےٰ کا تخیل اس کے دماغ میں زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔

سورۃ فاتحہ کا ابتدائی نظریہ بھی ایک عجوبہ روزگار ہے۔ سب سے پہلے جو الفاظ نماز پڑھنے والے کی زبان ادا کرتی ہے وہ یہ ہیں۔ "شروع کرتا ہوں میں نام اللہ سے جو رحمٰن اور رحیم ہے، سب حمد و ثنا اس کے لئے ہے جو پالنے والا ہے جہانوں کا۔ وہ بن مانگے دینے والا ہے۔ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا اور مالک ہے دن جزا و سزا کا، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو چلا سیدھی راہ پر۔ ان لوگوں کی راہ پر جن پر تیرا فضل ہوا۔ نہ ان کی راہ پر جن پر تیرا غضب نازل ہوا، اور نہ ان کے راستہ جو سچی تعلیم کو بھول گئے۔"

اس دلکش و دلنشین دعا کی بہترین تشریح جو میں بیان کرسکتا ہوں وہ یہ ہے کہ سب سے اوّل یہ دعا ہمیں سکھاتی ہے کہ جو کچھ بھی انسان کرتا ہے وہ خالق کائنات کی رضا اور اس

کے رحم و کرم پر منحصر ہے۔ وہی ہمیں زندگی بخشتا ہے، اور پھر وہی ہمیں شکریہ ادا کرنے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ اور اس کے فضل و کرم اور بخشش و عنایت سے خطۂ ارضی کی تمام اشیاء سے انسان لطف اندوز ہوتا ہے۔

جب ایک عبادت گذار پر یہ حقیقت واضح اور یہ راز منکشف ہو جاتا ہے تو وہ زبان حال سے پکار اٹھتا ہے، کہ سب حمد و ستائش اسی رب العالمین کے لئے ہے جو سب جہانوں کا پرورش کرنیوالا ہے۔ اور ہر قسم کے جود و کرم کا منبع اور رحمت و عاطفت کا مبدا ہے۔ بس وہ ہستی باری تعالےٰ کو تمام برکات و حسنات کا سرچشمہ تسلیم کرتے ہوئے اور اسی کو تمام تسبیح و تحمید کا لائق سمجھتے ہوئے اس کے آگے اپنی ہر ایک قسم کی التجاء و شوندا شت پیش کرتا ہے۔

اس کے بعد سورت فاتحہ ہمیں یاد دلاتی ہے کہ وہی جزا و سزا کے دن کا حکمران ہے یعنی روز قیامت کا۔ یہ جانتے ہوئے کہ کردگار عالم ہی ہمیں انواع و اقسام کے آرام و آسائش مہیا کرتا ہے۔ اور اس کے فضل و کرم سے ہمیں ہر ایک چیز ملتی ہے، اور وہی سزاوار حمد و ثنا ہے، تو ہماری نگاہوں میں جزا و سزا کے دن کا وہ نقشہ پھر جاتا ہے۔ جبکہ ہمارے اعمال کا نتیجہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہوگا اور ہمیں ان کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ کہ ہم نے اس کی عنایات کو حاصل کرنے کیلئے کیا طریقہ استعمال کیا۔

اگر ہم اس کے سامنے اپنے افعال و کردار کے ذمہ دار نہیں تو اسے رحمٰن و رحیم، مبدا فیض اور مالک یوم القیامت، کے ناموں سے یاد کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر ہم اس کے جذبۂ مہر و محبت کا اعتراف کریں تو ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہی ہمارا خالق اور پروردگار ہے، اور اسی کو قیامت کے روز ہمارے نیک و بد اعمال کی جزا سزا کا اختیار ہے وہ صرف عادل اور منصف ہی نہیں، بلکہ اس کا درجہ بلند تر اور اعلےٰ ہے۔ اور وہی حقیقی طور پر اور کلیتہً ہمارے اعمال و افعال کا جائزہ لینے والا ہے، اور منصف اعلیٰ اور عادل با وقار ہے اور اسی کی ذات کے سوا کوئی ذات بڑی نہیں، اس کے احکامات اور فیصلوں کی اپیل کسی دوسرے حاکم اور منصف کے پاس نہیں ہو سکتی ہے، ہم اس قاضی الحاجات کے سوا

کسی اور کے پاس اپنی حاجات اور ضروریات لیکر نہیں جا سکتے۔ ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں، وہی ہمارا حامی و ناصر اور ہماری رہنمائی کرنے والا ہے۔ ہم اس کی پرستش کرتے ہیں اور اسی سے استعانت چاہتے ہیں۔

یہ کیسی جامع اور اکمل دعا ہے، جس میں ہمیں سکھایا گیا ہے کہ ہماری زندگی کی تمام ضروریات اسی ذات اولیٰ کی طرف سے مہیا کی جاتی ہیں، اور ہم اس سے ہر ایک چیز مانگتے ہیں، اور اسی کی ہدایت اور رہنمائی اور اعانت پر بھروسہ رکھتے ہیں، اور وہی ہمارا نجات دہندہ ہے۔

ہم مفلس و نادار۔ غریب و ناچار اور کمزور انسان اسی سے استمداد چاہتے ہیں اور پھر اس کے علاوہ اپنی دعاؤں کے ساتھ یہ دعا بھی شامل کرتے ہیں کہ ہماری تمام عبادت اور دعا اس ذات باری تعالےٰ کے لئے ہے۔ اے رب عزوجل اپنا انعام و اکرام ہم پر فرما اور ہمیں راہ مستقیم پر چلا۔ ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تیرا فضل و کرم اور انعام ہوا۔ نہ کہ ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔

چونکہ اس آخری فقرہ کے خواص و نتائج قدرتی طور پر واضح ہیں اسلئے ان کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ لیکن جن پر غضب نازل ہوا۔ محتاج تشریح ہے۔ اور معترض اس پر اعتراض بھی کر سکتا ہے اس کا جواب نہایت ہی معقول اور احسن طریق سے یوں دیا جا سکتا ہے کہ اس دنیا میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو زندگی کے ہر مرحلہ اور ہر ماحول میں انتہا پسند واقع ہوئے ہیں چونکہ اسلام ہر معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے بدیں وجہ انتہا پسند ہونا اسلام کے اصول و عقائد کے قطعی خلاف ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ فاتحہ کا یہ حصہ نازل ہوا۔ تو اس وقت سرزمین عرب اصنام پرستی کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ گھر گھر بتوں کی پرستش عام تھی۔ اسلئے عرب بت پرستوں اور کافروں کی طرف سے آنحضرت صلعم پر نہایت ہی ظلم و تشدد کیا جا رہا تھا۔ اور وہ اسلام کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ وہ اپنے ارادہ میں کامیاب بھی ہو جاتے۔ اگر تائید ایزدی اور نصرت آلہٰی آنحضرت صلعم کے ساتھ نہ ہوتی۔

جبر و تشدد کرنے والے لوگوں نے قدرتی طور پر اللہ تعالیٰ کے غضب کو اپنے اوپر نازل کر لیا اور وہ یقیناً ان لوگوں میں سے نہیں تھے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام و اکرام ہوا۔ اور جن کی اللہ تعالیٰ نے رہنمائی کی۔ پس یہ وہی لوگ تھے جو مورد عتاب الٰہی ہوئے۔ اس کے علاوہ ایک خاص نقطہ بھی قابل غور ہے آنحضرت صلعم سے اصنام پرستوں کا انتہائی نفرت وحقارت کا رویہ خدا تعالیٰ کے غضب کو جوش میں لانے کا موجب ہوا، اور مسیحی اقوام کا حضرت مسیح سے حد سے بڑھی ہوئی محبت کا جذبہ ان کو نبوت کے درجہ سے بلند کر کے خدائی کے رتبہ پر پہنچا گیا۔ ان دونوں امور میں حد سے زیادہ تجاوز یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل اعتراض تھا۔

پس اسلام کا سنہری اصول جسے میانہ روی کے دلکش نام سے موسوم کیا جاتا ہے، بہترین اور محفوظ ترین ہے، اور اسلام یہی سبق بار بار ہمیں سکھاتا اور سمجھاتا ہے کہ ہر معاملہ میں میانہ روی اختیار کرو۔ حد سے زیادہ کہیں بھی تجاوز نہ کرو۔ اور یہی سورۂ فاتحہ کے آخری فقرہ کا مفہوم اور مطلب ہے، کہ نہ ان کے راستہ پر جو تیری راہ سے بھٹک گئے۔

یہاں پر ایک عابد اپنے معبود سے یہی التجا اور استدعا کرتا ہے کہ اے پروردگار عالم مجھے اسلام کے اصولوں پہ کاربند ہونے کی توفیق عطا فرما۔ اور زندگی کے آخری لمحہ تک انہی اصولوں اور عقائد پر ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ عملدرآمد کرنے کی طاقت دے۔ اور مجھے ان لوگوں کی راہ پر نہ چلا جنھوں نے ایک دفعہ مشعل ہدایت کو حاصل کر کے پھر اسے دنیاوی اغراض اور سودمندی کے پیش نظر ترک کر دیا۔

میں نے قرآن کریم کی اس دلکش اور فرحت بخش دعا کی تشریح کرتے ہوئے کچھ وقت بدیں غرض لیا ہے تاکہ اسلامی دعا اور حضرت مسیح کی صلوٰۃ ربانی میں جو فرق ہے وہ نمایاں ہو جائے، اور ہر ایک انسان دونوں دعاؤں کے فرق کو کماحقہ سمجھ سکے۔

ایک تھوڑی سی سدھ بدھ رکھنے والا انسان بھی یہ تمیز کر سکتا ہے کہ اسلامی دعا عبادت کے لئے براہ راست رب العالمین کی طرف سے الہام ہوئی ہے اور دوسری حضرت مسیح کی تجویز کردہ ہے۔

مسلمان صرف طوطے کی طرح اس دعا کو رٹ لینا ہی اپنا فرض نہیں سمجھتا، بلکہ اس کے تمام تر معانی اور مطالب، فیوض اور برکات سے بخوبی آگاہ ہوتا ہے،

اس دعا کو بطریق احسن ادا کرنے اور سمجھنے کے بعد پھر عابد رکوع میں جاتا ہے یعنی اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ کر جھک جاتا ہے اور اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور رحمت کی حمد و ستائش ہی کرتا ہے۔ اور بار بار یہ کہتا ہے کہ اے معبود حقیقی و ازلی تیری ہی ذات عظمت والی ہے"، اور پھر کھڑے ہو کر دوبارہ نہایت ہی عجز و انکسار کیساتھ اپنے خالق کے سامنے جھک جاتا ہے اور حالت سجود میں بار بار کہتا ہے کہ "تیری ہی ذات سب سے اعلیٰ ہے"۔

پس اسلامی نماز کے نظریہ سے یہ امر پھوٹ پڑتا ہے کہ کردگار عالم کی ذات والا صفات ہی ہر قسم کی حمد و ستائش کے لائق ہے اور اسی سے انسان استمداد چاہتا ہے اور وہی اس کا نجات دہندہ ہے۔

انسان کا یہ فعل اس کے بلند ترین عجز و انکسار کا مظہر ہے جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ خالق حقیقی کی خوشنودی اور رضا کے لئے انسان اپنی ہستی کو مٹا دیتا ہے (اسلام اینڈ مسلم پریئرز از خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم)

کیا انسانی دماغ یہ تصور کر سکتا ہے کہ عبادت الٰہی کا حقیقی طریقہ نفس کشی اور توکل تعالیٰ ہی ہے اور انہی دونوں اصولوں میں دنیا کی ہر ایک چیز کو غیر مبہم اور واضح الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔

میں نے اپنی زندگی میں عبادت کا ایسا اصول اور طریقہ کہیں بھی نہیں پایا۔ گھٹنوں کے بل جھکنا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن جب انسان رضائے الٰہی کو مدنظر رکھتے ہوئے جھکے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اس نے رضائے الٰہی کی خوشنودی ہستی باریتعالےٰ کی خاطر اپنی ہستی اور اپنے نفس کو مٹا دیا ہے۔

معترض اعتراض کر سکتا ہے کہ عبادت کے وقت اپنے کو جھکانے اور گرانے کے طریق بعض دیگر مذاہب میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن شاید انہیں معلوم نہیں کہ دیگر مذاہب میں رکوع و سجود کا طریقہ کوئی بنیادی اصول نہیں اُن کے ہاں تو یہ انفرادی حیثیت

رکھتا ہے، لیکن اسلام میں رکوع وسجود کا طریقہ ایک بنیادی اصول ہے، اور جب انسان خدا تعالیٰ کی درگاہ میں حاضر ہو کر جھک جھک کر اپنی التجائیں پیش کرتا ہے تو اس کے دل پر فوری طور پر اثر ہوتا۔ اور اس کا دل رقت و نرمی سے بھر جاتا ہے۔ یہ تاثرات اسے فوراً سربسجود ہونے پر راغب کرتے ہیں ایک حق پرست کے دماغ میں سربسجود ہو کر جو جو تخیلات رونما ہوتے ہیں انہیں عبادت گذار کا دل یا اللہ تعالیٰ ہی بہتر سمجھ سکتا ہے۔

عبادت کا یہ دلکش انداز بلا شک و شبہ قدرت کا خود مجوزہ ہے۔ اور دنیا کے کروڑ ہا مسلمانوں میں پایا جاتا ہے، خواہ وہ مشرقی ہوں خواہ مغربی، جنوبی ہوں یا شمالی ممالک کے مسلمان عبادت کا ایک ہی طریقہ و سلیقہ سب کا یکساں اور مشترکہ ہے۔

ایک لمحہ کے لئے خیال کرو کہ انسان اپنے سر کو جو انسانی وجود کے اعضا میں سب سے زیادہ عزت و احترام والا عضو اور نوع انسان کی عظمت و شان کی نشان ہے اسے گرد آلود زمین پر ڈال دینے سے اس کا کیا مقصد ہے، اس کے دل میں ایسا کرتے ہوئے کوئی نفرت و حقارت کے جذبات بھی پیدا نہیں ہوتے، اور نہ وہ ایسے فعل سے اپنی سبکی محسوس کرتا ہے، اس کی وجہ یہی ہے، کہ انسان اپنے کو خالق حقیقی کی بارگاہ میں موجود سمجھتا ہے، اور اسی کی تعظیم و تکریم کر رہا ہے، اس کے آگے سر جھکانے اور سربسجود ہونے سے کوئی عار محسوس نہیں ہوتی، کیا ایک بت پرست اور مشرک انسان بھی بتوں کی پوجا کرتے ہوئے ایسے ہی تاثرات کو محسوس کرتا ہے، اور اس کے دل میں بھی یہی خیالات ہوتے ہیں، کہ وہ اپنے معبود حقیقی اور خالق ازلی کی پرستش اور تکریم کر رہا ہے نہیں ہرگز نہیں۔ اسے بتوں کی پرستش کرتے ہوئے کبھی حقیقی طور پر مسرت و شادمانی حاصل نہیں ہو سکتی، اور نہ ہی اُن کا دل ان کی پوجا سے مطمئن ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی وہ ایک توحید پرست کی طرح اپنے کو لکڑی۔ مٹی اور پتھر کے بتوں کے سامنے جھکانے کو حقیر بنانے اور ان کے سامنے عجز و انکساری کرنے کا طریقہ اسے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ایک حق و توحید کا دلدادہ مسلمان اپنے بلند اور عظمت و شان والے سر کو سوائے اپنے معبود حقیقی کے آگے جھکانے کے دنیا کے بڑے سے بڑے شہنشاہ کے سامنے خم کرنا

بھی گوارا نہیں کرتا۔ جاہل سے جاہل مسلمان بھی سوائے اس مخصوص طریقۂ عبادت کے کسی غیر کی اطاعت بجا نہیں لائے گا۔

اسلامی عبادت کا یہ طریقہ نہایت ہی واضح اور عدیم النظیر ہے جو عزت و احترام کسی بادشاہ کے لئے مناسب اور سزاوار ہے اسے بادشاہ کے لئے ادا کئے جانیکا حکم ہے اور جو اطاعت و فرمانبرداری ذات ربانی کے لئے مخصوص ہے اُسے اُس مخصوص طریقہ سے ادا کیا جانے کا فرمان ہے۔

سر جو بنی نوع انسان کے جسم کا سب سے بلند حصہ ہے اُسے خالق ازلی نے اپنی خواہش کے مطابق جسم کے دیگر اعضا کے اُوپر رکھا ہے۔ اور اسی سر کے ذریعہ اپنے مالک حقیقی کی صحیح طریقہ پر اطاعت و فرمانبرداری ادا ہو سکتی ہے اور یہی طریقہ اسلامی عبادت کا ہے۔ کہ گھٹنوں کے بل جھک کر اور اپنی پیشانی کو زمین پر گرا کر اپنی ہستی کو رب عزوجل کے روبرو مفقود کر دینا ایک بلند ترین اور اعلیٰ طریقہ اطاعت و عبادت ہے۔ نوع انسانی کے لئے دنیا میں اگر کوئی قابل فخر و مباہات بات ہے تو وہ صرف اس کی دانائی اور ادراک طاقت اور زور آوری۔ غرور و تکبر اور لوگوں کی نگاہوں میں عزت و احترام ہے لیکن جب انسان ان تمام خیالات کو دل سے نکال کر اللہ تعالےٰ کے سامنے گر جائے تو اس سے بہتر اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار اور کس طرح سے ہو سکتا ہے، اور اس سے بہتر عبادت کا نمونہ اور کہاں سے مل سکتا ہے۔

آج بھی دنیا میں ایسے آدمیوں کی کمی نہیں جو بہ اعلان بانگ دہل کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ اسلامی طریقۂ عبادت سے بڑھ کر دنیا میں کوئی بہترین طریقہ عبادت نہیں جسمیں تو کوئی نسلی امتیاز باقی رہتا ہے، نہ لونی۔ نہ ملکی نہ اقتصادی، نہ غربت نہ امارت۔ بلا تخصیص شاہ و گدا۔ امیر و غریب۔ تونگر و نادار سب درگاہ ربانی میں شانہ بشانہ کھڑے ہو جاتے۔

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اس کے علاوہ یہ بھی ضروری نہیں کہ نماز صرف مسجد ہی میں ادا کی جائے۔ بلکہ جہاں وقت

آجائے اور جہاں بھی جگہ مل جائے نماز ادا کرنی جائز ہے، اور اگر نماز شروع ہو چکی ہو اور مسجد کے اندر جگہ کی گنجائش نہ ہو۔ تو اُس وقت کوئی صاحب اقتدار بادشاہ نماز با جماعت میں شرکت کی غرض سے مسجد میں آجائے تو اس کے لئے ضروری نہیں کہ اسے صف اوّل میں جگہ دی جائے۔ بلکہ جہاں کہیں بھی اسے جگہ مل جائے۔ خواہ وہ ایک پھٹے پرانے چیتھڑوں والے فقیر کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو اُس کے دوش بدوش کھڑا ہونا پڑتا ہے، اور ایسے واقعات اکثر اوقات ہوتے رہتے ہیں، یہ واقعات ایک مفلس و نادار اور غریب محتاج کے دل میں یہ تاثرات پیدا کرنے کے لئے بہت کافی ہیں کہ ربّ عزّوجل کے دربار میں شاہ و گدا یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔

بقیہ شذرات:۔ لمحات حیات بسر کروں گا۔ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ سزاوار پرستش محض ذات یزدان ہے اور محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔

ایل سکوسے۔ ۲۲ر جون ۱۹۴۱ء

نمبر ۲ مسز رائیفل بامی آف ...... سٹریٹ ہل برضا و رغبت خود نہایت صمیم قلب سے اعلان فرماتی ہیں کہ میں محض خداوند وحید کی پرستش کرونگی اور حضرت محمدؐ کو خدا کا برگزیدہ بندہ اور پیغمبر تصور کرتی ہوں۔ دیگر تمام انبیائے علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مساوی احترام کرونگی میں خداوند قدیر کے فضل و کرم سے ایک ادنیٰ مسلمہ کی حیثیت سے لمحات حیات بسر کرونگی لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ سزاوار بندگی محض ذات خدا ہے۔ اور حضرت محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔ ای بامی۔ ۲۴ر جون ۱۹۴۲ء

نمبر ۳ مس بی۔ بیون کیر آف لنسٹر پیٹنٹ نمبر کارڈف ایس۔ ڈیلز برضا و رغبت خود نہایت ہی صمیم قلب سے اعلان فرماتی ہیں کہ میں محض خداوند وحید کی پرستش کروں گی اور حضرت محمدؐ کو خدا کا برگزیدہ بندہ اور پیغمبر تصور کرتی ہوں۔ دیگر تمام انبیا سے علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مساوی احترام کروں گی۔ میں خداوند قدیر کے فضل و کرم سے ایک ادنیٰ مسلمہ کی حیثیت سے لمحات حیات بسر کروں گی۔ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ سزاوار بندگی محض ذات خدا ہے اور حضرت محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔ ...جون ۱۹۴۲ء

(باقی برصفحہ ۳۷۰)

محرم

برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائٹی کے ممبران کا ایک اجتماع مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۴۲ء بروز ہفتہ مطابق ۱۰ ار محرم الحرام ۸۱ ایکلسٹن سکوئر لنڈن ایس۔ ڈبلیو۔ آئی میں سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کے اندوہناک واقعہ کربلا پر اظہار افسوس کرنے کیلئے منعقد ہوا۔ اس مجلس عزا کا افتتاح قرآن کریم کی تلاوت سے مسٹر داؤد کوون ایم اے نائب امام مسجد نے مسٹر اسمٰعیل ڈی یارک پنجم صدر مسلم سوسائٹی برطانیہ عظمیٰ کی صدارت میں کیا۔

تلاوت کے بعد صاحب صدر نے شہرۂ آفاق ڈاکٹر شاکر محمدی کو اپنا ایڈریس پیش کرنے کیلئے مدعو کیا۔ ڈاکٹر شاکر محمدی نے اپنے لیکچر میں کربلا کے دردناک واقعہ جسے ہر ایک مسلمان اور تاریخدان توب جانتا ہے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ظلم و تشدد اور مصائب و آلام کو نہایت ہی ثابت قدمی اور ہمت و استقلال سے برداشت کرتے ہوئے حق و صداقت کے اصولوں کو نہ چھوڑا۔ ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنے رہے۔ آپکے علاوہ آپکے خاندان کو بھی انواع و اقسام کی مصیبتوں میں مبتلا کرکے موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ آپکی آنکھوں نے بچوں کو پیاس کی شدت سے بلک بلک کر جان توڑتے دیکھا، جوان اور بوڑھے سسک سسک کر راہی ملک عدم ہوگئے۔ عورتوں کی جگرسوز آہ و زاری، چیخ و پکار سے عرش بریں بھی کانپ اٹھا لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام نے اندوہناک واقعات کو دیکھتے ہوئے اپنے عقائد کو آخری دم تک نہ چھوڑا، اور آخر آپ بھی اسی میدان کربلا کی خاک کو اپنے مقدس خون سے رنگین کرتے ہوئے مشیت ایزدی اور رضائے الٰہی کو مد نظر رکھتے ہوئے شہید ہوگئے۔

آپکی ایثار و قربانی کے جذبات سے بھرپور۔ حق و صداقت کی مشعل سے روشن اور ثابت قدمی کی چٹان اس مضبوط زندگی کا ایک ایک لمحہ فرزندان توحید کیلئے بہترین نمونہ ہے اور حیات بعد الممات میں نجات حاصل کرنیکا اعلیٰ ترین ذریعہ ہے اور دینی و دنیاوی ترقی حاصل کرنیکی شاہراہ ہے آپکے ہی نقش قدم پر چل کر انسان ہر ایک قسم کی ترقی حاصل کرسکتا ہے۔ ڈاکٹر شاکر محمدی کے بعد سردار اقبال علی شاہ مشہور جرنلسٹ نے ایک نہایت ہی رقت انگیز مرثیہ بزبان اردو پڑھکر سنایا۔ سردار صاحب کے بعد امام صاحب مسجد ووکنگ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان تقدس مآب، حیات مطہرہ۔ اولوالعزمی۔ استقلال و ہمت پر داد شجاعت دیتے ہوئے آپکی شرافت و نجابت۔ عالی ظرفی اور بلند حوصلگی پر کماحقہ روشنی ڈالی۔ درود شریف کے اختتام پر حاضرین کی تواضع چائے سے کی گئی۔ کچھ دیر تبادلہ خیالات کے بعد لوگ ایثار و قربانی کے جذبات کو دل

[margin, vertical:] (شاہد ... خدمت ہوئے)

حصارِ عافیت

{از جناب اے رشید احمد صاحب}

بین الاقوامی جنگ کے سبب بادل برسوں سے فضائے آسمان پر چھا کر کرۂ ارض کو تیرہ و تار کئے ہوئے ہیں۔ دنیا و مافیہا کے ذرّے ذرّے سے خوف و ہراس کی وحشتناک صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ انسانی صورت درندہ صفت انسان تیر و تفنگ اور تیغ و سنان سے مسلح ہو کر بیگناہ انسانوں کا شکار کرنے ایک سیلاب کی طرح امڈے چلے آتے ہیں معصوم و بیگناہ عورتوں، بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کے خون سے ندیاں بہتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ بچوں کی چیخ و پکار، عورتوں کی گریہ و زاری اور بوڑھوں کی فلک شگاف دردناک صدائیں سنگدل سے سنگدل انسان کو بھی پسیجے بغیر نہیں رہ سکتیں، لیکن دنیا کی مہذب ترین اقوام جنہیں اپنے تہذیب و تمدن پر برسوں سے ناز تھا۔ جو نوعِ انسان کو مہذب بنانے کی مدعی تھیں، جو اپنے کو معلم اخلاق سمجھتی تھیں، آج تہذیب و تمدن اور اخلاق کے جامہ کو پھاڑ کر یکسر درندگی کی طرف مائل ہو چکی ہیں، دنیاوی حرص و آز نے انکی آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے، وہ مال و دولت اور جاہ و حشم کے نشے میں مخمور بیگناہ انسانوں کے خون سے ہاتھ رنگتے ذرا دریغ نہیں کرتیں۔ خوف خدا ان کے لوح دل سے حرف غلط کی طرح مٹ چکا ہے۔ انسانیت اُن کے دماغ سے یکسر مفقود ہو چکی ہے، صرف ملک گیری اور جہانداری کا خبط ان کے دماغوں میں سمایا ہوا ہے، بغض و عناد کی آگ ان کے سینوں میں بھڑک رہی ہے۔ حسد کی آتش نے ان کے دلوں کو سیاہ کر رکھا ہے، بھائی بھائی کا خون کرتے ہوئے نہیں جھجکتا۔ بہن بھائی سے آمادہ پیکار ہے تو باپ بیٹے کے خون کے لئے بیقرار ہے سرسبز شاداب وادیاں۔ خوشنما و دلکش آبادیاں، پر رونق شہر، فلک بوس عمارتیں نذر آتش کرتے ہوئے وہ ٹس سے مس نہیں ہوتیں۔ کل جہاں آبادیاں تھیں آج وہاں ویرانے ہیں۔ کل جہاں عظیم الشان محل کھڑے تھے آج وہاں کھنڈر دکھائی دیتے ہیں، یہ تباہی اور یہ بربادی، یہ بے چینی، اور یہ بدامنی، یہ اضطراب اور یہ بیقراری مقتضی ہے کہ ان درماندہ انسانوں کی نجات کے لئے کوئی ایسا لائحہ عمل و اصول زندگی پیش کیا جائے جو انہیں موجودہ جانکاہ مصائب سے آزاد کر سکے اور حقیقی امن و سلامتی کے حصار میں پناہ دے سکے

گذشتہ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ آج سے قریباً ساڑھے تیرہ سو سال قبل جبکہ اس طرح دنیا پر ادبار کی

مسموم گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں انسانیت سوز مظالم کا مظاہرہ برسرِ عام کیا جاتا تھا، انسان انسان کے خون کا پیاسا تھا۔ قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ حرص و لالچ کی ہوا نے خدا تعالیٰ کی ہستی کے تخیل کو عوام کے دماغوں سے محو کر رکھا تھا۔ تو اسلام جسے امن و سلامتی کے دلکش و شیریں الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے درندہ نوعِ انسان کے لئے درماں لیکر طلوع ہُوا۔ مایوس و زخمی قلوب رو بہ صحت ہو گئے، نا امیدی امید سے متبدل ہو گئی، اور اس کے سنہری اصولوں نے آن واحد میں خون کے پیاسے اور درندہ صفت انسانوں کو مجسمہ مہر و محبت بنا دیا۔ عالمگیر اخوت و مساوات کے جذبات نے ایک دوسرے میں ہمدردی کے احساسات کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا۔ اور یگانگت و اپنائیت کی سلک میں منسلک ہو گئے۔ وقت مقتضی ہے اور زمانہ زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ موجودہ مصائب و آلام سے اگر انہیں پناہ مل سکتی تو وہ اسلام ہی صرف حصارِ عافیت ہی ہے۔ جس میں داخل ہو کر غم و اندوہ مسرت و شادمانی سے متبدل ہو جاتے ہیں۔ متذبذب و بیقرار قلوب تسکین پاتے ہیں۔ خوفِ خدا دل میں پیدا ہو کر بنی نوعِ انسان کی ہمدردی کے احساسات پیدا کرتا ہے۔

پس موجودہ بلائے بے درماں سے نجات کا واحد ذریعہ سوائے اسلام میں پناہ لینے کے کوئی نظر نہیں آتا۔ فلاکت زدہ اور درماندہ اقوام جو زندگی کے ہاتھوں یکسر مایوس ہو چکی ہیں اور اس تیرہ و تار فضائے دہر میں بھٹکتی پھرتی ہیں اور انہیں ...... کوئی رہنمائی کرنیوالا نہیں ملتا۔ انہیں چاہیئے کہ جلد وہ مشعلِ ہدایت کی طرف رجوع کریں جو انہیں حصارِ عافیت کا راہ مستقیم بتا کر دین اور آخرت کے لئے غم و اندوہ سے آزاد کر دے۔

ضرورت الہام

فی زمانہ تعلیمیافتہ اصحاب وحی اور الہام کے وجود سے انکاری ہیں، اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے اس کتاب میں سائنٹیفک طریق پر اور علمی دلائل سے بتایا گیا ہے کہ الہام کی انسان کو ضرورت ہے اور ہر مذہب الہامی مذہب ہے۔ قیمت ۱/

مورخہ ۸ راگست ۱۹۴۱ء۔

پیارے امام صاحب

آپ اور مشن نے جس گہرے اخلاص، عدیم النظیر مہمان نوازی اور اخلاق حسنہ کا ثبوت میری اور ہندوستانی سپاہیوں کی آمد پر دیا اور ہماری صحیح طریقہ سے رہنمائی فرمائی، ہم آپ کے تہ دل سے ممنون ومتشکر ہیں۔

میں اس ملک کو دو مقاصد کے پیش نظر خیرباد کہہ رہا ہوں۔

اوّل تو ہٹلرازم کی تباہی وبربادی اور بیخکنی کے لئے سعی کرنا،

ثانیاً ہندوستانی عوام کو اس ملک میں آپ کے شاندار کام سے آگاہ کرنا۔

میں یہ بیان کرتے ہوئے شرم محسوس کرتا ہوں کہ جب مجھے ہندوستان میں بتایا گیا کہ آپ کا مشن احمدی ہے تو میں نے اس پر یقین کر لیا۔ لیکن آج میں اس سے بدرجہا بہتر جانتا ہوں

فرانس سے انگلستان میں واپسی رخصت پر آئے ہوئے سپاہیوں کی آسائش و آرام کے لئے آپ کے مشن کی پیشکش اور ڈونکرک سے لوٹے ہوئے سپاہیوں کی مدد و اعانت کا نقش ہمارے قلوب پر ہمیشہ روشن رہے گا۔ الفاظ ہمارے دلی احساسات اور شکریہ کو بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

ہم دلی شکریہ کے ساتھ ایک بار پھر جزاک اللہ کہتے ہیں۔

خدا حافظ میں دست بدعا ہوں کہ آپ کو ایام امن میں اس سے بھی زیادہ اپنے مقاصد میں کامیابی وکامرانی نصیب ہو۔

آپ کا خیر اندیش۔ محمد اکبر خاں (ممبر)

ہمارے نومسلم بھائی مسٹر ہنڈالف گلاسکو اس ملک میں بیریل کے ذریعے ووکنگ مسلم مشن کے طبع شدہ پمفلٹ کو مرتب کر کے ان کے نشرواشاعت سے ایک بہت بڑا تبلیغی کام سرانجام دے رہے ہیں۔ ذیل میں ان کے خط کی ایک نقل پیش کی جاتی ہے۔ جس کے

ساتھ انہوں نے اپنے پمفلٹ کی پہلی قسط ارسال کی ہے :-

مورخہ ۲۱ راگست ۱۹۴۱ء۔ پیارے امام صاحب

میں آپ کی خدمت گرامی میں ان پمفلٹوں کے دو پارسل ارسال کر رہا ہوں جو میں نے بیریل کے ذریعے مرتب کئے ہیں۔

میں متوقع ہوں کہ آپ ان پمفلٹوں کو اس ملک کے نابینا غیر مسلم لوگوں میں اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے استعمال کریں گے۔

بیریل لٹریچر کی تاریخ کے اوراق میں یہ لٹریچر ایک بالکل نیا اور عجوبہ روزگار ہے۔ اگر رب عزّوجلّ نے چاہا تو میرا ارادہ قرآن کریم کو بھی بیریل میں تحریر کرنے کا ہے۔

آپ کا اسلامی بھائی۔ لیسلی اورڈ پینڈر

بقیہ شذرات از صفحہ ۳۶۵

مسٹر ای۔ پی۔ ٹاٹن آف ونچسٹر برضا و رغبت خود نہایت ہی صمیم قلب سے اعلان فرماتے ہیں کہ میں محض خداوند وحید کی پرستش کرونگا اور حضرت محمدؐ کو خدا کا برگزیدہ بندہ اور پیغمبر تصور کرتا ہوں دیگر انبیائے علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مساوی احترام کروں گا۔ میں خداوند قدیر کے فضل کرم سے ایک دینی مسلمان کی حیثیت سے لمحات حیات بسر کروں گا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ سزاوار پرستش محض ذات یزدان ہے محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔

ای۔ پی۔ ٹاٹن۔ ۱۲ راگست ۱۹۴۱ء۔

نمبر ۵ مسز ای۔ این ڈولے آف ... .. ایوسم وو زر برضا و رغبت خود نہایت صمیم قلب سے اعلان فرماتی ہیں کہ میں محض خداوند وحید کی پرستش کروں گی اور حضرت محمدؐ کو خدا کا برگزیدہ بندہ اور پیغمبر تصور کرتی ہوں۔ دیگر تمام انبیائے علیہ السلام کا مساوی احترام کروں گی۔ میں خداوند قدیر کے فضل و کرم سے ایک ادنے مسلمہ کی حیثیت سے لمحات بسر کروں گی۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

سزاوار بندگی محض ذات خدا ہے اور حضرت محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔

ای۔ این۔ ڈولے۔ ۲۹ راگست ۱۹۴۲ء

گوشوارہ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

بابت ماہ اگست ۱۹۴۲ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے
۳ ۸/۴۲	۸۰۰	بھوپال گورنمنٹ	۰	۰	۳۰۰
	۸۰۱	عالیجناب ایم۔اے۔خالق صاحب	۰	۸	۲
	۸۰۳	عملہ دوکنگ مشن لاہور	۰	۸	۲
	۸۰۴	" خواجہ عبدالغنی صاحب	۰	۰	۵
	۸۰۵	جناب خواجہ خلیل احمد صاحب	۰	۰	۱۰
۴ ۸/۴۲	۸۰۶	عالیجناب جلال الدین صاحب	۰	۰	۵
۶ ۸/۴۲	۸۲۳	" عبدالوہاب صاحب	-	۰	۵
۷ ۸/۴۲	۸۲۹	حسب وصیت جناب قاسم علی جیراج بھائی	۰	۰	۱۰۰
"	۸۳۰	عالیجناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب	۰	۰	۳۰
"	"	" " عزیز احمد صاحب	-	۰	۱۰
"	"	جنابہ بیگم صاحبہ ڈاکٹر غلام محمد	۰	۰	۵
"	۸۳۱	عالیجنابہ بیگم صاحبہ آف بیلہ	۰	۰	۷۵
۸ ۸/۴۲	۸۳۴	عالیجناب علی احمد صاحب	۰	۰	۵
"	۸۳۵	" " عبدالغنی صاحب	۰	۰	۳
"	۸۳۶	" " محفوظ الکریم صاحب	۰	۰	۲
۱۰ ۸/۴۲	۸۴۰	" کے۔بی۔احمد صاحب	-	۰	۲۵
"	۸۴۲	" کرم دین صاحب قریشی	۰	۰	۵
۱۱ ۸/۴۲	۸۵۴	" " محمد ابن علی صاحب	۰	۰	۱۲
"	۸۵۵	" قاضی راشد علی عباسی	۰	۰	

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے
۱۳ ۸/۴۲	۸۸۷	جناب مہتاب الدین صاحب	۰	۰	۵
۱۵ ۸/۴۲	۹۰۴	" توقیر الدین احمد صاحب	۰	۰	۵
۱۷ ۸/۴۲	۹۱۳	" سعید احمد صاحب	۰	۰	۱۰
۱۹ ۸/۴۲	۹۲۷	" مولوی آفتاب الدین احمد صاحب		۸	۲
"	۹۲۸	" اے۔جے۔اے قادر صاحب	۰	۰	۱۵
"	۹۲۹	" عبدالحق صاحب	۰	۰	۵
۲۱ ۸/۴۲	۹۶۴	" سید پیارے صاحب شمس الدین	۰	۰	۲۱
۲۳ ۸/۴۲	۹۶۵	" خانصاحب عبدالسلام صاحب	۰	۸	۲
۲۴ ۸/۴۲	۹۷۰	" عبدالستار صاحب	-	۰	۵
"	۹۷۱	" لفٹننٹ کرنل بی عبدالغفار صاحب	۰	۰	۲
۲۶ ۸/۴۲	۹۸۳	اسلامیہ لوکل انجمن	۰	۰	۵۰
۲۷ ۸/۴۲	۹۸۸	جناب مولوی اظہار الحق صاحب	۰	۰	۴
		فروخت اسلامک ریویو	۰	۰	۷۷
		" اشاعت اسلام	۰	۰	۳۵
		" ووکنگ گزٹ	-	۸	۱۱
		" کتب	-	۸	۲۰۷

میزان کل ۳ — ۰ — ۱۷۶۳

گوشوارہ خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

بابت ماہ اگست ۱۹۴۲ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۱/۸/۴۲	۳۵	تنخواہ عملہ			
"	۳۶	بابت ماہ جولائی ۱۹۴۲ء	۹	۵	۵۶۵
"	۳۷				
"	۳۹	کرایہ دفتر، کتب خانہ، گودام	۰	۰	۴۵
	"	بابت ماہ جولائی ۱۹۴۲ء			
۱۲/۸/۴۲	"	آفس امپرسٹ بل			
"	"	بابت خرچ محصول ڈاک۔ طباعت			
"	"	سرکلر اپیل وغیرہ۔ خرید کتب۔ بل بجلی			
"	"	خرید کاغذ۔ چھپائی ووکنگ گزٹ۔			
"	"	جلد بندی رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت			
"	"	اسلام۔ خرید لفافہ جات۔ خرید			
"	"	کاغذ برائے لفافہ جات اسلامک ریویو			
"	"	اشاعت اسلام۔ سٹیشنری۔	۰	۸	۵۸۰
"	"	متفرقات۔			
۲۵ ۸/۴۲	۴۵	رپن پرنٹنگ پریس چھپائی اسلامک ریویو	۰	۰	۴۵
"	۴۶	غلام محمد دفتری برائے جلد بندی آئیڈیل پرافٹ	۰	۰	۵۰
۱ ۸/۴۲	۳۸	الاونس	۰	۰	۳۰
		کل میزان	۹	۱۳	۱۳۱۵

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) مشن کے آرگن — اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مشن کے تاثرات — (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک رواداری فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سُلجھاؤ ہے — قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعتِ اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبرانِ سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آواز کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی اُلجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام** ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) ووکنگ مُسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے — دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کُل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر۔ اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ۔ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذبِ عالمِ اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں۔ اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ۔ بلادِ اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے (۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِ خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریکِ خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۰ہ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ہ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۵ہ ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخلِ حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاوے گی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کاملہ سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعتِ اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانۂ عید میں اس کارِ خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی اِن رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارِ خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبرانِ مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹراتِ آمد میں چڑھ کر ان ہرسہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات ۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :— The Imam, The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹنڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام"۔ لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

اُردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیر اعزازی

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا ۔ لاہور

قیمت تین روپے آٹھ آنہ (عہ) سالانہ — قیمت پانچ روپے (ﷲ) ممالک غیر کیلئے

درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام ۔ عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور پنجاب انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اکبر

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ {آل عمران آیت ۱۰۴}

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ، امریکہ وکل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیلِ مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامتِ نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ، امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہرماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہرماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین۔ کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ¼ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۲۸ | بابت ماہ ذی الحج ۱۳۶۱ھ م۔ ماہ دسمبر ۱۹۴۲ء | نمبر ۱۲

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا۔

اشاعتِ اسلام

بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۲ء

شذرات

اشاعت پیش نظر ہم جے ڈبلیو۔ ڈی۔ بی۔ مولے کے اعلان حق سے مزین و مرصع کرتے ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ ایسے مبارک واقعات اہل اسلام کے جذبۂ ایمان کو استقامت بخشنے کے موجب ہوتے ہونگے اور غیر مسلم احباب پر عیاں ہوجاتا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا جوئی مذہب اسلام کے وسیلے سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔

اعلان حق مسٹر جون ولیم ڈی۔ بی مولے آف ونچسٹر برضا و رغبت خود نہایت صمیم قلب سے اعلان فرماتے ہیں کہ میں محض خدائے واحدہٗ لاشریک کی پرستش کروں گا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا برگزیدہ پیغمبر تسلیم کرتا ہوں۔ جملہ انبیائے علیہم السلام کا مساوی احترام کرونگا، اور میں ایک ادنیٰ مسلمان کی حیثیت سے زندگی بسر کروں گا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

سزاوار پرستش محض ذات یزداں ہے اور محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔ دستخط جے ڈبلیو ڈی بی مولے ۲۰/۳/۴۲

خدائے ذوالجلال ہمارے نومسلم بھائی کو دین متین پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کا وجود دیگر یورپین غیر مسلم حضرات کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہو۔ آمین ثم آمین

آنحضرت صلعم اور تعدد ازدواج

اور ان کے متعلق چند اہم نکات

از قلم جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب

سن کہولت میں آنحضرت صلعم کی متعدد شادیوں کے متعلق صاحب فہم وادراک حضرات کے قلوب میں بھی شبہات پائے جاتے ہیں۔ مغربی اور مغرب زدہ لوگ جن کا شادی کے متعلق تخیل وحدت ازدواج ہی تک محدود ہے۔ جب تعدد ازدواج کا تصور کرتے ہیں تو انکا دل بے چین اور دماغ پریشان ہوجاتا ہے۔ گو اسلامی علماء اور فضلاء نے اپنے دلائل اور براہین سے بارہا ثابت کردیا ہے۔ کہ محبوب کبریا کا یہ فعل احتفاظ نفس کے لئے نہیں تھا بلکہ وقتی ضروریات کے پیش نظر فرزندانِ توحید کو بدکاری سے محفوظ رکھنے کا ایک منضبط لائحہ عمل پیش کرنا مقصود تھا۔ لیکن ان لوگوں کو تعدد ازدواج سے چونکہ کبھی سابقہ نہیں پڑا بدیں وجہ جب وہ اس کا خیال کرتے ہیں تو ان کا دل مضطرب اور روح بیقرار ہوجاتی ہے، اور وہ اسلام کے اصول تعدد ازدواج پر اندھا دھند اعتراضات کی بارش کردیتے ہیں۔ لیکن شاید انہیں معلوم نہیں کہ وہ ملک جہاں اخلاق کا جنازہ مدتیں ہوئیں نکل چکا تھا۔ بدکاری بدافعالی انتہائی عروج پر تھی۔ صنف نازک کی عفت وعصمت کی کوئی قدر وقیمت نہ تھی۔ اخلاق سوز افعال کا مظاہرہ برسرعام کیا جاتا تھا۔ زنا سے سرزمین عرب کا چپہ چپہ ملوث ہوچکا تھا۔ عورتوں کی عصمت دری ان کا دن رات کا مشغلہ تھا اور جہاں دیگر ممالک سے قبل ہی انسان سن بلوغت کو پہنچ جاتا ہے اور برانگیختی جذبات کا مادہ اُسے قبل از وقت ہی تعلقات زناشوئی کی طرف ابھارتا ہے۔ ایسے ماحول میں آنحضرت صلعم نے اپنی عمر کی پچیس بہاریں نہایت ہی پاکبازی سے تجرد کی حالت میں گذار دیں حالانکہ آپ اس وقت بھی حسین سے حسین نوجوان اور

دوشیزہ عورت سے شادی کر سکتے تھے اور عوام کی طرح آپؐ بھی ازدواجی زندگی سے محفوظ ہو سکتے تھے۔ لیکن جب آپؐ نے شادی کی تو پچیس سال کی عمر میں چالیس سالہ بیوہ کے ساتھ جس میں حسنِ شباب کی دلکشی کی بہار بڑھاپے کی خزاں کی نذر ہونیوالی تھی۔ جو جوانی کی آخری منزل پر پہنچکر کہولت کی طرف قدم بڑھا چکی تھی۔ آپؐ نے پچیس سال تک ایک ہی بیوی پر اکتفا کیا اور حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں . . . . آپؐ نے دوسری شادی نہیں کی حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد باون سال کی عمر میں . . . . ، آپؐ کے دل میں تعدد ازدواج کا خیال اُس وقت آیا جبکہ اس وقت انسانی قوے مضمحل ہو جاتے ہیں خواہشات نفسانی روبہ انحطاط ہوتی ہیں، تعلقات زناشوئی کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔

آنحضرت صلعم کی متاہل زندگی ہمیشہ مجاہدانہ اور زاہدانہ گذری ہے اور باوجود کئی ایک بیویوں کے ہوتے ہوئے بھی آپؐ کی اکثر راتیں بیداری اور عبادت میں گذرتیں اور اکثر دن نان جویں کے میسر آئے بغیر بسر ہو جاتے۔ ایسی صورت میں یہ کس طرح گمان یا یقین ہو سکتا کہ آنحضرت نے اپنی عمر کے آخری ایام میں تعیش یا نفس پرستی کی آگ کو ٹھنڈا کرنیکے لئے متعدد شادیاں کریں ایسے برہان قاطع کے باوجود بھی بعض احباب کے قلوب اعتراضات کے دھند و غبار سے صاف نہیں ہوتے اور وہ ہمیشہ غیر مطمئن اور متذبذب حالت میں رہتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ ایسے اعتراضات پر وضاحت کے ساتھ روشنی ڈال کر ان کا مدلل جواب دینا چاہیئے انہیں پاس حیا سے نظر انداز کر دینا عوام کے دل میں مزید انواع و اقسام کے شبہات پیدا کرنے کا موجب ہوگا۔

تمام مقتدیان مذہب جب کبھی بھی دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے انہیں ایسے ہی ناسازہ حالات کا سامنا کرنا پڑا اور ان پر سخت سے سخت مذہبی اعتراضات کی بوچھاڑ ہوتی رہی ہے لیکن انہوں نے اپنی اولین فرصت میں عوام کی طرف سے کئے ہوئے اعتراضات کا جواب دینا اپنا اولین فرض سمجھا۔

حقیقی ہادیانِ مذہب نے کبھی دھندلی سی تحریم و تقدیس کے لئے پردہ کی آڑ نہیں لی۔ اور وہ ہمیشہ اپنی ذات پر وارد ہوئے اعتراضات کا . . . واضح طور پر جواب دیتے رہے

ہیں۔ اور وہ ہمیشہ ... چیلنج کرتے رہے کہ اگر عوام کو ان کی ذات میں انہیں کوئی نقص نظر آتے ہیں تو وہ برملا بیان کریں۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات پر نقطہ چینیوں سے کبھی گھبراتے نہیں۔ آپ سخت سے سخت اعتراض کا جواب نہایت ہی خندہ پیشانی سے دیتے اور اپنی ذات کے متعلق رکیک سے رکیک تنقید بھی برداشت کرتے۔

آنحضرت صلعم کی شادیوں کے متعلق لوگوں کے دلوں میں جس قدر شبہات اور غلط خیالات پائے جاتے ہیں میں ان کو یکے بعد دیگرے لیکر ان پر مدلل بحث کروں گا۔

تعدد ازدواج میں حقیقتاً کوئی سنسنی خیز چیز نہیں۔ اگر بنظر عمیق اسکا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دوسری بیویوں کی اجازت معصیت کے خیال کو مدنظر رکھ کر دی گئی ہے۔ تورات میں ہے کہ "اپنے ہمسایہ کی بیوی کو حریص نگاہوں سے مت دیکھو" اس حکم کی بنا غالباً انسان ہی کے شر پسند جذبات پر ہے۔

ایک بیاہتا بیوی خواہ وہ چندے آفتاب و چندے ماہتاب کیوں نہ ہو اور نسائیت کی جملہ صفات حسنات کی مرقع ہی کیوں نہ ہو پھر بھی انسانی طبیعت اس عورت کی طرف استمالت کرے گی جو اس کی منکوحہ نہیں کیونکہ ایک حسین عورت جب بیوی بن جائے تو اس کی کشش و جاذبیت جو انسان کی دیوانگی اور فریفتگی کا باعث ہوتی ہے۔ زوجیت کے بعد ختم ہو جاتی ہے خواہ وہ بیوی چوتھی کیوں نہ ہو۔ ظاہری جاذبیت اور حسن کا شیدائی بہت جلد سیر ہو جاتا ہے اور اپنی شہوانی آگ کو فرو کرنے کے لئے ہر نئے شکار کی تلاش میں رہتا ہے۔

اگر ہم انسانی فطرت کی اس کمزوری کو ذہن نشین کر لیں تو آنحضرت صلعم کی شادیوں کے متعلق نصف سے زیادہ غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ تعدد ازدواج کے متعلق عوام کے قلوب میں جو شبہات جاگزین ..... ہیں وہ بھی بہت حد تک دور ہو جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور اعتراض بھی ہو سکتا ہے کہ اسلام میں جب طلاق کی کھلی اجازت موجود ہے تو ایک آدمی جب کسی بیوی سے اکتا جائے یا وہ بیوی بوسیدہ ہو جائے یا خاوند بیوی سے متنفر ہو جائے تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دے کر کسی اور عورت سے شادی کر سکتا ہے اس طریق سے وہ یکے بعد دیگرے بیشمار عورتوں سے شادی کر سکے اس ... کی لذت کو

دائمی طور پر حاصل کر سکتا ہے۔

معترضین کا یہ اعتراض قدرے وزنی ہے۔ لیکن آنحضرت صلعم کا اسوۂ حسنہ اور قرآن کریم کے اسبارے میں احکامات اس اعتراض کو کلیتۃً صاف کر دیتے ہیں۔

قرآن کریم کے احکامات کی رُو سے طلاق کوئی آسان چیز نہیں۔ اس کی ابتداء نہایت ہی ناسازگار حالات۔ کشیدہ تعلقات اور نا قابل اصلاح تنازعات کی وجہ سے ایک بہت لمبے عمل کے ذریعہ انجام پذیر ہوتی ہے اور اس کے متعلق اللہ تعالےٰ کی منشاء کو آنحضرت صلعم نے ان چند الفاظ میں بیان فرمایا . . . . "رب عزّ وجل نے جن جن چیزوں کی اجازت دی ہے ان سب سے طلاق اسے نا پسندیدہ ہے"۔ اور قرآن کریم اس سے بھی زیادہ سخت احکامات طلاق کے متعلق دیتا ہے مندرجہ ذیل آیت آنحضرت صلعم کے وصال سے تین سال قبل ۸ھ میں الہام ہوئی :-

لا یحل لک النسآء من بعد ولآ ان تبدل بھن من ازواج

(اس کے) بعد تیرے لئے (اور) عورتیں (نکاح میں لانا جائز نہیں) اور نہ یہ کہ تو ان کی جگہ دوسری

ولو اعجبک حسنھن الا ما ملکت یمینک

بیبیاں لے لے۔ خواہ ان کا حسن تجھے اچھا لگے۔

آنحضرت صلعم کی سوائے ایک بیوی کے جو دوشیزہ تھی باقی کی تمام بیویاں دیگر صحابہ کی مطلقہ تھیں . . . . مذکورہ بالا آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف بعض مخصوص حالات کے ماتحت طلاق کی اجازت نہیں۔ آنحضرت صلعم نے بھی اپنی کسی بیوی کو طلاق نہ دیکر اپنے قول اور فعل سے یہ ثابت کر دیا کہ طلاق حقیقت میں معیوب چیز ہے۔ جو بھی عورت آپ کی شادی میں آئی وہ تادم زیست آپ کی زوجیت میں رہی۔ علاوہ ازیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپؐ کو حکم آیا کہ اب مزید شادی نہ کرو۔ اس حکم کے بعد آپؐ کو کوئی شادی کرنے کی گنجائش نہیں رہی۔ پس اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کا یکے بعد دیگرے شادیاں کرنا کوئی ذاتی خواہشات کی بناء پر مبنی نہ تھا بلکہ آپؐ جو کچھ بھی کر رہے تھے اللہ تعالیٰ کی رضا اور حکم کے ماتحت کر رہے تھے۔

اور جب یہ حکم آگیا کہ اب مزید شادی نہ کی جائے تو آپؐ نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ کیا اس واقعہ کے بعد معترضین کے اعتراض صاف نہیں ہوجاتے کہ آنحضرت صلعم کا متعدد عورتوں سے شادی کرنے کا مقصد نفسانی خواہشات کو تسکین دینا نہیں تھا۔

پھر ایک عورت جب کسی شخص سے شادی کر کے قانونی طور پر اس کی مستقل زوجیت میں آجاتی ہے اور اپنے شوہر کے گھر میں مستقل سکونت اختیار کر لیتی ہے تو گھر کے انتظام اور دھندوں میں مشغول ہو کر اُسے ہر وقت گھر کی فکر دامنگیر رہتی ہے جس کی وجہ سے اُسکی تمام دلکشی اور دلآویزی۔ خوبصورتی اور نزاکت ماند پڑجاتی ہے اور تعیش پسند انسان کے لئے وہ زیادہ دیر توجہ کا باعث نہیں رہتی۔ ایک عیاش تو ہر روز نئی اور نویلی دلہن چاہتا ہے اور جب تک اُسے نئی عورت میسر نہ آجائے اُس کے عیش کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔

شیکسپیئر صحیح کہتا ہے کہ عیش پسند انسان کے لئے ہر وقت تازہ اور لامحدود شکار کی ضرورت ہے اس کی شہوت پرستی کسی وقت بھی کم نہیں ہوسکتی، وہ اپنی خواہشات حیوانی کو تسکین دینے کے لئے ہر وقت نئی عورت چاہتا ہے اور دن بدن، اور لمحہ بہ لمحہ اسکی ہوس بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ اگر کوئی عیاش آدمی کسی مقام پر پہنچکر اپنے جذبات پر قابو پالے تو وہ حقیقی معنوں میں عیاش نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ عیاش کی خواہش تو ہر روز بڑھتی ہی چلی جائے گی۔

آنحضرت صلعم کی متاہل اور گرہستی زندگی پر بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے بہت سی قیود عائد تھیں اور آپؐ کو انتقال سے پورے تین سال قبل مزید شادی سے احتراز کرنے کا حکم بھی موصول ہوچکا تھا۔

اگر آنحضرت صلعم کی عمر ۹۰ سال کی ہوتی یا اس حکم کے بعد ایک سال کے اندر اندر آپ کی تمام بیویاں راہیٔ ملک عدم ہوجاتیں جب بھی آپؐ مزید شادی نہیں کرسکتے تھے۔

اگر ہم اقتضائے بشریت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس معاملہ پر غور کریں تو جو قیود آنحضرت صلعم کی گرہستی زندگی پر عائد کی گئی تھیں وہ نہایت ہی سخت تھیں۔

ایک سائنسدان نقاد جو اسلام کے خیالات کا شدید مخالف ہی کیوں نہ ہو ان احکامات کی موجودگی میں کبھی بھی یہ نہیں کہہ سکیگا کہ آنحضرت صلعم کے متعدد شادیاں کرنے کا مقصد تعیش کی

زندگی بسر کرتا تھا۔

تعدد ازدواج کے بارے میں تعیش کو سمجھنے میں سب سے بڑی غلطی جو سرزد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ عیاشی کو تعدد ازدواج کا باعث قرار دے دیا جاتا ہے حالانکہ عیاشی کا دارومدار حرص و آز اور لالچ وطمع پر منحصر ہے نہ کہ تعدد ازدواج پر۔ اس کی یہی صورت ہے کہ جیسے ایک کروڑپتی انسان باوجود اپنے مال و دولت کی افراط اور آرام و آسائش کی بہتات کے بھی سادہ زندگی بسر کرتا ہے۔ اور ایک متوسط الحال آدمی جسے عیش و عشرت کے سامان کیا معمولی گذارہ کی صورت بھی مشکل ہوتی ہے لیکن وہ حریص اور عیاش ہونے کی وجہ سے ہمیشہ عیاشی اور بدمعاشی کی طرف مائل رہتا ہے۔ یہی حالت ایک بیوی والے انسان کی ہوتی ہے۔ وہ نفس رانی اور شہوت پرستی میں ایک بیوی سے بھی عیاشی کر لیتا ہے اور ہر وقت اسے اپنی خواہشات کا آلۂ کار بنائے رکھتا ہے۔ اور متعدد بیویاں والا آدمی قانع اور مطمئن ہوتا ہے اور اس قدر عیش پرستی اور جذبات حیوانی سے مغلوب نہیں ہوتا لیس ان واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ ایک بیوی والا مرد متعدد بیویوں والے مرد سے زیادہ قانع اور نفس پر قابو رکھنے والا ہو۔ گو شادی کے مقاصد میں نفسانی خواہشات کا بھی کچھ حصہ ہے لیکن وہ ثانی حیثیت رکھتا ہے۔ گرہستی اور ازدواجی زندگی کا منشاء کچھ اور ہے اور اسے صرف متقی اور پرہیزگار لوگ ہی جانتے ہیں۔

مبلغ اسلام خواجہ کمال الدین مرحوم ومغفور نے صحیح فرمایا ہے کہ "بستر ازدواجی زندگی کا بہترین حصہ نہیں"۔ یہ مقولہ وحدت اور تعدد ازدواج دونوں کے لئے درست ہے۔ کیونکہ اگر بستر کو گرہستی زندگی کا بہترین حصہ نہ سمجھا جائے تو پھر ایک بیوی اور متعدد بیویوں کے ہونے سے انسان کی زندگی پر کوئی نمایاں اثر نہیں پڑتا۔ اور زاہد وعابد انسان متعدد بیویوں کے ہوتے ہوئے بھی اپنے فرائض سے غافل نہیں رہتا۔ لیکن موجودہ نظریات کیمطابق ایسے خیالات کو خلاف قاعدہ تصور کیا جاتا ہے اس وقت عورت کو بحیثیت بیوی نفسانی خواہشات کا آلۂ کار سمجھا جاتا ہے اور حرص وطمع اور لالچ کے پیش نظر اس سے لذت کی کی آخری بوند بھی نچوڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور احتفاظ نفس کی خاطر عورتوں سے

تعیش کی زندگی بسر کی جاتی ہے۔ ایک عیاش انسان اپنے اوپر کسی قسم کی قیود اور بندشوں کو برداشت نہیں کرسکتا۔ اگر وہ اپنی مسرت آفریں اور فرحت افزا زندگی کے کسی مرحلہ پر پہنچکر اسے اختتام پذیر کرے تو وہ حقیقی معنوں میں عیاش نہیں کہلاسکتا۔ عیاش تو ہر روز اور ہر لمحہ ایک نئی دنیا اختیار کرتا ہے۔ اور اسے تعدد ازدواج یا وحدت ازدواج سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس کی نظر میں تو اپنی زندگی کو عیاشی کے بحر بیکراں میں بہا دینا سرت شادمانی ہوتا ہے۔ وہ اپنے نفس پر ضبط نہیں کرسکتا ہے۔ عیاشی کی خواہش روز بروز اس کے دل میں ترقی کرتی جاتی ہے اور آخر اسے موت کے بھیانک منہ میں دھکیل دیتی ہے۔

مسیحیت اور دیگر مذاہب میں عورت کے حسن و قبح کو صرف نسائیت کے لحاظ سے ہی دیکھا جاتا ہے۔ اس کی دلکشی اور رنگینی۔ اس کی خوبصورتی اور نازک ادائی اس کی صفات اولی متصور ہوتی ہیں۔ سیرت کو نظر انداز کر دیا جائے　لیکن اسلام نے تمام ایسے نظریات اور تخیلات کی شدید مخالفت کی ہے۔ وہ تو عورت کی خوبیوں کو بحیثیت بیوی کے دیکھتا ہے کہ عورت بطور بیوی اچھی سیرت اور نیک صفات کی حامل ہے یا نہیں۔ اس میں گھر کی ملکہ بننے کی تمام خوبیاں موجود ہیں یا نہیں ایسے خیالات قطعاً انسان کو عیاشی کی طرف راغب نہیں کرتے بلکہ زہد و اتقا کی طرف مائل کرتے ہیں لیکن عورت کے متعلق دیگر مذاہب کے تمام نظریات اکثر بد معاشی اور عیاشی کا موجب ہوتے ہیں۔

وہ سرزمین عرب جہاں زنا اور عیاشی اپنے انتہائی عروج پر تھی۔ صنف نازک کی عصمت دری کو معمولی چیز سمجھا جاتا تھا اور عورتوں کو مظہر عام پر　ذلیل و رسوا کرنا اہل عرب کے خیال میں فخر و مباہات کا باعث تھا۔ جہاں عورتیں بدی کے لئے بن سنور کر خود نکلتیں اور مردوں کے پیچھے ماری ماری پھرتی تھیں۔ جہاں ایک ایک مرد کے پاس بیسیوں عورتیں موجود تھیں وہاں اسلام کے پیغمبر اعظم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے ابتدائی پچیس سال تا کتخدائی کی حالت میں بسر کئے اور آیندہ پچیس سال صرف ایک بیوی پر اکتفا کرتے ہوئے وحدت ازدواج کی زندگی کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ اس پچیس سالہ متاہل زندگی میں آپ کو دوسری بیوی کا خیال تک بھی نہیں آیا۔ اور آپ نہایت اطمینان سے اپنی رفیقۂ حیات کے ساتھ زندگی

بسر کرتے رہے۔

بعض بدگمان معترضین اس کے وجہ یہ اعتراض بھی اکثر کرتے ہیں کہ جب انسان اپنی عمر کی آخری منزل میں ہوتا ہے۔ تو وہ عیاشی کی طرف زیادہ مائل ہو جاتا ہے۔ یہ اعتراض انسانی فطرت کے مطابق نہیں۔ بڑھاپے میں عیاش تو وہ ہوتا ہے جو اوائل عمر میں عیاش رہا لیکن جوانی میں اُسے عیاشی کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ لیکن بڑھاپے میں جب موقعہ ملتا ہے تو اس کے جذبات نمایاں ہو جاتے ہیں۔ آغاز جوانی سے اس کے اندر خواہشات نفسانی کا مادہ ہوتا ضرور ہے لیکن بڑھاپے میں ایسی خواہشات کا پیدا ہونا تقاضائے بشریت کے منافی ہے آنحضرت صلعم کے لئے اپنے ابتدائی ایام میں بھی ہر طرح سے راہیں کھلی تھیں۔ مگر آپ نے نہایت پاکبازی سے اپنی زندگی کی پچاس بہاریں گذاریں۔ اور عیاشی چھوڑ دوسری بیوی کا آپ کے دل میں خیال تک پیدا نہ ہوا۔

آنحضرت صلعم نے اگر تعدد ازدواج کی اجازت فرمائی۔ تو یہ اجازت عرب کے سماجی دستور اور رواج کے مطابق گناہ یا کوئی غیر فطرتی فعل نہ تھا۔ بلکہ ایسا دستور تو عرب کی روایات کے عین مطابق تھا۔ اگر آپ نے اپنے لئے تعدد ازدواج کو پسند فرمایا تو وہ بھی آئین عرب کی خلاف ورزی نہ تھی۔

جب آپ کو متاہل زندگی کا خیال پیدا ہوا تو آپ ناکتخدا اور دوشیزہ عورت سے بھی شادی کر سکتے تھے لیکن آپ نے بیوہ کو دوشیزہ پر ترجیح دی اور وہ بھی اپنی عمر سے پندرہ بیس سال زیادہ عمر کی بیوہ کو۔ وہ خواہشات جو آپ کی آخری عمر میں نمایاں ہو سکتی تھیں انہیں اپنی عمر کے ابتدائی ایام میں دبانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ آپ ان خواہشات کو آغاز جوانی میں ہی علانیہ طور پر پورا کر سکتے تھے۔ آپ کو ایسی خواہشات کے درپردہ رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور پھر ایسی سرزمین میں جہاں بدی اور گناہ کو عیب تصور نہیں کیا جاتا تھا۔

جب آپ نے توحید باریتعالیٰ کی علانیہ اشاعت شروع کی۔ اور خدا تعالیٰ کے احکامات کو گم کردہ راہ لوگوں تک پہنچانا شروع کیا۔ تو قریشی اپنی بزرگی اور برتری کو معرض خطر میں پاتے ہوئے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ دوسری شادی کے لئے آپ سرزمین

عرب کی حسین ترین دوشیزہ کو منتخب کر سکتے ہیں۔ لیکن آپؐ نے ایسے انداز میں اس پیشکش کو ٹھکرا دیا کہ جس سے متعلق ...... لوگوں کے تمام شبہات صاف ہو گئے۔ اور عرب کے تمام قبائل پر ظاہر ہو گیا کہ آنحضرتؐ ذاتی اغراض اور عیاشی کو مدنظر رکھتے ہوئے اصنام پرستی کے خلاف تبلیغ نہیں کر رہے۔ آپؐ کے ہمعصر دشمن بھی آپؐ کے پاکیزہ خیالات۔ بلند اخلاق۔ اور اعلیٰ کیرکٹر کے قائل ہو گئے۔ لیکن افسوس کہ انیسویں اور بیسویں صدی کی مہذب دنیا ذاتی علم نہ ہونے کے باوجود بھی آپؐ کے کیرکٹر کو (نعوذباللہ) شبہات کی نظر سے دیکھتی ہے۔ تاریخ اسلام کے اوراق اُلٹ پلٹ کرنے سے یہ حقیقت ان پر واضح ہو جائے گی کہ آپؐ ایسا بلند اور پاکیزہ اخلاق کا انسان صفحۂ ہستی پر ابتدائے آفرینش سے تخلیق نہیں ہوا۔

مذکورہ بالا واقعات نمایاں طور پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی ذات والا صفات عیاشی سے مبرّا اور پاک تھی۔ آپؐ کے متعلق ایسا گمان کرنا بھی بے ہودہ اور فضول ہے۔ اب ہمیں یہ ثابت کرنا باقی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے اپنی عمر کے آخری ایام میں متعدد شادیاں آخر کیوں کیں۔

اس اعتراض کا جواب دینے کے لئے ہمیں ازدواجی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے لئے اس حقیقت کا جاننا نہایت ضروری ہے کہ متاہل زندگی بھی اپنے لئے ایک تہذیب اور کلچر رکھتی ہے۔ اور اس کے تاثرات کو اسی طرح ضبط و تصرف میں رکھنے کی ضرورت جس طرح کہ دیگر تہذیب و تمدن کو زیادہ مہذب و شائستہ بنانے کے لئے باقاعدگی اور ضبط کی ضرورت ہے۔

میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ موجودہ دور میں جنسی تہذیب اور شائستگی تو .... پھر ایام جاہلیت اور پتھر اور دھات کے زمانے کی طرف عود کر چکی ہے۔ اور تہذیب تو جنسی جذبات کے مظاہرہ میں وحوش و بہائم سے بھی بدتر صورت پیش کرتی ہے ۔ ان کے اخلاق بگڑ چکے ہیں۔ تہذیب ان سے کوسوں دور ہے۔ اور شائستگی کا ان میں نام تک موجود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فطرت انسانی میں طبقۂ نسواں کے متعلق روحانی خواہشات اور احساسات عنقا ہیں اور یہ تخیلات انسان کے لوح دل سے نقش غلط کی طرح مٹ چکے ہیں کہ مرد و زن کا کوئی روحانی

تعلق بھی ہے۔ مرد عورت کے تعلق کو صرف ذاتی جذبات اور نفسانی خواہشات پر ہی محمول کیا جاتا ہے۔ اور اسی خیال کے لوگ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج کے اصول پر معترض ہوتے ہیں۔

آنحضرت صلعم کی بعثت سے قبل خطۂ عرب بدکاری اور بے حیائی میں تمام ممالک سے بڑھا ہوا تھا۔ سرزمین عرب ایسے بدترین گناہوں سے ملوث ہو رہی تھی۔ کہ تاریخ عالم ایسی مثال پیش کرنے سے عاری ہے۔ لوگوں کی اخلاقی حسیات عمیق ترین قعر میں جا پڑی تھیں نیکی حرفِ غلط کی طرح مِٹ چکی تھی۔ زنا اور بدکاری انتہائی عروج پر تھی۔ اکثر قومی تہواروں اور میلوں پر عورتوں کو منظرِ عام پر برہنہ کیا جاتا اور اس کے جسم کے کسی بھی حصہ کے پردہ کو ملحوظ نہ رکھا جاتا۔ ان کی بر سرِ عام عصمت دری ان لوگوں کا دن رات کا مشغلہ تھا۔ عورت کی سماج میں کوئی حیثیت اور وقعت نہ تھی۔ اس کے جذبات مردہ اور اخلاق پست ہو چکے تھے وہ اخلاقی پستی کے قعرِ مذلت میں پڑی ہوئی تھی۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا کو خیر باد کہا۔ تو اخلاقی پستی کے گڑھے میں گری ہوئی قوم تہذیب و تمدن کی بلندیوں پر محوِ پرواز ہو چکی تھی۔ اور جنسی تعلقات شائستگی اور پاکیزگی میں تمام دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ وہ عورت جس کو کچھ عرصہ پہلے سوسائٹی میں حقارت و نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اب سماج کی ایک بہترین رکن اور حصہ متصور ہوتی تھی۔ اسے بجائے آلۂ بدکاری اور مجسمۂ گناہ کے اب سرچشمۂ ہدیٰ سمجھا جاتا تھا۔ اور وہ تقدس کے انتہائی مقام پر ممتاز ہو چکی تھی۔ اور اسکے قدموں میں جنت کو معیار میں جو شائستگی پیدا ہو سکتی ہے اس کی تفصیلات میں پڑنے کے راستہ میں ہمارے لئے جنسی تعلقات ایک روک ہے کیونکہ ایسی باتوں کو وہ ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لہذا ہم اس کو ایک مثال کے ذریعہ واضح کرنا چاہتے ہیں

کھانا جس کا وجود انسانی زندگی میں سب سے ضروری اور اہم ہے کے تناول کرنیکے انداز پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ایک طرف تو ایک غریب و بیکس مزدور جس کے کان شائستگی کے لفظ سے بالکل ناآشنا ہیں سڑک کے کنارے بیٹھا گندے ہاتھوں اور گندے منہ اپنے کھانے کو ردی کاغذوں پر ٹٹولے کھا رہا ہے۔ مگس اس کے گرد ہجوم کئے اس کے کھانے کو ناپاک کر تی

ہیں۔ راستے کا گرد و غبار کھانے کو گرد آلود کر دیتا ہے۔ لیکن وہ ان سب باتوں سے بے پرواہ راہگیروں کی نگاہوں کا نشانہ بنتے ہوئے اپنے کھانے میں مشغول رہتا ہے اور دوسری طرف کسی شاہی خاندان کے کھانے کے طریق پر غور کیا جائے۔ جس کے لئے مزین و آراستہ کمرے۔ خوشنما و دلکش فرنیچر، سنہری و روپہلی ظروف۔ لذیذ و مزیدار کھانے انواع و اقسام کے پھل اور ضروریات جو صفائی کا عدیم النظیر نمونہ پیش کرتی ہیں موجود ہوتی ہیں دونوں کھانے کے طریق کا موازنہ کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ گو انسانیت کے لحاظ سے دونوں کے یہ فعل یکساں حیثیت رکھتے ہیں لیکن ان دونوں انسانوں میں اس قدر نمایاں تفاوت پایا جاتا ہے۔ کہ ان دونوں افعال کو ایک ہی قسم کا فعل قرار دینا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی طرح جنسی تعلقات میں ایک شہوت پرست اور ایک اسلامی شائستگی سے آراستہ انسان کے جنسی فعل میں نمایاں فرق نظر آتا ہے اور آخر الذکر کا فعل اس کی روحانی زندگی کا بین ثبوت پیش کرتا ہے لیکن اہل مغرب کے نظریات کے مطابق چونکہ جنسی تعلقات مذہبی قیود سے بے نیاز ہیں۔ ان پر کسی شریعت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ لہذا ان کے تخیلات کے مطابق خواہ یہ تعلقات کس قدر بھی ترقی کیوں نہ کر جائیں اور سائنٹیفک اصولوں سے انہیں کتنا بھی ستر کیوں نہ بنا لیا جائے لیکن جب تک مذہبی اصولوں اور قواعد کے مطابق ان کی اصلاح نہیں کی جا سکے گی۔ وہ لوگ آنحضرت صلعم کے جنسی تعلقات کے نظریہ اور شائستگی کے تخیل کو نہیں سمجھ سکتے۔

جنسی تعلقات کی شائستگی کا سب سے اہم اور ضروری حصہ شرم و حیا ہے۔ لیکن تہذیب نو اس کو ہر گز انمایہ سے تہی ہے۔ انسانی تخیلات کا پاکدامنی اور شرم و حیا سے عاری ہونا انسان کو درندگی اور وحشت کی طرف لے جاتا ہے خواہ نیا شادی شدہ جوڑہ ہو خواہ پچاس سال سے متاہل زندگی بسر کرنے والا۔ ناشائستگی کے بہاؤ میں دونوں یکساں طور پر بہے چلے جاتے تھے۔ شومئے قسمت سے ساکنان مغرب ایام ضعیفی میں بھی شرم و حیا ایسی بیش قیمت چیز سے عاری ہوتے ہیں اور جنسی تعلقات میں وہ اس قدر بیباک اور ناشائستہ ہوتے ہیں جیسے ایک نیا بیاہا ہوا جوڑا موجودہ تہذیب کے دور میں بڑھاپے میں بھی انسان اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتا وہ ہمیشہ اپنے جذبات کو مشتعل کئے خواہشات نفسانی اور جذبات حیوانی کو تسکین دینے کی

فکر میں رہتا ہے۔ لیکن وہ اپنے کو کبھی مطمئن نہیں کر سکتا۔

فطرت انسانی کی طرف سے نوع انسان کے جنسی تعلقات کو ماہ منور کی دلکش و حسین چاندنی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ لیکن اگر ہم انہیں خط استوا پر موسم گرما میں چمکتے ہوئے سورج کی مانند تصور کریں اور اس کی جلا دینے والی شعاعوں کی طرح اپنے جذبات کو مشتعل رکھیں تو ایسے جذبات یقیناً ہمیں جلا دینے اور خاکستر کر دینے کا موجب ہوں گے۔ مگر ہونا یہ چاہیئے کہ ہمارے سرکش جذبات ہمارے ضبط و تصرف میں ہوں۔ اس کے مظاہرہ میں ہر قدم پر ضبط اور پیمانہ ہونی چاہیئے۔ شائستگی اور پاکیزگی ہمیشہ اس کا ساتھ دے۔ یہ باتیں ہمیں کن تفصیلات میں سے جا سکتی ہیں۔ انہیں وہی سمجھ سکتا ہے جو متاہل زندگی کے متعلق آپ کے بتائے ہوئے اصولوں کا مطالعہ کرے۔ آنحضرت صلعم جانتے تھے کہ نوع انسان کے اخلاق کی تعمیر اس کے جنسی تعلقات اور جذبات میں مضمر ہے۔ پس آپ نے انسانی تہذیب و تمدن اور اخلاق و شائستگی کی بنیاد ایسے انداز میں رکھی جس سے خواہشات نفسانی ہمیشہ قابو میں رہیں۔ اور جذبات کی فراوانی کی صورت حد اعتدال سے تجاوز نہ کرنے پائیں۔

آنحضرت صلعم نے اس شائستگی اور تمدن کی طرح اس طرح ڈالی کہ انہیں . . . . . ارتقائی منازل پر پہنچانے کے لئے مرد عورت دونوں کو یکساں طور پر ساعی کر دیا۔

جنسی تعلقات کیلئے آپ کو دونوں جنسوں یعنی مرد و عورت کا معلم بننا پڑا۔ ایک مرد کے لئے عورت کا معلم ہونا ایک بہت بڑی ذمہ داری کا کام ہے خاصکر جبکہ مرد کوئی مذہبی رہنما ہو۔ تو ایسے موقعہ پر افواہوں کی بھی گنجائش نہیں ہونی چاہیئے چونکہ آگے چل کر ایسی افواہیں مذہبی روایات کو مشکوک اور گندہ کر دیتی ہیں۔ جن کی وجہ سے اس کے پیروؤں پر برے تاثرات پڑتے ہیں جیسا کہ بانئ عیسائیت کی زندگی میں افواہوں کی گنجائش پائی جاتی ہے۔ اسلئے ہمارے پیغمبر صلعم نے جن عورتوں کو شاگرد بنانا چاہا ان سے باقاعدہ شادی کر کے متاہل زندگی بسر کی اور ہمیشہ کے لئے افواہوں کا دروازہ بند کر دیا۔ اگر آپ پر اعتراض کیا جاتا ہے تو صرف یہی کہ آپ نے متعدد شادیاں کیوں کیں نہ یہ کہ آپ نے متعدد داشتہ عورتیں کیوں رکھیں۔

دنیا میں بہت سی باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جنہیں انسان باہمی میل جول اور تعلقات کے بغیر

نہیں جان سکتا۔ انسانی زندگی کے تمام مراحل اور جنسی تعلقات کے تمام راز ہائے درون سے آشنائی اور متاہل زندگی کی تمام تفصیلات کی آگاہی کے لئے آنحضرت صلعم نے متعدد عورتوں سے ازدواجی تعلق قائم کیا تا کہ آپ گرہستی زندگی کی تمام تر تفصیلات سے کما حقہ واقفیت حاصل کر کے اپنی اُمت کے لئے متاہل زندگی کا عدیم النظیر اسوۂ حسنہ پیش کریں اور اس کی تمام دنیا میں ترویج و اشاعت ہو۔

تمام صاحب فہم و فراست لوگ جانتے ہیں کہ عوام الناس میں بہترین اخلاق اور تہذیب و شائستگی کی اشاعت کرنا کس قدر دشوار کام ہے۔

پس آنحضرت صلعم کے لئے بھی اخلاقی پستی کے گڑھے میں گرے ہوئے انسانوں کو متمدن بنانے کے لئے کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور کتنی دقتیں پیش آئیں۔

جن جنسی تعلقات کی اشاعت اسلامی روایات نے تمام دنیا پر کی ان کے عمیق مطالعہ سے ایک دانشمند اور صاحب فہم و ادراک انسان یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کا متعدد عورتوں سے شادی کرنا بعض مخصوص آدمیوں کے لئے متاہل زندگی کا بہترین نمونہ پیش کرنا مقصود تھا۔ اور ہر ایک قسم کے انسانوں کی گرہستی زندگی کے لئے آپ کی گرہستی زندگی میں بہترین نمونے موجود ہے۔ اور یہ فخر آنحضرت صلعم اور آپ کی تعلیم کو ہی حاصل ہے۔ کہ دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے مسلمانوں میں اب بھی اسلامی روایات پر پختگی سے قائم ہیں۔ اور یہ اثابت کرتی ہیں۔ کہ آپ اپنی بیویوں کو تعلیم دینے میں پورے طور پر کامیاب ہیں آپکی زندگی میں ہر ایک قسم کے خیلات کے لوگوں کیلئے عدیم المثال نمونہ پایا جاتا ہے۔ لیکن افسوس کہ بعض مسلمانوں کے قلوب سے مغربی تہذیب نے آنحضرت صلعم کے جنسی تعلقات کے متعلق احکامات کو فراموش کر دیا ہے اور طبقۂ نسواں کے اس محسن اعظم کی یاد جس نے صنف لطیف کو قعر ذلت سے اُٹھا کر بام عروج پر پہنچا دیا۔ آہستہ آہستہ محو ہو رہی ہے اور جنسی تعلقات کے متعلق ایک وحشیانہ طریقہ اختیار کیا جا رہا ہے۔ جس سے نادانستہ طور پر جس طبقۂ نسواں کے دو عظیم الشان محسنین جن کو اسلامی دنیا نے اُمہات المومنین کا مناسب خطاب دیا ہوا ہے ان کی مقدس یاد کی ہتک ہوتی ہے۔ اب میں اس سوال کے دوسرے پہلو پر روشنی ڈالتا ہوں اور متوقع ہوں کہ میرے دلائل و براہان قاطع ثابت ہوں گے اور دیگر تمام شکوک کو رفع کر دیں گے اور . . .

میرے مفہوم کو بھی واضح کر دیں گے ۔

نوع انسان کے لئے رب عزّوجل کی طرف سے ہدایت کا پیغام لیکر ہمیشہ ہادی مبعوث ہوتے اور تمام ہادیان مذاہب اور مصلحین حضرت نوح ۔ حضرت ابراہیمؑ ۔ حضرت موسیٰؑ ۔ حضرت مسیحؑ ۔ رام چندر مہاراج ۔ شری کرشنا مہاراج ۔ حضرت زرتشت ۔ کنفیوشش اور آنحضرت صلعم اور دیگر انبیاء اور رہبر جن کے نام ہمیں تاریخ عالم کے صفحات ورق گردانی کرنے سے مل جاتے ہیں ۔ یا جن کے نام دنیا کی تواریخ میں حوادثات عالم کی نظر ہو چکے ہیں سب کے سب ہی طبقۂ رجال سے تعلق رکھتے تھے ۔ طبقۂ نسواں سے ابتدائے آفرینش سے آج تک کوئی پیغمبر ۔ مصلح ۔ ہادی یا رہنما نہیں ہوا ۔

جب کبھی بھی کسی انسان نے خدا تعالےٰ کی طرف سے پیغمبر ۔ ہادی یا رہنما ہونے کا دعوےٰ کیا تو متلاشیان حق اس کے گرد جمع ہوگئے اور اس کی تعلیم کو مبنی بر صداقت پا کر اس کے گرویدہ ہوئے اور اسے اپنا ہادی اور رہنما سمجھنے لگے ۔

فطرت انسانی خوب سمجھتی ہے ۔ کہ کہاں اور کس مرحلہ پر اُسے اعانت رب عزّوجل کی ضرورت ہے ۔ زندگی کے کونسے تاریک حصہ کو اس نے روشن کرنا ہے ۔ اس کے کیریکٹر میں کونسی کمزوریاں پائی جاتی ہیں ۔ جو خدا تعالےٰ کی براہ راست اعانت کے سوا دور نہیں ہو سکتیں ۔ پس جب وہ دیکھتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک برگزیدہ انسان اس کے لئے پیغام حق و صداقت لیکر مبعوث ہوا ہے ۔ اور رب عزّوجل نے تمام صفات حسنہ اس میں ودیعت کر دی ہیں تو پھر وہ اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے اور اس کے حکم کو خدا تعالےٰ کا حکم سمجھ کر اس کی اطاعت و فرمانبرداری لازمی سمجھتا ہے ۔ اور اس کے ہر ایک ادنیٰ اشارے پر اپنی جان و مال دینے سے بھی دریغ نہیں کرتا ہادیان مذاہب میں نشانات اور معجزات بھی اپنے ساتھ لاتے ہیں ۔ مگر فطرت کی حیوانی کمزوریوں سے بکلی پاک ہو جانا تمام معجزات سے بڑھکر معجزہ ہے ۔ آنحضرت صلعم کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی ۔ جب آپ نے خدا تعالےٰ کی طرف سے پیغمبر ہونے کا دعوےٰ کیا تو بہت سے ، لوگ آپ کی صداقت کا امتحان کرنے کے لئے آپ کے گرد جمع ہوگئے ۔ اور جب آپ کے پہلے معتقدین حضرت

ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ اور بہت سے دیگر لوگوں پر آپ کا اس معیار پر پورا اترنا واضح ہوگیا۔ وہ آپؐ پر دل وجان سے نثار ہونے لگے لیکن جب عورتوں نے آپؐ کے دعوے کو سُنا۔ تو باوجودیکہ ملک کے دانا ترین مرد آپؐ کی صداقت کی شہادت دے چکے تھے۔ پھر بھی اُن کے اپنے شبہات جوں کے توں رہے۔

ابتدائے ازل سے کسی عورت کو رہنمائے قوم۔ ہادی مذہب اور خداتعالیٰ کی طرف سے پیامبر ہونے کا فخر حاصل نہیں ہُوا۔ ہمیشہ مردوں میں سے ہی بعض برگزیدہ انسان خداتعالیٰ سے تعلق پیدا کرکے اس کے بندوں کے لئے پیغام حق اور دین متین لاتے رہے ہیں۔ اور عورت کو بحیثیت جنس کے ہمیشہ بغیر آزمائش کئے ان کی اطاعت کرنی پڑی۔ تاریخی زمانہ کے اندر عورت کو کبھی نزدیک سے خداتعالےٰ کے ان برگزیدہ بندوں کے امتحان کا موقع کبھی نصیب نہیں ہُوا حضرت بدھ اور حضرت مسیحؑ نے عورت سے جب اطاعت کا مطالبہ کیا تو اس میں اسی قسم کی دوری رہ گئی تھی کیونکہ ان دونوں نے عورت کو رفیقہ حیات نہیں بنایا۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خدارسیدہ آدمی کو پرکھنے کے لئے عورت کا جو معیار ہوتا ہے وہ مرد سے مختلف ہوتا ہے۔ ..... عورت کو ہر مرد کے کیریکٹر کے ان مخفی گوشوں تک رسائی ہوتی ہے۔ جو مرد کو نصیب نہیں۔ اور وہیں اس کا خاص میدان ایک انسانی کیریکٹر کا جائزہ لینے کا ہوتا ہے جب تک عورت انسان کے مذہبی کیریکٹر کو اس طرح پرکھ کر یہ اطمینان نہیں کرلیتی کہ وہ واقعی معلم ہونے کے قابل ہے۔ اور اس کا روحانی دعوےٰ مبنی بر حقیقت ہے۔ اس وقت تک وہ اسے اپنا نجات دہندہ تسلیم نہیں کرتی۔ وہ خوف سمجھتی ہے کہ جسے لوگ نجات دہندۂ نوع انسان تصور کرتے ہیں اس میں ابھی کون کونسی خامیاں اور کمزوریاں باقی ہیں۔ اور ان کا انکشاف صرف عورت کی ذات ہی کرسکتی ہے۔ انسانی کمزوری اور حرص وآز کے آخری ذرّے کو عورت خوب جانتی ہے مرد، مرد کو مغالطہ میں رکھ سکتا ہے۔ لیکن مرد عورت کو مغالطہ میں نہیں رکھ سکتا ہے۔ عورت یا خود اس کی کمزوری کو بھانپ لیتی ہے یا مرد خود ہی اپنی کمزوری کا راز عورت پر افشا کر دیتا ہے اسلئے عورت جب تک اپنے معیار کے مطابق کسی نجات دہندہ کی طرف سے مطمئن نہ ہوجائے وہ اس اس پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہوتی۔

پس خواہ مردوں کی تمام دنیا ایک شخص کے پیغمبر ہونے پر ایمان لے آئے۔ عورتیں بھی حق بجانب ہیں کہ جب تک وہ اپنے شکوک و شبہات کو اپنے مخصوص طریقوں سے اس شخص کی پارسائی، برگزیدگی اور خدا تعالےٰ کی طرف سے پیغمبر ہونے کو پرکھ نہ لیں ایمان نہ لائیں۔ بنا بریں یہ قاعدہ کلیہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ جب تک عورتوں کی طرف سے کسی انسان کے برگزیدہ پارسا، نیک اور زاہد و عابد ہونے کا پورا پورا ثبوت نہ مل جائے اس وقت تک اس پیغمبر اور ہادی کو بھی برصداقت تسلیم نہیں کرنا چاہیئے۔ نٹشے کے اس بیان کا مفہوم خواہ کچھ ہی ہو لیکن حرف بحرف صحیح ہے۔ کہ ایک مرد اسی صورت میں نجات دہندہ طبقۂ نسواں ہو سکتا ہے جبکہ حقیقی معنوں میں اس میں مردانی صفات موجود ہوں۔

ہستی باریتعالیٰ۔ اور نوع انسان سے اس کا تعلق۔ رموز فطرت اور ان کے انکشاف اور خدا نے تعالےٰ کی ہستی کے اقرار کے متعلق عورتوں کے شبہات کو دور کرنے کے لئے انسان کو سب سے بڑی دقت پیش آئی۔ ان کے شکوک ایسے تھے جس کا ازالہ کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ انہیں رفع کرنے کے لئے بڑی ثابت قدمی۔ فہم و فراست اور دانائی کی ضرورت تھی۔ تاریخ عالم کے اوراق شاہد ہیں کہ بہت سے برگزیدہ لوگوں نے اپنے آپ کو عورتوں کے حلقہ سے محفوظ رکھا۔ رہبانہ زندگی بسر کی۔ اور دنیا کو چھوڑ بنوں میں جا بسے۔ لیکن یہ فخر آنحضرت صلعم کی ذات گرامی ہی کو حاصل تھا کہ آپؐ نے نوع انسان کی نجات کا بیڑا اُٹھایا۔ اور مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی قعر مذلت سے اُٹھا کر بام عروج پر پہنچا دیا چونکہ آپؐ کی ذات والا تبار خواہشات نفسانی سے مبرا تھی بدیں وجہ آپ کو اپنے پر پورا اعتماد تھا کہ آپؐ اپنے براہین قاطع سے دانا سے دانا عورت کو بھی خدا تعالیٰ کی ہستی کا قائل کر لیں گے۔ آپؐ نے کسی ایک عورت کو اپنی ذات پر کھنے کے لئے مدعو نہیں کیا۔ مبادا کہ اس پر غیر معقول اور فہم و فراست سے عاری ہونے کا احتمال ہو۔ بلکہ عورتوں کی ایک نمائندہ جماعت کو مدعو کیا۔ تاکہ وہ ہر طریقہ سے آپ کی صداقت اور حقانیت کی جانچ پڑتال کر لیں اور یہ اطمینان کر لیں کہ آنحضرت صلعم واقعی خدا تعالیٰ کی طرف سے نجات دہندۂ بنی نوع انسان ہو کر دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ بناوٹ اور تصنع کے نازک پردہ میں کوئی راز چھپائے نہیں چھپ سکتا۔ عورتوں کی دوربین نگاہ نے تاڑ لیا کہ آنحضرت صلعم حقیقی طور

پر برگزیدہ انسان ہیں اور بنی نوع انسان کی نجات کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے اسلئے بھی عورتوں کی اس جماعت کو بلایا تاکہ خدا تعالےٰ کے حکم کے مطابق ان پر واضح کردیں کہ اللہ تعالےٰ نے عورتوں کی نجات اور انہیں ظلم وستم سے بچانے کے لئے آپ کو مخصوص کیا ہے۔

جن عورتوں کو آپؐ نے مدعو کیا وہ نافہم اور کوتہ بین نہ تھیں بلکہ سب کی سب ہی معقول اور صاحب فہم و ادراک تھیں۔ اور ان میں سے سب سے زیادہ معقول اور دانا حضرت عائشہؓ تھیں

صحیح بخاری میں مرقوم ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلعم اپنی بیویوں کے ساتھ خاص خاص موقعوں پر اختلاط کے متعلق کیا رویہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ اختلاط روا رکھا کرتے تھے۔ ساتھ ہی یہ معنی خیز جملہ بھی فرمایا "تم میں سے کون ایسا ہے جو آنحضرت صلعم کی طرح اپنے نفس پر ضبط رکھ سکتا ہو" اور اس طرح کا ایک بیان آنحضرت صلعم کی دوسری بیوی میمونہ کی طرف سے بھی مروی ہے۔

چونکہ عورت مرد کی تمام کمزوریوں اور نقائص سے کما حقہ واقف ہوتی ہے۔ اسلئے مرد کے کیریکٹر کے متعلق عورت کی شہادت اور گواہی سب سے نمایاں حیثیت رکھتی ہے اور ان کی فطرتی شناخت اس معاملہ میں بڑی تیز ہوتی ہے۔ ان عورتوں کی آنحضرت صلعم کے متعلق ایسی گواہی واضح کردیتی ہے کہ آپ کس اعلیٰ اخلاق اور بلند کیریکٹر کے مالک تھے۔

جو عورتیں آپؐ کے پاس بطور بیوی کے تھیں۔ وہ آپ کے پاس آپؐ کی مذہبی حیثیت سے ہی تشریف نہیں لائی تھیں بلکہ وہ آپ کے بلند اخلاق اور اعلیٰ کیریکٹر سے متاثر ہو کر آئیں اور وہ جانتی تھیں کہ آپ تمام انسانی کمزوریوں سے بالاتر ہیں اور آپ کی ذات والا تبار ہر قسم کے عیوب سے مبرا ہے۔ اور ذراسی بھی لغزش واقع نہیں ہوتی۔ بس انہی وجوہات کی بنا پر آپ کی سب کی سب بیویاں آپؐ پر دل وجان سے نثار اور آپ کی خدمتگزار اور وفادار تھیں۔

جب طبقۂ اناث پر واضح ہوگیا کہ سرزمین عرب میں ایک ایسا گوہر تابناک بھی نکلا ہے جو خواہشات نفسانی اور جذبات حیوانی کے بدنما داغ سے بالکل صاف ہے اور خدا تعالےٰ نے حرص وآز کی آخری بوند کو اس کے دل سے نکال دیا ہے تو ان کے سامنے اخلاق کی ایک نئی دنیا جلوہ گر ہوگئی

صنف لطیف کے خیالات اور نظریات کے مطابق دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسا مرد نہ تھا جس کا دل حرص و لالچ سے پاک ہو۔ وہ ہر مرد کو حیوانی خواہشات کا پتلا اور شیطانی کردار کا حامل دیکھتی تھیں۔ لیکن جب انہوں نے آنحضرت صلعم کو ہر بُری خواہش سے مبرّا اور ہر نیک خواہش کا حامل پایا تو ان کی دنیا بدل گئی۔ یاس آس سے متبدل ہو گئی۔ ان کی زندگی پر ادبار کی چھائی ہوئی سیاہ گھٹائیں پھٹ گئیں۔ مسرت اور شادمانی کا سورج ان کے لئے نوید جانفزا لیکر افق مشرق سے طلوع ہوا۔ عورت کی تاریک دنیا منور ہو گئی۔ عورت کو ذلت سے نکال کر مقام عروج پر پہنچا دیا۔ اور صنف نازک کی حالت میں ایسا عدیم النظیر انقلاب پیدا کیا جس کی مثال تاریخ عالم کے صفحات دینے سے قاصر ہیں۔ آنحضرت صلعم کا پیدا کردہ انقلاب کوئی دنیاوی انقلاب نہیں تھا بلکہ خالص دینی اور مذہبی انقلاب تھا۔ آپ نے طبقۂ نسواں کی زبوں حالی کو آن واحد میں بدل کر نوع انسان پر وہ احسان کیا جس کی مثال نسل انسانی کی تاریخ میں ملنی مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

آنحضرت صلعم کی ازدواج مطہرات تمام دنیا کی مستورات کی طرف سے آپ کی متاہل اور گرہستی زندگی کی بہترین شاہد ہیں۔ ان کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی متاہل زندگی کے نمونہ سے نوع انسان کے مذہبی کیریکٹر میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا اور اس سے عورتوں کے متعلق فطرت انسانی کے صحیح جذبات کا مظاہرہ ہوتا بھی دکھائی دیتا ہے آنحضرت صلعم کی تعلیم اور نمونہ نے عورتوں کے دل میں پہلی دفعہ صحیح معنوں میں خدا پر ایمان پیدا کر دیا۔ یہی تعلیم تھی جس نے انہیں ظلم وستم سے نجات دیکر بام رفعت کی بلندیوں پر سرفراز کیا۔ وہ عورت جو سوسائٹی اور سماج میں نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے سماج کی ممتاز رکن متصوّر ہونے لگی ہے۔ جسے آلۂ بدکاری سمجھا جاتا ہے اس کے پاؤں تلے جنت رکھدی۔

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد ان عورتوں نے اس قدر پاکبازی اور تقدس سے زندگی گذاری جس کی مثال ملنی محال ہے۔ اسلام کی خوشحالی اور فارغ البالی کے ایام نے ان عورتوں کے قدموں پر زر و جواہر کے خزانے لاکر ڈال دیئے۔ لیکن انہوں نے اپنی شان فنا کو برقرار رکھتے

ہوئے نہایت ہی فراخدلی سے انہیں خیرات کر دیا) ۔ اور اپنے پاس ایک پھوٹی کوڑی تک نہ رکھی ۔ گو اب انہیں کسی قسم کی پروا نہ تھی ۔ ہر ایک قسم کا آرام و آسائش میسر تھا لیکن پھر بھی نان جویں تک کھانا آنحضرت صلعم کا زمانہ یاد کرتے ہوئے وہ روا نہیں سمجھتی تھیں اور ہر ایک قسم کے دنیاوی آسائش کے قریب نہ جاتیں ۔ ان کے دن سخاوت و خیرات ۔ اللہ تعالے کی عظمت اور اس کی کتاب کی بڑائی کو بیان کرنے میں گذرتے اور راتیں خدا تعالے کی عبادت میں صرف ہوتیں ۔

حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اونٹ کا سوئی کے چھید سے گذر جانا آسان ہے لیکن ایک امیر آدمی کا آسمانی بادشاہت یعنی بہشت میں داخل ہونا دشوار ہے ۔ یہ بیان صحیح ہو یا غلط ۔ لیکن یہ حقیقتاً درست ہے کہ عورت کے لئے مال و دولت کی خواہش کو دور کرنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے ۔ عورت کی ذات کبھی بھی مال و دولت کی حرص سے بے پروا نہیں ہو سکتی ۔ وہ زر و جواہر، سونا چاندی اور مال و دولت کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کے سے دریغ نہیں کرتی ۔ لیکن آنحضرت صلعم نے عورتوں کو مال و زر کے طمع اور لالچ سے بالکل مستغنی کر دیا ۔ کیا یہ آپ کا بڑا معجزہ نہیں تھا کہ وہ عورت ذات جو زر و جواہر کی دلدادہ ، عیش و عشرت کی متمنی تھی ۔ بالکل مستغنی ہو کر صرف اپنے مالک سے لو لگائے ہوئے مطمئن ہو گئی ۔

ان عورتوں میں سے بعض ایسی بھی تھیں جو عین عالم شباب میں بیوہ ہو گئیں لیکن انہوں نے بڑھاپے یعنی ۸۰ سال کی عمر تک اپنی زندگی کو نہایت صبر و استقلال اور اللہ تعالے کی عبادت و ریاضت میں بسر کیا ۔ دنیا کی ہر خواہش سے الگ تھلک رہیں اور زہد و تقوےٰ ہی کو شعار زندگی بنائے رکھا ۔ اور دنیاوی اشیاء اور ظاہر داری کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا ۔ عورتوں کی اس طرح کی حالت صرف آنحضرت صلعم کا نفسانی خواہشات سے بکلی پاک ہونا بدل سکتا تھا . . . . ۔ اور آپ ہی کے نیک اعمال اور بلند اخلاق ان کی زندگی کو بہتر بنا سکتے تھے ۔ پس آنحضرت صلعم نے عورت کو اس مقام پہ لا کھڑا کیا ، جو ابتدائے آفرینش سے دنیا کے وہم و گمان میں بھی نہ گذرا تھا ۔

زمانے کے حوادثات اور فلک ناہنجار کی نیرنگیوں کے باوجود بھی وہی روایات موجودہ زمانے میں بھی موجود ہیں ورنہ مغربیت نے ہمیں بلائے بے درماں میں مبتلا کر دیا ہوتا۔ آنحضرت صلعم کی ذات والا تبار اور قرآن کریم کے وجود نے تمام مغربیت کے خطرناک حربوں کو بیکار کر دیا ہے اور ہم متوقع ہیں کہ قرآن کریم مغربیت کی موجودہ مشکلات میں اسکی طرف دست اعانت بڑھائیگا۔

اس طرح سے آنحضرت صلعم کی ازدواج مطہرات نے اپنے حسن عمل سے جو بہترین نمونہ پیش کیا ہے وہ یقیناً موجودہ زمانہ کی مغربیت زدہ اور ستم رسیدہ عورتوں کی نجات کا باعث ہوگا جن کے خیالات کی پرواز صرف نفس پرستی اور نفسانی خواہشات کو تسکین دینے کے سوا کچھ نہیں اور جس کی نشر و اشاعت سرزمین تثلیث کے مشائخ الکلیسا کی طرف سے متواتر اور مسلسل ہوتی رہتی ہے۔

کیا اسلام دنیاوی ترقی کے راستہ میں

سدِّ راہ ہے؟

از جناب سید وزارت علی صاحب

چونکہ صفحۂ ہستی پر ارتقائے نسلِ انسانی کے قوانین یکساں ہیں بدیں وجہ مذکورہ بالا سوال کا جواب یقیناً نفی میں ہو سکتا ہے۔ فہم و ادراک، عقل و دانش، ہنر، سلیقہ اور اخلاق و تہذیب سرزمین یورپ کی مسیحی اقوام ہی کو ربِّ عزوجل کی طرف سے مقدر نہیں ہوئیں۔ اگر موجودہ دور کی تہذیب۔ شائستگی۔ اخلاق اور ترقی کا قرونِ وسطےٰ کی تہذیب اور اخلاق سے نگاہ غیر تعصب سے موازنہ کیا جائے تو یہ حقیقت اظہر من الشمس نظر آئے گی کہ اہلِ مشرق نے بھی ارتقائے نسلِ انسانی کی جدوجہد میں مغرب سے کم حصہ نہیں لیا۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر دور میں چونکہ تہذیب کچھ نہ کچھ ترقی کرتی رہی ہے۔ مگر اس زمانہ کے لوگ اسی پر فخر و مباہات اور تکبر و غرور کا ڈھنڈورا پیٹ کر اپنے کو نسلِ انسانی سے برتر و اعلےٰ سمجھتے رہے ہیں حالانکہ ہر دور کے ترقی کے منازل جُدا اور تہذیب کی راہیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

قرونِ اولیٰ کے مصری اپنی تہذیب اور تمدن کو اس قدر جامع اور اکمل تصوّر کرتے تھے کہ وہ ہر روز اس خوف سے اپنے دیوتاؤں کے آگے منت گذارتے اور ان کی خوشنودی حاصل کرتے کہ مبادا وہ ان کی روز افزوں ترقی کے حاسد نہ ہو جائیں۔

چینی لوگ خیال کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی ترقیات کے باعث اسی دنیا اور اسی زمین پر فردوس بریں کو حاصل کر لیا ہے۔

یونانیوں کا خیال تھا کہ انہوں نے زندگی ایسی غیر معین چیز کو بھی اپنے تسلط و تصرف میں کر کے اسے مدائمت بخشی دی ہے اور رومیوں کے تخیلات کے مطابق تمام دنیا کا نظام انہیں

کے لئے چل رہا تھا۔

اب اہل یورپ کی باری تھی کہ وہ بھی رومیوں، قدیم مصریوں اور یونانیوں کی تقلید کرتے۔ اسلام صرف مذہبیت کے عقائد کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ اسلامی عقائد اور شریعت میں تمام قسم کے مجلسی، سماجی اور ملکی قوانین پائے جاتے ہیں اور بیشمار ملکوں اور قوموں کے گہرے اختلافات کے باوجود بھی مختلف اقوام۔ مختلف نسل اور مختلف ممالک کے ساٹھ کروڑ انسانوں کو ایک ہی لڑی میں منسلک کر دیا ہے۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان کام ہے جو کہ نسل انسانی کی تاریخ میں صفحہ ہستی پر آج تک کسی مذہب سے سرزد نہیں ہوا۔

اگر دنیاوی ترقی کے راستے میں اسلامی تاریخ کا بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں، کہ اگر اسلام دنیاوی ترقی کے راستے میں سدِ راہ ہوتا تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ تمام دنیا کے ممالک، مذاہب اور اقوام پر ابرنیساں کی طرح چھا جاتا اور انہیں سرسبز و شاداب کر دیتا۔ اب ہم اسلام کی دنیاوی ترقی کی تاریخ پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں۔

اسلام کا آفتاب سرزمین عرب سے طلوع ہوا۔ اور بہت جلد ہی اس نے اپنی منور شعاعوں سے لوگوں کے تاریک دلوں کو روشن کر دیا۔

ساتویں صدی عیسوی میں شمالی افریقہ اور ایشیا کے کچھ حصص مسلمانوں کے تسلط و تصرف میں آچکے تھے اور آٹھویں صدی عیسوی میں سپین پر بھی اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ دسویں اور گیارہویں صدی عیسوی میں ہندوستان بھی پرستاران توحید کے حملوں کی دستبرد سے نہ بچ سکا۔ اور بارہویں صدی میں تو مسلمانوں نے پورے طور پر ہندوستان پر اپنا تسلط جما لیا تھا۔ اور اس پر نہایت ہی عظمت و شان سے حکومت کر رہے تھے۔ انہیں دنوں اسلامی فتوحات کی متلاطم امواج سرزمین یورپ کے ساحل تک جا پہنچیں۔ اور اسی سال محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا اور ادھر طارق ساحل اندلس کی طرف بڑھا اور غرناطہ ...... Guadelete کے مقام پر اندلسیوں کو پہلی شکست دیکر پانچ ہی سالوں میں تمام اندلس پر قابض ہو گیا۔

مسلمان ان دنوں اس قدر بہادر اور جانباز تھے کہ اگر امریکہ بھی ان دنوں معلوم ہو گیا ہوتا تو اس پر بھی پرچم اسلامی لہراتا۔

اندلس کی فتح کے فوراً ہی بعد اسلامی فوج کا کچھ حصہ عبدالرحمٰن کی معیت میں رونسو یلز کی راہ اطالیہ میں داخل ہو گیا۔ مغربی تاریخ دانوں کے خیالات کے مطابق اگر ۷۳۲ء میں تُور کے مقام پر لڑائی کا پانسہ اطالیوں کی طرف نہ پلٹ جاتا تو آج جرمنی اور اطالیہ پر سوائے کسی اور کے محمدی پرچم لہرا رہا ہوتا۔ اور یہ تمام ممالک اسلامی تہذیب و تمدن کے زیر اثر ہوتے اور ان میں تثلیث کی بجائے توحید کی صدائے دلکش گونجتی۔

ساتویں صدی عیسوی میں مشرقی بیزنطینی سلطنت عرب کے مشرقی حصوں میں اُن کی شجاعت جوانمردی اور بہادری کو محسوس کر رہی تھی۔ اور ادھر اسلام نہایت ہی سرعت کے ساتھ شام عراق اور ایشیائے کوچک کے راستوں سے یورپ کے ممالک میں ترقی کر رہا تھا۔ اور اس صدی میں علاوہ خلفائے راشدین کی فتوحات کے سب سے پہلے آرمینیا عربوں کی باجگذار ریاست بنی اور پھر براہ راست ان کے قبضے میں آ گئی۔ عرب فاتحین نے رومیوں کو ٹریپولی کے مقام پر شکست دی اور صقلیہ بھی سلطنت اسلامی میں شامل ہو گیا اور ان کے ہمراہیوں نے قسطنطنیہ کا چار سال تک محاصرہ کئے رکھا۔ جب مشرقی سلطنت نے عربی اقتدار کو اس قدر بڑھتے دیکھا تو وہ گھبرا اُٹھے اور انہوں نے ایک بہت بڑی رقم خراج کی ادا کر کے عربوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کر لئے۔ اسی اثنا میں کریٹ بھی فتح ہو گیا۔ تو صقلیہ کی فتح اور تسلط کے بعد مسلمانوں کا اقتدار جنوبی اطالیہ میں بڑھنا شروع ہوا۔ اور روما کی سلطنت کی بھی ان کی روز افزوں ترقی سے کانپنے لگی صقلیہ پورے دو سو سال تک مکمل طور پر اسلامی سلطنت کا ایک حصہ اور اسلامی تہذیب کا ایک جزو بنا رہا۔ اور اسلام نے ان دونوں خوب ان ممالک میں ترقی کی۔ جبکہ یورپین ممالک میں اسلام کی فتوحات انتہائی ترقی پر تھیں۔ اندلس مکمل طور پر فتح ہو چکا تھا۔ تو انہیں مسلمانوں کے مشرک اور بت پرست خویش و اقارب نے سرزمین ایشیا میں اسلامی سلطنت کو کمزور کرنا شروع کر دیا تھا۔ تو سلجوقی ترکوں نے عرب کے شروع کئے ہوئے کام کو سنبھالا اور جب الپ ارسلان نے بیزنطینی سلطنت کو ۱۰۷۱ء میں شکست دیکر روم پر قبضہ کر لیا۔ اور رومینس چہارم کو بھی زیر کر لیا تو مشرقی یورپ حقیقی طور پر عربوں کی فتوحات سے لرزہ براندام ہو گیا۔ اس کے حواس جاتے رہے اور اسے یہ یقین ہو گیا کہ اب وہ دن دور نہیں جبکہ عرب تمام خطۂ یورپ پر کالی گھٹا کی طرح چھا

جائیں گے۔ اور ان کے جنگی گھوڑوں کے پاؤں کی چاپ ہر سو سُنی جائیگی۔ یوروپین لوگوں کے دل کی دھڑکن کو آنحضرت صلعم کے کانوں نے قبل از وقت ہی اللہ تعالے کے ذریعے سے سن لیا اور آپ نے فرمایا کہ میں قسطنطین کے شہر میں ترکی گھوڑوں کے پاؤں کی چاپ سنتا ہوں۔ جب سرزمین یورپ میں مسلمانوں کا اقتدار دن بدن بڑھ رہا تھا اندلس کے تمام علاقہ پر اسلامی قبضہ ہو چکا تھا۔ صقلیہ بھی مسلمانوں کے زیر حکومت آچکا تھا اور اطالیہ بھی مسلمانوں کی دست وبرد سے نہ بچ سکا۔ خود پاپائے روم بھی مسلمانوں کی اس بڑھتی ہوئی طاقت سے خوفزدہ تھا۔ ان حالات نے عیسائیوں کو مجبور کر دیا کہ وہ مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لئے کوئی متحدہ اقدام کریں۔ چنانچہ ہلڈی برانڈ (HILEBRAND) کے جانشینوں نے صلیبی جنگ کے آغاز کا ارادہ کیا اور کلیرمونٹ (CIERMONT) کے مقام پر تمام عیسائی سرداروں جاگیرداروں، نوابوں۔ رئیس زادوں، راہبوں، پادریوں۔ اور اسقفوں کو جمع کر کے انہیں اسلام کے خلاف جہاد کرنے کے لئے برانگیختہ کیا۔ تمام مجمع کے لوگوں کے کپڑے کی صلیبوں کو اپنے سینوں پر لگا کر بڑھ بڑھ کر قسمیں اٹھائیں کہ جب تک وہ مسیحیت کو اسلام سے نجات دلا کر آزاد نہ کر لینگے اور بیت المقدس کو مسلمانوں سے آزاد نہ کرالیں گے دم نہ لیں گے انہی جذبات مذہبی جوش و خروش کو لئے ہوئے ایک لشکر جرار گاڈ فرائے کی معیت میں بیت المقدس کی طرف بڑھا اور اس نے بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے آزاد کرا لیا۔ اور گاڈ فرا آف بولین کو بیت المقدس کا حکمران بنا دیا گیا۔

اس کے قریباً پچاس سال بعد دوسری صلیبی جنگ کا آغاز ہوا۔ لیکن اس لشکر میں پہلے سا جوش و خروش اور مذہبی جذبہ ناپید تھا اسلئے اس جنگ میں انہیں کامیابی نہ ہو سکی۔

اس کے قریباً چالیس سال بعد مسلمانوں کی تقدیر کا پانسہ پلٹا اور اللہ تعالے نے سلطان صلاح الدین سلجوقی ایسا مرد نبرد آزما پیدا کر دیا جس نے رب عزوجل کے فضل اور اپنی قوت بازو، شجاعت مردانہ سے عیسائیوں کی طاقت کو تیسری صلیبی جنگ میں پسپا کر کے بیت المقدس کو واپس لے لیا اور اسلامی سلطنت کی وسعت کو بڑھا دیا۔ لیکن اب جہاں اطراف میں ترکوں کو فتوحات نصیب ہو رہی تھیں وہاں ساتھ ہی ساتھ کسی قدر شکستوں کا سامنا بھی کرنا پڑ رہا تھا۔ مگر ترکوں نے

اک طرف آرمینیا اور جارجیا کو گیارہویں صدی میں فتح کر لیا تھا۔ اور یورپین طاقت کو ایشیائی ممالک سے بارھویں صدی میں پسپا کر کے وہاں سلطنت عثمانیہ کی بنیاد تیرھویں صدی میں ڈال دی تھی تو دوسری طرف المنصور کی وفات کے بعد ۱۰۰۲ء میں اندلس میں مورز کی سلطنت آہستہ آہستہ انحطاط پذیر ہو رہی تھی۔ اور عیسائیوں کے سردار نارووا۔ لیون۔ کسٹائل اور اراغون وغیرہ نے اسلامی سلطنت کے خلاف ایک باقاعدہ جنگ کا آغاز کر رکھا تھا۔ اور انہوں نے تیرھویں صدی کے درمیان میں اسلامی سلطنت کو صرف غرناطہ تک ہی محدود کر دیا تھا۔

سلطنت عثمانیہ روز افزوں پھیلتی اور ترقی کرتی چلی جا رہی تھی، اور اگر تیمور (بہزد) کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قید و بند کی مصائب میں اس جہان سے رخصت نہ ہو جاتا تو قسطنطنیہ پچاس سال پہلے فتح ہو کر سلطنت عثمانیہ میں شامل ہو گیا ہوتا۔ عیسائی عثمانی ترکوں کا مقابلہ کرنے کے لئے متعدد بار کبھی ۱۳۶۹ء میں میر نیزا ( ) اور ۱۳۸۹ء میں کوسوا ( ) اور ۱۳۹۶ء میں نیکو پولس کے مقامات پر بڑے بڑے عساکر لے کر جمع ہوئے لیکن ہر معرکے میں شکست فاش اٹھائی، اور مسلمانوں کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو کسی طرح بھی نہ روک سکے۔ بہزد ( ) کے انتقال کے بعد قسطنطنیہ کا تخت قریباً دس سال تک خالی رہا اتنے عرصہ میں محمد اوّل نے تمام منتشر شدہ ترکی طاقتوں کو ایک مرکز پر جمع کر لیا اور انہوں نے مشرقی عیسائیوں کا اس قدر ناک میں دم کر دیا کہ انہیں مشرقی ممالک میں جینا محال ہو گیا اور ۱۴۴۴ء میں ورنا ( ) کوسوا ( ) کے مقامات پر ۱۴۴۸ء میں ہنگرین سردار کی معیت میں ہونیاری ( ) کے مقام پر متعدد فاش شکستیں دیں کہ تمام سرزمین یورپ پر ترکوں کی بہادری، شجاعت اور جوانمردی کا سکہ جم گیا لیکن محمد دوئم نے اپنے سپین کے سابق فاتحین کے خلاف عمل کیا اور اس کی افواج اتنی کامیابی کے ساتھ امریکہ کے ساحل تک بحر اوقیانوس کو عبور نہ کر سکیں اور اسے اپنے جہازوں کا رُخ آبنائے باسفورس سے گولڈن ہارن ( ) کی طرف کرنا پڑا۔ اور آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کے مطابق مسلمانوں پر پھر ایک دفعہ واضح ہو گیا کہ ابھی اہل روم کا مسلمانوں کے زیر اثر آنا باقی ہے، پس مسلمانوں نے اپنی مغربی سلطنت کے کھوئے جانے کے نقصان کو

پچاس سالوں کے اندر اندر ہی مشرق میں ایک وسیع سلطنت قائم کر کے اسے پورا کیا۔

غرناطہ مسلمانوں کے ہاتھ سے ۱۴۹۲ء میں جا چکا تھا اور فرڈنینڈ جس نے اپنی سلطنت کو صرف آزمائش کے طور پر اشبیلیہ میں قائم کیا تھا اب اس فتح سے بہت ہی مسرور تھا اور اس نے عیسائی عساکر کی ظفریابی کی مسرت میں ۱۴۹۳ء میں یہود کے تعاون کے ساتھ ایک جشن منعقد کیا۔

مورز کا خیال تھا کہ عیسائی مجسمہ صبر و استقلال ہیں اور برداشت کا مادہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، لیکن اس کے چھ سال بعد ہی اس کا یہ خیال نقش بر آب ثابت ہوا۔ اور جب وہ برسر اقتدار ہوئے تو انہوں نے وہ مظالم ڈھائے جس کی مثال ابتدائے آفرینش سے صفحۂ دہر پر نہیں ملتی اور ان بے پناہ مظالم کا سلسلہ فرڈینینڈ کے دور حکومت سے لیکر اس کے پوتے چارلس پنجم کے عہد تک جاری رہا۔ اور چارلس نے تو مسلمانوں کو اسقدر مظالم کا تختۂ مشق بنایا کہ...۔۔۔۔

جس پر مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک نہایت ہی شان سے حکومت کی تھی کا نام نقش غلط کی طرح مٹا دیا۔ لیکن صرف اندلس سے مسلمانوں کا اخراج تمام دنیا سے اخراج کا باعث تھا بلکہ ایک طرف انہیں اپنی کمزوریوں اور نقائص کی وجہ سے اپنی حکومت چھوڑنی پڑی تو دوسرے ملک میں انہیں نے اپنے جاہ و جلال کا سکہ جما لیا۔ اور خیرالدین پاشا جسے باربروسا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس نے پیسے پر ۱۵۴۳ء میں حملہ کر کے چارلس پنجم سے ترکوں کی طاقت کا ایک بار پھر لوہا منوا لیا۔ اور فرڈینینڈ اور آسٹریا کو صلح کی درخواست کرنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ فرڈینینڈ کی آسٹریا کی سلطنت ترکوں کی ایک باجگذار ریاست بن گئی اور چارلس پنجم کو بھی ترکوں سے معاہدہ صلح کرنا پڑا۔

گو بغداد کے خلفائے عباسیہ کی سلطنت رو بہ انحطاط ہو چکی تھی۔ قرطبہ اور قاہرہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکے تھے۔ لیکن پھر بھی ترک اور مغل ترقی کی انتہائی منازل طے کر کے بام عروج پر جا پہنچے ترکی میں سلیمان اور سلیم نے اگر انتہائی عروج حاصل کر لیا تھا، تو ہندوستان میں بابر۔ اکبر۔ جہانگیر۔ شاہجہان۔ اورنگ زیب نے ایسے جاہ و جلال سے حکومت کی جس سے اسلامی شان کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ اور ایسے ایسے صاحب عدل و انصاف اور سیاستدان حکمران پیدا کئے جن

کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ اور عیسائیوں کے مقابلے میں ان سے اچھی حکومتیں قائم کر کے ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کا نام دنیا سے مٹ نہیں سکتا۔

سیاسی اقتدار کو ہمیشہ یکساں حالت میں رکھنا انسان کے اپنے بس کا روگ نہیں۔ مشاہدہ اور تجربہ اس امر کا شاہد ہے۔ کہ "ہر کمالے را زوال" جو چیز بنتی ہے وہ بگڑتی ضرور ہے۔ جو ترقی کرتی ہے اسے تنزل بھی مقدر ہے اور اسی طرح جو قوم انتہائی عروج حاصل کریگی اسے زوال بھی ضرور ہے۔ بیرن اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے رومیوں کی ترقی و تنزل کی تاریخ بیان کرتے ہوئے دنیا کی تمام اقوام کی تاریخ بیان کرجاتے ہوئے لکھتا ہے کہ کوئی قوم فاتح ہونے کے بعد مال و دولت، زر و جواہر، اقتدار و عزت، جاہ و جلال، اور عظمت و شان جب حاصل کر لیتی ہے۔ تو پھر اس میں جبر و تشدد و ظلم و ستم۔ بربریت و عشرت اور گناہ ایسی بیسیوں خرابیاں نمودار ہو جاتی ہیں، جو اس قوم کو بہت جلد تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیتی ہیں۔

مسلمانوں کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی بیشمار فتوحات اور انتہائی عروج و اقتدار حاصل کرنے کے بعد انہیں بھی زوال ایسی بلائے بے درماں نے آن دبایا۔ ان میں ظلم و تشدد کے آثار نمایاں ہوئے۔ وہ بھی ہر بڑے سے بڑے گناہ کا ارتکاب کرنے لگے اور ان میں بھی طرح طرح کی خرابیاں رونما ہو گئیں اور وہ دولت کے نشے اور حکومت کے خمار میں مخمور ہو کر اپنے فرض کو بھول گئے اسلام کے حقیقی مقصد کو انہوں نے فراموش کر دیا۔ رب عزوجل کے پیغام کو انہوں نے لوحِ دل سے نقش غلط کی طرح مٹا دیا۔ اور خالق حقیقی نے جو کام ان کے ذمہ لگایا تھا اسے انہوں نے عیش و عشرت کی نذر کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مسلمان جو دنیا میں ممتاز و سرفراز تھے رسوا ہو گئے۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام دنیاوی ترقی کے راستے میں سدِ راہ ہے۔

سرہیری جونس یہ کہنے میں حق بجانب نہیں ہیں کہ دور حاضرہ کی تعلیم سے مسلمانوں کی عدم توجہی ان کی ترقی کے راستے میں روک ہوئی۔ لیکن موجودہ دنیاوی تعلیم تو ہندوستان میں ہندو مسلم پر آج سے ستر سال قبل ظہور پذیر ہوئی اور پھر بھی مسلمان اسلام پر صرف اعتقاد و ایمان نہیں رکھتے بلکہ آج قوم کا تعلیم یافتہ طبقہ صدق دلی سے اسکے اصولوں پر کاربند ہے۔

عیسائی مبلغین کو متعدد بار تعلیمیافتہ مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف مائل کرنے میں ناکامی ہوئی اور اس ناکامی کا اعتراف بھی انہوں نے کئی دفعہ کیا ہے۔ اسلام کی ترقی کے راستے میں موجودہ تعلیم نہیں بلکہ وہ تعصبانہ فضا ہے جو بعض متعصب عیسائیوں اور نام نہاد سائنسدانوں نے یورپ میں ہستی باریتعالےٰ کے متعلق پیدا کر دی کہ کسی چیز کے متعلق نہ ہم کچھ جان سکتے ہیں اور نہ کہہ سکتے ہیں اور نسل انسانی کی ترقی کے لئے سماج اور تہذیب و تمدن ایسی مادی اشیاء پر کار بند ہونا ہی کافی ہے اور قومی و مذہبی تعصب نے ان کے دل و دماغ سے خداوند تعالیٰ کی ہستی کو یکسر محو کر دیا ہے۔

ہمارے خیال میں سب سے بڑھکر کمزوری جو عیسائی مبلغین کو اسلام کے اندر نظر آئی وہ جنسیت کے باہمی تعلقات کے متعلق ہے۔ لیکن اس کے بارے میں بہتر ہے کہ ہم مارگولیتھ (Margoliouth) کے خیالات کو بیان کریں جو آنحضرت کی کامیابیوں کو بیان کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے "صنف لطیف کی حالت کو سدھارنے میں آنحضرت صلعم کو نمایاں کامیابی ہوئی" اپنے مشتعل اور برانگیختہ جذبات کو دبانے کا اس سے کوئی بہترین طریقہ نہیں کہ انسان خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو۔ اور اس طرح اس کے آگے جھک جائے جیسے اُسے کوئی بہت ہی مشکل درپیش ہے اور اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے وہ اپنے خالق سے ملتجی ہوتا ہے۔ اسلام کے سوا کسی مذہب و ملت میں بھی گناہ سے بچنے کے لئے ایسا طریقہ نہیں پایا جاتا۔

میور کے خیالات کے مطابق مستورات کے لئے پردہ کا طریق اور ان کو مردوں سے الگ تھلگ رکھنا تعدد ازدواج کا نتیجہ تھا اور اس طریق کے لئے طلاق کے لئے سہولتیں پہنچانا مقصود تھا۔ انڈو جرمن اقوام نے جس مشکل کو حل کرنے کے لئے بدکاری زناکاری کو رواج دیا۔ آنحضرت صلعم نے اس کا بہترین حل تعدد ازدواج کی صورت میں پیش کیا۔ اول الذکر طریقہ کے ذریعہ عورت ذلیل و رسوا ہوتی ہے اور اس کی سماج میں کوئی قدر و منزلت نہیں رہتی۔ لیکن آنحضرت صلعم نے عورتوں کے لئے پردہ کا طریق وضع فرما کر اور قدرے ان کی آزادی کو محدود کر کے بلا شبہ اسے سماج میں ممتاز و سرفراز کر دیا ہے۔ اور قانونی طور پر انہیں حق وراثت عطا کر کے ثابت کر دیا ہے کہ ابتدائے ازل سے دنیا کی کسی قوم نے عورت کو ایسی عزت نہیں بخشی جتنی اسلام نے اُسے دی ہے"۔ (باقی آیندہ)

پولینڈ میں مسلمانوں کی ثقافتی تحریکات

بقلم مسٹر ارسلان بودالغرونز

میں اس وقت آپ سے ان تحریکات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو موجودہ جنگ سے پہلے یا ان دونوں جنگوں کے درمیان میرے ہموطنوں یعنی پولینڈ کے مسلمانوں (تاتاریوں) میں پائی جاتی ہیں کسی ملک میں اقلیت کی ثقافتی تحریک کی نشو ونما، مرکزی حکومت (اکثریت) کے طرز عمل پر منحصر ہوتی ہے اور چونکہ پولش حکومت نے نہ صرف ہمیں ثقافتی تحریک جاری کرنے کی اجازت دی بلکہ ہر طرح حوصلہ افزائی کی، اسلئے ہماری تحریک کو بہت دلچسپ طریقہ سے فروغ حاصل ہوا۔

پولش حکومت کی یہ مہربانی، کسی امر اتفاقی کا نتیجہ نہ تھی بلکہ قدیمی روایت پر مبنی تھی اور میرے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں نفس مضمون پر گفتگو کرنے سے پہلے اس مہربانی کے اسباب بیان کر دوں تاکہ تقریر بطرز احسن سمجھ میں آجائے۔ صورت حال یہ ہے کہ جیسا ہمارے نام سے ظاہر ہوتا ہے ہمارے اسلاف گولڈن ہورڈ کی نسل سے ہیں اور وہ اس پالیسی کے نتیجہ میں پولینڈ میں آباد ہوئے تھے جو اس ملک نے ہمارے وطن کے ساتھ روا رکھی تھی۔ چونکہ پولینڈ کو مغرب میں ٹیوٹانک نائٹوں اور مشرق میں حکومت ماسکو کے حملوں کا خطرہ لگا رہتا تھا اسلئے اس نے گولڈن ہورڈ سے تصادم پسند نہ کیا بلکہ اس قسم کا صلحنامہ کر لیا جس کی رو سے تاتاریوں نے پولش فوج میں شامل ہو کر مدافعت کا فرض انجام دینا شروع کر دیا۔ پس پولینڈ، یورپ میں پہلی حکومت تھی جس نے مسلمانوں سے اتحاد کی پالیسی اختیار کی، اور اس بات کو خصوصیت کے ساتھ پیش کرتا ہوں کہ وہ پہلی حکومت تھی جس نے گولڈن ہورڈ کے ساتھ، اتحاد کا معاہدہ کیا۔ یہ چودھویں صدی کے آغاز کی بات ہے یعنی اس صلحنامہ سے دو سو سال پہلے کی جو شاہ فرانس اور ترکی کے مابین ہوا تھا چونکہ گولڈن ہورڈ کے ساتھ اتحاد کرنا پولینڈ کے لئے مفید ثابت ہوا اسلئے پولش حکمرانوں نے تاتاریوں کو، پولینڈ میں آباد ہونے کے لئے ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیں، اور فوجی خدمات کے عوض انکو

وسیع قطعات اراضی عطا کئے۔ اور اس طرح غیر آباد خطے بھی آباد ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ایک زمانہ میں مسیحیت اور اسلام کے مابین زبردست آویزش ہوئی لیکن پولینڈ کے مسلمان بدستور فارغ البالی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ چونکہ پولینڈ نے ہمارے اسلاف کو شہریت کے حقوق عطا کر دیئے تھے اسلئے انہوں نے پولش طرز کی زندگی اختیار کر لی اور سولھویں صدی کے وسط میں وہ اپنی مادری زبان سے بھی بیگانہ ہو چکے تھے۔

زبان کی اس فراموش کاری نے ہماری ثقافتی تحریک میں ایک خاص رنگ پیدا کر دیا۔ ایک قومی اقلیت کی ثقافتی تحریک کی غایت یہ ہوتی ہے کہ اس اقلیت کی ذاتی ثقافت نشوونما حاصل کرے۔ لیکن یہ اصول ہم پر عائد نہیں ہو سکتا تھا، چونکہ ہم اپنے آباء واجداد کی زبان بھلا چکے تھے اور ہم قومی اقلیت نہیں تھے بلکہ ایک مذہبی اقلیت تھے اسلئے ہم اپنی ذاتی ثقافت پیدا نہیں کر سکتے تھے کیونکہ کسی اصلی ثقافت کی تخلیق کے لئے، یہ ضروری ہے کہ اس قوم کی اپنی مخصوص زبان اور اپنا مخصوص ادب ہو، پس ہمارا مقصد اس قدر بلند نہ ہو سکا، اور ہم نے اس پر اکتفا کیا کہ اپنے مذہب اور تاریخ کی اقدار کی مدد سے پولش ثقافت کو خود بہتر بنائیں میں اس موضوع پر اس وقت تفصیلی گفتگو کروں گا جب آخر میں اپنی ثقافتی تحریک کے لیڈر کا تذکرہ کروں گا۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ میرے ہموطنوں کی ثقافتی سرگرمیاں، خاص طور پر پولش ہیں اور اس وقت ان کا تذکرہ کرنا مقصود نہیں ہے۔ نیز اگر میں نے ان کی سرگرمیوں کا تذکرہ سنہ ۱۹۲۰ء اور سنہ ۱۹۳۹ء کے اندر محدود کیا ہے تو اس کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ اس سے پہلے ان کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ اگر آپ زمانہ سابقہ کی تاریخ کا مطالعہ کریں، تو اس میں بھی آپ کو ہماری ثقافتی سرگرمیوں کے آثار نظر آ سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مثال کے طور پر پولش یا روسی زبان میں اس ادب کو پیش کیا جا سکتا ہے جو عربی حروف میں مدون ہوا۔ اور اس میں ان تفاسیر کو بھی شامل کر سکتے ہیں، جو ضخیم مجلدات میں لکھی گئی ہیں اور وہ کتابیں جو مذہبی رنگ کے قصوں پر لکھی گئی۔ اس ادب کا ابھی تک باقاعدہ مطالعہ نہیں کیا گیا اور اس ضمن میں، تحقیق کا وسیع میدان موجود ہے۔

سنہ ۱۹۲۰ء سے پہلے ہماری ثقافتی زندگی کی کوئی منظم اور مدون صورت نہ تھی بلکہ غیر مربوط

ہنگامی اور انفرادی تھی۔ اور اس کے دو سبب ہیں۔ پولینڈ کی نشاۃ ثانیہ سے پہلے ہمارے علمدوست طبقات کے نمایندے، روس میں منتشر تھے اور اس زمانہ کی روسی حکومت، سلطنت کے اندر قومی اقلیتوں کی ان سرگرمیوں کو پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھتی تھی۔ لیکن سنہ ۱۹۰۵ء کے انقلاب روس کے بعد یہ صورت حال تبدیل ہو گئی جبکہ لوگوں کو تحریر کی آزادی اور دوسرے مراعات حاصل ہو گئے چنانچہ سنہ ۱۹۰۷ء میں بعض پولش تاتاری طلباء نے سینٹ پیٹرزبرگ میں ایک جمعیۃ قائم کی جس کا مقصد اسلامی مذہب اور تاریخ کا مطالعہ تھا۔ اس جمعیۃ نے اس ثقافتی تحریک کے آیندہ رہنما پیدا کئے مثلاً جیکب سنکیوز جو آگے چل کر مفتی بنے، اور دو بھائی اولگرڈ اور اسلان کریزنسکی اس جمعیۃ کی سرگرمیوں کا کوئی شاندار نتیجہ ظاہر نہ ہو سکا، ہاں اتنا ضرور ہوا کہ جمعیۃ کے ارکان کے دلوں میں اس ضمن میں مزید کوشش کرنے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔

سنہ ۱۹۰۷ء اور سنہ ۱۹۲۰ء کے درمیانی زمانہ کا تذکرہ سردست نظر انداز کرتا ہوں لیکن ضمناً اس قدر بتا دینا مناسب ہے کہ سنہ ۱۹۱۷ء اور سنہ ۱۹۲۰ء کے مابین میرے ہموطنوں نے اس سلسلہ میں کیا خدمات انجام دیں۔ کریزنسکی برادران کی کوشش سے پولش تاتاریوں نے روسی مسلمانوں کی آزادی (خصوصاً کریمیا اور آذربائیجان میں) کے لئے بہت شاندار کوشش کی۔ استقلال پولینڈ کے بعد میرے ہموطنوں کے لئے، ثقافتی اور مذہبی زوایا کے نگاہ سے ترقی کرنے کا ایک نیا دور ظاہر ہوا اور ہم نے گذشتہ جنگ اور روسی طوائف الملوکی کے زمانہ میں جو نقصان برداشت کیا تھا اس کی بڑی حد تک تلافی ہو گئی، چونکہ ہماری ثقافتی تحریک ہمارے مذہب سے رابطہ شدید رکھتی ہے، اسلئے اپنی مذہبی زندگی سے متعلق چند الفاظ کہنا چاہتا ہوں۔ پولش حکومت نے پہلا کام یہ کیا کہ ایک خودمختار مفتی کا عہدہ قائم کر کے مسلمانوں کو مذہبی اور ثقافتی خودمختاری عطا کر دی اور جیکب سنکیوز کو جو اسلامیات کے فاضل ہیں پولش مسلمانوں کا پہلا مفتی اعظم مقرر کیا گیا، مفتی کے اس عہدہ کی تخلیق نے میرے ہموطنوں کے اندر مذہبی زندگی پیدا کرنے میں بڑا کام کیا، اور ہم نے اس عہدہ کو استوار بنیادوں پر قائم کر دیا، مفتی موصوف نے دراصل ایک بڑی بھاری خدمت انجام دی تھی۔ سب سے پہلے انہوں نے مساجد کے اماموں کی تنخواہیں اور وظائف مقرر کر دیئے تاکہ وہ اپنا سارا وقت تحصیل علوم میں صرف کر سکیں اس کے بعد

ہر مسجد کے ساتھ ایک عربی مدرسہ قائم کیا گیا، جس میں بچوں کو عربی زبان اور اسلامی شریعت سکھانے کا انتظام کیا گیا۔ مفتی صاحب نے اسلامی شریعت پر کئی مستند کتابیں پولش زبان اور عربی زبان میں تصنیف کرائیں۔ نیز ارکان اسلام پر متعدد رسالے ہر دو زبانوں میں طبع کرائے گئے۔ (باقی آئندہ)

تثلیث سے توحید کی طرف

بقلم مسٹر عبدالرزاق سلیا

عبادت کی تیاریاں میں نے اپنے دل سے سوال کیا کہ کیتھولک کلیسا میں عبادت کی تیاریوں کی نوعیت کیا ہے؟ اس سلسلہ میں اگر کوئی چیز قابل تذکرہ ہے تو وہ طریق اعتراف گناہ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ طریقہ کلیسا سے بڑھ کر مائل بفنا ہے۔ بلکہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہے۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ آج دس فیصدی اشخاص بھی خلوص دل کے ساتھ اعتراف نہیں کرتے۔ ممکن ہے لوگ ازمنہ مظلمہ میں جبکہ صرف پادری ہی تعلیمیافتہ ہوتے تھے، سچائی کیساتھ ایسا کرتے ہیں۔ لیکن اب وہ زمانہ بدل چکا ہے۔ میں نے اعتراف گناہ کی مقدس رسم کا قدرے تذکرہ پہلے کر دیا ہے لیکن اب میں ذرا تفصیل کیساتھ اس پر گفتگو کروں گا۔ پہلا سوال یہ ہے کہ اعتراف گناہ، کی تعریف کیا ہے؟ ایک محدود وقت کے اندر جو گناہ سرزد ہوں ان کا اقرار، پادری کے سامنے اور ان پر سچے دل سے نادم ہونا، اور آیندہ اصلاح کا عزم راسخ کرنا اور گناہ کے مواقع سے بچنا۔ اس کی تکمیل اُس کفارہ سے ہوتی ہے، جو پادری گنہگار پر عائد کرتا ہے۔ گذشتہ گناہوں پر اظہار ندامت بلاشبہ ایک اچھی بات ہے، اور ان سے احتراز اور بھی بہتر ہے، لیکن یہ دو باتیں تو ایسی ہیں کہ ہر شخص کے لئے، اگر وہ گناہوں کی معافی اور خدا کی محبت کا طالب ہے، لازمی ہیں خواہ وہ کیتھولک چرچ کا رکن ہو یا نہ ہو۔ لہذا کلیسائے مذکور کو یہ اعلان

کرنا زیبا نہیں ہے کہ یہ صداقت صرف اُسی کے یہاں پائی جاتی ہے۔ ایک شخص خود بھی سمجھ سکتا ہے کہ باتیں اشد ضروری ہیں اور اس کا ضمیر اُسے ان کے اعتراف پر خود بخود مائل کر سکتا ہے۔ جو بات میری سمجھ سے باہر ہے وہ یہ ہے کہ آخر ہم کسی پادری کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کیوں کریں جو بالکل ہماری ہی طرح گنہگار ہے۔ اس سے تو یہ بہتر ہے کہ ہم اس شخص کے سامنے جائیں جسکو ہم نے آزردہ کیا ہے اور اس سے معذرت کر کے پھر خدا سے رجوع کریں اور اس کے سامنے اظہار ندامت کر کے استغفار کریں۔ علاوہ بریں زیادہ تر ہم خود اپنے ہی نفس پر ظلم کرتے رہتے ہیں اور ان گناہوں سے صرف اللہ ہی واقف ہے اسلئے براہ راست اللہ سے استغفار قرین عقل ہے۔ فرض کیجئے میں نے مخفی طور پر ایک جرم کیا جس کے متعلق مجھے یہ معلوم ہے کہ اگر لوگوں کو اس کا علم ہو جائے تو بڑے خراب نتائج برآمد ہونگے۔ کیا میں اس معاملہ میں پادری پر اعتماد کر سکتا ہوں جس کے متعلق مجھے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جب چاہے مجھے گرفتار کرا دے؟ اس کے علاوہ، اگر مجھے یہ یقین بھی ہو جائے کہ پادری میرا راز فاش نہ کرے گا، لیکن اگر وہ جرم ایسا ہے کہ ملکی قانون کی زد میں آتا ہے، تو کیا پادری کے لئے یہ جائز ہوگا کہ وہ محض مجھے بچانے کے لئے حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کرے؟ کیا وہ میری اعانت کر کے اعانت مجرمانہ کے جرم کا مرتکب نہیں ہوگا؟ واضح ہو کہ جو گناہ ہم کرتے ہیں وہ دراصل خدا کا گناہ کرتے ہیں کیونکہ گناہ اس کے قانون کی خلاف ورزی ہی کا نام ہے۔ لہٰذا ہمیں سب سے پہلے اسکے سامنے حاضر ہو کر توبہ کرنی چاہیئے اس کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے وہ فرض انجام دیدیا ہے جس کے بعد ہم اس کی عبادت باطمینان قلب کر سکتے ہیں۔ لیکن جس گناہ کو صرف خدا ہی معاف کر سکتا ہے اس کی معافی کے لئے پادری کے پاس جانا کم از کم میری سمجھ سے بالکل باہر ہے قبل ازیں میں انجیل سے وہ فقرات نقل کر چکا ہوں جن کے متعلق کلیسا کا یہ دعوٰے ہے کہ ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یسوع مسیح نے کلیسا کو لوگوں کے گناہ معاف کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا ہے، تو اس کے معنٰے یہ ہونگے کہ جن گناہوں کو پادری معاف کر دے انہیں مسیح بھی معاف کر دے گا اور جن کو وہ معاف نہ کرے انہیں مسیح بھی معاف نہ کرے گا، لیکن یہ تاویل صرف انہی کو تسلی بخش سکتی ہے جن کے ذہن میں یہ غلط خیال سمایا ہوا ہے کہ خدا نے دنیا میں پادریوں کے قالب میں اپنے جج مقرر کر رکھے ہیں جو اس کی طرف سے عدل و معافی گناہ کے فرائض انجام

دیتے رہتے ہیں۔ لیکن کیا کوئی شخص یہ یقین کر سکتا ہے کہ خدا اپنی حکومت کے لیئے انسانوں کا محتاج ہے؟ اسکے معنیٰ تو یہ ہیں کہ پادری ہم کو یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ ہم اہل نار ہیں یا اہل جنۃ؟ یہ تمام مہمل خیالات ہیں اور میری رائے میں یہ عقاید نہ صرف خلاف عقل ہیں بلکہ بنی آدم کی اخلاقی اور روحانی ترقی کے لیئے سخت ترین مضر ہیں، میں نے ایک مرتبہ ایک پادری سے حسب ذیل سوال کیا تھا:۔ فرض کیجئے ایک شخص ایک خاص گناہ کا مرتکب ہوتا رہتا ہے اور باوجود تنبیہہ اس کے ارتکاب سے باز نہیں آتا، حتیٰ کہ پادری اُس سے یہ کہتا ہے کہ اگر تم نے آیندہ یہ گناہ کیا تو تم کو معافی نہیں دی جائے گی۔ لیکن وہ پھر اسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور معافی طلب کرنے کے لئے پادری کے پاس جاتا ہے، جانے سے قبل وہ اپنے گناہ کی اہمیت کا پورے طور سے اندازہ کرتا ہے اور وہ اپنے کئے پر بہت نادم ہے اور دل میں فیصلہ کرتا ہے کہ میں آیندہ ہرگز اس فعل کا ارتکاب نہ کروں گا۔ لیکن پادری تو فیصلہ کر چکا ہے کہ آیندہ اسے معاف نہ کرے گا اس لئے معافی دیئے بغیر اسے رخصت کر دیگا۔ ان حالات میں گنہگار اور پادری آپس میں ملاقی ہوتے ہیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ شخص معافی حاصل کئے بغیر پادری کے گھر سے نکلتا ہے اسلئے وہ عالم مایوسی میں خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور استغفار کرتا ہے۔ اور اسے اپنے گناہوں پر اسقدر ندامت ہوتی ہے کہ وہ ارتکاب گناہ پر مر جانے کو ترجیح دیتا ہے۔ غمگین دل اور نمناک آنکھ کیساتھ وہ اپنے گھر کا رُخ کرتا ہے۔ لیکن اسے یہ تسلی ہے کہ خدا نے میری توبہ قبول کر لی ہے، اثنائے راہ میں جب وہ راہ میں ہوتا ہے، اتفاقاً اسے سانپ کاٹ لیتا ہے اب وہ بے یار و مددگار وہاں گر پڑا اور زہر کا اثر اس کے جسم میں سرایت کر رہا ہے جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ تھوڑی دیر کا مہمان ہے اب اسے یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی پادری اس کے پاس ہو، تاکہ وہ کلیسا کے حکم کی تعمیل کر سکے یعنی پادری کے سامنے اپنے تمام گناہوں کا اقرار کرکے، اس سے معافی حاصل کرے۔ لیکن وہاں پادری کہاں؟ چنانچہ وہ پھر اپنے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور مرنے سے قبل پھر ایک مرتبہ سچے دل سے توبہ کرتا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی کا طالب ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ شخص محض اسلیئے دوزخ میں ڈالا جائیگا کہ پادری نے سے معافی نہیں دی؟ اندریں حالات کلیسا، انجیل کے اس فقرہ کی کیا تاویل کریگی "جس کے گناہ تم معاف نہ کروگے، خدا بھی معاف نہ کرے گا"؟ (باقی آیندہ)

گوشوارہ آمد دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور -

بابت ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
۴ ۹/۴۲	۱۰۴۷	عالیجناب محمد بیاری صاحب	۰	۰	۱۰
؍	۱۰۴۸	؍؍ علی اختر خانصاحب	۰	۰	۵
۵ ۹/۴۲	۱۰۵۵	؍؍ خانصاحب محمد عبدالسلام صاحب	۰	۰	۱۰
؍	۱۰۶۳	؍؍ خواجہ خلیل احمد صاحب	۰	۰	۱۰
۷ ۹/۴۲	۱۰۶۴	؍؍ کرم الٰہی صاحب قریشی	۰	۰	۵
۸ ۹/۴۲	۱۰۶۶	؍؍ خانبہادر ایچ ایم عبدالحی خانبہادر	۰	۰	۲۵
؍؍	۱۰۶۷	؍؍ سلطان حسن خانصاحب	۰	۰	۱۵
۹ ۹/۴۲	۱۰۷۹	؍؍ محمد محفوظ الکریم صاحب	۰	۰	۲
۱۰ ۹/۴۲	۱۰۸۸	؍؍ خانبہادر علی بھائی عیسیٰ بھائی پٹیل صاحب	۰	۰	۲۵
؍	۱۰۸۹	؍؍ قاضی ظاہر حسن صاحب	۰	۰	۲۰
۱۱ ۹/۴۲	۱۱۰۱	؍؍ رحم الدین صاحب	۰	۰	۵
۱۲ ۹/۴۲	۱۱۲۰	حسب الوصیت قاسم علی جیراج بھائی صاحب	۰	۰	۱۰۰
۱۴ ۹/۴۲	۱۱۲۱	عالیجناب عبدالحی صاحب	۰	۰	۵
؍؍	۱۱۲۲	؍؍ ایم احمد صاحب	۰	۸	۲
۱۵ ۹/۴۲	۱۱۴۵	؍؍ ایم فخرالدین صاحب	۰	۰	۲۵
۱۶ ۹/۴۲	۱۱۷۸	؍؍ لفٹنٹ کرنل بی عبدالغفار صاحب سردار بہادر	۰	۰	۲
۱۸ ۹/۴۲	۱۲۰۳	؍؍ ڈاکٹر برکت علی صاحب	۰	۴	۱۶
۱۹ ۹/۴۲	۱۲۱۱۸	؍؍ محمد اسمٰعیل صاحب	۰	۰	۵
۲۱ ۹/۴۲	۱۲۱۲	؍؍ عبدالمجید صاحب	۰	۰	۲۰

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
۲۱ ۹/۴۲	۱۲۱۳	عالیجناب ڈاکٹر ایم اے نعمانی صاحب	۰	۱۲	۹
۲۵ ۹/۴۲	۱۲۴۸	؍؍ لفٹنٹ کرنل بی عبدالغفار صاحب سردار صاحب بہادر	۰	۰	۲
؍؍	۱۲۴۷	؍؍ محمد حمیداللہ صاحب	۰	۰	۳۰
۲۶ ۹/۴۲	۱۲۵۴	؍؍ اے ایس سعید صاحب	۰	۰	۲۵
؍	۱۲۵۵	؍؍ سراج احمد صاحب	۰	۰	۵۱
؍	۱۲۵۶	عالیجنابہ ہارون بیگم شہروانی صاحبہ	۰	۰	۲۵
۲۸ ۹/۴۲	۱۲۵۸	عالیجناب قاضی رشید علی صاحب عباسی	۰	۰	۵
۲۳ ۹/۴۲	۱۲۳۰	؍؍ محبوب عالم صاحب	۰	۸	۶
		فروخت اسلامک ریویو	۰	۰	۹۷۴
		فروخت اشاعت اسلام	۰	۰	۲۴
		فروخت ووکنگ گزٹ	۰	۱۲	۳۶
		فروخت کتب	۰	۱۰	۴۰۹
		بمد امانت	۰	۱۲	۳

میزان کل ۱۷۱۵ — ۱۰ — ۰

گوشوارہ اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور

بابت ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۱۲/۸/۴۲	۴۱	چھپائی اسلامک ریویو			
"	۴۲	بابت ماہ اپریل ۱۹۴۲ء	۰	۰	۱۰۰
"	"	چھپائی اسلامک ریویو			
"	"	بابت ماہ مئی ۱۹۴۲ء	۰	۰	۱۰۰
۱/۹/۴۲	۴۷	تنخواہ عملہ در لاہور			
"	۴۸	بابت ماہ اگست ۱۹۴۲ء	۹	۱۵	۵۱۱
"	۴۹				
	۵۱	کرایہ دفتر، کتب خانہ، گودام			
	۵۲	بابت ماہ اگست ۱۹۴۲ء	۰	۰	۴۵
۱۳/۹/۴۲	۵۳	کاغذ برائے اسلامک ریویو	۰	۰	۲۴۰
"	۵۴	آفس امپرسٹ بلز			
۱۶/۹/۴۲	۵۵	بابت خرچ محصول ڈاک طباعت سرکلر اپیل وغیرہ - خرید کتب برائے فروخت بل بجلی، خرید کاغذ، چھپائی ووکنگ گزٹ، جلد بندی رسالہ اسلامک ریویو اشاعت اسلام خرید لفافہ جات، خرید کاغذ برائے لفافہ جات اسلامک ریویو اشاعت اسلام سٹیشنری وغیرہ متفرقات	۹	۲	۵۹۰
"	۵۰	الاؤنس	۰	۰	۳۰
		میزان	۶	۲	۱۶۱۷

گوشوارہ آمدنی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے	تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپے
۱-۱۰-۴۲	۱۳۰۸	عالیجناب ملک احمد بادشاہ صاحب	۰	۰	۱۰۰	۱۰-۱۰-۴۲	۱۳۷۸	عالیجناب تصدق احمد صاحب	۰	۰	۱۵
"	۱۳۰۹	" خانصاحب وچھل خاں صاحب	۰	۰	۵۰	"	۱۳۷۹	" محفوظ الکریم صاحب	۰	۰	۲
"	۱۳۱۰	" داجی دادا بھائی اینڈ کو صاحبان	۰	۰	۱۰	۱۲-۱۰-۴۲	۱۳۹۲	" اے۔ایچ ماکترا صاحب	۰	۰	۱۰
"	۱۳۲۰	" خواجہ خلیل احمد صاحب	۰	۰	۱۰	"	۱۳۹۳	" اے منان صاحب	۰	۰	۱۰
۲-۱۰-۴۲	۱۳۲۴	" اے۔ایچ فاروقی صاحب	۰	۰	۵	"	۱۳۹۴	" سید ارشاد احمد صاحب	۰	۰	۱۰
۵-۱۰-۴۲	۱۳۲۵	" ڈاکٹر ریمر صاحب	۰	۰	۱۰	"	۱۳۹۵	" سر عبدالحلیم صاحب غزنوی	۰	۰	۱۵
۶-۱۰-۴۲	۱۳۲۶	" عباس علی صادق علی صاحب	۰	۰	۱۰	۱۲-۱۰-۴۲	۱۴۱۶	" ایس اے ایم قدیر صاحب	۰	۰	۱۵
"	۱۳۳۵	حسب الوصیت قاسم علی جیراج بھائی	۰	۰	۱۰۰	"	۱۴۱۷	" ایم اے عزیز صاحب مرزا	۰	۰	۲
"	۱۳۳۶	عالیجناب خانبہادر شیخ یعقوب وزیر محمد	۰	۰	۵۰	۱۵-۱۰-۴۲	۱۴۴۰	" خانبہادر جنید علی صاحب	۰	۰	۱۰
"	۱۳۳۷	" محمد خلیل صاحب	۰	۰	۱۰۰	"	۱۴۴۱	" مولوی محمد ظہار الحق صاحب	۰	۰	۴
"	۱۳۳۸	" محبوب خاں صاحب	۰	۰	۵	"	۱۴۴۲	" خواجہ صلاح الدین صاحب	۰	۰	۵
۷-۱۰-۴۲	۱۳۴۶	" خانصاحب محمد عبدالسلام صاحب	۰	۰	۱۰	"	۱۴۴۳	" خواجہ عبدالغنی صاحب	۰	۰	۳
۸-۱۰-۴۲	۱۳۵۵	میسرز نعامی بکڈپو صاحبان	۰	۰	۱۰	۱۶-۱۰-۴۲	۱۴۵۸	" ایس اے بھٹی صاحب	۰	۰	۱۰
۹-۱۰-۴۲	۱۳۵۶	عالیجناب این ڈی عبداللہ صاحب	۰	۰	۱۰	"	۱۳۵۹	" عبدالحق صاحب	۰	۰	۵
"	۱۳۷۰	" ایس فخرالدین صاحب	۰	۰	۲۵	۱۹-۱۰-۴۲	۱۳۷۸	" میسرز احمد یوسف خانصاحب	۰	۰	۵۰
"	۱۳۷۱	" ایس اے قدوائی صاحب	۰	۰	۱۵	"	۱۳۷۹	" قاضی منہاج الدین صاحب	۰	۰	۲۵
"	۱۳۷۲	" علی احمد خانصاحب	۰	۰	۵	"	۱۳۸۰	جناب محمود یوسف خانصاحب	۰	۰	۱۵
"	۱۳۷۳	" ڈاکٹر احمد دین صاحب	۰	۰	۵	۱۹-۱۰-۴۲	۱۳۸۱	عالیجنابہ بیگم محبوب اللہ صاحبہ	۰	۰	۱۲
۱۰-۱۰-۴۲	۱۳۷۷	" اے جے قادر صاحب	۰	۰	۲۵	"	۱۳۸۲	عالیجناب محمد سمیع صاحب	۰	۰	۱۰

تاریخ	نمبر	نام	پائی	آنے	روپے
۱۹ ۱۰/۴۲	۱۳۸۳	عالیجناب سید نصرت علی صاحب	۰	۰	۱۰
״	۱۵۰۱	״ محمد نورالزمان صاحب	۰	۰	۸
۲۱ ۱۰/۴۲	۱۵۴۹	عالیجنابہ اسد النساء بیگم صاحبہ	۰	۸	۳۴
۲۳ ۱۰/۴۲	۱۵۹۵	عالیجناب رسالدار نورالرحمٰن صاحب	۰	۰	۱۴
״	۱۵۹۶	״ لفٹنٹ کرنل پی عبدالغفار صاحب	۰	۰	۲
۲۶ ۱۰/۴۲	۱۶۲۴	عالیجناب ای لے خصیب	۰	۰	۲۰
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۰	۷۲۷
		فروخت ووکنگ گزٹ	۰	۱۲	۳۹
		فروخت کتب	۹	۹	۶۱۳

میزان کل ۹ — ۱۳ — ۲۲۵۲

گوشوارہ اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور
بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۳۰-۱۹-۴۲	۵۷، ۵۶	تنخواہ عملہ در لاہور			
״	۵۸	بابت ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء	۰	۸	۵۱۶
״	۶۰	کرایہ دفتر، کتب خانہ و گودام			
	۶۱	بابت ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء	۰	۰	۴۵
۶ ۱۰/۴۲	۶۲	آفس امپرسٹ بلز			
۲۰ ۱۰/۴۲	۶۳	بابت خرچ محصول ڈاک، بل بجلی،			
״	۶۵	طباعت سرکلر و اپیل، خرید کتب	۳	۷	۸۸۵
״		خرید کاغذ برائے اسلامک ریویو،			
״		اشاعت اسلام، ووکنگ گزٹ وغیرہ			
״		سٹیشنری متفرقات وغیرہ وغیرہ			
	۵۹	الاونس	۰	۰	۳۰
۲۰ ۱۰/۴۲	۶۴	آفس امپرسٹ برائے مسجد ووکنگ انگلستان بذریعہ تار پچاس پونڈ معرفت لائیڈ بنک	۰	۵	۶۸۱
			۳	۴	۲۱۵۸

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز خطبہ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتماب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمٰے کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن امراء و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی مستشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخرکار اپنے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے** قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعت اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہم خیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیج کر انگریزی قوم کو اپنے ہم آواز کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں **اشاعت اسلام ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہیئے۔**

(۸) **ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے** دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذب عالم اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے اسکو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ دارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائین۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ بلاد اسلامیہ۔ شمالی و مغربی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہوسکتی ہے، (۱) بحیثیت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کردیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کارِ خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۰/ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ہے اور ممالک غیر کیلئے ۴ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کراکر داخلِ حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جاسکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہوجاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیرِ اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زرِ کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کرکے غیر مسلمین یوریپین احباب کو اس شخصیتِ کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعتِ اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانۂ عید میں اس کارِ خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عیدِ قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعتِ اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہوسکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی اِن رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بجنیٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کررہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہوکر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کارِ خیر کیلئے فراہم نہ کرسکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام چل رہا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہوکر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کردی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کردیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور کو (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں